اُصول فقہ پر لکھی جانے والی سب سے پہلی طبع شدہ کتاب

کتابُ الرسالۃ

مؤلف

امام ابی عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

المتوفی سنہ ۲۰۴ھ

مترجم

مولانا محمد ظفر اقبال مدظلہ

MAKTABA-E-REHMANIA

اُصول فقہ پر لکھی جانے والی سب سے پہلی طبع شدہ کتاب

کتابُ الرسالۃ

مؤلف

امام ابی عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

المتوفی سنہ ۲۰۴ھ

مترجم: مولانا محمد ظفر اقبال مدظلہ

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اِقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

فون: 042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب: کتاب الرسالۃ

مترجم: مولانا محمد ظفر اقبال مدظلہ

ناشر: مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع: خضر جاوید پرنٹرز لاہور

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

فہرست

عرضِ ناشر

شرعی احکام کا استنباط شریعتِ مطہرہ کے معتبر مصادر سے خواہش نفس اور جیسے کیسے ہی نہیں ہوتا، بلکہ ضروری ہے کہ مختلف طریقے متعین ہوں، جن پر مجتہد چلے اور متعین قواعد ہوں جن سے وہ رہنمائی حاصل کرے اور ایسے ضوابط ہوں جن کے اقتضاء کو وہ لازم اختیار کرے اسی صورت میں اس کا اجتہاد قابل قبول ہوگا اور صحیح احکام تک اس کا پہنچنا آسان اور ممکن ہوگا۔

وہ قواعد جنہیں احکام شرعیہ کے تفصیلی دلائل سے استنباط کیلئے وسیلہ بنایا گیا ہو ان قواعد کو جاننے کے علم کو علم اصول فقہ کہتے ہیں۔

علم اصول فقہ کی سب سے پہلی کتاب ''کتاب الرائ'' ہے جو کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حل طلب مسئلہ کا حکم باوجود تلاش کے قرآن وسنت میں صراحتاً نظر نہ آئے تو اجتہاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اجتہاد رائے کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اسلوب کی تحسین فرمائی۔ اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بنام ''کتاب الرائ'' (آدمی کس طرح اپنی رائے قائم کرے) تصنیف کی۔ یہ کتاب تو ہم تک نہ پہنچی، اغلب خیال ہے کہ ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر کے وہاں کے علمی ذخیرے کو دریا میں بہا دیا تھا تو ممکن ہے کہ کتاب انہی تباہ شدہ کتب میں ضائع ہوگئی ہو۔

لہٰذا زیر نظر کتاب ''کتاب الرسالہ'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اصول فقہ پر مدوّن شدہ منصۂ شہود پر آنے والی قدیم ترین کتاب ہے، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۰۶ھ نے فرمایا کہ لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے اس علم (اصولِ فقہ) میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف کا آغاز کیا اور انہوں نے اس کے ابواب مرتب کیے، اس کی مختلف اقسام کو ایک دوسرے سے جدا کیا، قوت اور ضعف کے اعتبار سے اس کے مراتب کی تشریح کی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لانے تک عموم وخصوص کو نہیں جانتے تھے۔

مؤرخ ابن خلدون متوفی ۸۰۰ ہجری اپنی کتاب مقدمہ ابن خلدون میں لکھتے ہیں کہ اس فن میں تالیف کا کام سب سے پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، انہوں نے الرسالہ میں اوامر ونواہی، بیان، خبر، نسخ اور قیاس سے منصوص علت کا حکم وغیرہ جیسے امور بیان کیے۔

اس کتاب کا ترجمہ مارکیٹ میں ناپید تھا لہٰذا ادارہ نے فاضل مترجم جناب مولانا ظفر اقبال صاحب سے رابطہ کیا جنہوں نے اس کتاب کا ترجمہ نہایت سلیس انداز میں کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اور وہ تمام حضرات جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا۔ پروف ریڈر، کمپوزر، مترجم اور احباب مکتبہ رحمانیہ کے لیے توشہ نجات بنائے۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ مجھے اور میرے اہل خانہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور دعا کریں کہ اللہ رب العزت ہم سے اسی طرح دین متین کی خدمت لیتا رہے۔ آمین یا ربّ العالمین

خَادِمُ العِلمِ وَالعُلَمَاءِ
العَبدُ الفَقِیرُ اِلٰی رَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ
مَقبُولُ الرَّحمٰنِ عَفَا اللّٰہُ عَنہُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

ہر قسم کی حمد وثناء کا مستحق وہ معبودِ حقیقی ہے جس نے مجھ حقیر سمیت کائنات کے ذرّے ذرّے کو وجود بخشا۔
صلوٰۃ وسلام اُس ذات والا صفات کا تحفہ ہے
اور
جن کی اُمت میں مجھ جیسے گنہگار بھی امیدوارِ شفاعت ہیں۔

امّابعد!

قرآن وسنت ایک مسلمان کی دینی رہنمائی اور روحانی تشفی کے دو بنیادی اور اہم ماخذ ہیں، انہی کے ذریعے ایک مسلمان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی اور منشاء معلوم ہوتی ہے، جائز اور ناجائز، حلال اور حرام، صحیح اور غلط، کھرے اور کھوٹے کا فرق معلوم ہوتا ہے، کرنے اور نہ کرنے کے کاموں کے درمیان ایک واضح لکیر دکھائی دیتی ہے، یہیں سے انسان کے سامنے جنت کا راستہ نمایاں ہوتا ہے، اس کے سامنے ایک ایسی کھلی اور کشادہ شاہراہ آتی ہے جس پر سفر کرنے والا کسی مشکل اور پریشانی کا شکار نہیں ہوتا، یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بیان فرمائی ہے

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ [الانعام: ۱۵۳]

''اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے سوتم اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو، ورنہ تم سے راستہ جدا ہو جائے گا''۔

اس کشادہ شاہراہ پر سیدھا چلنے والا کبھی بھی نہیں بھٹکتا، وہ منزلِ مقصود تک پہنچنے سے کبھی محروم نہیں رہتا اور کامیابی ہمیشہ اس کے قدم چومتی ہے۔

قرآن وسنت کے بعد احکام اسلام کا تیسرا اہم ترین ماخذ ''فقہ'' ہے۔ اصولی طور پر فقہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو قرآن وسنت سے الگ اور مختلف ہو بلکہ یہ قرآن وسنت ہی کی اس فہم اور باریکی کا نتیجہ ہے جو ان دونوں میں گہرے غور وفکر اور تدبر کے نتیجے میں امت کے سامنے دین کی ایک آسان اور عملی شکل پیش کرتا ہے، وہ فقہاء ہمارے خراجِ تحسین اور بے انتہاء شکریئے کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں اور توانائیوں کو استعمال میں لاکر امت کی راحت پر اپنی راحت کو اور امت کے آرام پر اپنے آرام کو قربان کر دیا، یہ حضرات اخلاص وللّٰہیت اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، یہ اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر مسائل بناتے نہیں تھے، انہوں نے قرآن وسنت میں گہرے غور وفکر اور تدبر سے کام لیا، مختلف آیات وروایات کو سامنے رکھا، ان میں ناسخ اور منسوخ، راجح اور مرجوح کو پرکھا، پوری محنت اور جستجو کے بعد انہوں نے جس رائے کو

قرآن وسنت کے مزاج کے قریب ترین پایا، اسے اختیار کرلیا اور دوسری رائے قائم کرنے والے کی تضحیک، تجہیل، تفسیق یا تکفیر کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء۔

جن فقہاء نے استنباط، قرآن وسنت سے احکام ومسائل کے استخراج اور اجتہاد کے ذریعے فقہ مرتب کی، اس کے لیے انہوں نے کچھ اصول بھی وضع کیے تا کہ ان اصول کی روشنی میں مختلف فروعات اور جزئیات کا حکم بھی معلوم ہو سکے، ان حضرات نے جو اصول وضع کیے انہیں ''اصولِ فقہ'' کا عنوان دیا گیا، یہاں اس حوالے سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اصولِ فقہ کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب کس فقہی مذہب کے معتبر علماء اور فقہاء نے لکھی؟ بعض حضرات اس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے ہیں، بعض امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا اور بعض امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ''جن کی اصول فقہ کے موضوع پر وقیع کتاب ''الرسالۃ'' کا اردو ترجمہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے'' حالانکہ یہ واضح بات ہے کہ فقہ کی ترتیب کے ساتھ ساتھ اصولِ فقہ کا مرتب ہونا بھی اتنا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے جتنا ضروری فقہ کا مرتب ہونا ہے۔

اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فقہ شافعی میں اصولِ فقہ کو سب سے پہلی کتابی شکل میں مرتب کرنے کا سہرا اس کے بانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے، فقہ حنفی کے اصول مرتب کرنے میں اولیت کا شرف امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے حصے میں آیا، کیونکہ فقہ شافعی کے اصول حنفی فقہاء تو مرتب نہیں کریں گے، اسی طرح فقہ حنفی کے اصول شافعی فقہاء تو مرتب نہیں کریں گے، اس لیے دوسرے لفظوں میں اسے اولیت اضافی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اس عاجز کے نزدیک یہ ایک ایسی واضح بات ہے جس پر دلیل دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

جہاں تک تعلق ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الرسالۃ'' کا تو اسے امام شافعی نے دو مرتبہ مرتب فرمایا تھا، اسی بناء پر علماء کا کہنا ہے کہ اس موضوع پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ''الرسالۃ القدیمۃ'' ہے اور دوسری ''الرسالۃ الجدیدۃ'' پہلی کتاب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن بن مہدی کی درخواست پر مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائی تھی، لیکن اس کا کوئی نسخہ ہم تک نہیں پہنچ سکا اور وہ کتاب ہماری نظروں سے غائب ہے جبکہ الرسالۃ الجدیدۃ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں تحریر فرمائی تھی، یہی کتاب ہم تک پہنچی ہے اور اسی کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یہ کتاب اپنے شاگرد ربیع بن سلیمان کو املاء کروائی تھی، اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اہم ترین عنوانات پر مجتہدانہ کلام کیا ہے، اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مسلک سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے اور قرآن وسنت سے استنباطِ مسائل واحکام میں ان کا طریقہ کار بھی معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ یہ املاء ہے اس لیے بعد میں مرتبین نے اسے مختلف فقروں میں تقسیم کر کے اس کتاب کے ۱۸۲۱ فقرے کر دیئے ہیں، پوری کتاب تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ ایک جزء ابھی نامکمل ہوتا ہے کہ دوسرا جزء شروع ہو جاتا ہے اور اسی میں جزء اول کی تکمیل ہوتی ہے، جزء ثانی سے کتاب کا اسلوب تبدیل ہو جاتا ہے کیونکہ جزء اول کو پڑھتے ہوئے قاری کو اس بات کا کہیں احساس نہیں ہوتا کہ یہ کوئی مکالماتی کتاب ہے، جس میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے مصنف نے مکالمہ کا سہارا

لیا ہو، لیکن جیسے ہی وہ جزوثانی کو شروع کرتا ہے اور خاص طور پر اس میں ''علل احادیث'' کا عنوان شروع ہوتا ہے تو قاری ایک ایسی دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ مکالمہ کر رہے ہیں، ان میں سے ایک سمجھانے والا اور دوسرا سمجھنے والا ہے، ممکن ہے کہ سوال جواب پر مشتمل یہ مکالمہ صرف تفہیم کا ایک انداز ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ خارج میں ایسے کچھ مکالمات ہوئے ہوں جنہیں بعد میں اس کتاب کا حصہ بنا دیا گیا ہو۔ دونوں میں سے جو بھی صورت ہو، ایک بات بہر حال متعین ہے کہ یہ اسلوبِ بیان اثر پذیری میں نثر کے سادہ انداز سے کم نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس اسلوبِ بیان کے ذریعے مخاطب کے لیے بات کو سمجھنا زیادہ آسان اور نسبتاً جلدی ہو جاتا ہے، یہاں یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن امکان ضرور ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ اصولِ فقہ کی کسی کتاب میں ایسا اسلوب بے نظیر اور اپنی مثال آپ ہے، اس لیے کہ یہ موضوع نہایت سنجیدگی کا تقاضا کرتا ہے اور مکالمہ میں اس کی اصل روح کو برقرار رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اس موضوع پر اس قدر دسترس تھی کہ انہوں نے ایسے سنجیدہ موضوع کو مکالمہ کی شکل دے کر مخاطب کے لیے سہل بنا دیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض فقہاء کی فقہی آراء پر اس کتاب میں تنقید بھی کی ہے، جس کا لازمی نتیجہ اپنی رائے کی ترجیح کی صورت میں نکلتا ہے، لیکن تنقید کے اس عمل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دو چیزوں کا خاص اہتمام فرمایا ہے ایک تو یہ کہ تنقید برائے تنقید نہیں ہے بلکہ اس پر وہ ٹھوس اور مضبوط علمی دلائل سے استدلال کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ تنقید کرتے ہوئے بھی تہذیب اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، وہ مخالف رائے رکھنے والے فقہاء کے لیے ناشائستہ یا کم معیاری الفاظ استعمال نہیں کرتے، ان دونوں چیزوں کی آج کے اس فتنے کے دَور میں پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب سے ان کی ایک بڑی خوبی یہ نمایاں ہوتی ہے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں جس رائے کو صحیح اور برحق سمجھتے ہیں اسے پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ ثابت فرماتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے ذہن میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہوتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نابغہ روزگار تھے، ان جیسی شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں، ان کی ولادت ۱۵۰ھ میں غزہ شہر میں ہوئی تھی، ان کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی، وہ اپنے ہونہار فرزند کو اپنے وطن اصلی مکہ مکرمہ لے گئی تھیں، اس وقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر دس سال تھی، انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآنِ کریم اور دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالک حفظ کر لی تھی، تیرہ سال کی عمر میں وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے کسب فیض کیا، ہمیں ''الرسالۃ'' میں مؤطا اُمام مالک کی بہت سی مرویات ملتی ہیں، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علاوہ بھی بہت سے شیوخ مثلاً سفیان بن عیینہ، مسلم بن خالد الزنجی، ابراہیم بن سعید، عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، وکیع بن الجراح، حماد بن اسامہ، امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہم سے استفادہ کیا اور درجہ کمال کو پہنچے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی، یہ رجب کا مہینہ اور شب جمعہ کا مبارک موقع تھا، جمعہ کے دن ان کی نمازِ جنازہ اور

تدفین ہوئی، اگرچہ ان کی کُل عمر صرف چوّن سال ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی ایسی خدمت لی کہ ایک زمانہ اس کا معترف ہے، لوگ ان کی کتابوں سے استفادہ کر رہے ہیں، ان کے فقہی مذہب کی ترویج و اشاعت اور اس پر عمل کے لیے سرگرم ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الرسالۃ'' کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے اس پر اپنے انداز میں ایک جامع تجزیہ کرنے کو دل چاہتا ہے لیکن پھر یہ سوچ کر قلم کی لگام کھینچنی پڑتی ہے کہ قاری اور مصنّف کے درمیان ایک ایسا ربط ہوتا ہے جو ہر قسم کے تجزیئے سے آزاد ہوتا ہے، قاری اپنے ذہن سے مصنّف کو پڑھنا چاہتا ہے اور اس میں خود نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے، اس لیے قاری اور مصنف کے درمیان حائل ہونا زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا، یہ ناکارہ اس کتاب کا سلیس اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے، جس کے لیے سب پہلے برادرِ محترم جناب ناصر مقبول صاحب نے اپنے عزم کا اظہار فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے انہوں نے اس عاجز کا انتخاب اپنے حسن ظن اور دینی تعلق کی بناء پر فرمایا، انہوں نے ہی اس گنہگار کو اس کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے متوجہ فرمایا، اللہ تعالیٰ ان کے والد گرامی حاجی مقبول الرحمٰن صاحب کی حیات میں برکت عطا فرمائے، بھائی ناصر مقبول صاحب اور ان کے تمام برادران اور متعلقین کو علم و عمل، رزق اور عمر میں وسعت اور کشادگی سے مالا مال فرمائے، انہیں حاسدوں اور ساحروں سے محفوظ فرمائے، اس کتاب کو مترجم اور ناشر کے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے، اسے نافع اور مقبول فرمائے۔ آمین

محمد ظفر

بسم الله الرحمن الرحيم

الجزء الاوّل

[قال أبو القاسم عبدالرحمٰن بن نصر، قال: انأ ابو علی الحسن بن حبيب، قال: نا] الربيع بن سليمان قال: بسم الله الرحمن الرحيم أخبرنا أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبيد بن عبد يزيد بن هاشم بن المطلب بن عبد مناف المطلبي، ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم:

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن نصر کہتے ہیں کہ ہم سے ابوعلی حسن بن حبیب نے ربیع بن سلیمان کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبدمناف المطلبی نے بیان کیا جو کہ نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔

(١) الحمد لله الذي خلق السماوات والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون

١: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اندھیرے اور روشنی بنائی، پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہراتے ہیں۔

(٢) والحمد لله الذي لا يؤدى شكر نعمة من نعمه الا بنعمة منه توجب على مؤدي ماضى نعمه بادائها : نعمة حادثة يجب عليه شكره بها.

٢: اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کا شکر بھی اس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی خاص مہربانی نہ فرمائے۔ یہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے پر ایک اور نعمت ہے جس کا شکر ادا کرنا بھی اس پر لازم اور ضروری ہے۔

(٣) ولا يبلغ الواصفون كنه عظمته الذي هو كما وصف نفسه وفوق ما يصفه به خلقه.

٣: اس کے اوصاف وکمالات بیان کرنے والے اس کی عظمت کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے اپنے اوصاف خود بیان کیے ہیں اور وہ ان تمام اوصاف وکمالات سے برتر ہے جو مخلوق اس کے لیے بیان کرتی ہے۔

(٤) أحمده حمدا كما ينبغي لكرم وجهه وعز جلاله

٤: میں اس کی ایسی تعریف کرتا ہوں جو اس کے مقام ومرتبہ اور عزت وکبریائی کے شایانِ شان ہو۔

(٥) وأستعينه استعانة من لا حول له ولا قوة الا به

۵: اور میں اس سے اس شخص کی طرح مدد طلب کرتا ہوں جس کے پاس نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی ہمت اللہ تعالیٰ کی ہی جانب سے آتی ہے۔

(٦) وأستهديه بهداه الذي لا يضل من أنعم به عليه

۶: اور میں اس سے اس کی خاص ہدایت کا سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو ہدایت کی یہ نعمت عطا فرمادے تو وہ گمراہ نہیں ہوسکتا۔

(٧) وأستغفره لما أزلفت وأخرت استغفار من يقر بعبوديته ويعلم أنه لا يغفر ذنبه ولا ينجيه منه الا هو

۷: اور میں اس سے اپنے ان گناہوں کی معافی مانگتا ہوں جو میں نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے، اس شخص کی طرح جو اس کے معبود ہونے کا اقرار کرتا ہو، اور وہ جانتا ہو کہ اس کے گناہوں کو بخشنے اور اسے نجات عطا فرمانے کا سرچشمہ وہی ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں۔

(٨) وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله

۸: اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(٩) بعثه والناس صنفان

۹: اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا تو لوگ دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔

(١٠) أحدهما أهل كتاب بدلوا من أحكامه وكفروا بالله فافتعلوا كذبا صاغوه بألسنتهم فخلطوا بحق الله الذي أنزل إليهم

۱۰: ان میں سے ایک گروہ تو اہل کتاب کا تھا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں تحریف اور تبدیلی کی، اس کے ساتھ کفر کیا، انہوں نے ایک ایسے جھوٹ کا ارتکاب کیا جو ان کی زبانوں نے گھڑا تھا اور اسے اس حق کے ساتھ خلط ملط کردیا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمایا تھا۔

(١١) فذكر تبارك وتعالى لنبيه من كفرهم فقال: (وإن منهم لفريقا يلوون ألسنتهم بالكتاب لتحسبوه من الكتاب وما هو من الكتاب ويقولون هو من عند الله وما هو من عند الله ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون) *

۱۱: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے ان کا کفر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَ اِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَ هُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۸﴾ (آل عمران:۷۸)

اوران (اہل کتاب) میں بعض ایسے ہیں کہ کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں تا کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے (نازل ہوا) حالانکہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اور (یہ بات) جانتے بھی ہیں۔

(١٢) ثم قال * (فويل للذين يكتبون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا فويل لهم مما كتبت أيديهم وويل لهم مما يكسبون) *

۱۲: نیز ایک دوسری جگہ میں فرمایا ہے:

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ۚ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ وَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۷۹﴾ (البقرہ:۷۹)

تو ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کریں، ان پر افسوس ہے اس لیے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور (پھر) ان پر افسوس ہے اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں۔

(١٣) وقال تبارك وتعالى * (وقالت اليهود عزير بن الله وقالت النصارى المسيح بن الله ذلك قولهم بأفواههم يضاهئون قول الذين كفروا من قبل قاتلهم الله أنى يؤفكون اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله والمسيح بن مريم وما أمروا إلا ليعبدوا إلها واحدا لا إله إلا هو سبحانه عما يشركون) *

۱۳: اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨ ابۡنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ ۚ يُضَاهِـُٔوۡنَ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَ رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ الۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۱﴾ (التوبہ:۳۰-۳۱)

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح (علیہ السلام) خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے۔ یہ بھی انہیں کی ریس کرنے لگے ہیں۔ خدا انکو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا

گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

(١٤) وقال تبارك وتعالى * (الم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب يؤمنون بالجبت والطاغوت ويقولون للذين كفرواهؤلاء أهدى من الذين آمنوا سبيلا أولئك الذين لعنهم الله ومن يلعن الله فلن تجد له نصيرا) *

۱۴: اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

(النساء:۵۱۔۵۲)

بھلاتم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا حصہ دیا گیا ہے کہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے راستے پر ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے تو تم اس کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔

(١٥) وصنف كفروا بالله فابتدعوا ما لم يأذن به الله ونصبوا بأيديهم حجارة وخشبا وصورا استحسنوها ونبزوا أسماء افتعلوها ودعوها آلهة عبدوها فإذا استحسنوا غير ما عبدوا منها ألقوه ونصبوا بأيديهم غيره فعبدوه فأولئك العرب

۱۵: اور ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو اللہ کے ساتھ کفر کرتے تھے، ان لوگوں نے ایسی چیزیں اور بدعات ایجاد کر رکھی تھیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی کے مطابق نہیں تھیں، انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھر، لکڑیاں اور تصویریں نصب کر رکھی تھیں جنہیں وہ احسن فعل سمجھا کرتے تھے، انہوں نے مختلف بتوں کے اپنی طرف سے نام تجویز کر رکھے تھے، جنہیں وہ اپنا معبود مانتے اور ان کی عبادت کرتے تھے، پھر جب انہیں اس سے اچھی کوئی چیز مل جاتی تو وہ اپنے پہلے معبود کو پھینک کر اس دوسری چیز کو اپنے ہاتھوں سے نصب کر لیتے اور اس کی پوجا شروع کر دیتے تھے، یہ لوگ اہل عرب تھے۔

(١٦) وسلكت طائفة العجم سبيلهم في هذا وفي عبادة ما استحسنوا من حوت ودابة ونجم ونار وغيره

۱۶: اس معاملے میں اہل عجم کا ایک گروہ بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل رہا تھا، اس کے علاوہ انہیں جو چیز بھی اچھی لگتی "خواہ وہ کوئی مچھلی ہوتی یا کوئی جانور، ستارہ اور آگ وغیرہ" وہ اسی کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔

(١٧) فذكر الله لنبيه جوابا من جواب بعض من عبدغيره من هذا الصنف فحكى جل ثناؤه

عنهم قولهم * (إنا وجدنا آباءنا على امة وإنا على آثارهم مقتدون) *

۱۷: اس گروہ میں سے غیر اللہ کی عبادت کرنے والے بعض لوگوں کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے سامنے ذکر فرمایا ہے اور ان کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

إِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الزخرف: ۲۳)

''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں۔''

(۱۸) وحكى تبارك وتعالى عنهم * (لا تذرن آلهتكم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث ويعوق ونسرا وقد أضلوا كثيرا) *

۱۸: نیز اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے:

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ

(نوح: ۲۳۔۲۴)

''اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔ (پروردگار) انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔''

(۱۹) وقال تبارك وتعالى * (واذكر في الكتاب إبراهيم إنه كان صديقا نبيا إذ قال لابيه يا ابت لم تعبد ما لا يسمع ولا يبصر ولا يغني عنك شيئا) *

۱۹: نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ (مریم: ۴۱۔۴۲)

''اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکیں؟''

(۲۰) وقال * (واتل عليهم نبأ إبراهيم إذ قال لابيه وقومه ما تعبدون قالوا نعبد اصناما فنظل لها عاكفين قال هل يسمعونكم إذ تدعون أو ينفعونكم أو يضرون) *

۲۰: نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ (الشعراء: ۶۹۔۷۳)

''اوران کوابراہیم کا حال پڑھ کر سنادو۔ جب انہوں نے اپنے باپ اوراپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم بتوں کو پوجتے ہیں اوران کی پوجا پر قائم ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ جب تم انکو پکارتے ہوتو کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں؟ یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟''

(٢١) وقال في جماعتهم يذكرهم من نعمه ويخبرهم ضلالتهم عامة ومنه على من آمن منهم * (واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم فأصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فأنقذكم منها كذلك يبين الله لكم آياته لعلكم تهتدون) *

٢١: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی اجتماعی حالت بیان کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، انہیں ان کی عمومی گمراہی کی خبر دی ہے اور ان میں سے جو لوگ ایمان کی دولت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، ان پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

(آل عمران: ١٠٣)

''اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''

(٢٢) قال فكانوا قبل انقاذه إياهم بمحمد صلى الله عليه وسلم أهل كفر في تفرقهم واجتماعهم يجمعهم أعظم الامور الكفر بالله وابتداع ما لم يأذن به الله تعالى عما يقولون علوا كبيرا لا إله غيره وسبحانه وبحمده رب كل شئ وخالقه

٢٢: رسول اکرم ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچالیا، لیکن قبل ازیں وہ لوگ افتراق وانتشار کا شکار تھے، ان میں جو چیز قدر مشترک تھی، وہ نہایت اہم تھی یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور ایسی بدعات ایجاد کرنا جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی کے مطابق نہ تھیں، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے نہایت بلند و برتر ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ پاک ہے، ہر طرح قابل تعریف ہے اور وہ ہر چیز کا رب اور اس کا خالق ہے۔

(٢٣) من حيي منهم فكما وصف حاله حيا عاملا قائلا بسخط ربه مزدادا من معصيته

٢٣: ان میں سے جو لوگ زندہ تھے ان کا وہی حال تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کا حال بیان فرمایا ہے کہ وہ محنت

کرتے تھے لیکن ان کی صبح وشام اپنے رب کی ناراضگی میں گزرتی تھی اور وہ اس کی نافرمانی میں بڑھتے جاتے تھے۔

(٢٤) ومن مات فكما وصف قوله وعمله صار إلى عذابه

۲۴: اور ان میں سے جو شخص فوت ہو گیا تھا، اس کا وہی حال تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے قول اور عمل کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔

(٢٥) فلما بلغ الكتاب أجله فحق قضاء الله بإظهار دينه الذي اصطفى بعد استعلاء معصيته التي لم يرض فتح أبواب سماواته برحمته كما لم يزل يجري في سابق علمه عند نزول قضائه في القرون الخالية قضاؤه

۲۵: پھر جب تحریر اپنی مدت کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہونے کا وقت آ گیا، یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو ظاہر کر دے جس کا اس نے خود چناؤ اور انتخاب فرمایا ہے۔ یہ معصیت اور نافرمانی کے غلبے کے بعد ہی ہو سکا جو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ تھی، چنانچہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے۔ جیسا کہ اس کے علم ازلی میں گزشتہ امتوں کے حوالے سے اس کا فیصلہ چلتا آ رہا تھا۔

(٢٦) فإنه تبارك وتعالى يقول * (كان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين) *

۲۶: اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (البقرہ:۲۱۳)

"(پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو خدا نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے"۔

(٢٧) فكان خيرته المصطفى لوحيه المنتخب لرسالته المفضل على جميع خلقه بفتح رحمته وختم نبوته وأعم ما أرسل به مرسل قبله المرفوع ذكره مع ذكره في الاولى والشافع المشفع في الاخرى أفضل خلقه نفسا وأجمعهم لكل خلق رضيه في دين ودنيا وخيرهم نسبا ودارا محمدا عبده ورسوله

۲۷: سو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے لیے مصطفیٰ ﷺ کا چناؤ کیا، انہیں رسالت اور پیغامبری کے لیے منتخب فرمایا، اپنی رحمت کے دروازے کھول کر سلسلہ نبوت کو مکمل فرما کر انہیں اپنی ساری مخلوق پر فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی، ان سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے گئے، نبی ﷺ کی رسالت ان سب سے زیادہ عام اور تمام رکھی، دنیا میں اپنے ذکر کے ساتھ ان کے ذکر کو بلند فرمایا اور آخرت میں انہیں سفارش کرنے والا بنا کر ان کی سفارش قبول کرنے کا وعدہ فرمایا، وہ اللہ تعالیٰ کی

مخلوق میں سب سے افضل ہیں، ان کی ذات میں ہر وہ خوبی موجود اور جمع ہے جو دین اور دنیا کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، وہ اپنے نسب اور آخرت میں بلند و بالا مقام کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہترین ہیں، ان کا نامِ نامی اسم گرامی محمد (ﷺ) ہے، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(٢٨) وعرفنا وخلقه نعمه الخاصة العامة النفع في الدين والدنيا

٢٨: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور اپنی ساری مخلوق کو اپنی خاص نعمتوں کا تعارف کروایا ہے جن کا نفع دین و دنیا میں عام ہے۔

(٢٩) فقال * (لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم) *

٢٩: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

(التوبہ:١٢٨)

'' (لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ (اور) مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنیوالے (اور) مہربان ہیں۔''

(٣٠) وقال * (لتنذر أم القرى ومن حولها) * وأم القرى مكة وفيها قومه

٣٠: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (الشوریٰ:٧)

''تاکہ تم ڈراؤ بڑے گاؤں (یعنی مکے) کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں۔''

یہاں ام القریٰ سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور اس میں اہل مکہ بھی شامل ہیں۔

(٣١) وقال * (وأنذر عشيرتك الاقربين) *

٣١: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ (الشعراء:٢١٤)

''اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سناؤ۔''

(٣٢) وقال * (وإنه لذكر لك ولقومك وسوف تسألون) *

٣٢: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿٤٤﴾ (الزخرف:٤٤)

''اور یہ (قرآن) تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے نصیحت ہے اور (لوگو!) تم سے عنقریب باز پرس ہوگی۔''

(٣٣) قال الشافعي أخبرنا ابن عيينة عن ابن أبي نجيح عن مجاهد في قوله * (وإنه لذكر لك ولقومك) * قال يقال ممن الرجل؟ فيقال من العرب فيقال من أي العرب؟ فيقال من قريش

٣٣: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے اس آیت کی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟ وہ جواب میں کہتا کہ اہل عرب سے، پھر اس سے اگلا سوال یہ پوچھا جاتا تھا کہ عرب کے کس خاندان سے تعلق ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا کہ قریش سے۔ یہ مطلب ہے اس جملے کا کہ اس میں آپ کی قوم کا بھی ذکر ہے۔

(٣٤) قال الشافعي وما قال مجاهد من هذا بين في الآية مستغنى فيه بالتنزيل عن التفسير

٣٤: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کا یہ قول اس آیت کی تفسیر میں بالکل واضح ہے اور اس کے بعد مزید کسی دوسری وضاحت کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

(٣٥) فخص جل ثناؤه قومه وعشيرته الاقربين في النذارة وعم الخلق بها بعدهم ورفع بالقرآن ذكر رسول الله ثم خص قومه بالنذارة إذ بعثه فقال * (وأنذر عشيرتك الاقربين)

٣٥: اللہ تعالیٰ نے انذار اور ڈرانے کے معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم اور ان کے قریبی رشتہ داروں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد ساری مخلوق کو اس کے عموم میں شامل فرمایا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی، پھر جب انہیں مبعوث فرمایا تو انہیں خصوصیت کے ساتھ اپنی قوم کو ڈرانے کی تلقین فرمائی، چنانچہ فرمایا:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ (الشعراء:٢١٤)

''اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سناؤ''

(٣٦) وزعم بعض أهل العلم بالقرآن أن رسول الله قال يا بني عبد مناف! إن الله بعثني أن أنذر عشيرتي الاقربين وأنتم عشيرتي الاقربون

٣٦: قرآن کریم کا علم رکھنے والے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس حکم کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور تم لوگ ہی میرے قریبی رشتہ دار ہو۔

(۳۷) قال الشافعي أخبرنا بن عيينة عن بن أبي نجيح عن مجاهد في قوله * (ورفعنا لك ذكرك) * قال لا أذكر إلا ذكرت معي أشهد ان لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله

۳۷: امام شافعی عِشَالَهِ نے آیت قرآنی: وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿الشرح: ۴﴾ ''اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا'' کی تفسیر میں سفیان بن عیینہ کی سند سے مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاں بھی میرا ذکر ہوگا، وہیں میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہوگا چنانچہ کہا جاتا ہے: اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله۔

(۳۸) يعني والله أعلم ذكره عند الايمان بالله والآذان ويحتمل ذكره عند تلاوة الكتاب وعند العمل بالطاعة والوقوف عن المعصية

۳۸: اس کا حقیقی معنی تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے لیکن بظاہر اس سے مراد ایمان باللہ اور اذان کے وقت نبی ﷺ کا ذکر ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت، نیک کام کرنے اور گناہ سے بچنے کے وقت نبی ﷺ کا ذکر مراد ہو۔

(۳۹) فصلى الله على نبينا كلما ذكره الذاكرون وغفل عن ذكره الغافلون وصلى عليه في الاولين والآخرين أفضل وأكثر وأزكى ما صلى على أحد من خلقه وزكانا وإياكم بالصلاة عليه أفضل ما زكى أحدا من أمته بصلاته عليه والسلام عليه ورحمة الله وبركاته وجزاه الله عنا أفضل ما جزى مرسلا عن من أرسل اليه فانه انقذنا به من الهلكة و جعلنا فى خير امة أخرجت للناس دائنين بدينه الذي ارتضى واصطفى به ملائكته ومن أنعم عليه من خلقه فلم تمس بنا نعمة ظهرت ولا بطنت نلنا بها حظا في دين و دنيا أو دفع بها عنا مكروه فيهما وفي واحد منهما إلا ومحمد صلى الله عليه وسلم سببها القائد إلى خيرها والهادي إلى رشدها الذائد عن الهلكة وموارد السوء في خلاف الرشد المنبه للاسباب التي تورد الهلكة القائم بالنصيحة في الارشاد والانذار فيها فصلى الله على محمد وعلى آل محمد كما صلى على إبراهيم وآل إبراهيم إنه حميد مجيد

۳۹: سو ہمارے نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں جب بھی ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور جب بھی غافل رہنے والے اس کے ذکر سے غفلت برتیں، نیز اولین و آخرین میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جتنی رحمتیں نازل فرمائی ہیں، نبی ﷺ پر ان سب سے زیادہ افضل، اکثر اور پاکیزہ رحمتیں نازل فرمائے اور ان پر درود پڑھنے کی وجہ سے ہمارا اور آپ کا ایسا تزکیہ فرمائے جو کسی بھی امت کے ہونے والے تزکیہ

سے زیادہ افضل ہو۔ نیز ان پر سلامتی، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، نیز اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے اس سے بھی زیادہ افضل اور بہترین بدلہ عطا فرمائے جو اس نے اپنے کسی بھی پیغمبر کو ان کی امت کی طرف سے عطا فرمایا ہو، کیونکہ انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہلاکت سے بچایا ہے اور ہمیں اس بہترین امت میں سے بنایا ہے جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے اس دین کو اختیار کرتے ہوئے جسے اس نے پسند کیا ہے اور اس کے ذریعہ ملائکہ کو برگزیدہ کیا ہے، نیز ان لوگوں کو جن پر اس نے اپنی مخلوق میں سے انعام فرمایا ہے، چنانچہ ہمیں جو بھی ظاہری یا باطنی نعمت حاصل ہے اور اس کے ذریعے ہم دین و دنیا کی فلاح حاصل کرنے میں، یا جو مصیبت بھی ہم سے دور کی جاتی ہے خواہ اس کا تعلق دین اور دنیا دونوں کے ساتھ ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو، اس کی خیر کا سبب، اس کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے اور خلاف ہدایت کاموں یعنی ہلاکت خیز امور اور برائی کے مرکز سے بچانے اور ڈرانے والے محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ وہ ان اسباب کی طرف متوجہ فرماتے رہتے ہیں جو انسان کو ہلاکت کے گڑھے تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہ راستہ دکھانے اور نصیحت کرنے میں خیر خواہی پر قائم رہنے والے ہیں۔ محمد ﷺ اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و آل ابراہیم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ بے شک وہ قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

(٤٠) وأنزل عليه كتابه فقال * (وإنه لكتاب عزيز* لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد) * فنقلهم من الكفر والعمى إلى الضياء والهدى وبين فيه ما أحل منا بالتوسعة على خلقه وما حرم لما هو أعلم به من حظهم في الكف عنه في الآخرة والاولى وابتلى طاعتهم بأن تعبدهم بقول وعمل وإمساك عن محارم حماهموها وأثابهم على طاعته من الخلود في جنته والنجاة من نعمته ما عظمت به نعمته جل ثناؤه

۴۰: اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ پر اپنی کتاب نازل فرمائی، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

(فصلت: ۴۱-۴۲)

”جن لوگوں نے نصیحت کو نہ مانا جب وہ انکے پاس آئی اور یہ تو ایک عالی مرتبہ کتاب ہے۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (خدا) کی اتاری ہوئی ہے“۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو کفر اور اندھے پن سے نکال کر روشنی اور ہدایت کی طرف منتقل فرما دیا، اپنی مخلوق پر وسعت اور کشادگی کا احسان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو چیزیں حلال فرمائی ہیں، اسی کتاب میں ان کا بیان فرمایا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر بھی اس کتاب میں فرما دیا ہے کیونکہ وہ اس بات کو سب

۱۴۴۳۰۳

سے زیادہ جانتا ہے کہ دنیا وآخرت میں کن چیزوں سے بچنا انسان کے لیے نفع بخش ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی اطاعت کے ذریعے آزمایا اور وہ اس طرح کہ انہیں قول اور عمل کے ذریعے اپنی عبادت کا حکم دیا، ان محرمات سے بچنے کی تاکید فرمائی جنہیں اس نے ان کے لیے چراگاہ قرار دیا اور انہیں اپنی اطاعت پر جنت میں ہمیشگی و دوام اور اپنی ناراضگی سے نجات کا مژدہ جانفزا سنایا، اس کی نعمتیں کس قدر عظیم ہیں اور اس کی حمد وثنا اہمیت رکھنے والی ہے۔

(٤١) وأعلمهم ما أوجب على اهل معصيته من خلاف ما أوجب لاهل طاعته

۴۱: نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے آگاہ کر دیا ہے کہ اس نے نیکوکاروں کے لیے جن انعامات کا وعدہ فرما رکھا ہے، گنہگاروں کے لیے اس کے برخلاف بدلے کا وعدہ ہے۔

(٤٢) ووعظهم بالاخبار عمن كان قبلهم ممن كان أكثر منهم اموالا وأولادا وأطول أعمارا وأحمد آثارا فاستمتعوا بخلاقهم في حياة دنياهم فأذاقهم عند نزول قضائه مناياهم دون آمالهم ونزلت بهم عقوبته عند انقضاء آجالهم ليعتبروا في انف الاوان ويتفهموا بجلية التبيان ويتنبهوا قبل رين الغفلة ويعملوا قبل انقطاع المدة حين لا يعتب مذنب ولا توخذ فدية * (تجد كل نفس ما عملت من خير محضرا وما عملت من سوء تود لو أن بينها وبينه أمدا بعيدا) *

۴۲: اللہ تعالیٰ نے انہیں گزشتہ امتوں کے واقعات کے ذریعے نصیحت فرمائی، جو مال و اولاد میں ان سے زیادہ کثرت والے تھے، ان کی عمریں طویل ہوتی تھیں اور ان کی تعمیرات قابل تعریف تھیں، سو انہوں نے اس دنیا کی زندگی میں ہی اپنے حصے کا فائدہ اٹھالیا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ نازل فرمایا تو انہیں ان کی خواہشات سے پہلے ہی موت کا مزہ چکھا دیا اور جونہی ان کی مدت پوری ہوئی، ان پر اللہ کا عذاب اتر پڑا تا کہ مستقبل اور بعد میں آنے والے ان سے عبرت حاصل کریں۔ وضاحت کے ساتھ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ غفلت کا لمحہ آنے سے پہلے سوچ بچار کر لیں اور اپنی مدت عمر ختم ہونے سے پہلے عمل کر لیں۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آجائے جب کسی گنہگار کا عذر مقبول نہ ہوگا اور کسی سے کوئی فدیہ وصول نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ (آل عمران:۳۰)

"جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی کو موجود پالے گا اور ان کی برائی کو بھی (دیکھ لے گا) تو آرزو کرے گا کہ اے کاش اس میں اور اس برائی میں دور کی مسافت ہو جاتی۔"

(٤٣) فكل ما أنزل في كتابه جل ثناؤه رحمة وحجة علمه من علمه وجهله من جهله لا يعلم

من جهله ولا يجهل من علمه

۴۳: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ رحمت اور حجت ہے، جس نے اسے جان لیا، اس نے جان لیا اور جو اس سے ناواقف رہا، وہ ناواقف ہی رہا۔ جو اس سے ناواقف ہوا وہ عالم نہیں ہے اور جو اس سے واقف ہوا وہ جاہل نہیں ہے۔

(٤٤) والناس في العلم طبقات موقعهم من العلم بقدر درجاتهم في العلم به

۴۴: اور علم کے حوالے سے لوگوں کے مختلف درجے ہیں اور علم میں درجات کے اعتبار سے ان کا مقام اور مرتبہ ہے۔

(٤٥) فحق على طلبة العلم بلوغ غاية جهدهم في الاستكثار من علمه والصبر على كل عارض دون طلبه وإخلاص النية لله في استدراك علمه نصا واستنباطا والرغبة إلى الله في العون عليه فإنه لا يدرك خير إلا بعونه

۴۵: لہٰذا طالب علموں پر لازم ہے

زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کے لیے اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کریں۔

ہر پیش آنے والے واقعے اور عارضے پر صبر کریں، لیکن صبر کو طلب نہ کریں۔

حصولِ علم میں خواہ وہ نصاً ہو یا استنباطاً، اپنی نیت اللہ کے لیے خالص رکھیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھنا یعنی اپنی تمام توجہات کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو رکھ کر اس سے مدد طلب کریں کیونکہ کوئی بھی خیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

(٤٦) فإن من أدرك علم أحكام الله في كتابه نصا واستدلالا ووفقه الله للقول والعمل بما علم منه فاز بالفضيلة في دينه ودنياه وانتفت عنه الريب ونورت في قلبه الحكمة واستوجب في الدين موضع الامامة

۴۶: کیونکہ جو شخص نصاً اور استدلالاً اللہ تعالیٰ کے وہ احکام جان لے جو اس کی کتاب میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے قول و عمل میں اپنے علم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دے تو اس نے دین و دنیا میں فضیلت پا کر کامیابی حاصل کر لی، شکوک و شبہات اس سے دور ہو گئے، اس کے دل میں حکمت نے روشنی پھیلا دی اور وہ دین میں منصب امامت پر فائز ہونے کا حقدار بن گیا۔

(٤٧) فنسأل الله المبتدئ لنا بنعمه قبل استحقاقها المديمها علينا مع تقصيرنا في الاتيان على ما أوجب به من شكره بها الجاعلنا في خير امة أخرجت للنا س أن يرزقنا فهما في كتابه ثم سنة نبيه وقولا وعملا يؤدي به عنا حقه ويوجب لنا نافلة مزيده

۴۷: اللہ تعالیٰ ہمیں استحقاق سے پہلے نعمتیں عطا فرماتا ہے اور ان نعمتوں کو ہمیشہ ہم پر برساتا ہے، حالانکہ ہم تو اس کا شکرادا کرنے میں بھی کوتاہی کے مرتکب ہوجاتے ہیں جب کہ اس کا شکرادا کرنا ہم پر لازم ہے، اس نے ہمیں بہترین امت میں سے بنایا جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے ہم اسی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کا فہم اور شعور عطا فرمائے اور زبان سے وہ بات کہنے اور اپنے عمل سے وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کا حق ادا کرے اور ہمیں مزید اجر وثواب عطا فرمائے۔

(٤٨) قال الشافعي فليست تنزل في أحد من أهل دين الله نازلة إلا وفي كتاب الله الدليل على سبيل الهدى فيها

۴۸: امام شافعی عِلیہ فرماتے ہیں کہ اہل دین کے سامنے جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو وہ جانتے ہیں کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کے لیے کتاب اللہ میں رہنمائی موجود نہ ہو، بلکہ ہر مسئلے کے لیے کتاب اللہ میں راہ ہدایت کی طرف رہنمائی موجود ہے۔

(٤٩) قال الله تبارك وتعالى * (كتاب انزلناه إليك لتخرج الناس من الظلمات إلى النور باذن ربهم الى صراط العزيز الحميد) *

۴۹: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾

(ابراہیم:۱)

''(یہ) ایک (پرنور) کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لیجاؤ۔ (یعنی) انکے پروردگار کے حکم سے، غالب اور قابل تعریف (خدا) کے راستے کی طرف۔''

(٥٠) وقال * (وأنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم ولعلهم يتفكرون) *

۵۰: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (النحل:۴۴)

''اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کردو تاکہ وہ غور کریں۔''

(٥١) وقال * (ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شئ وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين) *

۵۱: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ (النحل:۸۹)

"اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔"

(٥٢) وقال* (وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان ولكن جعلناه نورا نهدي به من نشاء من عبادنا وإنك لتهدي الى صراط مستقيم) *

٥٢: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ (الشوریٰ: ۵۲)

"اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے (سے قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک (اے محمد ﷺ!) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔"

باب كيف البيان؟

"بیان" سے کیا مراد ہے؟

(٥٣) قال الشافعي والبيان اسم جامع لمعاني مجتمعة الاصول متشعبة الفروع.

٥٣: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیان ایک جامع لفظ ہے جو ایسے بہت سے معانی کو شامل ہے جن کے اصول مشترک ہیں اور ان کی فروع بہت زیادہ ہیں۔

(٥٤) فأقل ما في تلك المعاني المجتمعة المتشعبة أنها بيان لمن خوطب بها ممن نزل القرآن بلسانه متقاربة الاستواء عنده وان كان بعضها أشد تأكيد بيان من بعض ومختلفة عند من يجهل لسان العرب

٥٤: ان مشترک اور کثیر الفروع معانی میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے لیے بیان ہے جو اس کے مخاطب ہیں یعنی وہ لوگ جن کی زبانوں میں قرآن نازل ہوا ان کے نزدیک وہ قریب قریب برابر ہے اگرچہ ان میں سے بعض میں دوسرے بعض کی نسبت زیادہ تاکید پائی جاتی ہے اور جو لوگ لغت عرب سے ناواقف ہیں، ان کے نزدیک وہ مختلف ہے۔

(٥٥) قال الشافعي فجماع ما أبان الله لخلقه في كتابه مما تعبدهم به لما مضى من حكمه جل ثناؤه من وجوه

۵۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے اپنی کتاب میں جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے اور اس کے ذریعے اپنے حکم ازلی کی وجہ سے انہیں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، ان تمام چیزوں کا مجموعہ متعدد امور ہیں۔

(٥٦) فمنها ما أبانه لخلقه نصا مثل جمل فرائضه في أن عليهم صلاة وزكاة وحجا وصوما وأنه حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ونص الزنا والخمر وأكل الميتة والدم ولحم الخنزير وبين لهم كيف فرض الوضوء مع غير ذلك مما بين نصا

۵۶: ان میں سے بعض چیزیں تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے نصًّا اور صراحۃً بیان کی ہیں، مثال کے طور پر جملہ فرائض کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ فرض کیا ہے، اس نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کے تمام کاموں کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح بدکاری، شراب نوشی، مردار خوری، بہتا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہونے کی نصِّ صریح، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے فرائض وضو بیان فرمائے، اس کے علاوہ متعدد مسائل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نص صریح کے ذریعے بیان فرمایا ہے۔

(٥٧) ومنه ما أحكم فرضه بكتابه وبين كيف هو على لسان نبيه مثل عدد الصلاة والزكاة ووقتها وغير ذلك من فرائضه التي انزل من كتابه

۵۷: بعض چیزیں وہ ہیں جن کی فرضیت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعے محکم فرما دی ہے اور اس کی کیفیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان فرمائی ہے جیسے نماز کی رکعتوں کی تعداد، زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی تفصیلات، اور اس کے علاوہ ایسے تمام فرائض جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے۔

(٥٨) ومنه ما سن رسول الله صلى الله عليه وسلم مما ليس لله في نص حكم وقد فرض الله في كتابه طاعة رسوله صلى الله عليه وسلم والانتهاء إلى حكمه فمن قبل عن رسول الله فبفرض الله قبل

۵۸: بعض چیزیں وہ ہیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت جاری فرمائی ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جن میں حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی نص نہیں آئی، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بات کو فرض اور لازم قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور ان کے حکم کو حرفِ آخر سمجھیں اس لیے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو قبول کر لیا، اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کر لیا۔

(٥٩) ومنه ما فرض الله على خلقه الاجتهاد في طلبه وابتلى طاعتهم في الاجتهاد كما ابتلى طاعتهم في غيره مما فرض عليهم

۵۹: بعض چیزیں وہ ہیں جن کی تلاش اور جستجو میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اجتہاد کو فرض قرار دیا ہے اور اس اجتہاد میں ان

کی اطاعت کو آزمایا ہے، جیسا کہ دیگر فرائض میں ان کی اطاعت کو آزمایا ہے۔

(٦٠) فإنه يقول تبارك وتعالى * (ولنبلونكم حتى نعلم المجاهدين منكم والصابرين ونبلوا اخباركم) *

٦٠: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ (محمد:٣١)

''اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تا کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں، ہم انکو معلوم کرلیں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔''

(٦١) وقال * (وليبتلي الله ما في صدوركم وليمحص ما في قلوبكم) *

٦١: اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ .... (آل عمران:١٥٤)

''اس سے غرض یہ تھی کہ خدا تمہارے سینوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو خالص اور صاف کردے''۔

(٦٢) وقال * (عسى ربكم أن يهلك عدوكم ويستخلفكم في الارض فينظر كيف تعملون) *

٦٢: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾ (الاعراف:١٢٩)

''قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔''

(٦٣) قال الشافعي فوجههم بالقبلة إلى المسجد الحرام وقال لنبيه * (قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره) *

٦٣: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ (البقرہ:١٤٤)

''(اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو۔''

(٦٤) وقال (ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره لئلا يكون للناس عليكم حجة)

٦٤: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (البقرہ ١٥٠)

''اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ (کر کے نماز پڑھا کرو) اور (مسلمانو!) تم جہاں ہوا کرو اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو (یہ تاکید) اس لیے (کی گئی ہے) کہ لوگ تم کو کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں''۔

(٦٥) فدلهم جل ثناؤه إذا غابوا عن عين المسجد الحرام على صواب الاجتهاد مما فرض عليهم منه بالعقول التي ركب فيهم المميزة بين الاشياء وأضدادها والعلامات التي نصب لهم دون عين المسجد الحرام الذي أمرهم بالتوجه شطره

٦٥: سو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی طرف رہنمائی فرمادی کہ جب وہ عین مسجد حرام سے غائب ہوں جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا ہے تو عقل سے اجتہاد کریں جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں سواری عطا فرمائی ہے اور وہ اشیاء اور ان کی اضداد کے درمیان امتیاز کر سکتی ہے، نیز ان علامات سے کام لیں جو عین مسجد حرام کے علاوہ مقرر ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''شطر المسجد الحرام'' کی طرف رخ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

(٦٦) فقال * (وهو الذي جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر والبحر) * وقال * (وعلامات وبالنجم هم يهتدون) *

٦٦: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ ۔۔۔ (الانعام: ٩٧)

''اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تا کہ تم جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے راستے معلوم کرو۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (النحل: ١٦)

''اور (راستوں میں) نشانات (بنادیئے) اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔''

(٦٧) فكانت العلامات جبالا وليلا ونهارا فيها أرواح معروفة الاسماء وإن كانت مختلفة المهاب وشمس وقمر ونجوم معروفة المطالع والمغارب والمواضع من الفلك

٦٧: اب یہ علامات پہاڑ ہیں، رات اور دن ہیں، جن میں ہوائیں ہیں، ان ہواؤں کے نام معروف ہیں لیکن ان کے مقاصد مختلف ہیں۔ سورج، چاند اور ستارے ہیں جن کے طلوع وغروب کی جگہیں اور افلاک میں ان کے مدار متعین ہیں۔

(٦٨) ففرض عليهم الاجتهاد بالتوجه شطر المسجد الحرام مما دلهم عليه مما وصفت فكانوا ما كانوا مجتهدين غير مزايلين امره جل ثناؤه ولم يجعل لهم إذا غاب عنهم عين المسجد الحرام ان يصلوا حيث شاؤوا

٦٨: اللہ تعالیٰ نے ان پر مسجد حرام کے ایک حصے کی جانب رخ کرنے کے اجتہاد کو فرض قرار دیا ہے اور اس کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا، سو اگر وہ لوگ مجتہد ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعراض کرنے والے نہ ہوں گے، یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر انہیں اس چیز کی اجازت نہیں دی کہ اگر وہ عین مسجد حرام کی طرف رخ نہ کر سکیں تو جس طرف چاہیں، رخ کر کے نماز پڑھ لیں۔

(٦٩) وكذلك أخبرهم عن قضائه فقال * (أيحسب الانسان أن يترك سدى) * والسدي الذي لا يؤثر ولا ينهى

٦٩: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ (القیامہ:٣٦)

''کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔''

اور لغت میں السدی کا معنی ہے وہ چیز جس کا حکم دیا جائے اور نہ ہی اس کی ممانعت کی جائے۔

(٧٠) وهذا يدل على انه ليس لاحد دون رسول الله أن يقول إلا بالاستدلال بما وصفت في هذا وفي العدل وفي جزاء الصيد ولا يقول بما استحسن فإن القول بما استحسن شئ يحدثه لا على مثال سبق

٧٠: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کے علاوہ کسی بھی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دلیل کے بغیر بات کرے، جیسا کہ میں نے یہاں عدل اور شکار کی جزاء کے مسئلے میں بیان کیا ہے، نیز یہ کہ وہ استحسان پر اپنے قول کی بنیاد نہ رکھے، کیونکہ استحسان پر اپنے قول کی بنیاد رکھنا ایک ایسی چیز ہے جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔

(٧١) فامرهم أن يشهدوا ذوي عدل والعدل أن يعمل بطاعة الله فكان لهم السبيل إلى علم

العدل والذي يخالفه

۷۱: سواللہ تعالیٰ نے دو عادل آدمیوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، اور عدل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کام کرے، اب ان کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ عدل اور خلاف عدل کا علم حاصل کریں۔

(۷۲) وقد وضع هذا في موضعه وقد وضعت جملا منه رجوت أن تدل على ما وراءها مما في مثل معناها

۷۲: یہ بات اپنے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کی جاسکتی ہے، یہاں میں نے صرف چند جملے بیان کر دیے ہیں، امید ہے کہ آپ ان کی گہرائی تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور ان معانی کی جستجو کریں گے جو ان میں مخفی اور پوشیدہ ہیں۔

باب البيان الاوّل

بیان اوّل

(۷۳) قال الله تبارك وتعالى في المتمتع * (فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدي فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام) *

۷۳: حج تمتع کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ (البقرہ:۱۹۶)

''تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسر ہو (کرے) اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مکے میں نہ رہتے ہوں''۔

(۷٤) فكان بينا عند من خوطب بهذه الآية أن صوم الثلاثة في الحج والسبع في المرجع عشرة أيام كاملة

۷۴: اب جن لوگوں کو اس آیت کے ذریعے مخاطب کیا گیا ہے ان کے نزدیک یہ آیت اس حکم میں واضح ہے کہ ایام حج میں تین روزے اور سات روزے واپسی پر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کل دس دن بنتے ہیں۔

(٧٥) قال الله * (تلك عشرة كاملة) * فاحتملت أن تكون زيادة في التبيين واحتملت أن يكون أعلمهم أن ثلاثة إذا جمعت إلى سبع كانت عشرة كاملة

۷۵: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ کامل دس دن ہوئے اس میں ایک احتمال ہے کہ وضاحت میں مزید اضافہ کیا گیا ہے اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ جب تین کو سات میں جمع کیا جائے تو وہ پورے دس بن جائیں گے۔

(٧٦) وقال الله*(وواعدنا موسى ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر فتم ميقات ربه أربعين ليلة)*

۷۶: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ... (الاعراف:۱۴۲)

''اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی۔ اور دس (راتیں) اور ملا کر اسے پورا (چلہ) کر دیا تو اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہوگئی''۔

(٧٧) فكان بينا عند من خوطب بهذه الآية أن ثلاثين وعشرا أربعون ليلة

۷۷: جن لوگوں کو اس آیت کے ذریعے مخاطب کیا گیا ہے ان کے سامنے یہ بات واضح ہے کہ تیس اور دس کو ملایا جائے تو کل چالیس راتیں بن جاتی ہیں۔

(٧٨) وقوله * (أربعين ليلة) * يحتمل ما احتملت الآية قبلها من أن تكون إذا جمعت ثلاثون إلى عشر كانت أربعين وأن تكون زيادة في التبيين

۷۸: اور ''اربعین لیلۃ'' کے لفظ میں بھی وہی دو احتمال ہیں جو اس سے پہلی آیت میں ذکر کیے گئے ہیں یعنی ایک تو یہ بتانا کہ تیس اور دس کو جمع کیا جائے تو چالیس کا عدد حاصل ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ وضاحت میں مزید اضافہ کرنا مقصود ہے۔

(٧٩) وقال الله * (كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون أياما معدودات فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر) *

۷۹: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرہ:۱۸۳۔۱۸۴)

''تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں۔ تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار کر لے''۔

(٨٠) وقال* (شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر) *

٨٠: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ ۔۔۔۔ (البقرہ:۱۸۵)

''(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کر لے''۔

(٨١) فافترض عليهم الصوم ثم بين أنه شهر والشهر ما بين الهلالين وقد يكون ثلاثين وتسعا وعشرين

٨١: سو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر روزہ فرض کیا اور یہ واضح فرمادیا کہ یہ ایک مہینہ ہے اور مہینے کا اطلاق اہل عرب کے یہاں دو چاندوں کے درمیان والی مدت پر ہوتا ہے۔ یہ مہینہ کبھی تیس کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس کا۔

(٨٢) فكانت الدلالة في هذا كالدلالة في الآيتين وكان في الآيتين قبله زيادة تبيين جماع العدد

٨٢: گزشتہ دونوں آیتوں میں جو دلالت اور رہنمائی پائی جاتی ہے۔ اس آیت میں بھی اسی طرح ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا مجموعہ مزید وضاحت کے لیے لایا گیا ہے۔

(٨٣) واشبه الامور بزيادة تبيين جملة العدد في السبع والثلاث وفي الثلاثين والعشر أن تكون زيادة في التبيين لانهم لم يزالوا يعرفون هذين العددين وجماعه كما لم يزالوا يعرفون شهر رمضان

٨٣: سات اور تین، تیس اور دس میں زیادہ واضح بات ہے کہ اس سے وضاحت میں مزید اضافہ ہی مقصود ہے، کیونکہ اہل عرب یہ دونوں عدد اور ان دونوں کے مجموعے کو جانتے تھے جیسا کہ وہ ہمیشہ ہی ماہِ رمضان کو جانتے تھے۔

باب البيان الثاني

بیان دوم

(٨٤) قال الله تبارك وتعالى * (إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برءوسكم وأرجلكم إلى الكعبين وإن كنتم جنبا فاطهروا) *

٨٤: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ ... (المائدہ:٦)

''جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو۔ اور سر کا مسح کر لیا کرو۔ اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو۔''

(٨٥) وقال * (ولا جنبا إلا عابري سبيل) *

٨٥: نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ (النساء:٤٣)

''اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ)''۔

(٨٦) فأتى كتاب الله على البيان في الوضوء دون الاستنجاء بالحجارة وفي الغسل من الجنابة

٨٦: سو کتاب اللہ میں اس بات کی وضاحت آئی ہے کہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد وضو اور جنابت لاحق ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے۔

(٨٧) ثم كان أقل غسل الوجه والاعضاء مرة مرة واحتمل ما هو أكثر منها فبين رسول الله الوضوء مرة وتوضأ ثلاثا ودل على أن أقل غسل الاعضاء يجزئ وان أقل عدد الغسل واحدة وإذا أجزأت واحدة فالثلاث اختيار

٨٧: پھر چہرہ اور دیگر اعضاء کو دھونے کا کم از کم درجہ ایک ایک مرتبہ دھونا ہے، لیکن اس سے زیادہ کا احتمال بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے وضاحت فرمادی ہے کہ اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا جا سکتا ہے اور نبی ﷺ نے خود تین تین مرتبہ بھی اعضاء وضو کو دھویا ہے، اسی طرح نبی ﷺ نے اس طرف رہنمائی فرمادی کہ اعضاء وضو کو دھونے کا کم از کم درجہ بھی کفایت کر جاتا ہے اور وہ کم از کم درجہ ایک ہے۔ لہٰذا تین کو ترجیح دینا اختیاری ہے۔

(٨٨) ودلت السنة على أنه يجزئ في الاستنجاء ثلاثة أحجار ودل النبي ﷺ على ما يكون منه الوضوء وما يكون منه الغسل ودل على أن الكعبين والمرفقين مما يغسل لان الآية تحتمل أن يكونا حدين للغسل وان يكونا داخلين في الغسل ولما قال رسول الله ﷺ ويل للاعقاب من النار دل على انه غسل لا مسح

٨٨: اسی طرح سنت اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ استنجاء میں تین پتھر کفایت کر جاتے ہیں، نیز نبی ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ کن چیزوں سے وضو واجب ہوتا ہے اور کن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے؟ نیز اس بات کی طرف بھی رہنمائی فرمادی کہ ٹخنے اور کہنیاں ان چیزوں میں سے ہیں جنہیں دھویا جاتا ہے۔ کیونکہ آیت قرآنی میں یہ احتمال بھی ہے کہ ٹخنے اور کہنیاں دھونے کی آخری حد ہوں اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ دھونے کے حکم میں شامل ہوں۔ اور چونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ سے ہلاکت ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پاؤں کا وظیفہ دھونا ہے، مسح کرنا نہیں ہے۔

(٨٩) قال الله * (ولابويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلامه الثلث فان كان له أخوة فلامه السدس) *

٨٩: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ‌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ‌ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ... (النساء:١١)

"اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ بشرطیکہ میت کے اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ۔"

(٩٠) وقال * (ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين وإن كان رجل يورث كلالة أو امرأة وله أخ أو أخت فلكل واحد منهما السدس فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصي بها أو دين غير مضار وصية من الله والله عليم حليم) *

٩٠: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ (النساء ۱۲)

''اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ مریں، اگر ان کے اولاد نہ ہو تو اس میں نصف حصہ تمہارا اور اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا حصہ چوتھائی (لیکن یہ تقسیم) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو ان کے ذمہ ہو، کی جائے گی) اور جو مال تم مرد چھوڑ مرو۔ اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہاری عورتوں کا اس میں چوتھا حصہ اور اگر اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ (یہ حصے) تمہاری وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو تم نے کی ہو اور (ادائے) قرض کے بعد تقسیم کیے جائیں گے اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا مگر اس کے بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ حصے بھی) ادائے وصیت و قرض کے بعد بشرطیکہ ان سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو (تقسیم کیے جائیں گے) یہ خدا کا فرمان ہے اور خدا نہایت علم والا (اور) نہایت حلم والا ہے۔''

(۹۱) فاستغنى بالتنزيل في هذا عن خبر غيره ثم كان لله فيه شرط أن يكون بعد الوصية والدين فدل الخبر على ان لا يجاوز بالوصية الثلث

۹۱: اس مسئلے میں قرآن کریم کے ذریعے دوسری خبروں سے استغناء ظاہر کیا گیا ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرط ہے کہ ترکے کی تقسیم انفاذ وصیت اور ادا قرض کے بعد ہو، حدیث میں اس حوالے سے یہ رہنمائی موجود ہے کہ وصیت ایک تہائی سے تجاوز نہ کرے۔

باب البيان الثالث

بیان سوم

(۹۲) قال الله تبارك وتعالى * (إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا) *

۹۲: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (النساء:۱۰۳)

''بیشک نماز کا مؤمنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے''۔

(٩٣) وقال * (وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة) *

۹۳: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (البقرہ:۴۳)

''اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو''۔

(٩٤) وقال * (وأتموا الحج والعمرة لله) *

۹۴: اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرہ۱۹۶)

''اور خدا (کی خوشنودی) کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو''۔

(٩٥) ثم بين على لسان رسوله عدد ما فرض من الصلوات ومواقيتها وسننها وعدد الزكاة ومواقيتها وكيف عمل الحج والعمرة وحيث يزول هذا ويثبت وتختلف سننه وتتفق ولهذا أشباه كثيرة في القرآن والسنة

۹۵: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زبانی نمازوں کی فرض رکعتیں، اس کے اوقات اور اس کی سنتیں بیان فرمائیں، نیز انہی کے ذریعے زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی تفصیلات، حج اور عمرے کا طریقہ بیان فرمایا، اس حیثیت سے کہ یہ زائل ہو یا ثابت اور نبی ﷺ کی سنتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوں یا متفق، قرآن وسنت میں اس کی بہت سی نظیریں اور مثالیں موجود ہیں۔

باب البيان الرابع

بیان چہارم

(٩٦) قال الشافعي كل ما سن رسول الله مما ليس فيه كتاب وفيما كتبنا في كتابنا من ذكر ما من الله به على العباد من تعلم الكتاب والحكمة دليل على ان الحكمة سنة رسول الله

۹۶: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس میں اپنی سنت جاری فرمائی ہے اور وہ تمام تفصیلات جو ہم نے اس کتاب میں تحریر کردی ہیں یعنی اس چیز کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندوں پر کتاب وحکمت کا علم حاصل کرنے کے اسباب مہیا کر کے احسان فرمایا ہے، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حکمت رسول اکرم ﷺ کی سنت کا نام ہے۔

(٩٧) مع ما ذكرنا مما افترض الله على خلقه من طاعة رسوله وبين من موضعه الذي وضعه الله به من دينه الدليل على ان البيان في الفرائض المنصوصة في كتاب الله من أحد هذه الوجوه

٩٧: علاوہ ازیں یہ بات بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے اور ان کا وہ مقام واضح فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کتاب اللہ میں جن فرائض کے حوالے سے نص وارد ہوئی ہے، ان میں بیان کی مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے۔

(٩٨) منها ما أتى الكتاب على غاية البيان فيه فلم يحتج مع التنزيل فيه إلى غيره

٩٨: ایک صورت یہ ہے کہ کتاب اللہ میں اس کی خوب اچھی طرح وضاحت آ گئی ہو، ظاہر ہے کہ اس صورت میں کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

(٩٩) ومنها ما أتى على غاية البيان في فرضه وافترض طاعة رسوله فبين رسول الله ﷺ عن الله كيف فرضه وعلى من فرضه ومتى يزول بعضه ويثبت ويجب

٩٩: ایک صورت یہ ہے کہ کتاب اللہ میں کسی چیز کی فرضیت خوب واضح کر دی گئی ہو چونکہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت فرض ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واضح فرما دیا کہ اس کی فرضیت کیسی ہے؟ کن لوگوں پر اس کی فرضیت ہے؟ اس کا کچھ حصہ کب زائل، ثابت اور واجب ہوتا ہے؟

(١٠٠) ومنها ما بينه عن سنة نبيه بلا نص كتاب

١٠٠: ایک صورت یہ ہے کہ کسی مسئلے میں کتاب اللہ کی کوئی نص موجود نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت اپنے نبی ﷺ کی سنت سے فرما دی ہو۔

(١٠١) وكل شئ منها بيان في كتاب الله

١٠١: اور سنت کے دائرے میں آنے والی ہر چیز ہی کتاب اللہ کی وضاحت ہے۔

(١٠٢) فكل من قبل عن الله فرائضه في كتابه قبل عن رسول الله ﷺ سننه بفرض الله طاعة رسوله على خلقه وأن ينتهوا إلى حكمه ومن قبل عن رسول الله ﷺ فعن الله قبل لما افترض الله من طاعته

۱۰۲: لہٰذا ہر وہ شخص جو کتاب اللہ میں بیان کیے جانے والے فرائض کو قبول کرلے، وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ان کی سنتیں بھی قبول کرلے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے اور یہ کہ وہ نبی کے حکم کو حرف آخر سمجھیں اور جس شخص نے نبی ﷺ کی سنتوں کو قبول کرلیا اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کرلیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔

(۱۰۳) فيجمع القبول لما في كتاب الله ولسنة رسول الله ﷺ القبول لكل واحد منهما عن الله وان تفرقت فروع الاسباب التي قبل بها عنهما كما أحل وحرم وفرض وحد بأسباب متفرقة كما شاء جل ثناؤه لا يسئل عما يفعل وهم يسألون

۱۰۳: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں موجود احکام وہدایات قبول کرنے کے لیے جامع بات یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو اللہ کی طرف سے قبول کیا جائے، اگرچہ ان اسباب کی فروع مختلف ہی ہوں جن کی وجہ سے ان دونوں کو قبول کیا جارہا ہے جیسا کہ حلال وحرام، فرائض اور حد بندی میں مختلف اسباب ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ [الانبیاء]

''وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔''

باب البيان الخامس

بیانِ پنجم

(۱۰٤) قال الله تبارك وتعالى ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره

۱۰۴: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ

(البقرہ:۱۵۰)

''اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ (کر کے نماز پڑھا کرو) اور (مسلمانو!) تم جہاں ہوا کرو اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو''۔

(۱۰٥) ففرض عليهم حيث ما كانوا أن يولوا وجوههم شطره وشطره جهته في كلام العرب إذا

قلت أقصد شطر كذا معروف أنك تقول اقصد قصد عين كذا يعني قصد نفس كذا وكذلك تلقاءه جهته أي أستقبل تلقاءه وجهته وإن كلها معنى واحد وان كانت بألفاظ مختلفة

۱۰۵: سو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں، اپنے چہروں کا رخ مسجد حرام کی جانب پھیر لیا کریں، کلامِ عرب میں "شطره" کا معنی جہت آتا ہے۔ جب آپ "أقصد شطر كذا" کہتے ہیں تو اس کا معروف معنی یہ ہے کہ کہ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں فلاں چیز کی ذات اور اس کے عین کا ارادہ کر رہا ہوں، اسی طرح تلقاءه کا معنی بھی جہت کے لیے آتا ہے، ان سب کا معنی ایک ہے لیکن الفاظ مختلف ہیں۔

(۱۰۶) وقال خفاف بن ندبة : ألا من مبلغ عمرا رسولا وما تغنى الرسالة شطر عمرو

۱۰۶: خفاف بن ندبہ کہتا ہے:

ہے کوئی قاصد جو عمرو تک پیغام پہنچا دے، اور عمرو کے سامنے پیغامبری کیا فائدہ دے سکتی ہے؟ اس میں "شطر عمرو" کا لفظ آیا ہے

(۱۰۷) وقال ساعدة بن جوية : أقول لام زنباع أقيمي صدور العيس شطر بني تميم

۱۰۷: ساعدہ بن جویہ کہتا ہے:

میں ام زنباع سے کہتا ہوں کہ عیس کے سینوں کو بنو تمیم کے سامنے سیدھا رکھے، اس میں شطر بنی تمیم کا لفظ آیا ہے۔

(۱۰۸) وقال لقيط الايادي:وقد أظلكم من شطر ثغركم هول له ظلم تغشاكم قطعا

۱۰۸: لقیط ایادی کہتا ہے:

"تمہارے اوپر تمہاری سرحدوں کی جانب سے ایسی ہولناک صورتحال نے سائبان بیان ہے جس کے اندھیرے تم پر ٹکڑوں کی طرح چھا رہے ہیں"۔ اس میں "شطر ثغركم" کا لفظ آیا ہے۔

(۱۰۹) وقال الشاعر : إن العسير بها داء مخامرها فشطرها بصر العينين مسجور

۱۰۹: ایک اور شاعر (جس کا نام قیس بن خویلد ہذلی ہے) کہتا ہے۔

تند خو اونٹنی میں بیماری ہے، اسے اور اس کے حصے کو آنکھوں کی بصارت نے خلط ملط کر دیا ہے اور نگاہیں مسحور ہو رہی ہیں اس میں فشطرھا کا لفظ آیا ہے۔

(۱۱۰) قال الشافعي : يريد تلقاء ها بصر العينين ونحوها تلقاء جهتها

۱۱۰: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آنکھوں کی بصارت سے مراد اس کے سامنے والا حصہ ہے۔ یہی معنی تلقاء جهتها کا بھی

ہے۔

(١١١) وهذا كله مع غيره من أشعارهم يبين أن شطر الشئ قصد عين الشئ إذا كان معاينا فبالصواب وإذا كان مغيبا فبالاجتهاد بالتوجه إليه وذلك أكثر ما يمكنه فيه

١١١: شعراء کے اشعار ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ یہ سب اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ شطر الشئ سے مراد کسی چیز کے عین کا ارادہ کرنا ہے۔ اگر وہ چیز آنکھوں کے سامنے ہو تو صحیح اور درست طریقے سے اور اگر نگاہوں سے غائب ہو تو اس کی طرف رخ کرنے میں اجتہاد اور کوشش سے کام لے کر، اور ایسا اکثر ممکنات میں ہوتا ہے۔

(١١٢) وقال الله * (جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر والبحر) *

١١٢: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ... (الانعام:٩٧)

”اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے ستارے تاکہ تم راہ پاؤ ان کے ذریعے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں۔“

(١١٣) * وقال (وعلامات وبالنجم هم يهتدون) *

١١٣: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿١٦﴾ (النحل:١٦)

”اور (راستوں میں) نشانات (بنادیئے) اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔“

(١١٤) فخلق لهم العلامات ونصب لهم المسجد الحرام وأمرهم أن يتوجهوا إليه وإنما توجههم إليه بالعلامات التي خلق لهم والعقول التي ركبها فيهم التي استدلوا بها على معرفة العلامات وكل هذا بيان ونعمة منه جل ثناؤه

١١٤: گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے علامات مقرر فرمائی ہیں، ان کے لیے مسجد حرام کو متعین کیا ہے اور انہیں اس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب لوگوں کا اس کی طرف رخ کرنا ان علامات سے ممکن ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا کی ہیں اور ان عقول سے ممکن ہوگا جس کی سواری اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے اور جس کے ذریعے وہ علامات کی معرفت پر استدلال کرتے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان اور اس کا احسان ہے۔

(١١٥) * وقال (وأشهدوا ذوي عدل منكم) * وقال * (ممن ترضون من الشهداء) *

١١٥: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق:٢)

''اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کرلو''۔

نیز فرمایا:

مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ:۲۸۲)

''ان میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے''۔

(۱۱۶) وأبان أن العدل العامل بطاعته فمن رأوه عاملا بها كان عدلا ومن عمل بخلافها كان خلاف العدل

۱۱۶: اور یہ واضح فرمادیا کہ عدل سے مراد اس کی اطاعت کے کام کرنا ہے، لہٰذا لوگ جسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام کرتے ہوئے دیکھیں، وہ عادل ہوگا اور جو اس کے برخلاف عمل کرے گا وہ خلاف عدل ہوگا۔

(۱۱۷) وقال جل ثناؤه * (لا تقتلوا الصيد وأنتم حرم ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة) *

۱۱۷: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَقۡتُلُوا الصَّيۡدَ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ وَمَنۡ قَتَلَهٗ مِنۡكُمۡ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثۡلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحۡكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ هَدۡيًاۢ بٰلِغَ الۡكَعۡبَةِ .... (المائدہ:۹۵)

''جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اسے مارے تو (یا تو اس کا) بدلہ (دے اور وہ یہ ہے کہ) اس طرح کا چار پایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کردیں قربانی (کردے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے۔''

(۱۱۸) فكان المثل على الظاهر أقرب الاشياء شبها في العظم من البدن واتفقت مذاهب من تكلم في الصيد من أصحاب رسول الله على أقرب الاشياء شبها من البدن فنظرنا ما قتل من دواب الصيد أي شئ كان من النعم أقرب منه شبها فديناه به

۱۱۸: ظاہری اعتبار سے ''مثل'' کا لفظ کسی چیز کی جسمانی ساخت میں قریب ترین مشابہت پر بولا جاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مذاہب جنہوں نے شکار کے حوالے سے کلام کیا ہے یہاں لفظ مثل کے معنی پر متفق ہیں اس لیے اب ہم یہ دیکھیں گے کہ شکار کیے جانے والے جانوروں میں سے جو جانور بھی مارا جائے گا، ہم اس کے فدیے میں چوپائیوں میں سے دو جانور دے دیں گے جو مشابہت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اس کے قریب تر ہوگا۔

(۱۱۹) ولم يحتمل المثل من النعم القيمة فيما له مثله في البدن من النعم إلا مستكرها باطنا فكان الظاهر الاعم أولى المعينين بها وهذا الاجتهاد الذي يطلبه الحاكم بالدلالة على

المثل

۱۱۹: اور جن جانوروں کا ''مثل بدنی'' مل سکتا ہوان میں ''مثل'' کا لفظ قیمت کے معنی کا احتمال ہی نہیں رکھتا الّا یہ کہ زبردستی باطنی طور پر مراد ہو، لہٰذا وہ معنی جو ظاہر بھی اور عام بھی ہو، وہ دوسرے معنی سے زیادہ راجح اور اولیٰ ہے اور یہ وہ اجتہاد ہے جس کی جستجو حاکم دلالت علی المثل پر کرے گا۔

(۱۲۰) وهذا الصنف من العلم دليل على ما وصفت قبل هذا على أن ليس لاحد أبدا أن يقول في شئ حل ولا حرم إلا من جهة العلم وجهة العلم الخبر في الكتاب أو السنة أو الاجماع أو القياس

۱۲۰: علم کی یہ صنف اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو میں اس سے پہلے بیان کر آیا ہوں کہ کسی شخص کے لیے کبھی بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کے متعلق حلال وحرام کا فیصلہ کرے۔ الا یہ کہ اس کے پاس اس کا علم ہو اور علم کی جہت کتاب اللہ کا کوئی حکم ہے یا نبی ﷺ کی سنت ہے یا اجماع ہے یا قیاس۔

(۱۲۱) معنى هذا الباب معنى القياس لانه طلب فيه الدليل على صواب القبلة والعدل والمثل

۱۲۱: اور اس باب سے جو مقصود ہے، وہی قیاس سے مطلوب ہے کیونکہ اس میں بھی قبلہ کا صحیح رخ، عدل اور مثل کی صحیح تعیین پر دلیل طلب کی جاتی ہے۔

(۱۲۲) والقياس ما طلب بالدلائل على موافقة الخبر المتقدم من الكتاب أو السنة لانهما علم الحق المفترض طلبه كطلب ما وصفت قبله من القبلة والعدل والمثل

۱۲۲: اور قیاس سے مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت میں جو بات پہلے بیان کی جا چکی ہے، دلائل کے ذریعے اس کی موافقت تلاش کی جائے، کیونکہ حق کا اصل علم تو کتاب وسنت ہی ہیں اور ان کی جستجو فرض ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے میں نے قبلہ، عدل اور مثل میں جستجو کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

(۱۲۳) وموافقته تكون من وجهين

۱۲۳: اور یہ موافقت دو طرح ہو سکتی ہے۔

(۱۲٤) أحدهما أن يكون الله أو رسوله حرم الشئ منصوصا أو أحله لمعنى فإذا وجدنا ما في مثل ذلك المعنى فيما لم ينص فيه بعينه كتاب ولا سنة أحللناه أو حرمناه لانه في معنى الحلال أو الحرام

۱۲۴: ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے صراحۃً کسی چیز کو کسی خاص وجہ سے حلال یا حرام قرار دیا ہو، اب اگر وہی وجہ اس جیسے کسی دوسرے کام میں پائی جائے، جس میں کتاب وسنت کی کوئی واضح اور متعین نص موجود نہ ہو تو ہم اسے بھی

حلال یا حرام قرار دے سکتے ہیں، کیونکہ وہ بھی حلال اور حرام کے معنی میں ہے۔

(١٢٥) أو نجد الشئ يشبه الشئ منه والشئ من غيره ولا نجد شيئا أقرب به شبها من أحدهما فنلحقه بأولى الاشياء شبها به كما قلنا في الصيد

١٢٥: یا ہم کوئی ایسی چیز پالیں جو اس کے مشابہہ ہو اور وہ چیز اس کا غیر ہو، نیز ان دونوں کے علاوہ ان سے زیادہ قریب تر مشابہت رکھنے والی بھی کوئی چیز ہمیں نہ ملے تو ہم اسے اس چیز کے ساتھ ملائیں گے جو مشابہت رکھنے میں اس سے زیادہ قریب تر ہو، جیسا کہ شکار کے مسئلے میں ہم کہہ آئے ہیں۔

(١٢٦) قال الشافعي وفي العلم وجهان الاجماع والاختلاف وهما موضوعان في غير هذا الموضع

١٢٦: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم میں دو چیزیں ہیں اجماع اور اختلاف، لیکن ان دونوں کی تفصیل بیان کرنے کا موقع دوسرا ہے۔

(١٢٧) ومن جماع علم كتاب الله العلم بأن جميع كتاب الله إنما نزل بلسان العرب

١٢٧: کتاب اللہ کے علم کے مجموعے میں اس بات کا علم بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری کتاب لغت عرب میں نازل ہوئی ہے۔

(١٢٨) والمعرفة بناسخ كتاب الله ومنسوخه والفرض في تنزيله والادب والارشاد والاباحة

١٢٨: اسی طرح کتاب اللہ کے ناسخ اور منسوخ کی معرفت، کتاب اللہ میں متعین کیے گئے وراثت کے حصے، ادب، ارشاد اور اباحت کی معرفت بھی اس میں شامل ہے۔

(١٢٩) والمعرفة بالموضع الذي وضع الله به نبيه من الابانة عنه فيما أحكم فرضه في كتابه وبينه على لسان نبيه وما أراد بجميع فرائضه ومن أراد اكلّ خلقه ام بعضهم دون بعض؟ وما افترض على الناس من طاعته والانتهاء إلى امره

١٢٩: نیز اس مقام کی معرفت جس پر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو رکھا ہے یعنی وضاحت کرنا، چنانچہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی فرضیت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں محکم طور پر بیان کی ہے اور اس کی وضاحت نبی ﷺ کی زبان سے کروائی ہے، نیز یہ کہ تمام فرائض میں اللہ تعالیٰ کی منشا اور غرض کیا ہے؟ اس کا مکلف اس نے کسے بنایا ہے؟ ساری مخلوق کو یا ان میں سے بعض کو؟ اور وہ جو اس نے لوگوں پر نبی ﷺ کی اطاعت فرض کی ہے اور ان کے حکم کو حرف آخر سمجھنے کی تاکید کی ہے۔

(١٣٠) ثم معرفة ما ضرب فيها من الامثال الدوال على طاعته المبينة لاجتناب معصيته وترك

الغفلة عن الحظ والازدياد من نوافل الفضل

۱۳۰: پھر قرآن کریم میں بیان کی جانے والی ضرب الامثال کی معرفت بھی اس میں شامل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر دلالت کرتی ہیں اس کی معصیت سے اجتناب کرنے کو واضح کرتی ہیں، ترک غفلت اور اضافی فضائل وثواب حاصل کرنے کی ترغیب دلاتی ہیں۔

(۱۳۱) فالواجب على العالمين أن لا يقولوا إلا من حيث علموا

۱۳۱: سو علماء کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف وہی بات کہیں جس کا انہیں علم ہو۔

(۱۳۲) وقد تكلم في العلم من لو أمسك عن بعض ما تكلم فيه منه لكان الامساك أولى به أقرب من السلامة له إن شاء الله

۱۳۲: علم کے حوالے سے بعض ایسے لوگوں نے بھی قیاس آرائی کی ہے جو اگر سکوت اختیار کر لیتے تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر اور سلامتی کے زیادہ قریب تر ہوتا۔

(۱۳۳) فقال منهم قائل إن في القرآن عربيا وأعجميا

۱۳۳: چنانچہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہہ دیا کہ قرآن کریم میں کچھ الفاظ عربی ہیں اور کچھ عجمی بھی ہیں۔

(۱۳٤) والقرآن يدل على ان ليس من كتاب الله شئ إلا بلسان العرب

۱۳۴: جب کہ قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کتاب اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو لغتِ عرب میں نہ ہو۔

(۱۳۵) ووجد قائل هذا القول من قبل ذلك منه تقليدا له وتركا للمسألة عن حجته ومسألة غيره ممن خالفه

۱۳۵: اور اس قول کے قائل کو کچھ ایسے لوگ بھی مل گئے جنہوں نے محض قائل کی تقلید کرتے ہوئے اس قول کو قبول کر لیا، انہوں نے اس مسئلے کے دلائل میں تلاش کو چھوڑ دیا اور اس رائے کی مخالفت کرنے والوں کی بات ترک کر دی۔

(۱۳٦) وبالتقليد أغفل من أغفل منهم والله يغفر لنا ولهم

۱۳۶: اور تقلید ہی کی وجہ سے غافل ہوا ان میں سے جو بھی غافل ہوا، اللہ تعالیٰ ہماری بھی مغفرت فرمائے اور ان کی بھی۔

(۱۳۷) ولعل من قال إن في القرآن غير لسان العرب وقبل ذلك منه ذهب إلى أن من القرآن خاصا يجهل بعضه بعض العرب

۱۳۷: ممکن ہے کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہے کہ قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ بھی ہیں اور اس کی یہ بات قبول کر لی گئی ہے، اس کی رائے یہ ہو کہ قرآن کریم میں کچھ ایسے خاص الفاظ بھی ہیں جن سے بعض اہل عرب ناواقف ہیں۔

(١٣٨) ولسان العرب أوسع الالسنة مذهبا وأكثرها ألفاظا ولا نعلمه يحيط بجميع علمه إنسان غير نبي ولكنه لا يذهب منه شئ على عامتها حتى لا يكون موجودا فيها من يعرفه

۱۳۸: لغتِ عرب اپنے رواج کے اعتبار سے سب سے زیادہ وسیع اور کثیر الالفاظ لغت ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی ایسا شخص ہمارے علم میں نہیں ہے جو اس کا مکمل احاطہ کر سکے، لیکن اس سے کوئی چیز اس کے عموم پر وارد نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اس لغت میں ایسے الفاظ موجود ہی نہ ہوں جن کی شناخت ہو سکے۔

(١٣٩) والعلم به عند العرب كالعلم بالسنة عند أهل الفقه لا نعلم رجلا جمع السنن فلم يذهب منها عليه شئ

۱۳۹: اہل عرب کو لغتِ عرب کا اسی طرح علم حاصل ہے جیسے اہل فقہ کو سنت کا علم حاصل ہے، ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے سنتوں کو جمع کیا ہو اور ان میں سے کسی کی طرف نہ گیا ہو۔

(١٤٠) فإذا جمع علم عامة أهل العلم بها أتى على السنن وإذا فرق علم كل واحد منهم ذهب عليه الشئ منها ثم ما كان ذهب عليه منها موجودا عند غيره

۱۴۰: پھر جب عام اہل علم کا علم اکٹھا کیا جائے تو وہ سنتوں کے مطابق ہوتا ہے، اور جب ان میں سے ہر ایک کے علم کو جدا کیا جائے تو وہ ایک انفرادی رائے بن جاتی ہے۔ جو بعض اوقات دوسروں کے ہاں بھی موجود ہوتی ہے۔

(١٤١) وهم في العلم طبقات منهم الجامع لاكثره وإن ذهب عليه بعضه ومنهم الجامع الاقل مما جمع غيره

۱۴۱: اور اہل علم مختلف طبقات میں تقسیم ہیں، ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اکثر علوم کے جامع ہیں اگرچہ بعض چیزیں ان کے پاس نہ ہوں اور بعض لوگ وہ ہیں جن کے پاس دوسرے جمع کرنے والوں کی نسبت کم علم ہے۔

(١٤٢) وليس قليل ما ذهب من السنن على من جمع أكثرها دليلا على ان يطلب علمه عند غير طبقته من أهل العلم بل يطلب عن نظرائه ما ذهب عليه حتى يؤتى على جميع سنن رسول الله بأبي هو وأمي فيتفرد جملة العلماء بجمعها وهو درجات فيما وعوا منها

۱۴۲: جس شخص کے پاس سنتوں کا علم کم ہو، اور دوسروں کے پاس اس کی نسبت زیادہ علم ہو، یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا علم دوسرے طبقے کے اہل علم کے یہاں تلاش کیا جائے بلکہ اپنے اپنے ہم شعبہ افراد کے یہاں تلاش کیا جائے تاکہ نبی ﷺ کی تمام سنتوں پر (میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں) عمل کیا جا سکے، اس طرح جملہ علماء سنتوں کو جمع کرنے میں متفرد ہو جاتے ہیں اور جو چیزیں انہوں نے محفوظ کی ہیں اس اعتبار سے ان کے مختلف درجے ہیں۔

(١٤٣) وهكذا لسان العرب عند خاصتها وعامتها لا يذهب منه شئ عليها ولا يطلب عند غيرها ولا يعلمه إلا من قبله عنها ولا يشركها فيه إلا من اتبعها في تعلمه منها ومن قبله منها فهو من أهل لسانها

۱۴۳: یہی حال لغت عرب کے خاص وعام کا ہے کہ اس میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی، اسے کسی اور کے پاس تلاش نہیں کیا جاتا، اسے وہی جانتا ہے جو اسے قبول کر لیتا ہے اور اس میں وہی شریک ہوتا ہے جو اس کا علم حاصل کرنے کی جستجو میں لگ جاتا ہے اور جو شخص اسے قبول کر لے وہ اہل زبان میں سے ہوتا ہے۔

(١٤٤) وإنما صار غيرهم من غير أهله بتركه فإذا صار إليه صار من أهله

۱۴۴: غیر عرب اسے ترک کر دینے کی وجہ سے ان لوگوں میں سے ہو گئے جو اس کے اہل نہیں ہیں جب وہ اس کی طرف رجوع کریں گے تو اس کے اہل بن جائیں گے۔

(١٤٥) وعلم أكثر اللسان في أكثر العرب أعم من علم أكثر السنن في العلماء

۱۴۵: اکثر اہل عرب کو زبان کا زیادہ تر علم اس سے بھی وسیع مفہوم میں حاصل ہے جتنا علماء کو سنتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔

(١٤٦) فان قال قائل فقد نجد من العجم من ينطق بالشيء من لسان العرب

۱۴۶: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ہم تو اہل عجم میں ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو لغتِ عرب میں تکلم کرتے ہیں۔

(١٤٧) فذلك يحتمل ما وصفت من تعلمه منهم فإن لم يكن ممن تعلمه منهم فلا يوجد ينطق إلا بالقليل منه ومن نطق بقليل منه فهو تبع للعرب فيه

۱۴۷: تو اس میں وہ احتمال پایا جاتا ہے جو میں نے ذکر کیا یعنی یہ کہ انہوں نے اہل عرب سے اسے سیکھ لیا ہوگا، کیونکہ اگر سیکھنے والا عمل نہ ہو تو عربی تکلم کرنے والا کوئی شخص نہیں مل سکتا، اور یہ کہ وہ تھوڑی بہت زبان بول لے، اور تھوڑا بہت کلام کرنے والا اہل عرب کے تابع ہی شمار ہوگا۔

(١٤٨) ولا ننكر إذ كان اللفظ قيل تعلما أو نطق به موضوعا أن يوافق لسان العجم أو بعضها قليلا من لسان العرب كما يتفق القليل من ألسنة العجم المتباينة في أكثر كلامها مع تنائي ديارها واختلاف لسانها وبعد الاواصر بينها وبين من وافقت بعض لسانه منها

۱۴۸: جب کوئی لفظ سیکھنے کے لیے بولا جائے یا اسے موضوع بنا کر زبان پر لایا جائے تو ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ کوئی عجمی زبان یا اس کا کچھ حصہ کسی درجے میں لغتِ عرب کے موافق ہو جائے جیسا کہ عجم میں بولی جانے والی زبانوں کے مختلف الفاظ ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں، حالانکہ وہ علاقے ایک دوسرے سے دور ہیں، ان کی زبانوں اور

بولیوں میں فرق ہے اوران کے عہد و میثاق میں بُعد ہے۔

(١٤٩) فإن قال قائل ما الحجة في أن كتاب الله محض بلسان العرب لا يخلطه فيه غيره

۱۴۹: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ قرآن کریم خالص عربی زبان میں ہے اور اس میں کسی دوسری زبان کے الفاظ کی آمیزش نہیں ہے؟

(١٥٠) فالحجة فيه كتاب الله قال الله * (وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه)

۱۵۰: تو اس کی دلیل خود کتاب اللہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔۔۔ (ابراہیم:۴)

''اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا۔''

(١٥١) فإن قال قائل فإن الرسل قبل محمد ﷺ كانوا يرسلون إلى قومهم خاصة وإن محمدا ﷺ بعث إلى الناس كافة فقد يحتمل أن يكون بعث بلسان قومه خاصة ويكون على الناس كافة أن يتعلموا لسانه وما أطاقوا منه ويحتمل أن يكون بعث بالسنتهم فهل من دليل على انه بعث بلسان قومه خاصة دون ألسنة العجم

۱۵۱: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ نبی اکرم ﷺ سے پہلے پیغمبروں کو خصوصیت کے ساتھ صرف ان کی قوموں کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، جب کہ رسول اکرم ﷺ کو ساری انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہے! اس لیے یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ کو خاص ان کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا گیا ہو اور باقی لوگوں کی ذمہ داری ہو کہ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق ان کی زبان سیکھیں، اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں تمام زبانیں سکھا کر مبعوث کیا گیا ہو، تو کیا ایسی کوئی دلیل ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ نبی ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ انہی کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا گیا تھا، کسی عجمی قوم کی زبان میں نہیں؟

(١٥٢) فإن كانت الالسنة مختلفة بما لا يفهمه بعضهم عن بعض فلا بد أن يكون بعضهم تبعا لبعض وان يكون الفضل في اللسان المتبع على التابع

۱۵۲: پھر جب زبانیں ایک دوسرے سے اس طرح مختلف ہوں کہ بعض کو بعض سے سمجھنا ممکن نہ ہو تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ ان میں سے بعض دوسری بعض کے تابع ہوں، اور یہ کہ تابع پر اس زبان کی فضیلت ہو جو متبوع ہو۔

(١٥٣) واولى الناس بالفضل باللسان من لسانه لسان النبي ولا يجوز والله أعلم أن يكون أهل لسانه اتباعا لاهل لسان غير لسانه في حرف واحد بل كل لسان تبع للسانه وكل أهل دين قبله فعليهم اتباع دينه

۱۵۳: اور زبان کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا وہی ہوسکتا ہے جس کی زبان نبی ﷺ کی زبان ہو اور یہ جائز نہیں ہے واللہ اعلم، کہ ان کی زبان کی پیروی کرنے والا کسی بھی حرف میں کسی دوسرے کی زبان کی پیروی کرے، بلکہ ہر زبان ان کی زبان کے تابع ہوگی، اور ان سے پہلے کے ہر دیندار پر ان کے دین کی اتباع لازم ہوگی۔

(١٥٤) وقد بين الله ذلك في غير آية من كتابه

۱۵۴: اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی متعدد آیات میں بیان فرمائی ہے۔

(١٥٥) قال الله * (وإنه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين) *

۱۵۵: چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵)

"اور یہ (قرآن خدائے) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو امانتدار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا) کیا ہے تاکہ تم (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو۔ (اور القا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے)۔"

(١٥٦) وقال * (وكذلك أنزلناه حكما عربيا) *

۱۵۶: اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ... (الرعد: ۳۷)

"اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان نازل کیا ہے۔"

(١٥٧) وقال * (وكذلك أوحينا إليك قرآنا عربيا لتنذر أم القرى ومن حولها) *

۱۵۷: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا (الشوریٰ: ۷)

"اور اسی طرح ہم نے تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا ہے تاکہ تم بڑے گاؤں (یعنی مکے) کے رہنے والوں کو ڈراؤ اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں۔"

(١٥٨) وقال * (حم والكتاب المبين إنا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون) *

۱۵۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ (الزخرف:۱۔۳)

''حٰمٓ۔ کتاب روشن کی قسم۔ کہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

(١٥٩) وقال * (قرآنا عربيا غير ذي عوج لعلهم يتقون)

۱۵۹: نیز ارشادِ ربانی ہے:

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ (الزمر:۲۸)

''(یہ) قرآن عربی (ہے) جس میں کوئی عیب (اور اختلاف) نہیں تاکہ وہ ڈر مانیں۔''

(١٦٠) قال الشافعي فأقام حجته بأن كتابه عربي في كل آية ذكرناها ثم اكد ذلك بان نفى عنه جل ثناؤه كل لسان غير لسان العرب في آيتين من كتابه

۱۶۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جتنی بھی آیات ذکر کی ہیں، ان سب میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب لغت عرب میں ہے پھر اس میں مزید تاکید اس طرح پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دو آیتوں میں لغت عرب کے علاوہ ہر زبان اور لغت کی نفی فرمادی ہے۔

(١٦١) فقال تبارك وتعالى * (ولقد نعلم انهم يقولون إنما يعلمه بشر لسان الذي يلحدون إليه اعجمي وهذا لسان عربي مبين) *

۱۶۱: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ (النحل:۱۰۳)

''اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) کو ایک شخص سکھا جاتا ہے۔ مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔''

(١٦٢) وقال * (ولو جعلناه قرآنا أعجميا لقالوا لو لا فصلت آياته ءاعجمي وعربي) *

۱۶۲: اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ؕ ... (فصلت:۴۴)

''اور اگر ہم اس قرآن کو غیر زبان عرب میں (نازل) کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اسکی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں کیا (خوب کہ قرآن تو عجمی) اور (مخاطب) عربی۔''

(١٦٣) قال الشافعي وعرفنا نعمه بما خصنا به من مكانه فقال * (لقد جاءكم رسول من

أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم) *

۱۶۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاص مقام اور مرتبہ عطا فرمایا ہے، اسے اپنی نعمت کے طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

(التوبہ:۱۲۸)

''بلاشبہ یقیناً آیا ہے تمہارے پاس ایک رسول تمہارے نفسوں میں سے بہت گراں گزرتا ہے اس پر کہ تم مشقت میں پڑو بہت حریص ہے تمہاری بھلائی پر مومنوں کے ساتھ نہایت شفیق بہت مہربان ہے'' ۔

(١٦٤) وقال * (هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلال مبين) *

۱۶۴: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲﴾ (الجمعہ:۲)

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اسکی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

(١٦٥) وكان ممن عرف الله نبيه من إنعامه أن قال * (وإنه لذكر لك ولقومك) * فخص قومه بالذكر معه بكتابه

۱۶۵: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے انعام کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا ہے:

وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ (الزخرف:۴۴)

''اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے''

(١٦٦) وقال * (وأنذر عشيرتك الاقربين) * وقال * (لتنذر أم القرى ومن حولها) * وأم القرى مكة وهي بلده وبلد قومه فجعلهم في كتابه خاصة وأدخلهم مع المنذرين عامة وقضى أن ينذروا بلسانهم العربي لسان قومه منهم خاصة

۱۶۶: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۙ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء:۲۱۴)

"اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سناؤ"۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (الشوریٰ:۷)

"تا کہ تم ڈراؤ بڑے گاؤں (یعنی مکے) کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے ارد گرد رہتے ہیں"۔

اس آیت میں ام القری سے مراد مکہ مکرمہ ہے جو کہ نبی ﷺ کی قوم کا شہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے اور عمومی طور پر انہیں بھی ان لوگوں میں شمار فرمایا ہے جنہیں ڈرایا گیا ہے اور یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ انہیں ان کی زبان یعنی عربی میں ہی ڈرایا جائے جو کہ خاص نبی ﷺ کی قوم ہے۔

(١٦٧) فعلى كل مسلم أن يتعلم من لسان العرب ما بلغه جهده حتى يشهد به أن لا إله إلا الله وأن محمدًا عبده ورسوله ويتلو به كتاب الله وينطق بالذكر فيما افترض عليه من التكبير وأمر به من التسبيح والتشهد وغير ذلك

۱۶۷: لہٰذا ہر مسلمان کے ذمے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہمت اور طاقت کے بقدر عربی زبان سیکھے، تا کہ وہ اس قابل ہو سکے کہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، نیز اس کے ذریعے وہ کتاب اللہ کی تلاوت کر سکے، اللہ کا ذکر کر سکے، اس پر اللہ کی کبریائی بیان کرنا جو فرض کیا گیا ہے، اس پر عمل کر سکے اور وہ تسبیح وتشہد وغیرہ احکام پر عمل پیرا ہو سکے۔

(١٦٨) وما ازداد من العلم باللسان الذي جعله الله لسان من ختم به نبوته وأنزل به آخر كتبه كان خيرا له كما عليه يتعلم الصلاة والذكر فيها ويأتي البيت وما أمر بإتيانه ويتوجه لما وجه له ويكون تبعا فيما افترض عليه وندب إليه لا متبوعا

۱۶۸: اس زبان کا اسے جتنا زیادہ علم حاصل ہو جسے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ کی زبان بنایا ہے اور اسی زبان میں اپنی آخری کتاب نازل فرمائی ہے اس کے حق میں وہ اتنا ہی بہتر ہے جیسا کہ انسان پر نماز اور اس کے اذکار سیکھنا لازم ہے، نیز یہ کہ وہ بیت اللہ شریف حاضری دے اور وہ کام کرے جن کا اسے وہاں کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس جانب رخ کرے جہاں رخ کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہے نیز وہ فرائض ومندوبات میں تابع بنے، متبوع نہ بنے۔

(١٦٩) وإنما بدات بما وصفت من ان القرآن نزل بلسان العرب دون غيره لانه لا يعلم من إيضاح جمل علم الكتاب أحد جهل سعة لسان العرب وكثرة وجوهه وجماع معانيه وتفرقها ومن علمه انتفت عنه الشبه التي دخلت على من جهل لسانها

۱۶۹: یہ موضوع کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، کسی اور زبان میں نہیں، آغاز میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ جو

شخص لغت عربی کی وسعت، کثرت وجوہ، مشترکہ اور متفرق معانی کو نہیں جانتا، وہ کتاب اللہ کے جملوں کی وضاحت کا علم بھی نہیں رکھتا، اور جس شخص کے پاس اس کا علم ہو، اس کے وہ شبہات خود بخود دور ہو جاتے ہیں جو زبان سے ناواقفیت رکھنے والوں کو پیش آتے ہیں۔

(١٧٠) فكان تنبيه العامة على أن القرآن نزل بلسان العرب خاصة نصيحة للمسلمين والنصيحة لهم فرض لا ينبغي تركه وادراك نافلة خير لا يدعها إلا من سفه نفسه وترك موضع حظه وكان يجمع مع النصيحة لهم قياما بإيضاح حق وكان القيام بالحق ونصيحة المسلمين من طاعة الله وطاعة الله جامعة للخير

١٧٠: سو عوام کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی اور ہمدردی ہے اور مسلمانوں کی خیر خواہی ایک ایسا فریضہ ہے جسے ترک کرنا مناسب نہیں ہے، اگر اضافی خیر مل رہی ہو تو اسے صرف وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جو بیوقوف ہو، وہ اپنے حصے کا فائدہ چھوڑ دے، نیز مسلمانوں کی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حق بات کی وضاحت کے لیے کھڑا ہو جائے، کیونکہ حق پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر خیر کے لیے جامع ہے۔

(١٧١) أخبرنا سفيان عن زياد بن علاقة قال سمعت جرير بن عبد الله يقول بايعت النبي ﷺ على النصح لكل مسلم

١٧١: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کی شرط پر بیعت کی ہے۔

(١٧٢) أخبرنا ابن عيينة عن سهيل بن ابي صالح عن عطاء بن يزيد عن تميم الداري أن النبي ﷺ قال " إن الدين النصيحة إن الدين النصيحة إن الدين النصيحة لله ولكتابه ولنبيه ولائمة المسلمين وعامتهم

١٧٢: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے، اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے نبی ﷺ کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور ان کے عوام کے لیے۔

(١٧٣) قال الشافعي فإنما خاطب الله بكتابه العرب بلسانها على ما تعرف من معانيها وكان مما تعرف من معانيها اتساع لسانها وأن فطرته أن يخاطب بالشئ منه عاما ظاهرا يراد به العام الظاهر ويستغني بأول هذا منه عن آخره وعاما ظاهرا يراد به العام ويدخله

الخاص فيستدل على هذا ببعض ما خوطب به فيه وعاما ظاهرا يراد به الخاص وظاهر يعرف في سياقه أنه يراد به غير ظاهره فكل هذا موجود علمه في أول الكلام أو وسطه أو آخره

۱۷۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو اپنی کتاب کے ذریعے اُنہی کی زبان میں مخاطب کیا ہے، جیسا کہ اس کے معانی معروف ہیں اور ان میں زبان کی وسعت بھی شامل ہے اور یہ فطری بات ہے کہ جس چیز کے ذریعے مخاطب کیا جا رہا ہے، اس کی مختلف صورتیں ہیں:

عام ظاہر ہو اور اس سے مراد بھی عام ظاہر ہو، اس صورت میں اول کے ذریعے آخر سے مستغنی ہوا جا سکتا ہے۔

عام ظاہر ہو اور اس سے مراد عام ہو جس میں خاص داخل ہو، اس پر ان بعض چیزوں سے استدلال کیا جا سکتا ہے جن کے ذریعے خطاب کیا گیا ہے۔

عام ظاہر ہو اور اس سے مراد خاص ہو۔

اور یہ کہ وہ صرف ظاہر ہو جس کے سیاق سے معلوم ہوتا ہو کہ اس سے مراد غیر ظاہر ہے۔

ان سب صورتوں کا علم اول کلام، درمیان اور آخر کلام میں موجود ہے۔

(۱۷٤) وتبتدئ الشئ من كلامها يبين أول لفظها فيه عن آخره وتبتدئ الشئ يبين آخر لفظها منه عن أوله

۱۷۴: بعض اوقات کلام کی ابتداء کسی چیز سے ہوتی ہے جس کے ابتدائی الفاظ اس کے آخر سے اسے جدا کر دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس کے آخری الفاظ اسے اس کے آغاز سے جدا کر دیتے ہیں۔

(۱۷٥) وتكلم بالشئ تعرفه بالمعنى دون الايضاح باللفظ كما تعرف الاشارة ثم يكون هذا عندها من أعلى كلامها لانفراد أهل علمها به دون أهل جهالتها

۱۷۵: اور کسی چیز کا تکلم معنی کے اعتبار سے اس کی پہچان کرواتا ہے، نہ کہ لفظی وضاحت، جیسا کہ اشارہ اس کی پہچان کرواتا ہے، پھر وہ اس کے کلام کا اعلیٰ درجہ ہوتا ہے، کیونکہ اسے صرف اہل علم ہی جانتے ہیں، ناواقف لوگ اسے نہیں جانتے۔

(۱۷٦) وتسمي الشئ الواحد بالاسماء الكثيرة وتسمي بالاسم الواحد المعاني الكثيرة

۱۷۶: اور بعض اوقات ایک ہی چیز کے بہت سے نام ہوتے ہیں اور بعض اوقات بہت سے معانی کا ایک ہی نام ہوتا ہے۔

(۱۷۷) وكانت هذه الوجوه التي وصفت اجتماعها في معرفة أهل العلم منها به وإن اختلفت أسباب معرفتها معرفة واضحة عندها ومستنكرا عند غيرها ممن جهل هذا من لسانها وبلسانها نزل الكتاب وجاءت السنة فتكلف القول في علمها تكلف ما

يجهل بعضه

۱۷۷: اوپر میں نے اہل علم میں جن چیزوں کی معرفت ضروری ہونے کے حوالے سے ذکر کیا ہے، گو کہ ان کی معرفت کے اسباب مختلف ہوں، اہل علم کے نزدیک یہ ایک واضح معرفت ہے اور غیر اہل علم کے نزدیک ایک اجنبی چیز ہے، جو اس زبان سے ہی ناواقف ہیں، حالانکہ اہل عرب کی لغت میں قرآن کریم نازل ہوا اور انہی کی زبان میں سنت آئی، اب بعض حضرات نے کتاب وسنت کے علم کے حوالے سے ایسے اقوال کا تکلف کیا ہے جیسے نادان لوگ کیا کرتے ہیں۔

(۱۷۸) ومن تكلف ما جهل وما لم تثبته معرفته كانت موافقته للصواب إن وافقه من حيث لا يعرفه غير محمودة والله اعلم وكان بخطئه غير معذور وإذا ما نطق فيما لا يحيط علمه بالفرق بين الخطأ والصواب فيه

۱۷۸: اور جو شخص ایسی چیز کا تکلف کرے جس سے وہ ناواقف ہو اور اس کی معرفت اس کے نزدیک ثابت نہ ہو، اس کی درست بات کی موافقت ''جس کا درست ہونا بھی اس سے لاشعوری طور پر صادر ہوا ہوگا'' بھی قابل تعریف نہیں ہے اور وہ اپنی خطا میں بھی معذور نہیں ہے، کیونکہ وہ ایسی چیزوں میں کلام کر رہا ہے جن میں صحیح اور غلط کے درمیان فرق کا احاطہ اس کے علم نے نہیں کیا ہے۔

باب بيان ما نزل من الكتاب عاما يراد به العام و يدخله الخصوص

کتاب اللہ میں جو چیز عام نازل ہوئی ہو اور اس سے مراد بھی عام ہو لیکن اس میں خاص بھی شامل ہو

(۱۷۹) وقال الله تبارك وتعالى * (الله خالق كل شئ وهو على كل شئ وكيل) * وقال تبارك وتعالى * (خلق السماوات والارض) * وقال * (وما من دابة في الارض إلا على الله رزقها) * فهذا عام لا خاص فيه

۱۷۹: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ (الزمر:۶۲)

''خدا ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (ابراہیم:۳۲)

''اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا.... (ھود:٦)

''اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے۔''

اور یہ عام ہے، اس میں کچھ بھی خاص نہیں ہے۔

(١٨٠) قال الشافعي فكل شئ من سماء وأرض وذي روح وشجر وغير ذلك فالله خلقه وكل دابة فعلى الله رزقها ويعلم مستقرها ومستودعها.

١٨٠: امام شافعی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو آسمان وزمین میں ہے، ہر ذی روح اور شجر وحجر سب اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں اور ہر چوپائے کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھکانے کو بھی جانتا ہے اور اس کے امانت رکھنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے۔

(١٨١) قال الله * (ما كان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بأنفسهم عن نفسه) *

١٨١: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوا عَنْ رَّسُولِ اللهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهِ (التوبہ:١٢٠)

'' اہل مدینہ کو اور جو ان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں انکو شایاں نہ تھا کہ پیغمبر خدا سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔''

(١٨٢) وهذا في معنى الآية قبلها وإنما أريد به من أطاق الجهاد من الرجال وليس لاحد منهم أن يرغب بنفسه عن نفس النبي ﷺ أطاق الجهاد أو لم يطقه ففي هذه الآية الخصوص والعموم

١٨٢: اس کا بھی وہی مفہوم ہے جو اس سے پہلی آیت کا ہے، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جہاد کی طاقت رکھتے ہیں، لیکن ان میں سے کسی کو بھی اس کی اجازت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی ذات پر اپنی ذات کو ترجیح دے خواہ اس میں جہاد کی طاقت ہو یا نہ ہو، سو اس آیت میں عموم بھی ہے اور خصوص بھی۔

(١٨٣) وقال * (والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من

هذه القرية الظالم أهلها) *

۱۸۳: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (النساء:۷۵)

''اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔''

(١٨٤) وهكذا قول الله * (حتى إذا أتيا أهل قرية استطعما أهلها فأبوا أن يضيفوهما) *

۱۸۴: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ٍاِسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا (الکہف:۷۷)

''یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے، اور ان سے کھانا طلب کیا، مگر انہوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا۔''

(١٨٥) وفي هذه الآية دلالة على ان لم يستطعما كل أهل قرية فهي في معناهما

۱۸۵: اس آیت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ ان حضرات نے ہر بستی کے رہنے والوں سے کھانا طلب نہیں کیا تھا تو یہ بھی اسی کے معنی میں ہے۔

(١٨٦) وفيها وفي * (القرية الظالم أهلها) * خصوص لان كل أهل القرية لم يكن ظالما فيهم المسلم ولكنهم كانوا فيها مكثورين وكانوا فيها أقل

۱۸۶: اس آیت میں اور سورۃ نسا کی مذکورہ آیت میں ''خصوص'' ہے۔ کیونکہ بستی کے سارے رہنے والے ظالم نہیں تھے، ان میں بعض لوگ مسلمان بھی ہوں گے، لیکن چونکہ ظالموں کی اکثریت اور مسلمانوں کی اقلیت تھی اس لیے اکثریت کا اعتبار کر لیا گیا۔

(١٨٧) وفي القرآن نظائر لهذا يكتفى بها إن شاء الله منها وفي السنة له نظائر موضوعة مواضعها

۱۸۷: قرآن کریم میں اس کی بہت سے نظیریں موجود ہیں لیکن ان چند نظیروں سے بھی ان شاء اللہ کفایت ہو جائے گی، اسی طرح سنت میں بھی اس کی متعدد نظیریں موجود ہیں جو اپنے مقام پر بیان کی گئی ہیں۔

باب بيان ما انزل من الكتاب عام الظاهر وهو يجمع العام والخصوص

کتاب اللہ کا وہ حکم جس کا نزول عام ظاہر ہو اور وہ عام وخاص دونوں کو شامل ہو

(۱۸۸) قال الله تبارك وتعالى * (إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله اتقاكم) *

۱۸۸: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۚ

(الحجرات:۱۳)

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔''

(۱۸۹) وقال تبارك وتعالى * (كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون أياما معدودات فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام اخر) *

۱۸۹: اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ أَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ ... (البقرہ:۱۸۳۔۱۸۴)

''تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں۔ تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار کر لے۔''

(۱۹۰) وقال * (إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا) *

۱۹۰: نیز ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (النساء:۱۰۳)

''بیشک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔''

(۱۹۱) قال فبين في كتاب الله ان في هاتين الآيتين العموم والخصوص

۱۹۱: کتاب اللہ میں یہ بات واضح ہے کہ ان دونوں آیتوں میں عموم اور خصوص پایا جاتا ہے۔

(١٩٢) فاما العموم منها ففي قول الله * (إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا) * فكل نفس خوطبت بهذا في زمان رسول الله وقبله وبعده مخلوقة من ذكر وأنثى وكلها شعوب وقبائل

١٩٢: جہاں تک ان کے عموم کا تعلق ہے تو وہ ''إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا'' میں ہے، اس آیت میں ہر اس نفس سے خطاب کیا گیا ہے جو نبی ﷺ کے زمانے میں تھا، جو ان سے پہلے تھا اور جو ان کے بعد ہوگا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور یہ تمام مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم ہیں۔

(١٩٣) والخاص منها في قول الله * (إن أكرمكم عند الله أتقاكم) * لان التقوى تكون على من عقلها وكان من أهلها من البالغين من بني آدم دون المخلوقين من الدواب سواهم ودون المغلوبين على عقولهم منهم والاطفال الذين لم يبلغوا وعقل التقوى منهم

١٩٣: اور اس آیت میں جو چیز خاص ہے، وہ اللہ کا یہ فرمان ہے ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ'' کیونکہ تقویٰ تو صرف اسی کو حاصل ہوگا جو اسے سمجھے گا اور اس کی اہلیت بنی آدم میں سے بالغ لوگوں کو ہی حاصل ہے، یہ دوسری مخلوقات مثلاً چوپایوں وغیرہ کو شامل نہیں ہے اسی طرح یہ لفظ مغلوب العقل لوگوں اور نابالغ بچوں اور تقویٰ کے مفہوم سے ناآشنا لوگوں کو بھی شامل نہیں ہے۔

(١٩٤) فلا يجوز أن يوصف بالتقوى وخلافها إلا من عقلها وكان من أهلها أو خالفها فكان من غير أهلها

١٩٤: لہٰذا تقویٰ اور خلافِ تقویٰ سے اسی کو موصوف کیا جا سکتا ہے جو اسے سمجھتا ہو اور وہ اس کی اہلیت بھی رکھتا ہو، یا وہ اس کی مخالفت کرتا ہو اور نا اہلوں میں سے ہو۔

(١٩٥) والكتاب يدل على ما وصفت وفي السنة دلالة عليها قال رسول الله ﷺ رفع القلم عن ثلاثة النائم حتى يستيقظ والصبي حتى يبلغ والمجنون حتى يفيق "

١٩٥: اور کتاب اللہ اس تمام تفصیل پر دلالت کرتی ہے جو میں نے بیان کی ہے اور سنت میں بھی اس کے دلائل موجود ہیں۔
رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین لوگ مرفوع القلم ہیں، سویا ہوا شخص یہاں تک کہ بیدار ہو جائے، نابالغ بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور مجنون آدمی یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے۔

(١٩٦) وهكذا التنزيل في الصوم والصلاة على البالغين العاقلين دون من لم يبلغ ومن بلغ غلب على عقله ودون الحيض في أيام حيضهن

۱۹۶: یہی تفصیل روزے اور نماز کے حوالے سے ہے کہ وہ عاقل بالغ لوگوں پر فرض ہیں، ان لوگوں پر بھی نہیں جو نابالغ ہیں ان لوگوں پر بھی نہیں جو بالغ تو ہیں لیکن مغلوب العقل ہیں، اسی طرح وہ عورتیں جو ایام کی حالت میں ہوں۔

باب بيان ما نزل من الكتاب عام الظاهر يراد به كله الخاص

کتاب اللہ میں جو چیز عام ظاہر نازل ہوئی ہو اور اس سے مراد خاص ہو

(١٩٧) وقال الله تبارك وتعالى * (الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم إيمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل) *

۱۹۷: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ (ال عمران: ۱۷۳)

"(جب) ان سے لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے"۔

(١٩٨) قال الشافعي فإذ كان من مع رسول الله ناس غير من جمع لهم من الناس وكان المخبرون لهم ناس غير من جمع لهم وغير من معه ممن جمع عليه معه وكان الجامعون لهم ناسا فالدلالة بينة مما وصفت من أنه إنما جمع لهم بعض الناس دون بعض

۱۹۸: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، وہ ان لوگوں کے علاوہ تھے جو بعد میں جمع ہوئے تھے، اور انہیں خبر دینے والے ان سب لوگوں کے علاوہ تھے، یہ واضح دلالت ہے اس بات پر جو میں نے بیان کی کہ ان کے لیے بعض لوگ جمع ہوئے تھے اور بعض جمع نہیں ہوئے تھے۔

(١٩٩) والعلم يحيط أن من لم يجمع لهم الناس كلهم ولم يخبرهم الناس كلهم ولم يكونوا هم الناس كلهم

۱۹۹: اور علم اس بات کا احاطہ و ادراک کرتا ہے کہ نہ تو سارے لوگ ان کے لیے جمع ہوئے تھے، نہ سارے لوگوں نے انہیں خبر دی تھی اور نہ ہی وہ سارے انسان تھے (بلکہ ان کے علاوہ بھی انسان تھے، وہ تو صرف تھوڑے سے افراد تھے)

(٢٠٠) ولكنه لما كان اسم الناس يقع على ثلاثة نفر وعلى جميع الناس و على من بين جميعهم وثلاثة منهم كان صحيحا في لسان العرب أن يقال * (الذين قال لهم الناس) * وإنما الذين قال لهم ذلك أربعة نفر * (إن الناس قد جمعوا لكم) * يعنون المنصرفين عن

أحد

۲۰۰: لفظ الناس کا اطلاق تین افراد پر بھی ہوتا ہے، تمام لوگوں پر بھی ہوتا ہے اور ان کے درمیان پر بھی، تین کا عدد بھی ان میں شامل ہے لہٰذا لغت عرب کے اعتبار سے الذین قال لھم الناس کہنا صحیح ہوگا، جب کہ یہ کہنے والے چار افراد تھے اور ان الناس قد جمعو الکم سے مراد غزوۂ احد سے واپس آنے والے لوگ ہیں۔

(۲۰۱) وإنما هم جماعة غير كثير من الناس الجامعون منهم غير المجموع لهم والمخبرون للمجموع لهم غير الطائفتين والاكثر من الناس في بلدانهم غير الجامعين ولا المجموع لهم ولا المخبرين

۲۰۱: یہ ایک جماعت تھی جو کہ بہت زیادہ لوگوں پر مشتمل نہیں تھی، ان میں جمع کرنے والے ان لوگوں کے علاوہ تھے جنہیں جمع کیا گیا تھا، نیز خبر دینے والے ان دونوں گروہوں کے علاوہ تھے، جب کہ اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اپنے اپنے شہروں اور علاقوں میں تھے اور ان تینوں میں سے وہ کسی گروہ میں نہ تھے۔

(۲۰۲) وقال * (يا أيها الناس ضرب مثل فاستمعوا له إن الذين تدعون من دون الله لن يخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وإن يسلبهم الذباب شيئا لا يستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب) *

۲۰۲: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝

(الحج:۷۳)

"لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اس کو غور سے سنو کہ جن لوگوں کو خدا کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لیے سب مجتمع ہو جائیں اور اگر ان سے کوئی مکھی چھین کر لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں"۔

(۲۰۳) قال فمخرج اللفظ عام على الناس كلهم وبين عند أهل العلم منهم أنه إنما يراد بهذا اللفظ العام المخرج بعض الناس دون بعض لانه لا يخاطب بهذا إلا من يدعو من دون الله إلها تعالى عما يقولون علوا كبيرا لان فيهم من المؤمنين المغلوبين على عقولهم وغير المغلوبين ممن لا يدعو معه إلها

۲۰۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ کا مخرج تو عام ہے اور تمام لوگوں کو شامل ہے اور لغت عرب سے واقفیت رکھنے

والوں کے نزدیک یہ واضح ہے کہ اس لفظ کی مراد عام ہوتی ہے لیکن اس میں بعض لوگ شامل ہوتے ہیں اور بعض شامل نہیں ہوتے، کیونکہ اس آیت میں انہی لوگوں سے خطاب کیا جا رہا ہے جو اللہ کے علاوہ اور معبودوں کو پکارتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے جو یہ کہتے ہیں کیونکہ ان میں مغلوب العقل مؤمنین بھی شامل ہیں اور وہ نابالغ بھی جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔

(٢٠٤) قال وهذا في معنى الآية قبلها عند أهل العلم باللسان والآية قبلها أوضح عند أهل غير العلم لكثرة الدلالات فيها

۲۰۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل زبان کے نزدیک اس آیت کا ہی مفہوم ہے جو اس سے پہلی آیت کا ہے جب کہ غیر اہل علم کے نزدیک پہلی آیت اپنے مضمون اور مدعا میں زیادہ واضح ہے کثرت دلالات کی وجہ سے۔

(٢٠٥) قال الشافعي قال الله تبارك وتعالى * (ثم أفيضوا من حيث أفاض الناس) * فالعلم يحيط إن شاء الله أن الناس كلهم لم يحضروا عرفة في زمان رسول الله المخاطب بهذا ومن معه ولكن صحيحا من كلام العرب أن يقال * (أفيضوا من حيث أفاض الناس) * يعني بعض الناس

۲۰۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ جو فرمان ہے:

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (البقرہ:۱۹۹)

"پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور خدا سے بخشش مانگو، بیشک خدا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے"۔

تو علم اس بات کا احاطہ کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور باسعادت میں تمام لوگ تو میدان عرفات میں حاضر نہیں ہوئے تھے، اس کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ہمراہی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نہ تھے، لیکن کلام عرب میں من حیث افاض الناس کہہ کر بعض لوگ مراد لینا صحیح ہے۔

(٢٠٦) وهذه الآية في مثل معنى الآيتين قبلها وهي عند العرب سواء والآية الاولى أوضح عند من يجهل لسان العرب من الثانية والثانية أوضح من الثالثة وليس يختلف عند العرب وضوح هذه الآيات معا لان أقل البيان عندها كاف من أكثره إنما يريد السامع فهم قول القائل فأقل ما يفهمه به كاف عنده

۲۰۶: اس آیت کا بھی وہی مفہوم ہے جو اس سے پہلی دو آیتوں کا ہے اور اہل عرب کے نزدیک یہ سب برابر ہیں، لغت عرب سے ناواقف لوگوں کے نزدیک دوسری آیت کی نسبت پہلی آیت زیادہ واضح ہے اور دوسری آیت تیسری آیت کی

نسبت زیادہ واضح ہے، جبکہ اہل عرب کے نزدیک ان آیات کی وضاحت میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک بیان کی تھوڑی مقدار اس کی زیادہ مقدار سے کفایت کر جاتی ہے، سامع تو صرف قائل کی بات سمجھنا چاہتا ہے لہٰذا جو چیز کم از کم اس کی بات سمجھا دے، وہ ان کے یہاں کافی ہے۔

(٢٠٧) وقال الله جل ثناؤه * (وقودها الناس والحجارة) * فدل كتاب الله على أنه إنما وقودها الناس لقول الله * (إن الذين سبقت لهم منا الحسنى أولئك عنها مبعدون) *

٢٠٧: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرہ:٢٤)

"اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے"۔

اور کتاب اللہ ہی اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جہنم کا ایندھن بعض لوگ ہوں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝١٠١ (الانبیاء:١٠١)

"جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے"۔

باب الصنف الذي يبين سياقه معناه

وہ صنف جس کا سیاق ہی اس کا معنی واضح کر دیتا ہے

(٢٠٨) قال الله تبارك وتعالى * (وسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر إذ يعدون في السبت إذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرعا ويوم لا يسبتون لا تأتيهم كذلك نبلوهم بما كانوا يفسقون) *

٢٠٨: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝١٦٣ (الاعراف:١٦٣)

" اور ان سے اس گاؤں کا حال تو پوچھو جو لب دریا واقع تھا۔ جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی) اس وقت کہ ہفتے کے دن مچھلیاں ان کے سامنے پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کو انکی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالنے لگے"۔

(٢٠٩) فابتدأ جل ثناؤه ذكر الامر بمسألتهم عن القرية الحاضرة البحر فلما قال* (إذ يعدون

في السبت) * الآية دل على أنه إنما أراد أهل القرية لان القرية لا تكون عادية ولا فاسقة بالعدوان في السبت ولا غيره وأنه إنما أراد بالعدوان أهل القرية الذين بلاهم بما كانوا يفسقون

۲۰۹: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آغاز میں اس بستی کے متعلق پوچھنے کا ذکر فرمایا ہے جو سمندر کنارے آباد تھی، پھر جب ''اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ'' فرمایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد بستی والے ہیں کیونکہ بستی حد سے تجاوز کرنے والی ہوتی ہے اور نہ ہی ہفتہ کے دن یا کسی دوسرے حوالے سے ظلم کر کے فاسق بنتی ہے، اسی طرح ظلم وعدوان سے اللہ تعالیٰ کی مراد اس بستی کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آزمایا تھا، ان گناہوں اور فسق و فجور کے کاموں کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔

(۲۱۰) وقال * (وكم قصمنا من قرية كانت ظالمة وأنشأنا بعدها قوما آخرين فلما أحسوا بأسنا إذا هم منها يركضون) *

۲۱۰: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ (الانبیاء:۱۱۔۱۲)

''اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستم گار تھیں ہلاک کر مارا اور ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیئے۔ جب انہوں نے ہمارے (مقدمہ) عذاب کو دیکھا تو لگے اس سے بھاگنے۔''

(۲۱۱) وهذه الآية في مثل معنى الآية قبلها فذكر قصم القرية فلما ذكر أنها ظالمة بان للسامع أن الظالم إنما هم أهلهادون منازلها التي لا تظلم ولما ذكر القوم المنشئين بعدها وذكر إحساسهم الباس عند القصم أحاط العلم انه إنما أحس البأس من يعرف الباس من الآدميين

۲۱۱: یہ آیت بھی اپنے مفہوم میں گزشتہ آیت کی طرح ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بستی کے تہس نہس کرنے کا ذکر فرمایا، جب یہ فرمایا کہ وہ بستی ظالم تھی تو سامع کو یہ بات سمجھ آ گئی کہ اس سے مراد بستی والے ہیں، ان کے وہ گھر اور منزلیں نہیں ہیں جن میں وہ رہائش پذیر تھے، کیونکہ ان کا تو کوئی ظلم نہیں ہے، نیز جب ان کے بعد پیدا ہونے والی قوم اور ان کے احساس ''جو تباہی کے وقت انہیں ہوا'' کا ذکر فرمایا تو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی اس سے مراد تکلیف اور پریشانی کا وہ احساس ہے جو انسان کو ہوتا ہے۔

الصنف الذي يدل لفظه على باطنه دون ظاهره

وہ صنف جس کے الفاظ اس کے باطن پر دلالت کرتے ہیں ظاہر پرنہیں

(٢١٢) قال الله تبارك وتعالى وهو يحكي قول إخوة يوسف لابيهم * (وما شهدنا إلا بما علمنا وما كنا للغيب حافظين وسئل القرية التي كنا فيها والعير التي أقبلنا فيها وإنا لصادقون) *

۲۱۲: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا وہ قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے جوانہوں نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا تھا۔

وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ (یوسف:۸۱۔۸۲)

''اور ہم نے تو اپنی دانست کے مطابق آپ سے (اسکے لے آنیکا) عہد کیا تھا مگر ہم غیب (کی باتوں) کے (جاننے اور) یادرکھنے والے نہیں تھے۔۔اور جس بستی میں ہم (ٹھہرے تھے) وہاں سے (یعنی اہل مصر سے) اور جس قافلے میں آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجئے۔اور ہم (اس بیان میں) بالکل سچے ہیں۔''

(٢١٣) فهذه الآية في مثل معنى الآيات قبلها لا تختلف عند أهل العلم باللسان أنهم إنما يخاطبون أباهم بمسألة أهل القرية وأهل العير لان القرية والعير لا ينبئان عن صدقهم

۲۱۳: یہ آیت بھی اپنے معنی اور مفہوم میں گذشتہ آیتوں کی طرح ہے، لغتِ عرب سے واقفیت رکھنے والوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ برادرانِ یوسف نے اپنے والد گرامی سے بستی اور قافلے والوں سے پوچھنے کے لیے کہا تھا، کیونکہ خود بستی اور قافلہ تو ان کے سچ کی خبر نہیں دے سکتے تھے۔

باب ما نزل عاما دلت السنة خاصة على أنه يراد به الخاص

جن چیزوں کا نزول عام ہو اور خاص طور پر سنت اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ اس سے مراد خاص ہے

(٢١٤) قال الله جل ثناؤه * (ولابويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلامه الثلث فإن كان له إخوة فلامه السدس) *

۲۱۴: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمۡ وَ اَبۡنَآؤُكُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ اَيُّهُمۡ اَقۡرَبُ لَـكُمۡ نَفۡعًا ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۱﴾ (النساء:۱۱)

''اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ میت کے اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ۔''

(۲۱۵) وقال * (ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين وإن كان رجل يورث كلالة أو امرأة وله أخ أو أخت فلكل واحد منهما السدس فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصي بها أو دين غير مضار وصية من الله والله عليم حليم)

۲۱۵: اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَكُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَكَ اَزۡوَاجُكُمۡ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِيۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّكُمۡ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ وَ اِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُّوۡرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امۡرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡ ذٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ؕ ﴿۱۲﴾ (النساء:۱۲)

''اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ مریں، اگر ان کے اولاد نہ ہو تو اس میں نصف حصہ تمہارا اور اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا حصہ چوتھائی (لیکن یہ تقسیم) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو ان کے ذمہ ہو، کی جائے گی) اور جو مال تم مرد چھوڑ مرو۔ اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہاری عورتوں کا اس میں چوتھا حصہ اور اگر اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ (یہ حصے) تمہاری وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو تم نے کی ہو اور (ادائے) قرض کے بعد تقسیم کیے جائیں گے اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا مگر اس کے بھائی یا بہن

ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ حصے بھی) ادائے وصیت وقرض کے بعد بشرطیکہ ان سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو (تقسیم کیے جائیں گے) یہ خدا کا فرمان ہے اور خدا نہایت علم والا (اور) نہایت حلم والا ہے۔''

(٢١٦) فأبان ان للوالدين والازواج مما سمى في الحالات وكان عام المخرج فدلت سنة رسول الله على انه إنما أريد به بعض الوالدين والازواج دون بعض وذلك ان يكون دين الوالدين والمولود والزوجين واحدا ولا يكون الوارث منهما قاتلا ولا مملوكا

۲۱۶: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ والدین اور زوجین کے لیے مرنے والے کے ترکے میں وہ حصہ ہوگا جو متعین کردیا گیا ہے اور وہ عام المخرج ہے، لیکن نبی ﷺ کی سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد بعض والدین اور بعض زوجین ہیں، یعنی والدین اور زوجین کی بعض حالتوں میں یہ حکم ہے اور بعض دوسری حالتوں میں دوسرا حکم ہے اور وہ یہ کہ والدین، اولاد اور زوجین کا دین ومذہب ایک ہو اور کوئی وارث قاتل یا مملوک نہ ہو۔

(٢١٧) وقال * (من بعد وصية يوصين بها أو دين) *

۲۱۷: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِينَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٖۚ (النساء:١٢)

''(اور یہ تقسیم) وصیت (کی تعمیل) کے بعد ہوگی جس کی وہ وصیت کریں یا قرض (کی ادائیگی کے بعد ہوگی)۔''

(٢١٨) فأبان النبي أن الوصايا مقتصر بها على الثلث لا يتعدى ولاهل الميراث الثلثان وأبان أن الدين قبل الوصايا والميراث وأن لا وصية ولا ميراث حتى يستوفي أهل الدين دينهم

۲۱۸: اور نبی ﷺ نے واضح فرمادیا ہے کہ وصیت ایک تہائی میں محدود ہے، اس میں حد سے تجاوز نہیں کیا جاسکتا اور نفاذ وصیت کے بعد جو دو تہائی بچے گا وہ تقسیم ہوجائے گا نیز یہ بھی واضح فرمادیا کہ قرض کی ادائیگی وصیت نافذ کرنے اور ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے ہوگی، نیز یہ کہ جب تک قرض خواہ اپنے قرض وصول نہ کرلیں، اس وقت تک وصیت پر عمل ہوگا اور نہ ہی وراثت تقسیم ہوگی۔

(٢١٩) ولو لا دلالة السنة ثم إجماع الناس لم يكن ميراث إلا بعد وصية أو دين ولم تعد الوصية ان تكون مبداة على الدين أو تكون والدين سواء

۲۱۹: اگر سنت اور اس کے بعد اجماع امت کی دلالت نہ ہوتی تو مسئلہ یوں نہ ہوتا، اس دلالت کی وجہ سے ہی وراثت کی تقسیم وصیت کے نفاذ یا قرض کی ادائیگی کے بعد ہوسکے گی، نیز وصیت اس حد سے تجاوز نہیں کرے گی کہ قرض کی ادائیگی سے پہلے وصیت نافذ ہو، یا یہ کہ وصیت اور قرض دونوں برابر ہوں۔

(٢٢٠) وقال الله * (إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برءوسكم وارجلكم إلى الكعبين) *

۲۲۰: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ:٦)

''جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو۔ اور سر کا مسح کر لیا کرو۔ اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو)۔''

(٢٢١) فقصد جل ثناؤه قصد القدمين بالغسل كما قصد الوجه واليدين فكان ظاهر هذه الآية أنه لا يجزئ في القدمين إلا ما يجزئ في الوجه من الغسل أو الرأس من المسح وكان يحتمل أن يكون أريد بغسل القدمين أو مسحهما بعض المتوضئين دون بعض

۲۲۱: سو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چہرہ اور ہاتھ دھونا مراد لیا ہے، اسی طرح پاؤں دھونے کا بھی قصد وارادہ فرمایا ہے، اس آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پاؤں کے معاملے میں وہی چیز کفایت کر سکتی ہے جو چہرے کے معاملے میں کفایت کرتی ہے یعنی دھونا، یا پھر سر کے معاملے میں جو مسح کفایت کرتا ہے، اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ پاؤں دھونے یا ان پر مسح کرنے میں بعض وضو کرنے والے مراد ہوں اور بعض مراد نہ ہوں۔

(٢٢٢) فلما مسح رسول الله على الخفين وأمر به من ادخل رجليه في الخفين وهو كامل الطهارة دلت سنة رسول الله على أنه إنما أريد بغسل القدمين أو مسحهما بعض المتوضئين دون بعض

۲۲۲: پھر جب نبی ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا اور طہارت کی حالت میں موزے پہننے والوں کو بھی مسح کرنے کا حکم دیا تو نبی ﷺ کی اس سنت نے اس بات پر دلالت کر دی کہ پاؤں دھونے یا ان پر مسح کرنے کے حوالے سے بعض وضو کرنے والے مراد ہیں اور بعض مراد نہیں ہیں۔

(٢٢٣) وقال الله تبارك وتعالى * (والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله) *

۲۲۳: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (المائدہ:٣٨)

''جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے۔''

(٢٢٤) وسن رسول الله أن لا قطع في ثمر ولا كثر وان لا يقطع إلا من بلغت سرقته ربع دينار فصاعدا

۲۲۴: اور نبی اکرم ﷺ کی سنت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پھلوں اور کھجور کا گابھا چوری کرنے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے، نیز یہ کہ ہاتھ اسی کا کاٹا جائے جس کی چوری کی مقدار چوتھائی دینار تک پہنچ جائے یا اس سے بڑھ جائے۔

(٢٢٥) وقال الله * (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) *

۲۲۵: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور:۲)

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔''

(٢٢٦) وقال في الاماء * (فإذا احصن فإن أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب) *

۲۲۶: اور باندیوں کے متعلق فرمایا:

فَإِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء:۲۵)

''پھر اگر نکاح میں آ کر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) کے لیے ہے اس کی آدھی انکو (دی جائے)''۔

(٢٢٧) فدل القرآن على انه إنما أريد بجلد المائة الاحرار دون الاماء فلما رجم رسول الله الثيب من الزناة ولم يجلده دلت سنة رسول الله على أن المراد بجلد المائة من الزناة الحران البكران وعلى أن المراد بالقطع في السرقة من سرق من حرز وبلغت سرقته ربع دينار دون غيرهما ممن لزمه اسم سرقة وزنا

۲۲۷: قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جن لوگوں کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے مراد آزاد لوگ ہیں، باندیاں اور غلام نہیں ہیں لیکن جب نبی ﷺ نے شوہر دیدہ زانیوں پر رجم کی سزا جاری فرمائی اور انہیں کوڑے نہیں مارے تو نبی ﷺ کی اس سنت سے اس پر دلالت ہوئی کہ سو کوڑے مارنے کا حکم جن بدکاروں کے لیے ہے، اس سے مراد آزاد اور کنوارے لوگ ہیں، نیز یہ کہ چوری کے معاملے میں ہاتھ کاٹنے کے حکم سے مراد اس شخص کا ہاتھ کاٹنا ہے جو کسی کی محفوظ جگہ سے چوری کرے، اور اس کی مالیت چوتھائی دینار تک پہنچتی ہو، وہ لوگ ان میں شامل نہیں ہیں جن پر چوری یا زنا کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۲۲۸) وقال الله * (واعلموا أنما غنمتم من شئ فأن لله خمسه وللرسول ولذي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل) *

۲۲۸: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (الانفال:۴۱)

''اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔''

(۲۲۹) فلما أعطى رسول الله بني هاشم وبني المطلب سهم ذي القربى دلت سنة رسول الله ان ذا القربى الذين جعل الله لهم سهما من الخمس بنو هاشم وبنو المطلب دون غيرهم

۲۲۹: پھر جب نبی ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربیٰ کا حصہ دیا تو نبی ﷺ کی سنت سے اس بات پر دلالت ہو گئی کہ وہ ذوی القربیٰ جن کا حق اللہ تعالیٰ نے خمس میں مقرر فرمایا ہے بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں، دوسرے نہیں۔

(۲۳۰) وكل قريش ذو قرابة وبنو عبد شمس مساوية بني المطلب في القرابة هم معا بنو أب وأم وإن انفرد بعض بني المطلب بولادة من بني هاشم دونهم

۲۳۰: اور سارے قریش ہی قرابت دار ہیں، بنو عبد شمس قرابت داری میں بنو مطلب کے مساوی ہیں، وہ ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں، اگرچہ بنو مطلب میں سے بعض افراد ولادت میں بنو ہاشم سے منفرد ہیں۔

(۲۳۱) فلما لم يكن السهم لمن انفرد بالولادة من بني المطلب دون من لم تصبه ولادة بني هاشم منهم دل ذلك على أنهم إنما اعطوا خاصة دون غيرهم بقرابة جذم النسب مع كينونتهم معا مجتمعين في نصر النبي ﷺ بالشعب وقبله وبعده وما أراد الله جل ثناؤه بهم خاصا

۲۳۱: اب جو لوگ ولادت کے حوالے سے بنو مطلب سے منفرد ہیں، خمس میں جب ان کا حصہ نہیں ہے تو یہ دلیل ہے اس مقاطعے بات کی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو خصوصیت کے ساتھ اس میں حصہ دیا گیا ہے، دوسروں کو نہیں، اور اس کی وجہ نسبی قرابت کی جڑ ہے، علاوہ ازیں وہ لوگ شعب بنی ہاشم کے مقاطعے میں اور اس سے پہلے اور بعد میں نبی ﷺ کے ساتھ تعاون کرتے رہے ہیں اور ان کا ہمیشہ ساتھ دیا ہے۔

(۲۳۲) ولقد ولدت بنو هاشم في قريش فما أعطي منهم احد بولادتهم من الخمس شيئا وبنو

نوفل مساويتهم في جذم النسب وإن انفردوا بانهم بنوا أم دونهم

۲۳۲: اور بنو ہاشم کے یہاں قریش کے دوسرے خاندانوں میں بھی ولادت ہوتی ہے، لیکن اس ولادت کی وجہ سے انہیں خمس میں سے کچھ نہیں دیا گیا، اور بنو نوفل نسبی قرابت کی جڑ میں ان کے مساوی ہیں، اگرچہ اس بات میں منفرد ہیں کہ ان کی ماں جدا ہے۔

(۲۳۳) قال الله * (واعلموا أنما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول) *

۲۳۳: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ (الانفال:۴۱)

''اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا اور اس کے رسول (ﷺ) کا۔''

(۲۳٤) فلما أعطى رسول ﷺ السلب القاتل في الاقبال دلت سنة النبي ﷺ على أن الغنيمة المخموسة في كتاب الله غير السلب إذ كان السلب مغنوما في الاقبال دون الاسلاب المأخوذة في غير الاقبال وان الاسلاب المأخوذة في غير الاقبال غنيمة تخمس مع ما سواها من الغنيمة بالسنة

۲۳۴: پھر جب نبی ﷺ نے آگے بڑھنے کی صورت میں قاتل کو وہ سب کچھ دے دیا جو اسے مقتول سے حاصل ہوا تو نبی ﷺ کی اس سنت سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ میں مال غنیمت کے جس خمس کا ذکر آیا ہے، وہ مقتول سے حاصل ہونے والے ساز و سامان کے علاوہ ہے، کیونکہ دشمن سے حاصل ہونے والا ساز و سامان آگے بڑھنے کی صورت میں مال غنیمت ہے جس کا سنت کے مطابق دوسرے مال غنیمت کی طرح خمس نکالا جائے گا۔

(۲۳٥) ولولا الاستدلال بالسنة وحكمنا بالظاهر قطعنا من لزمه اسم سرقة وضربنا مائة كل من زنى حرا ثيبا واعطينا سهم ذي القربى كل من بينه وبين النبي ﷺ قرابة ثم خلص ذلك إلى طوائف من العرب لان له فيهم وشايج ارحام وخمسنا السلب لانه من المغنم مع ما سواه من الغنيمة

۲۳۵: اگر سنت سے استدلال اور ظاہر پر حکم لگانے کا معاملہ نہ ہوتا تو ہم ہر اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیتے جس پر چوری کا لفظ صادق آتا، ہم ہر اس شخص کو سو کوڑے لگاتے جس سے بدکاری کا ارتکاب ہوتا خواہ وہ آزاد اور شادی شدہ ہی ہوتا اور ہم ذوی القربی کا حصہ ہر اس شخص کو دے دیتے جس کے اور نبی ﷺ کے درمیان کسی نوع کی بھی قرابت داری ہوتی، پھر یہ سلسلہ عرب کے مختلف گروہوں تک منتقل ہوتا کیونکہ عرب کے تمام خاندانوں میں ہی نبی ﷺ کی قرابت داری تھی، نیز ہم دشمن سے چھینے جانے والے ساز و سامان میں بھی خمس جاری کرتے کیونکہ عام مال غنیمت کی طرح وہ بھی مال

غنیمت میں شامل ہے۔

بيان فرض الله في كتابه اتباع سنة نبيه

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کوفرض قرار دیا ہے

(٢٣٦) قال الشافعي وضع الله رسوله من دينه وفرضه وكتابه الموضع الذي أبان جل ثناؤه انه جعله علما لدينه بما افترض من طاعته وحرم من معصيته وأبان من فضيلته بما قرن من الايمان برسوله مع الايمان به

٢٣٦: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، فرائض واحکام اور کتاب میں اپنے نبی ﷺ کو اس مقام و مرتبے پر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین کی نشانی اور علم بنا دیا ہے، ان کی اطاعت کو فرض اور ان کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی فضیلت اس طرح ظاہر فرمائی ہے کہ اپنی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ ہی نبی ﷺ پر ایمان لانے کو جوڑ دیا ہے۔

(٢٣٧) فقال تبارك وتعالى * (فآمنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلاثة انتهوا خيرا لكم إنما الله إله واحد سبحانه ان يكون له ولد) *

٢٣٧: چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ (النساء:١٧١)

''تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور (یہ) نہ کہو (کہ خدا) تین (ہیں۔ اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ خدا ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔''

(٢٣٨) وقال * (إنما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله وإذا كانوا معه على أمر جامع لم يذهبوا حتى يستأذنوه) *.

٢٣٨: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ (النور:٦٢)

''مؤمن تو وہی ہیں جو خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کبھی ایسے کام کے لیے جو جمع ہو کر کرنے کا ہو

پیغمبر خدا کے پاس جمع ہوں تو ان سے اجازت لیے بغیر چلے نہیں جاتے۔"

(٢٣٩) فجعل كمال ابتداء الايمان الذي ما سواه تبع له الايمان بالله ثم برسوله

٢٣٩: اللہ تعالیٰ نے ایمان باللہ اور اس کے بعد ایمان بالرسول کو کمال ایمان کی ابتدا قرار دیا ہے اور باقی چیزیں اس کے تابع رکھی ہیں۔

(٢٤٠) فلو آمن عبد به ولم يؤمن برسوله لم يقع عليه اسم كمال الايمان أبدا حتى يؤمن برسوله معه

٢٤٠: لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے، لیکن نبی ﷺ پر ایمان نہ لائے تو اس پر کمال ایمان کا لفظ کبھی نہیں بولا جا سکے گا، تاوقتیکہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لے آئے۔

(٢٤١) وهكذا سن رسوله ﷺ في كل من امتحنه للايمان

٢٤١: خود نبی ﷺ نے بھی جتنے لوگوں کے ایمان کا امتحان لیا، ان کے لیے یہی طریقہ اختیار فرمایا۔

(٢٤٢) أخبرنا مالك عن هلال بن أسامة عن عطاء بن يسار عن عمر بن الحكم قال " أتيت رسول الله ﷺ بجارية فقلت يا رسول على رقبة أفأعتقها فقال لها رسول الله ﷺ أين الله فقالت في السماء فقال ومن أنا قالت أنت رسول الله قال فأعتقها

٢٤٢: چنانچہ ہمیں امام مالک کی سند سے حضرت عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس ایک باندی لے کر حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ذمے ایک غلام کو آزاد کرنا لازم ہے، کیا میں اسے آزاد کر سکتا ہوں؟ نبی ﷺ نے اس باندی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں، نبی ﷺ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا تم اسے آزاد کر سکتے ہو۔

(٢٤٣) قال الشافعي " معاوية بن الحكم " وكذلك رواه غير مالك وأظن مالك لم يحفظ اسمه

٢٤٣: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی صحابی کا نام (عمر بن الحکم نہیں) معاویہ بن الحکم ہے، چنانچہ امام مالکؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے معاویہ بن الحکم ہی نقل کیا ہے۔ غالباً امام مالکؒ ان کا نام یاد نہیں رکھ سکے۔

(٢٤٤) قال الشافعي ففرض الله على الناس اتباع وحيه وسنن رسوله

٢٤٤: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی اور انبیاء علیہم السلام کی سنتوں کی پیروی کو فرض قرار دیا ہے۔

(٢٤٥) فقال في كتابه * (ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم آياتك ويعلمهم الكتاب . والحكمة ويزكيهم إنك أنت العزيز الحكيم) *

۲۴۵: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ (البقرہ:۱۲۹)

''اے پروردگار! ان (لوگوں) میں انہیں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیے جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔''

(٢٤٦) وقال جل ثناؤه * (كما أرسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون) *

۲۴۶: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (البقرہ:۱۵۱)

''جس طرح (من جملہ نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔''

(٢٤٧) وقال * (لقد من الله على المؤمنين إذ بعث فيهم رسولا من أنفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلال مبين) *

۲۴۷: نیز حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (ال عمران:۱۶۴)

''خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

(٢٤٨) وقال جل ثناؤه * (هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلال مبين) *

۲۴۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَ

اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۙ‏ (الجمعہ:۲)

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اسکی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

(٢٤٩) وقال* (واذكروا نعمة الله عليكم وما أنزل عليكم من الكتاب والحكمة يعظكم به) *

۲۴۹: نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ وَالۡحِكۡمَةِ يَعِظُكُمۡ بِهٖ‌ؕ (البقرہ:۲۳۱)

''اور خدا نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے ان کو یاد کرو۔''

(٢٥٠) وقال * (وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما) *

۲۵۰: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ‌ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا‏ ﴿۱۱۳﴾

(النساء:۱۱۳)

''اور خدا نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم جانتے نہیں تھے اور تم پر خدا کا بڑا فضل ہے۔''

(٢٥١) وقال*(واذكرن ما يتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة إن الله كان لطيفا خبيرا) *

۲۵۱: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالۡحِكۡمَةِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيۡفًا خَبِيۡرًا ﴿۳۴﴾ (الاحزاب:۳۴)

''اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو بیشک خدا باریک بین اور باخبر ہے''

(٢٥٢) فذكر الله الكتاب وهو القرآن وذكر الحكمة فسمعت من أرضى من أهل العلم بالقرآن يقول الحكمة سنة رسول الله

۲۵۲: اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں کتاب کا ذکر فرمایا جس کا مصداق قرآن کریم ہے، اور حکمت کا ذکر فرمایا جن لوگوں کے فہم

قرآن پر مجھے اعتماد ہے میں نے ان سے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔

(٢٥٣) وهذا يشبه ما قال والله أعلم

٢٥٣: حقیقت حال سے تو اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے لیکن یہی بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

٢٥٤ - لان القرآن ذكر وأتبعته الحكمة وذكر الله منه على خلقه بتعليمهم الكتاب والحكمة فلم يجز الله والله اعلم أن يقال الحكمة ها هنا إلا سنة رسول الله

٢٥٤: کیونکہ پہلے قرآن کریم کا ذکر کیا گیا اور اس کے بعد حکمت کا لفظ لایا گیا، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینے کو اپنے احسان کے طور پر ذکر فرمایا ہے، لہٰذا یہاں حکمت سے نبی ﷺ کی سنت کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا بظاہر جائز معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

(٢٥٥) وذلك أنها مقرونة مع كتاب الله وأن الله افترض طاعة رسوله وحتم على الناس اتباع امره فلا يجوز أن يقال لقول فرض إلا لكتاب الله ثم سنة رسوله

٢٥٥: اور وہ اس طرح کہ حکمت کا ذکر کتاب اللہ کے ساتھ مل کر آ رہا ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، اور ان کے حکم کی اتباع کو لوگوں پر حتمی اور یقینی قرار دیا ہے، لہٰذا کسی چیز کی فرضیت کا قول اسی وقت اختیار کیا جا سکتا ہے جب کہ اس میں کتاب اللہ کی رہنمائی موجود ہو، یا پھر نبی ﷺ کی سنت موجود ہو۔

(٢٥٦) لما وصفنا من أن الله جعل الايمان برسوله مقرونا بالايمان به

٢٥٦: اس کی دلیل ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان بالرسول کو ایمان باللہ کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔

(٢٥٧) وسنة رسول الله مبينة عن الله معنى ما أراد دليلا على خاصه و عامه ثم قرن الحكمة بها بكتابه فاتبعها إياه ولم يجعل هذا لاحد من خلقه غير رسوله

٢٥٧: اور نبی اکرم ﷺ کی سنت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی کیا مراد ہے؟ اور یہ اس کے خاص اور عام پر دلیل ہے پھر اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے بعد حکمت کا ذکر متصلاً ہی کیا ہے اور اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے، ظاہر ہے کہ پیغمبر ﷺ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کا بھی یہ مقام اور مرتبہ نہیں ہے، لہٰذا حکمت سے مراد سنت ہی ہے۔

باب فرض الله طاعة رسول الله ﷺ مقرونة بطاعة الله ومذكورة وحدها

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، اور اس کا ذکر اپنی اطاعت کے ساتھ ملا کر بھی کیا ہے اور علیحدہ بھی کیا ہے

(۲۵۸) قال الله * (وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا ان يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا) *

۲۵۸: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (الاحزاب:۳۶)

''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔''

(۲۵۹) وقال*(يا أيها الذين آمنوا اطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الامر منكم فإن تنازعتم في شئ فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا) *

۲۵۹: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ؕ (النساء:۵۹)

''مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہے ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اسکے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو اور یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے''

(۲٦۰) فقال بعض أهل العلم اولوا الامر أمراء سرايا رسول الله ﷺ والله أعلم وهكذا أخبرنا

۲٦۰: اب بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اُولُو الْاَمْرِ سے مراد نبی اکرم ﷺ کی جانب سے سرایا اور دستوں کے مقرر کیے جانے والے امراء ہیں، واللہ اعلم۔ ہمیں اسی طرح بتایا گیا ہے۔

(۲٦۱) وهو يشبه ما قال والله أعلم لأن كل من كان حول مكة من العرب لم يكن يعرف

امارة وكانت تأنف ان يعطي بعضها بعضا طاعة الامارة

۲۶۱: حقیقت حال سے تو اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے، لیکن یہی بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ مکہ مکرمہ کے آس پاس جتنے عرب بھی آباد تھے، وہ امارت کو نہیں جانتے تھے، بلکہ وہ تو اس چیز کو ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کی اطاعت کریں۔

(٢٦٢) فلما دانت لرسول الله ﷺ بالطاعة لم تكن ترى ذلك يصلح لغير رسول الله ﷺ

۲۶۲: پھر جب اسی آیت میں نبی ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو پھر ان کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ حکم مناسب نہیں رہتا۔

(٢٦٣) فأمروا ان يطيعوا أولي الامر الذين أمرهم رسول الله ﷺ لا طاعة مطلقة بل طاعة مستثناة فيما لهم وعليهم فقال * (فإن تنازعتم في شئ فردوه إلى الله) * يعني إن اختلفتم في شئ

۲۶۳: اس لیے اہل ایمان کو ان أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے جنہیں نبی ﷺ نے امیر مقرر کیا تھا، اور یہ اطاعت بھی مطلق نہیں ہے بلکہ مستثنیٰ ہے، جس کا تعلق حقوق و فرائض کے ساتھ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ

"اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں خدا اور اسکے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔"

اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ تمہارے درمیان کسی چیز کے حوالے سے اختلاف ہو جائے۔

(٢٦٤) وهذا إن شاء الله كما قال في أولي الامر إلا انه يقول * (فإن تنازعتم) * يعني والله أعلم هم وأمراؤهم الذين أمروا بطاعتهم * (فردوه إلى الله والرسول) * يعني والله اعلم إلى ما قال الله والرسول إن عرفتموه فإن لم تعرفوه سألتم الرسول عنه إذا وصلتم أو من وصل منكم إليه

۲۶۴: اس کا تعلق انشاء اللہ اولی الامر کے ساتھ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے یعنی وہ اور ان کے امراء جن کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، تو تم اسے اس چیز کی طرف لوٹا دو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے بشرطیکہ تمہیں معلوم ہو، اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو تم اس کے متعلق پیغمبر ﷺ سے پوچھ لو، بشرطیکہ تم خود ان تک پہنچ سکتے ہو یا تم میں سے کوئی اور شخص ان تک پہنچ سکتا ہو۔

(٢٦٥) لان ذلك الفرض الذي لا منازعة لكم فيه لقول الله * (وما كان لمؤمن ولا مؤمنة

إذا قضى الله ورسوله أمرا ان يكون لهم الخيرة من أمرهم) *

۲۶۵: کیونکہ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس میں کوئی نزاع اور جھگڑا ہے ہی نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

(الاحزاب:۳۶)

''اور کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔''

(٢٦٦) ومن ينازع ممن بعد رسول الله رد الامر إلى قضاء الله ثم قضاء رسوله فإن لم يكن فيما تنازعوا فيه قضاء نصا فيهما ولا في واحد منهما ردوه قياسا على أحدهما كما وصفت من ذكر القبلة والعدل والمثل مع ما قال الله في غير أية مثل هذا المعنى

۲۶۶: اور اگر کوئی شخص نبی ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تکرار کرے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف اس معاملے کو لوٹایا جائے۔

اس کے بعد نبی ﷺ کے فیصلے کی طرف اور اگر اپنے تنازعات کو حل کرنے کے لیے انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں میں یا ان میں سے کسی ایک کے فیصلے میں نص صریح نہ ملے تو ان میں سے کسی ایک پر قیاس کی طرف اس تنازع کو لوٹا دیں جیسا کہ اس سے پہلے میں قبلہ، عدل اور عقل کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں، اسی طرح اس مفہوم کی دیگر آیات بھی۔

(٢٦٧) وقال*(ومن يطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا) *

۲۶۷: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:۶۹)

''اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔''

(٢٦٨) وقال * (يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله ورسوله) *

۲۶۸: نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ (الانفال:۲۰)

''مؤمنو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی پیروی کرو۔''

باب ما أمر الله من طاعة رسول الله ﷺ

وہ احکام جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے حوالے سے دیئے ہیں

(۲۶۹) قال الله جل ثناؤه: (انَّ الذين يبايعونك إنما يبايعون الله يد الله فوق أيديهم فمن نكث فإنما ينكث على نفسه ومن أوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه أجرا عظيما)

۲۶۹: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (الفتح:۱۰)

''جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے خدا سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔''

(۲۷۰) وقال: (من يطع الرسول فقد اطاع الله)

۲۷۰: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ (النساء:۸۰)

''جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بیشک اس نے خدا کی فرماں برداری کی۔''

(۲۷۱) فاعلمهم أن بيعتهم رسوله بيعته وكذلك أعلمهم أن طاعتهم طاعته

۲۷۱: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بیعت کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کرنا ہے اور یہ کہ نبی ﷺ کی اطاعت حق تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

(۲۷۲) وقال: (فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما)

۲۷۲: اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ

يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ (النساء:۶۵)

''تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مؤمن نہیں ہوں گے''

(۲۷۳) نزلت هذه الآية فيما بلغنا والله أعلم في رجل خاصم الزبير في أرض فقضى النبي ﷺ بها للزبير

۲۷۳: یہ آیت ہمارے علم کے مطابق اس شخص کے حوالے سے نازل ہوئی تھی جس نے اپنی زمین کو سیراب کرنے کے لیے پانی کی نالی کے حوالے سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا تھا، اور نبی ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں اس کا فیصلہ فرما دیا تھا۔

(۲۷۴) وهذا القضاء سنة من رسول الله ﷺ لا حكم منصوص في القرآن

۲۷۴: یہ فیصلہ نبی ﷺ کی سنت کی روشنی میں ہوا، قرآن کریم میں اس حوالے سے کوئی منصوص حکم وارد نہیں ہوا تھا۔

(۲۷۵) والقرآن يدل والله أعلم على ما وصفت لانه لو كان قضاء بالقرآن كان حكما منصوصا بكتاب الله وأشبه أن يكونوا إذا لم يسلموا لحكم كتاب الله نصا غير مشكل الامر انهم ليسوا بمؤمنين إذا ردوا حكم التنزيل إذا لم يسلموا له

۲۷۵: اور قرآن اس چیز پر دلالت کرتا ہے جو میں نے بیان کی ہے، کیونکہ اگر یہ قرآن کا فیصلہ ہوتا تو کتاب اللہ میں اس حوالے سے کوئی منصوص حکم وارد ہوا ہوتا، اور یہ زیادہ واضح بات ہوتی کہ اگر وہ کتاب اللہ کے کسی منصوص حکم کو تسلیم نہ کریں جو کہ اپنے مفہوم میں کوئی اشکال بھی نہیں رکھتا تو وہ مؤمن نہیں رہیں گے۔

(۲۷۶) وقال تبارك وتعالى: (لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا قد يعلم الله الذين يتسللون منكم لواذا فليحذر الذين يخالفون عن أمره ان تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم)

۲۷۶: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ (النور:۶۳)

''مؤمنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بیشک خدا کو وہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو''

(۲۷۷) وقال: (وإذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم إذا فريق منهم معرضون وإن يكن لهم الحق يأتوا إليه مذعنين أفي قلوبهم مرض أم ارتابوا أم يخافون ان يحيف الله عليهم ورسوله بل أولئك هم الظالمون إنما كان قول المؤمنين إذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم ان يقولوا سمعنا وأطعنا واولئك هم المفلحون ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فأولئك هم الفائزون)

۲۷۷: نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

(النور:۴۸۔۵۲)

''اور جب ان کو خدا اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ (رسول خدا) ان کا قضیہ چکا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اور اگر (معاملہ) حق (ہو اور) ان کو (پہنچتا) ہو تو ان کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ) شک میں ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ خدا اور اس کا رسول ان کے حق میں ظلم کریں گے؟ (نہیں) بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔ مؤمنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب خدا اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص خدا اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔''

(۲۷۸) فأعلم الله الناس في هذه الآية أن دعاءهم إلى رسول الله ﷺ ليحكم بينهم دعاء إلى حكم الله لان الحاكم بينهم رسول الله ﷺ وإذا سلموا لحكم رسول الله ﷺ فإنما سلموا لحكمه بفرض الله

۲۷۸: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ انہیں نبی ﷺ کی طرف بلانا ''تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں'' حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف بلانا ہے، کیونکہ ان کے درمیان ثالث رسول اکرم ﷺ ہیں، اور جب انہوں نے نبی ﷺ کے حکم کو تسلیم کر لیا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کے مقرر فرمانے کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا۔

(۲۷۹) وانه أعلمهم ان حكمه حكمه على معنى افتراضه حكمه وما سبق في علمه جل ثناؤه من إسعاده بعصمته وتوفيقه وما شهد له به من هدايته واتباعه أمره

۲۷۹: نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بھی بتا دیا کہ نبی ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے، یہی مفہوم ہے نبی ﷺ کے حکم پر عمل فرض ہونے کا، اور حق تعالیٰ کے حکم میں پہلے سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اس نے نبی ﷺ کو گناہوں سے معصوم بنا کر نیکی کی توفیق سے سعادت مند بنایا ہے، نیز ان کی ہدایت کی گواہی دی ہے اور ان کے حکم کا اتباع کرنے کی تلقین کی ہے۔

(۲۸۰) فاحكم فرضه بإلزام خلقه طاعة رسوله وإعلامهم أنها طاعته

۲۸۰: سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرائض کو اس طرح محکم فرمایا کہ مخلوق پر اپنے پیغمبر کی اطاعت کو لازم قرار دیا اور انہیں آگاہ کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے۔

(۲۸۱) فجمع لهم أن أعلمهم أن الفرض عليهم اتباع امره وأمر رسوله وأن طاعة رسوله طاعته ثم أعلمهم أنه فرض على رسوله اتباع أمره جل ثناؤه

۲۸۱: خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آگاہ کر دیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پیغمبر ﷺ کے احکام کی اتباع لازم ہے اور یہ کہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، نیز یہ بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر اپنے حکموں کی پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔

باب ما أبان الله لخلقه من فرضه على رسوله ﷺ اتباع ما أوحي إليه وما شهد له به من اتباع ما أمر به ومن هداه وأنه هاد لمن اتبعه

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر واضح فرما دیا ہے کہ پیغمبر ﷺ پر اللہ کی طرف سے آنے والی وحی کی پیروی کرنا لازم ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ نبی ﷺ اس چیز کی پیروی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے، اسی طرح ان کی ہدایت کی گواہی دی ہے اور یہ کہ نبی ﷺ اپنی پیروی کرنے والوں کے لیے رہنما ہیں۔

(۲۸۲) قال الشافعي قال الله جل ثناؤه لنبيه (يا أيها النبي اتق الله ولا تطع الكافرين والمنافقين إن الله كان عليما حكيما واتبع ما يوحى إليك من ربك إن الله كان بما تعملون خبيرا)

۲۸۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (الاحزاب:۱۔۲)

''اے پیغمبر! خدا سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہانہ ماننا بیشک خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور جو (کتاب) تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اسی کی پیروی کیے جانا بیشک خدا تمہارے سب عملوں سے خبردار ہے۔''

(۲۸۳) وقال * (اتبع ما أوحي إليك من ربك لا إله إلا هو وأعرض عن المشركين)

۲۸۳: نیز ارشاد فرمایا:

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ (الانعام:۱۰۶)

''اور جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کرو اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور مشرکوں سے کنارہ کرلو۔''

(۲۸٤) وقال: (ثم جعلناك على شريعة من الامر فاتبعها ولا تتبع أهواء الذين لا يعلمون)

۲۸۴: مزید ارشاد فرمایا:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (الجاثیہ:۱۸)

''پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے راستے پر (قائم) کردیا تو اسی (رستے) پر چلے چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا''

(۲۸٥) فأعلم الله رسوله منه عليه بما سبق في علمه من عصمته إياه من خلقه فقال: (يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس)

۲۸۵: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ''عصمت'' کا احسان ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ (المائدہ:۶۷)

''اے پیغمبر! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے۔ (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔''

(٢٨٦) وشهد له جل ثناؤه باستمساكه بما امره به والهدى في نفسه وهداية من اتبعه فقال: (وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان ولكن جعلناه نورا نهدي به من نشاء من عبادنا وإنك لتهدي إلى صراط مستقيم)

۲۸۶: نیز اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ نبی ﷺ نے ان احکام کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے جو ان کے پاس وحی کے ذریعے آتے ہیں، نیز یہ کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور ان کی پیروی کرنے والے بھی ہدایت پر ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ (الشوریٰ:۵۲)

''اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے (سے قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک (اے محمد ﷺ!) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو''

(٢٨٧) وقال: (ولو لا فضل الله عليك ورحمته لهمت طائفة منهم أن يضلوك وما يضلون إلا أنفسهم وما يضرونك من شئ وأنزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما)

۲۸۷: اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النسا:۱۱۳)

''اور اگر تم پر خدا کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر چکی تھی۔ اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور خدا نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم جانتے نہیں تھے اور تم پر خدا کا بڑا فضل ہے''

(٢٨٨) فأبان الله أن قد فرض على نبيه اتباع امره وشهد له بالبلاغ عنه وشهد به لنفسه ونحن نشهد له به تقربا إلى الله بالايمان به وتوسلا إليه بتصديق كلماته

۲۸۸: سو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اس نے اپنے نبی ﷺ پر اپنے حکم کی اتباع کو فرض قرار دیا ہے اور اس بات کی گواہی دی کہ انہوں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا، ہم بھی اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس پر ایمان لاتے ہوئے اور نبی ﷺ

کی ذات کو وسیلہ بنا کر ان کے کلمات کی تصدیق کرتے ہوئے اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔

(٢٨٩) أخبرنا عبد العزيز عن عمرو بن أبي عمرو مولى المطلب عن المطلب بن حنطب ان رسول الله قال " ما تركت شيئا مما امركم الله به إلا وقد امرتكم به ولا تركت شيئا مما نهاكم الله عنه إلا وقد نهيتكم عنه "

٢٨٩: ہمیں عبدالعزیز (الدراوردی) کی سند سے حضرت مطلب بن حنطب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن چیزوں کا حکم دیا ہے، میں نے ان میں سے کوئی چیز ترک نہیں کی، میں نے بھی تمہیں اس کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن چیزوں سے منع فرمایا ہے، میں نے ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی، میں نے بھی تمہیں ان سے منع کیا ہے۔

(٢٩٠) قال الشافعي وما أعلمنا الله مما سبق في علمه وحتم قضائه الذي لا يرد من فضله عليه ونعمته انه منعه من ان يهموا به ان يضلوه وأعلمه انهم لا يضرونه من شئ

٢٩٠: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جو بات پہلے سے طے شدہ اور اس کے فیصلے میں متعین ہے جسے رد نہیں کیا جا سکتا، اس فضل و کرم اور مہربانی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے بھی حفاظت فرمائی ہے کہ لوگ انہیں راہ راست سے بھٹکانے کا ارادہ کر سکیں اور یہ کہ وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

٢٩١ - وفي شهادته بأنه يهدي إلى صراط مستقيم صراط الله والشهادة بتأدية رسالته واتباع أمره وفيما وصفت من فرضه طاعته وتأكيده إياه في الآي ذكرت ما اقام الله به الحجة على خلقه بالتسليم لحكم رسول الله ﷺ واتباع أمره

٢٩١: نیز اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو اللہ کا راستہ ہے، نیز یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام الٰہی پہنچا دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کر رہے ہیں، اس طرح مذکورہ آیات میں وہ سب باتیں آ گئی ہیں جو میں پیچھے بیان کر چکا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کی حجت قائم کر دی ہے۔

(٢٩٢) قال الشافعي وما سن رسول الله ﷺ فيما ليس لله فيه حكم فبحكم الله سنة وكذلك أخبرنا الله في قوله (وإنك لتهدي إلى صراط مستقيم صراط الله)

٢٩٢: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن مواقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں آیا اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سنت جاری فرمائی ہے، تو وہ اللہ کے حکم سے جاری فرمائی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں یہی بتایا ہے:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ (الشوریٰ:۵۲-۵۳)

(۲۹۳) وقد سن رسول الله مع كتاب الله وسن فيما ليس فيه بعينه نص كتاب

۲۹۳: اور نبی ﷺ نے کتاب اللہ کی موجودگی میں بھی سنت جاری فرمائی ہے اور ان چیزوں میں بھی جن میں کتاب اللہ کی کوئی متعین نص موجود نہیں ہے۔

(۲۹٤) وكل ما سن فقد ألزمنا الله اتباعه وجعل في اتباعه طاعته وفي العنود عن اتباعها معصيته التي لم يعذر بها خلقا ولم يجعل له من اتباع سنن رسول الله ﷺ مخرجا لما وصفت وما قال رسول الله

۲۹۴: اور نبی ﷺ نے جو بھی سنت جاری فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر اس کی اتباع لازم قرار دی ہے، اس اتباع میں ہی اپنی اطاعت رکھ دی ہے اس اتباع سے روگردانی کو اپنی معصیت قرار دیا ہے، اور اس میں مخلوق کو معذور نہیں سمجھا نیز اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کی پیروی کے علاوہ کوئی سبیل نہیں رکھی، اس کی دلیل وہ ہے جو میں آیات و روایات کی روشنی میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

(۲۹٥) أخبرنا سفيان عن سالم أبو النضر مولى عمر بن عبيد الله سمع عبيد الله بن أبي رافع يحدث عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال " لا الفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الامر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه "

۲۹۵: ہمیں سفیان بن عیینہؒ نے اپنی سند سے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے ہو، اسے میرے احکام میں سے کوئی حکم پہنچے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جن سے میں نے روکا ہے اور وہ یہ کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں، ہمیں تو کتاب اللہ میں جو بات ملے گی، ہم تو اسی کی پیروی کریں گے۔

(۲۹٦) قال سفيان وحدثنيه محمد بن المنكدر عن النبي ﷺ مرسلا

۲۹۶: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ سے محمد بن منکدر نے نبی ﷺ سے مرسلاً بھی بیان کی ہے۔

(۲۹۷) قال الشافعي الاريكة السرير

۲۹۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ''الاریکۃ'' کا جو لفظ آیا ہے اس کا معنی ''تخت'' ہے۔

(۲۹۸) وسنن رسول الله مع كتاب الله وجهان أحدهما نص كتاب فاتبعه رسول الله ﷺ كما انزل الله والآخر جملة بين رسول الله ﷺ فيه عن الله معنى ما أراد بالجملة وأوضح

كيف فرضها عاما أو خاصا وكيف أراد ان يأتي به العباد وكلاهما اتبع فيه كتاب الله

۲۹۸: اور کتاب اللہ کی موجودگی میں نبی ﷺ کی سنتوں کی دوصورتیں ہیں۔

ایک صورت کتاب اللہ کی نص ہے اور نبی ﷺ نے اس کی اسی طرح پیروی کی جیسے اللہ نے نازل فرمائی۔

دوسری صورت ''جملہ'' ہے یعنی جس مین نبی ﷺ نے حق تعالیٰ کی مراد کو بیان فرمایا ہوا اور اس کی فرضیت کو واضح فرما دیا ہو کہ عام ہے یا خاص اور یہ کہ بندے اس پر کس طرح عمل کریں اور ان دونوں صورتوں میں نبی ﷺ نے کتاب اللہ کی پیروی فرمائی۔

(۲۹۹) قال فلم أعلم من أهل العلم مخالفا في أن سنن النبيﷺ من ثلاثة وجوه فاجتمعوا منها على وجهين

۲۹۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ اہل علم میں سے کسی نے اس بات کی مخالفت کی ہو کہ نبی ﷺ کی سنتوں کی تین صورتیں ہیں، ان میں سے دوصورتوں پر اہل علم متفق ہیں۔

(۳۰۰) والوجهان يجتمعان ويتفرعان أحدهما ما أنزل الله فيه نص كتاب فبين رسول الله مثل ما نص الكتاب والآخر مما أنزل الله فيه جملة كتاب فبين عن الله معنى ما أراد وهذان الوجهان اللذان لم يختلفوا فيهما

۳۰۰: اور یہ دونوں صورتیں جمع ہو جاتی ہیں اور ان پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ جس میں کتاب اللہ کی نص آئی ہو اور نبی ﷺ نے اس کی اسی طرح وضاحت فرما دی ہو جیسی وہ نص آئی ہو۔

دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسئلے میں کتاب اللہ کا کوئی اجمالی حکم نازل فرمایا اور نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مراد واضح فرما دی، ان دونوں صورتوں میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۳۰۱) والوجه الثالث ما سن رسول اللهﷺ فيما ليس فيه نص كتاب

۳۰۱: تیسری صورت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایسے موقع پر سنت جاری فرمائی جس میں کتاب اللہ کی نص موجود نہیں ہے۔

(۳۰۲) فمنهم من قال جعل الله له بما افترض من طاعته وسبق في علمه من توفيقه لرضاه أن يسن فيما ليس فيه نص كتاب

۳۰۲: سو بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی اطاعت جو فرض کی ہے اور اس کے علم میں پہلے سے موجود ہے کہ نبی ﷺ انہی کاموں کے لیے موفق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ

کے لیے یہ حق رکھا ہے کہ وہ غیر منصوص چیزوں میں اپنی سنت جاری فرما سکیں۔

(٣٠٣) ومنهم من قال لم يسن سنة قط إلا ولها أصل في الكتاب كما كانت سنته لتبيين عدد الصلاة وعملها على أصل جملة فرض الصلاة وكذلك ما سن من البيوع وغيرها من الشرائع لان الله قال: (لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل) وقال: (وأحل الله البيع وحرم الربا) فما أحل وحرم فإنما بين فيه عن الله كما بين الصلاة

٣٠٣: اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ کی کوئی سنت ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد کتاب اللہ میں موجود نہ ہو جیسا کہ رکعات نماز کی تعداد اور طریقہ نماز کی وضاحت اس بنیاد پر ہے کہ اصولی طور پر نماز کی فرضیت کا ذکر تو قرآن کریم میں آیا ہے اسی طرح بیوعات وغیرہ احکام وشرائع میں نبی ﷺ کی جو سنتیں آئی ہیں، کتاب اللہ میں ان کی بھی بنیاد موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ... (النساء:٢٩)

''ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟ (البقرہ:٢٧٥)

''حالانکہ تجارت کو خدا نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام''

اسی لیے نبی ﷺ نے جس چیز کو حلال یا حرام قرار دیا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضاحت کی صورت میں کیا جیسا کہ نماز کی ہیئت وطریقہ اور اس کی رکعتوں کی تعداد بیان فرمائی۔

(٣٠٤) ومنهم من قال بل جاءته به رسالة الله فأثبتت سنته بفرض الله

٣٠٤: بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلے میں نبی ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے پیغام آ جاتا تھا، چنانچہ وہ سنت، اللہ تعالیٰ کے فرض کرنے پر باقی رہتی تھی۔

(٣٠٥) ومنهم من قال ألقي في روعه كل ما سن وسنته الحكمة الذي القي في روعه عن الله فكان ما ألقي في روعه سنته

٣٠٥: اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جتنی بھی سنتیں جاری فرمائی ہیں، وہ سب نبی ﷺ کے قلب مبارک میں القاء کی گئیں، اور نبی ﷺ کی سنت وہ حکمت ہے جو ان کے قلب مبارک میں اللہ کی طرف سے القاء کی گئی، لہٰذا ہر ایسی چیز سنت ہوگی جو نبی ﷺ کے دل میں القاء کی گئی ہو۔

(٣٠٦) أخبرنا عبد العزيز عن عمرو بن أبي عمرو عن المطلب قال قال رسول الله ﷺ "إن

الروح الامين قد ألقي في روعي أنه لن تموت نفس حتى تستوفي رزقها فاجملوا في الطلب "

۳۰۶: ہمیں عبدالعزیز نے عمرو بن ابی عمرو کے حوالے سے حضرت مطلب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روح الامین نے میرے دل میں یہ بات القاء کی ہے کہ کسی نفس پر اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا پورا وصول نہ کرلے، اس لیے رزق کی تلاش میں تم اجمال سے کام لیا کرو۔

(۳۰۷) فكان مما ألقي في روعه سنته وهي الحكمة التي ذكر الله وما أنزل به عليه كتاب فهو كتاب الله وكل جاءه من نعم الله كما أراد الله وكما جاءته النعم تجمعها النعمة وتتفرق بأنها في أمرو بعضها غير بعض ونسأل الله العصمة والتوفيق

۳۰۷: لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جو چیز القاء کی گئی، وہ ان کی سنت ہے اور وہی حکمت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اس کے علاوہ ان پر جو کتاب نازل ہوئی، وہ کتاب اللہ ہے اور یہ دونوں ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں جیسے اس نے چاہا اور جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نعمتیں آئیں، ان سب کو لفظ نعمت شامل ہے اور اس حوالے سے فرق ہے کہ اس کا تعلق ان امور سے ہے جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق مانگتے ہیں۔

(۳۰۸) وأي هذا كان فقد بين الله أنه فرض فيه طاعة رسوله ولم يجعل لاحد من خلقه عذرا بخلاف أمر عرفه من أمر رسول الله وان قد جعل الله بالناس الحاجة إليه في دينهم وأقام عليهم حجته بما دلهم عليه من سنن رسول الله معاني ما أراد الله بفرائضه في كتابه ليعلم من عرف منها ما وصفنا أن سنته صلى الله عليه إذا كانت سنة مبينة عن الله معنى ما أراد من مفروضه فيما فيه كتاب يتلونه وفيما ليس فيه نص كتاب أخرى فهي كذلك أين كانت لا يختلف حكم الله ثم حكم رسوله بل هو لازم بكل حال

۳۰۸: دونوں میں سے جو بھی صورت ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا ہے کہ اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض کی ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے برخلاف چلنے کو عذر قرار نہیں دیا، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی دینی ضروریات کی تکمیل کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف رجوع کرنے کا راستہ دکھایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے ذریعے حق تعالیٰ کی مراد متعین کرنے کے سلسلے میں لوگوں پر اپنی حجت قائم فرمائی ہے تاکہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اگر کتاب اللہ میں موجود الفاظ کی مراد متعین اور واضح کرتی ہو، یا کسی ایسے مسئلے میں وارد

ہوئی ہو جس میں کتاب اللہ کی نص موجود نہ ہو تو وہ اسی طرح ہوگی جہاں کہیں بھی ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم نہیں بدلے گا، بلکہ وہ ہر حال میں لازم و نافذ ہوگا۔

(٣٠٩) وكذلك قال رسول الله ﷺ في حديث أبي رافع الذي كتبنا قبل هذا

٣٠٩: نبی ﷺ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں آیا ہے۔

(٣١٠) وسأذكر مما وصفنا من السنة مع كتاب الله والسنة فيما ليس فيه نص كتاب بعض ما يدل على جملة ما وصفنا منه إن شاء الله

٣١٠: اور عنقریب میں ان سنتوں کا ذکر بھی کروں گا جو کتاب اللہ کے ساتھ آئی ہیں اور ان سنتوں کا بھی جن میں کتاب اللہ کی نص موجود نہیں ہے اور اس حوالے سے بعض ان دلائل کا بھی ذکر کروں گا جو میری بیان کی ہوئی اس ترتیب پر دلالت کرتے ہیں۔ انشاء اللہ۔

(٣١١) فأول ما نبدأ به من ذكر سنة رسول الله ﷺ مع كتاب الله ذكر الاستدلال بسنته على الناسخ والمنسوخ من كتاب الله ثم ذكر الفرائض المنصوصة التي سن رسول الله ﷺ معها ثم ذكر الفرائض الجمل التي أبان رسول الله ﷺ عن الله كيف هي ومواقيتها ثم ذكر العام من أمر الله الذي أراد به العام والعام الذي أراد به الخاص ثم ذكر سنته فيما ليس فيه نص كتاب

٣١١: چنانچہ کتاب اللہ کی موجودگی میں سنت کے حوالے سے سب سے پہلے ہم جس چیز کا ذکر کریں گے، اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

نبی ﷺ کی سنت کے ذریعے کتاب اللہ کے ناسخ و منسوخ پر استدلال کا ذکر۔

ان فرائض منصوصہ کا ذکر جن کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت جاری فرمائی ہے۔

ان مجمل فرائض کا ذکر جن کی وضاحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ نے فرمائی ہے کہ ان کی حقیقت اور ان کے اوقات کار کیا ہیں۔

احکام الٰہی میں سے اس عام کا ذکر جس سے مراد بھی عام ہے، یا وہ عام جس سے خاص مراد ہے۔

اس کے بعد نبی ﷺ کی ان سنتوں کا ذکر ہوگا جن میں کتاب اللہ کی نص موجود نہیں ہے۔

ابتداء الناسخ والمنسوخ

ناسخ اور منسوخ کی ابتداء

(٣١٢) قال الشافعي إن الله خلق الخلق لما سبق في علمه مما أراد بخلقهم وبهم لا معقب لحكمه وهو سريع الحساب

٣١٢: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم قدیم وازلی کی بنا پر مخلوق کو پیدا کیا اور اس علم قدیم میں مخلوق کی اس تخلیق کا مقصد بھی متعین تھا، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

(٣١٣) وأنزل عليهم الكتاب تبيانا لكل شئ وهدى ورحمة وفرض فيهم فرائض أثبتها وأخرى نسخها رحمة لخلقه بالتخفيف عنهم وبالتوسعة عليهم زيادة فيما ابتدأهم به من نعمه وأثابهم على الانتهاء إلى ما أثبت عليهم جنته والنجاة من عذابه فعمتهم رحمته فيما أثبت ونسخ فله الحمد على نعمه

٣١٣: اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت، ہدایت اور رحمت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں جنہیں اس نے ثابت فرمایا ہے اور کچھ دوسری چیزوں کو منسوخ قرار دیا ہے، مخلوق پر یہ تخفیف اور توسیع اس کی رحمت کے سبب ہے اور ان نعمتوں میں اضافہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ابتدائی طور پر عطا فرمائی اور آخر میں انہیں وہ بدلہ عطا فرمایا جس کا اس نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے یعنی جنت میں داخلہ اور عذاب جہنم سے نجات، سو اللہ تعالیٰ نے جو چیز برقرار رکھی یا جس حکم کو منسوخ کر دیا، سب ہی اللہ کی رحمت کے عین مطابق ہے۔ (فله الحمد علی نعمه)

(٣١٤) وأبان الله لهم أنه إنما نسخ ما نسخ من الكتاب بالكتاب وان السنة لا ناسخة للكتاب وإنما هي تبع للكتاب يمثل ما نزل نصا ومفسرة معنى ما أنزل الله منه جملا

٣١٤: اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرما دی ہے کہ اس نے کتاب اللہ کا جو حکم بھی منسوخ کیا ہے، وہ کتاب اللہ کے ذریعے ہی منسوخ کیا ہے، نیز یہ کہ سنت کتاب اللہ کے لیے ناسخ نہیں ہے، وہ تو کتاب اللہ کے تابع ہے، یا اللہ تعالیٰ نے جو چیز نازل فرمائی ہے اور اس میں اجمال ہے تو سنت اس کے معنی کی تفسیر اور وضاحت کر دیتی ہے۔

(٣١٥) قال الله: ﴿وإذا تتلى عليهم آياتنا بينات قال الذين لا يرجون لقاءنا ائت بقرآن غير هذا أو بدله قل ما يكون لي أن ابدله من تلقاء نفسي إن اتبع إلا ما يوحى إلي إني أخاف إن عصيت ربي عذاب يوم عظيم﴾ *

۳۱۵: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۞ (یونس:۱۵)

''اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی اور قرآن (بنا) لاؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے خوف آتا ہے۔''

(۳۱۶) فأخبر الله أنه فرض على نبيه اتباع ما يوحى إليه ولم يجعل له تبديله نفسه

۳۱۶: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے اپنے نبی پر اتباع وحی کو فرض قرار دیا ہے اور انہیں اس میں از خود تبدیلی کرنے کی اجازت نہیں دی۔

(۳۱۷) وفي قوله (ما يكون لي أن أبدله من تلقاء نفسي) * بيان ما وصفت من أنهُ لا ينسخ كتاب الله إلا بكتابه كما كان المبتدئ لفرضه فهو المزيل المثبت لما شاء منه جل ثناؤه ولا يكون ذلك لاحد من خلقه

۳۱۷: اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ (یونس:۱۵)

''اس کو کہہ دو نہیں ہے لائق میرے لیے کہ میں بدل دوں اسے اپنے نفس کی طرف سے۔''

تو اس سے اسی چیز کی وضاحت ہوتی ہے جو میں نے بیان کی ہے کہ کتاب اللہ کا نسخ صرف کتاب اللہ سے ہی ہو سکتا ہے، نیز یہ کہ جس طرح اپنے فرائض کی ابتداء کرنے والا وہ ہے، اسی طرح اس میں جو چاہے کمی بیشی بھی وہی کر سکتا ہے، مخلوق میں سے کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

(۳۱۸) وكذلك قال: (يمحو الله ما يشاء ويثبت وعنده أم الكتاب)

۳۱۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۖۚ وَ عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۞ (الرعد:۳۹)

''خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔''

(۳۱۹) وقد قال بعض أهل العلم في هذه الآية والله أعلم دلالة على أن الله جعل لرسولهﷺ أن يقول من تلقاء نفسه بتوفيقه فيما لم ينزل فيه كتابا والله أعلم

۳۱۹: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ بظاہر اس آیت میں اسی بات پر دلالت پائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرﷺ کو یہ حق دیا ہے کہ جس مسئلے پر کتاب اللہ کا کوئی حکم نازل نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مہربانی سے اس میں کچھ کہہ سکیں۔

(۳۲۰) وقيل في قوله (يمحو الله ما يشاء) يمحو فرض ما يشاء ويثبت ما يشاء وهذا يشبه ما قيل والله أعلم

۳۲۰: اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ'' کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی فرضیت چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کی فرضیت چاہتا ہے، برقرار رکھتا ہے اور یہ زیادہ راجح قول ہے۔ واللہ اعلم

(۳۲۱) وفي كتاب الله دلالة عليه قال الله (ما ننسخ من آية أو ننسها نأت بخير منها أو مثلها ألم تعلم أن الله على كل شئ قدير)

۳۲۱: اور کتاب اللہ میں اس کی دلیل موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

(البقرۃ:۱۰۶)

''ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر بات پر قادر ہے۔''

(۳۲۲) فأخبر الله أن نسخ القرآن وتأخير انزاله لا يكون إلا بقران مثله

۳۲۲: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ قرآن کریم کا نسخ اور اس کے نزول میں تاخیر کی اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے کہ وہ اس جیسے قرآن ہی سے ہو۔

(۳۲۳) وقال: (وإذا بدلنا آية مكان آية والله أعلم بما ينزل قالوا إنما أنت مفتر)

۳۲۳: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ (النحل:۱۰۱)

''اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں اور خدا جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو (کافر) کہتے ہیں کہ تم تو (یونہی) اپنی طرف سے بنا لاتے ہو۔''

(۳۲٤) وهكذا سنة رسول اللهﷺ لا ينسخها إلا سنة لرسول اللهﷺ ولو أحدث الله لرسولهﷺ في أمر سن فيه غير ما سن رسول اللهﷺ لسن فيما أحدث الله إليه حتى

يبين للناس أن له سنة ناسخة للتي قبلها مما يخالفها وهذا مذكور في سنته صلى الله عليه وسلم

۳۲۴: یہی حال نبی ﷺ کی سنت کا بھی ہے کہ اسے نبی ﷺ کی سنت ہی منسوخ کر سکتی ہے، اگر کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم جاری فرماتا جو نبی ﷺ کی سنت کے علاوہ ہوتا تو نبی ﷺ اس نئے حکم کے مطابق سنت جاری فرما دیتے تا کہ لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ اس مسئلے میں بھی نبی ﷺ کی ایک سنت ہے جو پہلی سنت کے لیے ناسخ ہے اور یہ بھی نبی ﷺ کی سنت میں مذکور ہے۔

(۳۲۵) فإن قال قائل فقد وجدنا الدلالة على أن القرآن ينسخ القرآن لأنه لا مثل للقرآن فأوجدنا ذلك في السنة

۳۲۵: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس بات کی دلیل تو ہمیں مل گئی کہ قرآن کریم ہی قرآن کریم کی آیت کو منسوخ کر سکتا ہے کیونکہ قرآن کا مثل کوئی نہیں ہے، تو کیا سنت میں ہمیں اس کی دلیل ملتی ہے؟

(۳۲٦) قال الشافعي فيما وصفت من فرض الله على الناس اتباع أمر رسول الله ﷺ دليل على أن سنة رسول الله ﷺ إنما قبلت عن الله فمن اتبعها فبكتاب الله تبعها ولا نجد خبرا ألزمه الله خلقه نصا بينا إلا كتابه ثم سنة نبيه فإذا كانت السنة كما وصفت لا شبه لها من قول خلق من خلق الله لم يجز أن ينسخها إلا مثلها ولا مثل لها غير سنة رسول الله ﷺ لان الله لم يجعل لآدمي بعده ما جعل له بل فرض على خلقه اتباعه فألزمهم أمره فالخلق كلهم له تبع ولا يكون للتابع أن يخالف ما فرض عليه اتباعه ومن وجب عليه اتباع سنة رسول الله ﷺ لم يكن له خلافها ولم يقم مقام ان ينسخ شيئا منها

۳۲٦: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبل ازیں میں نے جو یہ بات ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر نبی ﷺ کے حکم کی پیروی کرنے کو فرض قرار دیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی سنت کو منجانب اللہ قبول کیا گیا ہے، چنانچہ جو شخص سنت کی پیروی کرتا ہے، وہ کتاب اللہ کی وجہ سے اس کی پیروی کرتا ہے، اور ہمیں کوئی ایسی وجہ معلوم نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے نص صریح کے ساتھ اپنی مخلوق پر نازل اور لازم فرمائی ہو، اور اس کا ذریعہ کتاب اللہ یا نبی ﷺ کی سنت نہ ہو، پھر جب سنت کا معاملہ وہ ہے جو میں نے بیان کیا کہ اللہ کی مخلوق میں کسی کا قول بھی اس جیسا نہیں ہو سکتا، اس لیے یہ جائز ہی نہیں ہے کہ سنت کو اس جیسی سنت کے علاوہ کوئی اور چیز منسوخ کر سکے اور نبی ﷺ کی سنت کے علاوہ اس کا کوئی مثل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے بعد کسی انسان کو وہ کچھ عطا نہیں فرمایا جو نبی ﷺ کو عطا فرمایا

تھا، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر نبی ﷺ کی اتباع کو فرض قرار دیا ہے اور ان کا حکم ماننا مخلوق پر لازم قرار دیا ہے، لہٰذا ساری کی ساری مخلوق ان کے تابع ہے، اور تابع کے لیے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہوتا جس کی اتباع اس پر فرض کی گئی ہو، چنانچہ جس شخص پر نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کرنا واجب ہے، اس کے لیے سنت کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے، اور کوئی چیز اس کے لیے ناسخ کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔

(۳۲۷) فإن قال أفيحتمل أن تكون له سنة مأثورة قد نسخت ولا تؤثر السنة التي نسختها

۳۲۷: اگر کوئی شخص یہ سوال پوچھے کہ کیا اس بات کا امکان ہے کہ نبی ﷺ کی کوئی سنت منسوخ ہوگئی ہو اور اسے منسوخ کرنے والی ناسخ سنت منقول نہ ہو۔

(۳۲۸) فلا يحتمل هذا وكيف يحتمل أن يؤثر ما وضع فرضه ويترك ما يلزم فرضه ولو جاز هذا خرج عامة السنن من أيدي الناس بأن يقولوا لعلها منسوخة وليس ينسخ فرض أبدا إلا ثبت مكانه فرض كما نسخت قبلة بيت المقدس فاثبت مكانها الكعبة وكل منسوخ في كتاب وسنة هكذا

۳۲۸: تو یاد رہے کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ جس چیز کی فرضیت منسوخ ہوگئی، اسے تو نقل کر دیا جائے اور جس چیز کی فرضیت اس کے بدلے میں لازم کی گئی، اسے ترک کر دیا جائے؟ اگر ایسا ہونا جائز ہوجائے تو اکثر سنتیں لوگوں کے ہاتھوں سے نکل جائیں گی، اس طرح کہ لوگ کہنا شروع کر دیں گے کہ ممکن ہے یہ منسوخ ہو، حالانکہ جب بھی کوئی فرض منسوخ کیا جاتا ہے تو اس کے بدلے میں دوسرا فرض ثابت کر دیا جاتا ہے جیسا کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ کیا گیا تو اس کی جگہ خانہ کعبہ کو ثابت کر دیا گیا، کتاب وسنت میں جتنے بھی احکام منسوخ ہوتے ہیں، ان سب میں اسی طرح ہوا ہے۔

(۳۲۹) فإن قال قائل هل تنسخ السنة بالقرآن

۳۲۹: اگر کوئی شخص یہ سوال پوچھے کہ کیا سنت کو قرآن کریم کے ذریعے منسوخ کیا جاسکتا ہے؟

(۳۳۰) قيل لو نسخت السنة بالقرآن كانت للنبيﷺ فيه سنة تبين أن سنته الاولى منسوخة بسنته الآخرة حتى تقوم الحجة على الناس بأن الشئ ينسخ بمثله

۳۳۰: تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اگر سنت کو قرآن کریم کے ذریعے منسوخ کیا جائے تو اس میں نبی ﷺ کی کوئی نہ کوئی سنت ہوگی جو اس بات کو بیان اور واضح کرے گی کہ ان کی پہلی سنت ان کی دوسری سنت سے منسوخ ہوگئی ہے، تاکہ لوگوں پر یہ حجت قائم ہوجائے کہ کسی بھی شئے کو اس کے مثل سے ہی منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

(۳۳۱) فإن قال ما الدليل على ما تقول

۳۳۱: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ جو کہہ رہے ہیں، اس پر دلیل کیا ہے؟

(۳۳۲) فما وصفت من موضعه من الابانة عن الله معنى ما أراد بفرائضه خاصا وعاما مما وصفت في كتابي هذا وأنه لا يقول أبدا لشئ إلا بحكم الله ولو نسخ الله مما قال حكما لسن رسول الله ﷺ فيما نسخه سنة

۳۳۲: تو اس کی دلیل میں اپنی اسی کتاب میں اپنے مقام پر بیان کر چکا ہوں کہ نبی ﷺ کو اس بات کی وضاحت کے لیے بھیجا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرائض واحکام میں کون سے معانی مراد لیے ہیں اور یہ کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں بولتے، اب اگر اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے کسی فرمان کو منسوخ کرے تو اس میں بھی نبی ﷺ ہی اپنی سنت جاری فرمائیں گے۔

(۳۳۳) ولو جاز أن يقال قد سن رسول الله ﷺ ثم نسخ سنته بالقرآن ولا يؤثر عن رسول الله ﷺ السنة الناسخة جاز أن يقال فيما حرم رسول الله ﷺ من البيوع كلها قد يحتمل ان يكون حرمها قبل أن ينزل عليه (أحل الله البيع وحرم الربا) وفيمن رجم من الزناة قد يحتمل أن يكون الرجم منسوخا لقول الله (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) وفي المسح على الخفين نسخت آية الوضوء المسح وجاز أن يقال لا يدرأ عن سارق سرق من غير حرز وسرقته أقل من ربع دينار لقول الله والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما) لان اسم السرقة يلزم من سرق قليلا وكثيرا ومن حرز ومن غير حرز ولجاز رد كل حديث عن رسول الله ﷺ بأن يقال لم يقله إذا لم يجده مثل التنزيل وجاز رد السنن بهذين الوجهين فتركت كل سنة معها كتاب جملة تحتمل سنته أن توافقه وهي لا تكون ابدا إلا موافقة له إذا احتمل اللفظ فيما روي عنه خلاف اللفظ في التنزيل بوجه أو احتمل أن يكون في اللفظ عنه أكثر مما في اللفظ في التنزيل وإن كان محتملا أن يخالفه من وجه

۳۳۳: اگر یہ کہنا جائز ہوتا کہ نبی ﷺ نے ایک سنت جاری فرمائی، پھر قرآن کریم نے اسے منسوخ کر دیا اور اس سلسلے میں نبی ﷺ کی کوئی سنت ناسخہ موجود نہیں ہے تو پھر یہ کہنا بھی جائز ہونا چاہیے کہ نبی ﷺ نے جتنی بیوع کو بھی حرام قرار دیا ہے، ان سب میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ وہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے انہیں حرام قرار چکے ہوں۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ:۲۷۵)

اور جن بدکاری کے مرتکب افراد کو رجم کیا، ان میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ رجم منسوخ ہو گیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور:۲)

"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درّے مارو۔"

اور مسح علی الخفین کے مسئلے میں آیت وضو نے مسح کا حکم منسوخ کر دیا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی جائز ہونا چاہیے کہ کسی ایسے چور سے حد ساقط نہیں ہوگی جو غیر محفوظ چیز کو چرا لے اور اس نے جو چیز چوری کی ہے، اس کی مالیت چوتھائی دینار سے کم ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ:۳۸)

"جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔"

اور چوری کا لفظ ہر طرح کی چوری کو شامل ہے خواہ اس کی مالیت تھوڑی ہو یا زیادہ، نیز وہ محفوظ جگہ میں ہو یا نہ ہو۔

اسی طرح نبی ﷺ کی ہر حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دینا بھی جائز ہو جائے گا کہ ممکن ہے نبی ﷺ نے یہ بات نہ فرمائی ہو، جب کہ وہ قرآن کریم کے مثل نہ ملے، اور ان دونوں وجہوں کی بنا پر سنتوں کو رد کرنا جائز ہونا چاہیے، اس طرح تو ہر وہ سنت متروک ہو جائے گی جس کے ساتھ کتاب اللہ بھی ہو اور یہ احتمال ہو کہ سنت اس کے موافق ہے اور سنت ہمیشہ کتاب اللہ کے موافق ہی ہوتی ہے، جب کہ روایت کے الفاظ قرآن کریم کے الفاظ سے مختلف ہونے کا احتمال رکھتے ہوں، یا یہ احتمال ہو کہ سنت کے الفاظ قرآن کریم کے الفاظ سے زیادہ ہیں، اگرچہ ان میں من وجہ مخالف ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہے۔

(٣٣٤) وكتاب الله وسنة رسوله ﷺ تدل على خلاف هذا القول وموافقة ما قلنا

۳۳۴: جبکہ کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت اس قول کے خلاف پر دلالت کرتی ہے اور یہ دونوں چیزیں ہمارے قول کی موافقت کرتی ہیں۔

(٣٣٥) وكتاب الله البيان الذي يشفي به من العمى وفيه الدلالة على موضع رسول الله ﷺ من كتاب الله ودينه واتباعه له وقيامه بتبيينه عن الله الناسخ والمنسوخ الذي يدل الكتاب على بعضه والسنة على بعضه

۳۳۵: اور کتاب اللہ ایک ایسا بیان ہے جس سے گمراہی میں شفا ملتی ہے اور اس میں نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ واضح کر دیا گیا ہے اور ان کی اتباع کا حکم روشن کر دیا گیا ہے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کو واضح کرنے والے ہیں۔

الناسخ والمنسوخ الذى يدل الكتاب على بعضه، والسنة على بعضه

ناسخ اور منسوخ کا بیان جس میں سے کچھ حصے پر کتاب اللہ اور کچھ حصے پر سنت رسول اللہ ﷺ دلالت کرتی ہے

(٣٣٦) قال الشافعي مما نقل بعض من سمعت منه من أهل العلم أن الله أنزل فرضا في الصلاة قبل فرض الصلوات الخمس فقال (يا أيها المزمل قم الليل إلا قليلا نصفه أو انقص منه قليلا أو زد عليه ورتل القرآن ترتيلا) ثم نسخ هذه في السورة معه فقال (إن ربك يعلم أنك تقوم أدنى من ثلثي الليل ونصفه وثلثه وطائفة من الذين معك والله يقدر الليل والنهار علم أن لن تحصوه فتاب عليكم فاقرؤا ما تيسر من القرآن علم أن سيكون منكم مرضى وآخرون يضربون في الارض يبتغون من فضل الله وآخرون يقاتلون في سبيل الله فاقرؤا ما تيسر منه وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة) *

٣٣٦: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض اہل علم سے نقل ہونے والی جو باتیں سنی ہیں، ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کو فرض کرنے سے پہلے مطلقاً نماز کی فرضیت کا حکم نازل فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (المزمل:١۔٤)

''اے محمد ﷺ! جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔ یعنی نصف رات یا اس سے کچھ کم۔ یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔''

پھر اسی سورت میں اس حکم کو منسوخ فرما دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (المزمل:٢٠)

''تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی

رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو۔ اور خدا تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی۔ پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور خدا کو نیک (اور خلوص نیت سے) قرض دیتے رہو اور جو نیک عمل تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اس کو خدا کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر پاؤ گے اور خدا سے بخشش مانگتے رہو۔ بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

(٣٣٧) ولما ذكر الله بعد أمره بقيام الله نصفه إلا قليلا أو الزيادة عليه فقال: (أدنى من ثلثي. الليل ونصفه وثلثه وطائفة من الذين معك) فخفف فقال: (علم أن سيكون منكم مرضى) قرأ إلى (فاقرؤا ما تيسر منه)

٣٣٧: اور جب اللہ تعالیٰ نے کم و بیش نصف رات کے قیام کا حکم دیا اور اس کے بعد فرمایا:

اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ (المزمل:٢٠)

"کہ آپ قیام کرتے ہیں کبھی دو تہائی کے قریب کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ بھی اور اللہ ہی (ٹھیک ٹھیک) اندازہ رکھتا ہے۔"

تو اس میں تخفیف کرتے ہوئے فرمایا:

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ (المزمل:٢٠)

(٣٣٨) قال الشافعي فكان بينا في كتاب الله نسخ قيام الليل ونصفه والنقصان من النصف والزيادة عليه بقول الله (فاقرؤا ما تيسر منه)

٣٣٨: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ ہی کو سامنے رکھ کر یہ بات واضح ہوگئی کہ پوری رات، نصف رات یا کم و بیش قیام اللیل کا حکم "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ" سے منسوخ ہو چکا ہے۔

(٣٣٩) فاحتمل قول الله (فاقرؤا ما تيسر منه) معنيين

٣٣٩: اب "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ" میں دو معنوں کا احتمال پایا جاتا ہے۔

(٣٤٠) أحدهما أن يكون فرضا ثابتا أنه أزيل به فرض غيره

٣٤٠: پہلا معنی یہ ہے کہ یہ ایک ثابت شدہ فرض ہے، کیونکہ اس کے ذریعے ایک دوسرا فرض زائل کیا گیا ہے۔

(٣٤١) والآخر أن يكون فرضا منسوخا أزيل بغيره كما أزيل به غيره وذلك لقول الله (ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا) فاحتمل قوله (ومن

الليل فتهجد به نافلة لك) أن يتهجد بغير الذي فرض عليه مما تيسر منه

۳۴۱: اور دوسرا یہ کہ یہ ایک فرض ہے جسے منسوخ کر دیا گیا ہے اور دوسرے کے ذریعے سے زائل کیا گیا ہے جیسا کہ اس کے ذریعے دوسرے فرض کو زائل کیا گیا ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ (الاسراء:۷۹)

”اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ شب خیزی) تمہارے لیے (سبب) زیادت (ثواب) ہے اور قریب ہے کہ خدا تم کو مقام محمود میں داخل کرے۔“

اس آیت میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ تہجد کا حکم فرض نہیں ہے بلکہ آسانی پر موقوف ہے۔

(۳٤۲) قال فكان الواجب طلب الاستدلال بالسنة على أحد المعنيين فوجدنا سنة رسول الله ﷺ تدل على ألا واجب من الصلاة إلا الخمس فصرنا إلى أن الواجب الخمس وأن ما سواها من واجب من صلاة قبلها منسوخ بها استدلالا بقول الله (فتهجد به نافلة لك) وأنها ناسخة لقيام الليل ونصفه وثلثه وما تيسر

۳۴۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب یہ ضروری اور لازم ہو گیا کہ دو میں سے ایک معنی پر استدلال کے لیے سنت کو تلاش کیا جائے اور وہ ہمیں مل گئی کہ امت پر صرف پانچ نمازیں ہی فرض ہیں لہٰذا ہم نے یہ رائے قائم کر لی کہ انسان پر جو نمازیں فرض ہیں، ان کی تعداد فقط پانچ ہے اور یہ کہ اس سے پہلے جتنی نمازیں بھی فرض تھیں، وہ اس کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہیں اس سلسلے میں ہم نے فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ سے استدلال کیا ہے جو کہ ساری رات، نصف شب، تہائی رات یا آسانی پر موقوف قیام کے لیے ناسخ ہے۔

(۳٤۳) ولسنا نحب لاحد ترك أن يتهجد بما يسره الله عليه من كتابه مصليا به وكيف ما أكثر فهو احب إلينا

۳۴۳: لیکن پھر بھی ہم کسی شخص کے لیے تہجد کو ترک کرنا پسند نہیں کرتے، خواہ اسے اس میں اس کی ہمت اور آسانی کے مطابق جتنا قرآن پڑھنے اور نماز پڑھنے کی توفیق مل جائے اور اس میں جتنا اضافہ ہو جائے وہ ہمارے نزدیک اتنا ہی زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۳٤٤) أخبرنا مالك عن عمه أبي سهيل بن مالك عن أبيه أنه سمع طلحة بن عبيد الله يقول جاء أعرابي من أهل نجد ثائر الراس نسمع دوي صوته ولا نفقه ما يقول حتى دنا فإذا هو يسأل عن الاسلام فقال النبي ﷺ خمس صلوات في اليوم والليلة قال هل علي غيرها فقال لا إلا أن تطوع قال وذكر له رسول الله ﷺ صيام شهر رمضان فقال

هل علي غيره قال لا إلا أن تطوع فأدبر الرجل وهو يقول لا أزيد على هذا ولا أنقص منه فقال رسول الله ﷺ أفلح إن صدق "

۳۴۴: ہمیں امام مالکؒ نے اپنی سند سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سنائی ہے کہ اہل نجد میں سے ایک دیہاتی آدمی آیا، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، ہمیں اس کی آواز کی بھنبھناہٹ تو سنائی دے رہی تھی لیکن جو وہ کہہ رہا تھا، ہمیں اس کی سمجھ نہیں آ رہی تھی، یہاں تک کہ وہ قریب آ گیا، پتہ یہ چلا کہ وہ اسلام کے متعلق پوچھ رہا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں ہیں، اس نے عرض کیا کہ کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کوئی اور نماز فرض ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں، الّا یہ کہ تم نوافل پڑھو، پھر نبی ﷺ نے اس کے سامنے ماہِ رمضان کے روزوں کا ذکر فرمایا، اس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر اس کے علاوہ کوئی اور روزہ بھی فرض ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں، الّا یہ کہ تم نفلی روزہ رکھو، اس پر وہ آدمی یہ کہتا ہوا پیٹھ پھیر کر چلا گیا کہ میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی بات میں سچا رہا تو کامیاب ہو گیا۔

(۳۴۵) ورواه عبادة بن الصامت عن النبي ﷺ أنه قال " خمس صلوات كتبهن الله على خلقه فمن جاء بهن لم يضيع منهن شيئا استخفافا بحقهن كان له عند الله عهدا أن يدخله الجنة "

۳۴۵: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر لکھ دی ہیں، سو جو شخص یہ پانچ نمازیں اس طرح لے کر آیا کہ اس نے ان کا حق ہلکا سمجھ کر ان میں سے کسی چیز کو ضائع نہیں کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کا اس سے عہد ہے کہ اسے جنت میں ضرور داخل فرمائے گا۔

باب فرض الصلاة الذى دل الكتاب ثم السنة على من تزول عنه بالعذر، وعلى من لا تكتب صلاته بالمعصية

نماز کی فرضیت جس پر کتاب اللہ، پھر سنت رسول ﷺ دلالت کرتی ہے، کس شخص سے عذر کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے اور کس شخص پر اس کی معصیت کی وجہ سے لکھی نہیں جاتی؟

(۳۴۶) قال الله تبارك وتعالى (ويسألونك عن المحيض قل هو أذى فاعتزلوا النساء في

المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن فإذا تطهرن فأتوهن من حيث أمركم الله إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين)

۳۴۶: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (البقرة:۲۲۲)

"اور تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو وہ تو نجاست ہے سو ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو ہاں جب پاک ہو جائیں تو جس طریق سے خدا نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ کچھ شک نہیں کہ خدا توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

(۳۴۷) قال الشافعي افترض الله الطهارة على المصلي في الوضوء والغسل من الجنابة فلم تكن لغير طاهر صلاة ولماذكر الله المحيض فأمر باعتزال النساء حتى يطهرن فإذا تطهرن أتين استدللنا على أن تطهرن بالماء بعد زوال المحيض لان الماء موجود في الحالات كلها في الحضر فلا يكون للحائض طهارة بالماء لان الله إنما ذكر التطهر بعد أن يطهرن وتطهرهن زوال المحيض في كتاب الله ثم سنة رسوله

۳۴۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نمازی آدمی پر وضو یا غسل جنابت کی شکل میں طہارت کو فرض قرار دیا ہے، لہٰذا جو شخص پاک نہ ہو، اس کی نماز نہیں ہوتی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ایام والی عورتوں کا ذکر فرمایا تو ان کے پاک ہونے تک ان سے جدا رہنے کا حکم جاری فرمایا، تاکہ جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جانا جائز ہو جائے، اس سے ہم نے اس بات پر استدلال کر لیا کہ ایام کا دور ختم ہونے کے بعد ان کی پاکیزگی پانی کے ذریعے ہوگی کیونکہ اقامت کی حالت میں پانی تو ہر وقت دستیاب ہوتا ہے، سو ایام والی عورت اپنے ایام کی حالت میں پانی سے پاک نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یطھرن کے بعد تطھرن فرمایا ہے اور کتاب وسنت کی اصطلاح میں عورتوں کے "تطہر" سے مراد ایام کا ختم ہو جانا ہے۔

(۳۴۸) أخبرنا مالك عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه عن عائشة وذكرت احرامها مع النبي ﷺ وأنها حاضت فأمرها ان تقضي ما يقضي الحاج " غير أن لا تطو في بالبيت حتى تطهري "

۳۴۸: ہمیں امام مالکؒ نے اپنی سند سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت سنائی ہے جس میں انہوں نے نبی ﷺ کے ہمراہ اپنے احرام باندھنے اور ایام شروع ہو جانے کا ذکر فرمایا ہے، نبی ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ حاجی جو کام کرتے

ہیں، تم بھی وہ کام کرتی رہو، البتہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

(٣٤٩) فاستدللنا على أن الله إنما أراد بفرض الصلاة من إذا توضأ واغتسل طهر فأما الحائض فلا تطهر بواحد منهما وكان الحيض شيئا خلق فيها لم تجتلبه على نفسها فتكون عاصية به فزال عنها فرض الصلاة أيام حيضها فلم يكن عليها قضاء ما تركت منها في الوقت الذي يزول عنها فيه فرضها

۳۴۹: اس سے ہم نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر نماز فرض کی ہے، ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو وضو اور غسل کرنے کے بعد پاک بھی ہو جاتے ہیں، جہاں تک تعلق ہے ایام والی عورت کا تو وہ ان دونوں میں سے کسی ذریعے سے پاک نہیں ہوتی، اور عورت پر ایام کا دور آنا ایک فطری تقاضا ہے جو اس میں پیدائشی طور پر رکھا گیا ہے، وہ اس نے اپنے طور پر لازم نہیں کر لیا کہ اس کی وجہ سے اسے گنہگار سمجھا جائے، یہی وجہ ہے کہ اس کے ایام کے دوران اس سے نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، لہٰذا اس دورانیے میں اس سے جو نمازیں چھوٹ جائیں، اس پر ان کی قضا نہیں ہوگی۔

(٣٥٠) وقلنا في المغمي عليه والمغلوب على عقله بالعارض من أمر الله الذي لا جناية له فيه قياسا على الحائض إن الصلاة عنه مرفوعة لانه لا يعقلها ما دام في الحال التي لا يعقل فيها

۳۵۰: اسی ایام والی عورت پر قیاس کر کے ہم نے یہ رائے قائم کر لی کہ جو شخص مدہوش ہو گیا ہو، یا جو مغلوب العقل ہو گیا ہو، یا کوئی ایسا عارضہ اسے لاحق ہو گیا ہو جو امر الٰہی کا نتیجہ ہے، اس میں اس کا کوئی قصور یا عمل دخل نہ ہو، اس سے بھی نماز ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ جب تک وہ اس کیفیت سے دوچار رہے گا، اس وقت تک اسے نماز کی بھی سمجھ بوجھ نہیں ہوگی۔

(٣٥١) وكان عاما في أهل العلم أن النبي لم يأمر الحائض بقضاء الصلاة وعاما أنها أمرت بقضاء الصوم ففرقنا بين الفرضين استدلالا بما وصفت من نقل أهل العلم وإجماعهم

۳۵۱: اہل علم میں یہ بات عام تھی کہ نبی ﷺ نے ایام والی عورت کو اس دورانیے کی نمازیں قضا کرنے کا حکم نہیں دیا، البتہ روزوں کی قضا کا حکم دیا ہے، اس لیے ہم نے ان دونوں فرضوں میں فرق کر لیا اور ہمارا استدلال اہل علم کی اس نقل اور اجماع سے ہے جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔

(٣٥٢) وكان الصوم مفارق الصلاة في أن للمسافر تأخيره عن شهر رمضان وليس له ترك يوم لا يصلي فيه صلاة السفر كان الصوم شهرا من اثنى عشر شهرا وكان في أحد عشر شهرا خليا من فرض الصوم ولم يكن أحد من الرجال مطيقا بالفعل للصلاة خليا

من الصلاة

۳۵۲: اور روزہ نماز سے اس طرح بھی جدا ہے کہ مسافر کو ماہِ رمضان کے روزوں میں سفر کی وجہ سے تاخیر کرنے کی گنجائش ہے لیکن اسے کسی ایک دن بھی نماز چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے، خواہ مسافر ہی کی نماز سہی، نیز روزے کے لیے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینہ ہے، جب کہ باقی گیارہ مہینوں میں روزے کا حکم نہیں ہے، لیکن بالفعل نماز کی طاقت رکھنے والے مردوں میں سے کوئی ایک بھی نماز کے حکم سے خالی نہیں ہے۔

(۳۵۳) قال الله: (لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون ولا جنبا إلا عابري سبيل حتى تغتسلوا)

۳۵۳: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا

(النسا: ۴۳)

”جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ (یہ آیت حرمت شراب کی آیت سے منسوخ ہے) اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل (نہ) کرلو۔“

(۳۵٤) فقال بعض أهل العلم نزلت هذه الآية قبل تحريم الخمر

۳۵۴: بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت شراب کو حرام قرار دیے جانے سے پہلے نازل ہوئی تھی۔

(۳۵۵) فدل القرآن والله أعلم على ألا صلاة لسكران حتى يعلم ما يقول إذ بدا بنهيه عن الصلاة وذكر معه الجنب فلم يختلف أهل العلم الا صلاة لجنب حتى يتطهر

۳۵۵: اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، لیکن قرآن کریم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نشے میں مدہوش آدمی کی نماز نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اسے معلوم ہونے لگے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، کیونکہ قرآن کریم نے ممانعت اور نہی کا آغاز نماز سے کیا ہے اور اس کے ساتھ جنبی آدمی کا بھی ذکر کیا ہے، لہٰذا اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جنبی آدمی کی نماز اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ خوب اچھی طرح طہارت حاصل کر کے پاک نہ ہو جائے۔

(۳٥٦) وإن كان نهي السكران عن الصلاة قبل تحريم الخمر فهو حين حرم الخمر أولى ان يكون منهيا بأنه عاص من وجهين أحدهما ان يصلي في الحال التي هو فيها منهي والآخر أن يشرب الخمر

۳۵۶: اور اگر نشے میں مدہوش آدمی کو نماز کی ممانعت حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی گئی تو جس وقت شراب کو حرام

کیا گیا، تب تو اس کی ممانعت بطریق اولیٰ ہوگی، کیونکہ اس طرح تو وہ دو وجہوں کی بنا پر گنہگار ہوگا۔
ایک تو اس وجہ سے کہ وہ اس حالت میں نماز پڑھ رہا ہے جس میں نماز پڑھنا اس کے لیے ممنوع ہے۔ اور دوسرا اس وجہ سے کہ اس نے شراب نوشی کی ہے۔

(٣٥٧) والصلاة قول وعمل وإمساك فإذا لم يعقل القول والعمل والامساك فلم يأت بالصلاة كما أمر فلا تجزئ عنه وعليه إذا أفاق القضاء

٣٥٧: اور نماز قول، عمل اور امساک کا نام ہے (حلال چیزوں سے رک جانا مراد ہے) سو جب انسان کو قول، عمل اور امساک ہی کی عقل اور سمجھ نہیں ہوگی تو وہ نماز کو بھی حکم الٰہی کے مطابق ادا نہیں کر سکے گا، لہٰذا وہ اس کی طرف سے کفایت بھی نہیں کرے گی اور افاقہ ہونے پر اس کے ذمے اس کی قضا لازم ہوگی۔

(٣٥٨) ويفارق المغلوب على عقله بأمر الله الذي لا حيلة له فيه السكران لانه أدخل نفسه في السكر فيكون على السكران القضاء دون المغلوب على عقله بالعارض الذي لم يجتلبه على نفسه فيكون عاصيا باجتلابه

٣٥٨: لیکن نشے میں مدہوش آدمی اور اس مغلوب العقل آدمی میں فرق ہے جس کا مغلوب العقل ہونا من جانب اللہ ہے اور اس میں کوئی انسانی حیلہ یا عمل شامل نہیں ہے، کیونکہ نشے میں مدہوش آدمی نے خود اپنے آپ کو نشے میں مبتلا کیا ہے، لہٰذا اس پر نمازوں کی قضا لازم ہوگی، مغلوب العقل پر نہ ہوگی کہ جس کی وجہ سے وہ گنہگار ہو۔

(٣٥٩) ووجه الله رسوله ﷺ للقبلة في الصلاة إلى بيت المقدس فكانت القبلة التي لا يحل قبل نسخها استقبال غيرها ثم نسخ الله قبلة بيت المقدس ووجهه إلى البيت فلا يحل لاحد استقبال بيت المقدس أبدا لمكتوبة ولا يحل أن يستقبل غير البيت الحرام

٣٥٩: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو نماز میں بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کا حکم دے کر اسے قبلہ مقرر فرمایا تھا، لہٰذا اپنے منسوخ ہونے سے پہلے وہی مسلمانوں کا حقیقی قبلہ تھا اور کسی دوسری جانب رخ کرنا جائز نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ فرما دیا اور نبی اکرم ﷺ کا رخ بیت اللہ کی جانب متوجہ کر دیا، لہٰذا اب فرض نماز کی ادائیگی کے لیے کسی شخص کا بھی بیت المقدس کی جانب رخ کرنا اور بیت اللہ کی جگہ کسی اور جانب رخ کرنا جائز نہیں ہے۔

(٣٦٠) قال وكل كان حقا في وقته فكان التوجه إلى بيت المقدس ايام وجه الله إليه نبيه حقا ثم نسخه فصار الحق في التوجه إلى البيت الحرام لا يحل استقبال غيره في مكتوبة إلا في بعض الخوف أو نافلة في سفر استدلالا بالكتاب والسنة

۳۶۰: اپنے اپنے وقت میں ان دونوں کا قبلہ ہونا برحق تھا، چنانچہ جس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا رخ بیت المقدس کی جانب پھیر دیا تھا، اس زمانے میں بیت المقدس کی جانب رخ کرنا برحق تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور اب ہمیشہ کے لیے بیت اللہ الحرام کی جانب رخ کرنا برحق ہوگیا، اب کسی فرض نماز میں کسی اور جانب رخ کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ خوف کی کوئی حالت ہو، یا انسان سفر میں نوافل پڑھ رہا ہو، اس سلسلے میں بھی استدلال کتاب وسنت ہی سے ہے۔

(٣٦١) وهكذا كل ما نسخ الله ومعنى " نسخ " ترك فرضه كان حقا في وقته وتركه حقا إذا نسخه الله فيكون من أدرك فرضه مطيعا به وبتركه ومن لم يدرك فرضه مطيعا باتباع الفرض الناسخ له

۳۶۱: یہی تفصیل ہر اس مسئلے کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرما دیا ہو اور نسخ کا معنی اس کا فرض ہونا ترک فرما دیا ہو، ایسے تمام احکام اپنے اپنے وقت میں برحق تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں منسوخ فرما دیا تو اب انہیں ترک کرنا حق ہوگیا، لہٰذا جو شخص اس کی فرضیت کو پالے، وہ اس پر عمل کرنے اور ترک کرنے میں اطاعت گزار ہو، اور جو شخص اس کا زمانہ بھی نہ پاسکے، وہ اس کے بدلے میں ناسخ فرض کی اتباع کرنے والا بن جائے۔

(٣٦٢) قال الله لنبيه (قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره)

۳۶۲: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ (البقرہ:۱۴۴)

"(اے محمد ﷺ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی کی طرف منہ کر لیا کرو"

(٣٦٣) فإن قال قائل فأين الدلالة على أنهم حولوا إلى قبلة بعد قبلة

۳۶۳: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس آیت میں اس بات پر کہاں سے دلالت ہوگئی کہ مسلمانوں کو ایک قبلے کے بعد دوسرے قبلے کی جانب رخ پھیرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

(٣٦٤) ففي قول الله: (سيقول السفهاء من الناس ما ولاهم عن قبلتهم التي كانوا عليها قل لله المشرق والمغرب يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم) *

۳۶۴: تو وہ دلالت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۴۲﴾ (البقرہ:۱۴۲)

''احمق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے (اب) اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے؟ تم کہہ دو کہ مشرق و مغرب سب خدا ہی کا ہے وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے''

(۳۶۵) مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال " بينما الناس بقباء في صلاة الصبح إذا جاءهم آت فقال إن النبي ﷺ قد انزل عليه الليلة قرآن وقد أمر أن يستقبل القبلة فاستقبلوها وكانت وجوههم إلى الشام فاستداروا إلى الكعبة "

۳۶۵: امام مالکؒ نے عبداللہ بن دینار کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن لوگ قباء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، اسی اثناء میں ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آج رات نبی ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے، جس میں انہیں بیت اللہ کی جانب رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خانہ کعبہ کی جانب رخ کر لیا، ان لوگوں کے چہرے شام کی جانب تھے سو وہ گھوم کر خانہ کعبہ کی جانب پھر گئے۔

(۳۶۶) مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب أنه كان يقول " صلى رسول الله ﷺ ستة عشر شهرا نحو بيت المقدس ثم حولت القبلة قبل بدر بشهرين "

۳۶۶: امام مالکؒ نے یحییٰ بن سعید کی سند سے سعید بن مسیبؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سولہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی، پھر غزوۂ بدر سے دو ماہ قبل ہی قبلہ تبدیل کر دیا گیا۔

(۳۶۷) قال والاستدلال بالكتاب في صلاة الخوف قول الله (فإن خفتم فرجالا أو ركبانا) وليس لمصلي المكتوبة أن يصلي راكبا إلا في خوف ولم يذكر الله أن يتوجه القبلة

۳۶۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز خوف کے مسئلے میں کتاب اللہ سے استدلال کے لیے قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۚ (البقرہ:۲۳۹)

اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سوار (نماز ادا کر لو)۔

اور نماز خوف کے علاوہ کسی صورت میں بھی انسان کو یہ اجازت نہیں ہے کہ فرض نماز سواری پر سوار ہو کر پڑھے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا ذکر بھی نہیں فرمایا کہ اس کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔

(۳۶۸) وروى ابن عمر عن رسول الله ﷺ صلاة الخوف فقال في روايته " فإن كان خوف أشد من ذلك صلوا رجالا وركبانا مستقبلي القبلة وغير مستقبليها "

۳۶۸: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز خوف کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر خوف کی شدت اس سے بھی زیادہ ہو تو وہ سوار اور پیدل ہر طرح نماز پڑھ سکتے ہیں خواہ ان کا رخ قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو۔

(۳۶۹) وصلى رسول اللهﷺ النافلة في السفر على راحلته أين توجهت به حفظ ذلك عن جابر بن عبد الله وأنس بن مالك وغيرهما وكان لا يصلي المكتوبة مسافرا إلا بالارض متوجها للقبلة

۳۶۹: اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی حالت میں اپنی سواری پر نوافل ادا فرمائے ہیں، اگرچہ سواری کا رخ کسی بھی سمت میں ہوتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات محفوظ کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر جب بھی فرض نماز ادا فرماتے تو سواری سے اتر کر زمین پر اور خانہ کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۳۷۰) ابن أبي فديك عن ابن أبي ذئب عن عثمان بن عبد الله بن سراقة عن جابر بن عبد الله " أن النبيﷺ كان يصلي على راحلته موجهة به قبل المشرق في غزوة بني أنمار "

۳۷۰: ابن ابی فدیک نے اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ بنی انمار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھتے رہے تھے، جب کہ سواری کا رخ مشرق کی جانب تھا۔

(۳۷۱) قال الله (يا أيها النبي حرض المؤمنين على القتال إن يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وإن يكن منكم مائة يغلبوا ألفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون)

۳۷۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ (الانفال:۶۵)

" اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔ اور اگر سو (ایسے) ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے اس لیے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔"

(۳۷۲) ثم أبان في كتابه انه وضع عنهم ان يقوم الواحد بقتال العشرة واثبت عليهم أن يقوم الواحد بقتال الاثنين فقال: (الآن خفف الله عنكم وعلم أن فيكم ضعفا فإن

يكن منكم مائة صابرون يغلبوا مائتين وإن يكن منكم ألف يغلبوا ألفين بإذن الله والله مع الصابرين)

۳۷۲: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح کر دیا کہ اس نے مسلمانوں سے یہ حکم ختم اور ساقط کر دیا ہے کہ ایک آدمی دس آدمیوں کے مقابلے میں کھڑا رہے، اور یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ ایک آدمی دو آدمیوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال:٦٦)

''اب خدا نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ (ابھی) تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے، اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے۔ اور خدا ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے۔''

(٣٧٣) أخبرنا سفيان عن عمرو بن دينار عن ابن عباس قال " لما نزلت هذه الآية * (إن يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين) كتب عليهم ألا يفر العشرون من المائتين فأنزل الله (الآن خفف الله عنكم وعلم أن فيكم ضعفا) إلى (يغلبوا مائتين) فكتب ان لا يفر المائة من المائتين

۳۷۳: سفیان بن عیینہؒ نے عمرو بن دینار کی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہم سے نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ (الانفال:٦٥)

''اور اگر تم میں بیس ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو (کفار) پر غالب رہیں گے۔''

تو اس میں انہیں یہ حکم دیا گیا کہ بیس آدمی دو سو آدمیوں کے مقابلے سے راہ فرار اختیار نہ کریں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ [الانفال:٦٦]

''تو اس میں انہیں یہ حکم دیا گیا کہ سو آدمی دو سو آدمیوں سے مقابلے میں راہ فرار اختیار نہ کریں۔''

(٣٧٤) قال وهذا كما قال ابن عباس إن شاء الله وقد بين الله هذا في الآية وليست تحتاج إلى تفسير

۳۷۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسے واضح بھی فرما دیا ہے جس کے بعد اس کی وضاحت کے لیے مزید کسی تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی۔

(۳۷۵) قال الله: (واللاتي ياتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا واللذان يأتيانها منكم فآذوهما فإن تابا وأصلحا فأعرضوا عنهما إن الله كان توابا رحيما)

۳۷۵: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ (النساء:۱۵-۱۶)

''مسلمانو! تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔ اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے یا خدا ان کے لیے کوئی اور سبیل (پیدا کرے)۔ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو ان کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیکوکار ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے۔''

(۳۷۶) ثم نسخ الله الحبس والاذى في كتابه فقال (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة)

۳۷۶: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ہی میں ''حبس اور اذیٰ'' کو منسوخ کر دیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور:۲)

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔''

(۳۷۷) فدلت السنة على أن جلد المائة للزانيين البكرين

۳۷۷: اور سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سو کوڑے مارنے کا حکم غیر شادی شدہ بدکاروں کے لیے ہے۔

(۳۷۸) أخبرنا عبد الوهاب عن يونس بن عبيد عن الحسن عن عبادة بن الصامت أن رسول الله ﷺ قال " خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم "

۳۷۸: عبدالوہاب نے اپنی سند سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہم سے نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھ

سے حاصل کرلو، مجھ سے وصول کرلو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ متعین فرمادیا ہے، کنوارے کو کنواری کے ساتھ بدکاری کرنے کی صورت میں سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور شادی شدہ کو شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرنے کی صورت میں سو کوڑے مارے جائیں گے اور رجم کردیا جائے گا۔

(٣٧٩) أخبرنا الثقة من أهل العلم عن يونس بن عبيد عن الحسن عن حطان الرقاشي عن عبادة بن الصامت عن النبي ﷺ مثله

٣٧٩: یہی روایت دیگر ثقہ اہل علم نے بھی سند کے تھوڑے فرق کے ساتھ نقل کی ہے۔

(٣٨٠) قال فدلت سنة رسول الله ﷺ أن جلد المائة ثابت على البكرين الحرين ومنسوخ عن الثيبين وأن الرجم ثابت على الثيبين الحرين

٣٨٠: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوڑے مارنے کا حکم ان کنوارے لوگوں کے لیے ثابت ہے جو آزاد ہوں اور کوڑے مارنے کا حکم شادی شدہ لوگوں کے لیے منسوخ ہو چکا ہے، جبکہ رجم کا حکم ان شادی شدہ لوگوں کے لیے ہے جو آزاد ہوں۔

(٣٨١) لان قول رسول الله ﷺ "خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم " أول ما نزل فنسخ به الحبس والاذي عن الزانيين

٣٨١: کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ کا جو فرمان آیا ہے کہ مجھ سے حاصل کرلو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ متعین فرمادیا ہے کنوارے کو کنواری کے ساتھ بدکاری کرنے کی صورت میں سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور شادی شدہ کو شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرنے کی صورت میں سو کوڑے مارے جائیں گے اور رجم کیا جائے گا، وہ اس سلسلے میں سب سے پہلا حکم ہے جس نے بدکاری کا ارتکاب کرنے والوں سے حبس اور اذیٰ کو منسوخ کردیا ہے۔

(٣٨٢) فلما رجم النبي ﷺ ماعزا ولم يجلده وأمر أنيسا أن يغدوا على امرأة الاسلمي فإن اعترفت رجمها دل على نسخ الجلد عن الزانيين الحرين الثيبين وثبت الرجم عليهما لان كل شئ أبدا بعد أول فهو آخر

٣٨٢: پھر جب نبی ﷺ نے ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ پر رجم کی سزا جاری فرمائی اور انہیں کوڑے نہیں مارے، اسی طرح حضرت انیس رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اسلمی کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ بدکاری کا اعتراف کرلے تو اسے بھی رجم کردیں، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آزاد شادی شدہ بدکاروں سے کوڑوں کی سزا ختم کرکے منسوخ کردی گئی ہے اور ان کے لیے صرف رجم

کی سزا باقی رہ گئی ہے، کیونکہ پہلے کے بعد آنے والی چیز ہی ہمیشہ آخری ہوتی ہے۔

(٣٨٣) فدل كتاب الله ثم سنة نبيهﷺ على أن الزانيين المملوكين خارجان من هذا المعنى

٣٨٣: سو کتاب اللہ اور پھر نبی ﷺ کی سنت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ بدکاری کا ارتکاب کرنے والے وہ لوگ جو مملوک اور غلام ہوں، وہ اس حکم سے خارج ہیں۔

(٣٨٤) قال الله تبارك وتعالى في المملوكات (فإذا أحصن فإن أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب)

٣٨٤: چنانچہ باندیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَٰحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى ٱلْمُحْصَنَٰتِ مِنَ ٱلْعَذَابِ (النساء:٢٥)

''پھر اگر نکاح میں آ کر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) کے لیے ہے اس کی آدھی انکو (دی جائے)''۔

(٣٨٥) والنصف لا يكون إلا من الجلد الذي يتبعض فأما الرجم الذي هو قتل فلا نصف له لان المرجوم قد يموت في أول حجر يرمي به فلا يزاد عليه ويرمي بالف وأكثر فيزاد عليه حتى يموت فلا يكون لهذا نصف محدود أبدا والحدود موقتة باتلاف نفس والاتلاف موقت بعدد ضرب أو تحديد قطع وكل هذا معروف ولا نصف للرجم معروف

٣٨٥: اور آدھی سزا تو کوڑوں کی ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اسی میں جزئیت ہو سکتی ہے، جہاں تک تعلق ہے رجم کا ''جو کہ قتل کا دوسرا نام ہے'' تو وہ آدھا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ جس شخص کو پتھر مارے جاتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ پہلے پتھر میں ہی مر جاتا ہے اور مزید کسی دوسرے پتھر کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور بعض اوقات ہزاروں پتھر مارے جانے کے بعد انسان کی موت واقع ہوتی ہے اس لیے اس کا نصف کبھی نہیں ہو سکتا، شرعی سزاؤں میں انسانی جان کو ختم کرنا متعین کیا گیا ہے اور اس کی تعیین ضربوں کی تعداد یا قطعی تحدید کے ساتھ ہے اور یہ ساری چیزیں معروف ہیں جبکہ رجم کا نصف معروف نہیں ہے۔

(٣٨٦) وقال رسول اللهﷺ " إذا زنت امة أحدكم فتبين زناها فليجلدها " ولم يقل " يرجمها " ولم يختلف المسلمون في ألا رجم على مملوك في الزنا

٣٨٦: اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کسی کی باندی بدکاری کرے اور اس کی بدکاری ثابت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اسے کوڑے مارے، نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسے رجم کرے اور اس بات میں مسلمانوں کا کوئی

اختلاف نہیں ہے کہ بدکاری کی صورت میں مملوک پر رجم کی سزا جاری نہیں کی جائے گی۔

(٣٨٧) وإحصان الامة إسلامها

٣٨٧: اور باندی کے محصن ہونے سے مراد اس کا مسلمان ہونا ہے۔

(٣٨٨) وإنما قلنا هذا استدلالا بالسنة وإجماع أكثر أهل العلم

٣٨٨: ہم یہ بات سنت اور اکثر اہل علم کے اجماع سے استدلال کر کے کہہ رہے ہیں۔

(٣٨٩) ولما قال رسول الله ﷺ إذا زنت أمة أحدكم فتبين زناها فليجلدها ولم يقل محصنة كانت أو غير محصنة استدللنا على أن قول الله في الاماء (فإذا أحصن فإن أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب) إذا اسلمن لا إذا نكحن فأصبن بالنكاح ولا إذا اعتقن وإن لم يصبن

٣٨٩: کیونکہ نبی ﷺ نے یہ تو فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی باندی بدکاری کرے۔۔۔لیکن یہ نہیں فرمایا کہ وہ محصن ہو یا غیر محصن تو اس سے ہم نے اس بات پر استدلال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں:

فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ[1]

"پھر اگر نکاح میں آکر بدکاری کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں (بیبیوں) کے لیے ہے اس کی آدھی ان کو دی جائے۔"

احصان سے مراد اسلام ہے، نکاح یا آزادی مراد نہیں ہے۔

(٣٩٠) فإن قال قائل أراك توقع الاحصان على معاني مختلف

٣٩٠: اگر کوئی شخص یہ سوال پوچھے کہ اس تمام تفصیل سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ لفظ احصان کا اطلاق مختلف معانی پر کرتے ہیں؟

(٣٩١) قيل نعم جماع الاحصان أن يكون دون التحصين مانع من تناول المحرم فالاسلام مانع وكذلك الحرية مانعة وكذلك الزوج والاصابة مانع وكذلك الحبس في البيوت مانع وكل ما منع أحصن قال الله (وعلمناه صنعة لبوس لكم لتحصنكم من بأسكم) وقال: (لا يقاتلونكم جميعا إلا في قرى محصنة) يعني ممنوعة

٣٩١: تو اس سے کہا جائے گا جی ہاں! بات ایسی ہی ہے اور ان تمام معانی کا مشترکہ مجموعہ کسی حرام چیز کو اختیار کرنے میں مانع کا ہونا ہے، چنانچہ اسلام بھی مانع ہے، حریت بھی مانع ہے، زوج کا ہونا اور نکاح والا ہونا بھی مانع ہے، گھروں میں روکا جانا بھی مانع ہے بلکہ ہر وہ چیز جو مانع اور رکاوٹ ہو، وہ احصان کے مفہوم میں شامل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ ۚ (الانبیا:۸۰)

''اور ہم نے تمہارے لیے ان کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تا کہ تم کو لڑائی کے ضرر سے بچائے، پس تم کو شکر گزار ہونا چاہیے''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ (الحشر:۱۴)

''یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے (بالمواجہہ) نہیں لڑ سکیں گے مگر بستیوں کے قلعوں میں (پناہ لے کر یا دیواروں کی اوٹ میں (مستور ہو کر)۔''

(۳۹۲) قال وآخر الكلام وأوله يدلان على أن معنى الاحصان المذكور عاما في موضع دون غيره أن الاحصان ها هنا الاسلام دون النكاح والحرية والتحصين بالحبس والعفاف وهذه الاسماء التي يجمعها اسم الاحصان

۳۹۲: اس تمام تفصیل کے آغاز اور اختتام سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہاں احصان کا معنی اسلام ہے جو دوسرے مقامات پر اس لفظ کی مراد سے مختلف ہے، چنانچہ یہاں لفظ احصان سے نکاح، حریت، حبس کے ذریعے قید کرنے اور عزت کی حفاظت کرنے کا مفہوم مراد نہیں ہے، گو کہ ان تمام معانی کے لیے احصان ایک جامع لفظ ہے۔

الناسخ والمنسوخ الذى تدل عليه السنة والإجماع

اس ناسخ اور منسوخ کا بیان جس پر سنت اور اجماع کی دلالت پائی جاتی ہے۔

(۳۹۳) قال الله تبارك وتعالى (كتب عليكم إذا حضر أحدكم الموت إن ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقا على المتقين)

۳۹۳: اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ (البقرہ:۱۸۰)

''تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے دستور کے مطابق وصیت کر جائے (خدا سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے''۔

(۳۹٤) قال الله: (والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا وصية لازواجهم متاعًا إلى الحول

غير إخراج فإن خرجن فلا جناح عليكم في ما فعلن في أنفسهن من معروف والله عزيز حكيم﴾

۳۹۴: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرہ: ۲۴۰)

''اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں ہاں اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کر لیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور خدا زبردست حکمت والا ہے''۔

(۳۹۵) فأنزل الله ميراث الوالدين ومن ورث بعدهما ومعهما من الاقربين وميراث الزوج من زوجته والزوجة من زوجها

۳۹۵: پھر اللہ تعالیٰ نے والدین اور دیگر قریبی رشتہ داروں کی وراثت اور میاں بیوی کی وراثت کے احکام بھی نازل فرمائے۔

(۳۹۶) فكانت الآيتان محتملتين لان تثبتا الوصية للوالدين والاقربين والوصية للزوج والميراث مع الوصايا فيأخذون بالميراث والوصايا ومحتملة بأن تكون المواريث ناسخة للوصايا

۳۹۶: اب یہ دونوں آیتیں اس بات کا احتمال بھی رکھتی ہیں کہ والدین، قریبی رشتہ داروں اور زوجین کے لیے وصیت کو ثابت کریں اور وصیت کے ساتھ ساتھ وراثت کا حق بھی دلوائیں، چنانچہ یہ لوگ وراثت اور وصیت دونوں ذریعوں سے مال حاصل کر لیں، اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ احکامِ وراثت نے وارث کے حق میں وصیت کو منسوخ کر دیا ہے۔

(۳۹۷) فلما احتملت الآيتان ما وصفنا كان على أهل العلم طلب الدلالة من كتاب الله فما لم يجدوه نصا في كتاب الله طلبوه في سنة رسول الله ﷺ فإن وجدوه فما قبلوا عن رسول الله ﷺ فعن الله قبلوه بما افترض من طاعته

۳۹۷: جب ان آیتوں میں یہ دونوں احتمال پائے جاتے ہیں تو اہل علم پر کتاب اللہ میں دلالت کی تلاش ضروری اور لازم ہو جاتی ہے، اگر انہیں کتاب اللہ میں کوئی نص نہیں ملتی تو نبی ﷺ کی سنت میں اس کی تلاش ان پر لازم اور ضروری ہے، پھر اگر انہیں سنت میں کوئی نص مل جاتی ہے اور وہ اسے قبول کر لیتے ہیں تو حقیقت میں انہوں نے اسے اللہ کی طرف سے قبول کیا کیونکہ اللہ ہی نے ان پر نبی ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔

(۳۹۸) ووجدنا أهل الفتيا ومن حفظنا عنه من أهل العلم بالمغازي من قريش وغيرهم لا

يختلفون في أن النبي ﷺ قال عام الفتح لا وصية لوارث ولا يقتل مؤمن بكافر ويأثرونه عن من حفظوا عنه ممن لقوا من أهل العلم بالمغازي

۳۹۸: اہل فتویٰ اور مغازی کا علم رکھنے والے حضرات ''خواہ اُن کا تعلق قریش سے ہو یا غیر قریش سے'' کو ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال فرمایا تھا کہ وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ کسی مؤمن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے، اور وہ اسے مغازی کا علم رکھنے والے حضرات سے یاد کر کے نقل کرتے ہیں۔

(۳۹۹) فكان هذا نقل عامة عن عامة وكان أقوى في بعض الامر من نقل واحد عن واحد وكذلك وجدنا أهل العلم عليه مجتمعين

۳۹۹: گویا یہ ایک نقل عام ہے اور اس کا ماخذ بھی نقل عام ہے اور بعض معاملات میں یہ صورت ایک فرد کے دوسرے فرد سے نقل کرنے کی نسبت بھی زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتی ہے، اہل علم کو ہم نے اسی پر اجماع کرتے ہوئے پایا ہے۔

(٤٠٠) قال وروى بعض الشاميين حديثا ليس مما يثبته أهل الحديث فيه أن بعض رجال مجهولون فرويناه عن النبي ﷺ منقطعا

۴۰۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس موضوع کی ایک روایت شامی حضرات بھی نقل کرتے ہیں (یہی روایت حجازی راوی بھی نقل کرتے ہیں) لیکن محدثین کے نزدیک وہ روایت ثابت شدہ نہیں ہے کیونکہ اس میں بعض راوی مجہول ہیں، لہٰذا ہم نے یہ روایت اہل حجاز سے نقل کر لی، گو کہ اس کی اسناد میں انقطاع ہی ہے۔

(٤٠١) وإنما قبلناه بما وصفت من نقل أهل المغازي وإجماع العامة عليه وإن كنا قد ذكرنا الحديث فيه واعتمدنا على حديث أهل المغازي عاما وإجماع الناس

۴۰۱: ہمارے اس روایت کو قبول کرنے کی وجہ وہی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اسے اہل مغازی نے نقل کیا ہے اور عام اہل علم کا اس پر اجماع ہے، اور اس سلسلے میں ہم نے عام اہل مغازی کی حدیث اور اہل علم کے اجماع پر اعتماد کیا ہے گو کہ اس مضمون کی حدیث بھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(٤٠٢) أخبرنا سفيان عن سليمان الاحول عن مجاهد أن رسول الله ﷺ قال " لا وصية لوارث"

۴۰۲: ہم سے سفیان نے سلیمان احول کی سند سے مجاہد کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے۔

(٤٠٣) فاستدللنا بما وصفت من نقل عامة أهل المغازي عن النبي ﷺ أن لا وصية لوارث " على أن المواريث ناسخة للوصية للوالدين والزوجة مع الخبر المنقطع عن النبي ﷺ

وإجماع العامة على القول به

۴۰۳: سو ہم نے اس روایت سے یہ استدلال کرلیا کہ والدین اور بیوی کے حق میں وصیت کے لیے احکام وراثت ناسخ ہیں، اس سلسلے میں ہمارا استدلال عام اہل مغازی کی نقل سے ہے، تاہم یہ منقطع روایت بھی اور عام اہل علم کا اجماع بھی اس کی تقویت کا سبب بنتا ہے۔

(٤٠٤) وكذلك قال أكثر العامة إن الوصية للاقربين منسوخة زائل فرضها إذا كانوا وارثين فبالميراث وإن كانوا غير وارثين فليس بفرض أن يوصى لهم

۴۰۴: عام اہل علم نے بھی یہی کہا ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم منسوخ اور اس کی فرضیت زائل ہو چکی ہے، اگر وہ وارث ہیں تو انہیں وراثت کی وجہ سے میت کا ترکہ مل جائے گا اور اگر وہ وارث نہیں ہیں تو پھر ان کے حق میں وصیت کرنا اس کے لیے فرض نہیں ہے۔

(٤٠٥) إلا أن طاوسا وقليلا معه قالوا نسخت الوصية للوالدين وثبتت للقرابة غير الوارثين فمن أوصى لغير قرابة لم يجز

۴۰۵: البتہ طاؤس اور چند دیگر حضرات ''جن کی تعداد بہت تھوڑی ہے'' کہتے ہیں کہ والدین کے حق میں وصیت منسوخ ہوگئی ہے لیکن ورثاء کے علاوہ دیگر قریبی رشتہ داروں کے حق میں وہ اب بھی ثابت ہے، لہٰذا جو شخص قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کسی اور کے لیے وصیت کرے تو یہ جائز نہیں ہے۔

(٤٠٦) فلما احتملت الآية ما ذهب إليه طاوس من أن الوصية للقرابة ثابتة إذ لم يكن في خبر أهل العلم بالمغازي إلا أن النبي ﷺ قال " لا وصية لوارث " وجب عندنا على أهل العلم طلبُ الدلالة على خلاف ما قال طاوس أو موافقته

۴۰۶: چونکہ آیت وصیت میں طاؤس کی رائے کے مطابق ایک احتمال پایا جاتا ہے کہ قرابت داروں کے لیے وصیت ابھی ثابت ہے کیونکہ مغازی کا علم رکھنے والے حضرت کی روایت میں صرف اتنی بات آرہی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے'' اس لیے ہمارے نزدیک اہل علم پر لازم ہے کہ طاؤس کی مخالفت یا موافقت کے لیے دلائل تلاش کریں۔

(٤٠٧) فوجدنا رسول الله ﷺ حكم في ستة مملوكين كانوا لرجل لا مال له غيرهم فأعتقهم عند الموت فجزأهم النبي ﷺ ثلاثة أجزاء فأعتق اثنين وأرق أربعة

۴۰۷: چنانچہ ہمیں ایک روایت مل گئی جس کے مطابق ایک آدمی نے مرتے وقت اپنے چھ کے چھ غلام آزاد کر دیئے، اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی اور مال نہ تھا، نبی ﷺ نے ان غلاموں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، اس کے بعد ان میں سے

دوکو آزاد کر دیا، اور باقی چار کو غلام رہنے دیا۔

(٤٠٨) أخبرنا بذلك عبد الوهاب عن أيوب عن أبي قلابة عن أبي المهلب عن عمران بن حصين عن النبي ﷺ

۴۰۸: یہ روایت ہمیں عبدالوہاب نے اپنی سند سے بیان کی ہے اور اس کے راوی صحابی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہیں۔

(٤٠٩) قال فكانت دلالة السنة في حديث عمران بن حصين بينة بأن رسول الله أنزل عتقهم في المرض وصية

۴۰۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں سنت کی دلالت واضح ہے کہ نبی ﷺ نے مرض الوفات میں غلام آزاد کرنے کو وصیت کے مرتبے میں شمار فرمایا۔

(٤١٠) والذي أعتقهم رجل من العرب والعربي إنما يملك من لا قرابة بينه وبينه من العجم فأجاز النبي ﷺ لهم الوصية

۴۱۰: اور جس شخص نے انہیں آزاد کیا تھا، وہ اہل عرب میں سے تھا اور کوئی عربی صرف اسی شخص کا مالک ہوسکتا ہے جس کے اور اس کے درمیان کوئی قرابت داری نہ ہو اور وہ اہل عجم میں سے ہو، سو نبی ﷺ نے ان کے حق میں وصیت کو معتبر قرار دیا۔

(٤١١) فدل ذلك على أن الوصية لو كانت تبطل لغير قرابة بطلت للعبيد المعتقين لانهم ليسوا بقرابة للمعتق

۴۱۱: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وصیت قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کے لیے باطل ہوتی تو ان آزاد شدہ غلاموں کے حق میں بھی باطل ہوتی کیونکہ وہ آزاد کرنے والے کے قرابت دار نہ تھے۔

(٤١٢) ودل ذلك على أن لا وصية لميت إلا في ثلث ماله ودل ذلك على أن يرد ما جاوز الثلث في الوصية وعلى ابطال الاستسعاء وإثبات القسم والقرعة

۴۱۲: نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ میت کو اپنے کل مال کے صرف ایک تہائی میں وصیت کرنے کی اجازت ہے اور یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر وصیت ایک تہائی سے تجاوز کر جائے تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا، نیز یہ کہ غلاموں کو مزدوری کر کے اپنی قیمت ادا کرنے کی ترغیب دینا باطل ہے، اور تقسیم و قرعہ اندازی ثابت ہے۔

(٤١٣) وبطلت وصية الوالدين لانهما وارثان وثبت ميراثهما

۴۱۳: اور والدین کے لیے وصیت باطل ہو چکی ہے کیونکہ وہ دونوں وارث ہیں اور ان کی وراثت شریعت میں ثابت شدہ ہے۔

(٤١٤) ومن أوصى له الميت من قرابة وغيرهم جازت الوصية إذا لم يكن وارث

۴۱۴: اور مرنے والا جس شخص کے حق میں بھی وصیت کرے خواہ وہ اس کا قرابت دار ہو یا نہ ہو، اس کے لیے وصیت جائز ہے بشرطیکہ وہ وارث نہ ہو۔

(٤١٥) وأحب إلي لو أوصى لقرابة

۴۱۵: اور میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہی ہے کہ انسان اپنے قرابت داروں کے لیے وصیت کرے۔

(٤١٦) وفي القرآن ناسخ ومنسوخ غير هذا مفرق في مواضعه في كتاب (أحكام القرآن)

۴۱۶: قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ کی مثالیں اس کے علاوہ بھی ہیں جو میری کتاب احکام القرآن کی مختلف جگہوں میں بکھری ہوئی ہیں۔

(٤١٧) وإنما وصفت منه جملا يستدل بها على ما كان في معناها ورأيت أنها كافية في الاصل ما سكت عنه وأسأل الله العصمة والتوفيق

۴۱۷: میں نے اس کے چند اجمالی اصول اور اشارے یہاں ذکر کر دیئے ہیں جن سے اس مضمون کی دیگر مثالوں پر استدلال کیا جا سکتا ہے، میرا خیال ہے کہ اصولی طور پر یہ چند چیزیں بھی کافی ہوں گی ان سے جن سے میں نے سکوت کیا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ ہی سے حفاظت اور توفیق کا سوال کرتا ہوں۔

(٤١٨) وأتبعت ما كتبت منها علم الفرائض التي أنزلها الله مفسرات وجملا وسنن رسول الله معها وفيها ليعلم من علم هذا من علم (الكتاب) الموضع الذي وضع الله به نبيه من كتابه ودينه وأهل دينه

۴۱۸: اس کے بعد میں ان فرائض کا ذکر لے کر آیا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مفسر اور مجمل دونوں طرح نازل فرماتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اور درمیان درمیان میں نبی ﷺ کی سنتیں بھی لے کر آیا ہوں، تا کہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والا اس مقام اور مرتبے سے واقف ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو اپنی کتاب، اپنے دین اور اہل دین میں عطا فرمایا ہے۔

(٤١٩) ويعلمون أن اتباع أمره وطاعة الله وأن سنته تبع لكتاب الله فيما أنزل وأنها لا تخالف كتاب الله أبدا

۴۱۹: اور وہ جان لیں کہ نبی علیہ السلام کے حکم کی پیروی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، نبی ﷺ کی سنتیں کتاب اللہ کے تابع ہیں، اور وہ کتاب اللہ کے مخالف کبھی بھی نہیں ہو سکتی ہیں۔

(٤٢٠) ويعلم من فهم هذا الكتاب أن البيان يكون من وجوه لا من وجه واحد يجمعها أنها عند أهل العلم بينه ومشتبهة البيان وعند من يقصر علمه مختلفة البيان

۴۲۰: اور جو شخص میری اس کتاب کو سمجھے اسے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ بیان اور وضاحت کی کوئی ایک صورت یا وجہ نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مختلف وجوہ اور صورتیں ہو سکتی ہیں، ان سب کے لیے مشترکہ بات یہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک وہ وجوہ بین یا مشتبہ البیان ہیں اور کوتاہ فہم لوگوں کے نزدیک مختلف البیان ہیں۔

باب الفرائض التى أنزل الله نصًّا

ان فرائض کا بیان جو اللہ تعالیٰ نے نص صریح کے ساتھ نازل فرمائے ہیں

(٤٢١) قال الله جل ثناؤه (والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا وأولئك هم الفاسقون)

۴۲۱: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ (النور:۴)

''اور جو لوگ پرہیز گار عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں''

(٤٢٢) قال الشافعي فالمحصنات ها هنا البوالغ الحرائر وهذا يدل على أن الاحصان اسم جامع لمعاني مختلفة

۴۲۲: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں محصنات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بالغ اور آزاد ہوں، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ احصان ایک ایسا لفظ ہے جو مختلف معانی کو جامع ہے۔

(٤٢٣) وقال: (والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء إلا أنفسهم فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله إنه لمن الصادقين والخامسة أن لعنة الله عليه إن كان من الكاذبين ويدرأ عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله إنه لمن الكاذبين والخامسة أن غضب الله عليها إن كان من الصادقين)

۴۲۳: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا

الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ (النور:٦۔٩)

''اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار خدا کی قسم کھائے کہ بیشک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں بار یہ (کہے) کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہو اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار خدا کی قسم کھائے کہ بیشک یہ جھوٹا ہے۔ اور پانچویں دفعہ یوں (کہے) کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔''

(٤٢٤) فلما فرق الله بين حكم الزوج والقاذف سواه فحد القاذف سواه إلا أن يأتي بأربعة شهداء على ما قال وأخرج الزوج باللعان من الحد دل ذلك على ان قذفه المحصنات الذين أريدوا بالجلد قذفة الحرائر البوالغ غير الازواج

۴۲۴: اللہ تعالیٰ نے شوہر اور اس کے علاوہ کسی دوسرے تہمت لگانے والے کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے تو اس فرق کی وجہ سے تہمت لگانے والے کی سزا بھی مختلف ہوگی، الا یہ کہ وہ اپنے الزام پر چار گواہ پیش کر دے، اور اللہ تعالیٰ نے شوہر کو لعان کے ذریعے اس سزا سے نکال لیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والے جن لوگوں کو کوڑے مارے جانے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے شوہر کے علاوہ دوسرے لوگ مراد ہیں جو آزاد بالغ عورتوں پر گناہ کی تہمت لگائیں۔

(٤٢٥) وفي هذا الدليل على ما وصفت من القرآن عربي يكون منه ظاهره عاما وهو يراد به الخاص لا أن واحدة من الآيتين نسخت الاخرى ولكن كل واحدة منهما على ما حكم الله به فيفرق بينهما حيث فرق الله ويجمعان حيث جمع الله

۴۲۵: اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ قرآن کریم عربی ہے اس کا کچھ حصہ ظاہر عام ہے اور اس سے مراد خاص ہے، یہ نہیں کہ ایک آیت نے دوسری کو منسوخ کر دیا بلکہ ان میں سے ہر ایک کا وہ مفہوم مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ہے، چنانچہ جہاں اللہ نے جدا رکھا ہے وہاں ان دونوں کو جدا رکھا جائے گا اور جہاں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع کر دیا ہے وہاں ان دونوں کو جمع کر دیا جائے گا۔

(٤٢٦) فإذا التعن الزوج خرج من الحد كما يخرج الاجنبيون بالشهود وإذا لم يلتعن وزوجته حرة بالغة حد

۴۲۶: لہٰذا شوہر جب لعان کرلے تو حد سے خارج ہو جائے گا جیسے اجنبی لوگ گواہ پیش کر کے حد سے بچ جاتے ہیں اور اگر شوہر لعان نہ کرے اور اس کی بیوی آزاد اور بالغہ ہو تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔

(٤٢٧) قال وفي العجلاني وزوجته أنزلت آية اللعان ولا عن النبي ﷺ بينهما فحكى اللعان بينهما سهل بن سعد الساعدي وحكاه ابن عباس وحكى ابن عمر حضور لعان عند النبي ﷺ فما حكى منهم واحد كيف لفظ النبي ﷺ في أمرهما باللعان

۴۲۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عویمر عجلانی اور ان کی اہلیہ کے واقعے میں لعان کی آیت نازل ہوئی اور نبی ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان فرمایا، اس لعان کا واقعہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کن الفاظ کے ساتھ لعان فرمایا۔

(٤٢٨) وقد حكوا معا أحكاما لرسول الله ﷺ ليست نصا في القرآن منها تفريقه بين المتلاعنين ونفيه الولد وقوله " إن جاءت به هكذا فهو للذي يتهمه " فجاءت به على الصفة وقال " إن أمره لبين لو لا ما حكى الله " وحكى ابن عباس أن النبي ﷺ قال عند الخامسة " قفوه فإنها موجبة "

۴۲۸: البتہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے نبی ﷺ سے کچھ احکامات نقل کیے ہیں جن پر قرآن کریم میں کوئی نص نہیں آئی ہے مثلاً نبی ﷺ کا لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کروانا، بچے کے نسب کی نفی کرنا اور یہ فرمانا کہ اگر اس عورت کے یہاں بچہ اسی طرح پیدا ہوا جیسے میں نے بتایا تو وہ اس شخص کا ہوگا جس پر وہ الزام لگا رہا ہے، پھر اس کے بعد اسی حلیے کا بچہ پیدا ہوا اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کا معاملہ واضح ہے، اگر وہ بات نہ ہوتی جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لعان کا جملہ پانچویں مرتبہ ادا کرتے وقت نبی ﷺ نے لوگوں سے فرمایا اسے روکو، کیونکہ پانچویں مرتبہ کا یہ جملہ اسے ثابت کردے گا۔

(٤٢٩) فاستدللنا على أنهم لا يحكون بعض ما يحتاج إليه من الحديث ويدعون بعض ما يحتاج إليه منه وأولاه أن يحكى من ذلك كيف لا عن النبي ﷺ بينهما إلا علما بأن أحدا قرأ كتاب الله يعلم أن رسول الله ﷺ إنما لاعن كما أنزل الله

۴۲۹: اس سے ہم نے یہ استدلال کرلیا کہ بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یا محدثین ان جملوں کو نقل نہیں کرتے جن کی ضرورت واحتیاج ہوتی ہے اور وہ ضرورت کی بعض چیزیں ترک کردیتے ہیں، حالانکہ اس موقع پر زیادہ ضروری تو یہ تھا کہ لعان کا طریقہ نقل کیا جاتا، اس کی وجہ صرف اتنی ہی ہے کہ وہ جانتے تھے جو شخص بھی کتاب اللہ کی تلاوت کرے گا وہ جان لے گا کہ نبی ﷺ نے اسی طریقے کے مطابق لعان کروایا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

(٤٣٠) فاكتفوا بإبانة الله اللعان بالعدد والشهادة لكل واحد منهما دون حكاية لفظ رسول

الله ﷺ حين لاعن بينهما

۴۳۰: گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس بات پر اکتفاء کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تعداد اور گواہی کے اعتبار سے زوجین کے درمیان لعان کا طریقہ بیان فرما دیا ہے، لہٰذا انہوں نے ان الفاظ کو نقل نہیں کیا جو نبی ﷺ نے لعان کرنے والوں سے ارشاد فرمائے۔

(٤٣١) قال الشافعي في كتاب الله غاية الكفاية من اللعان وعدده

۴۳۱: امام شافعی فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں اس بات کی نہایت کفایت موجود ہے کہ لعان کس طرح ہوگا اور اس کی تعداد کتنی ہوگی۔

(٤٣٢) ثم حكى بعضهم عن النبي ﷺ في الفرقة بينهما كما وصفت

۴۳۲ پھر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس بات کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ نبی ﷺ نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کروائی جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔

(٤٣٣) وقد وصفنا سنن رسول الله ﷺ مع كتاب الله قبل هذا

۴۳۳: اور اس سے پہلے ہم کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی سنتیں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

(٤٣٤) قال الله * (كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون أياما معدودات) (فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا)

۴۳۴: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (البقرہ:۱۸۳)

"تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔"

نیز ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ:۱۸۵)

" تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے"۔

(٤٣٥) ثم بين أي شهر هو فقال: (شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم ولعلكم تشكرون)

۴۳۵: پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ مہینہ کون سا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ؀ (البقرہ:۱۸۵)

”(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے۔ خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور (یہ آسانی کا حکم) اس لیے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو“

(٤٣٦) قال الشافعي فما علمت أحدا من أهل العلم بالحديث قبلنا تكلف أن يروي عن النبي ﷺ أن الشهر المفروض صومه شهر رمضان الذي بين شعبان وشوال لمعرفتهم بشهر رمضان من الشهور واكتفاء منهم بأن الله فرضه

۴۳۶: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے جو اہل علم حضرات گزرے ہیں، مجھے ان میں سے کسی کے متعلق معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرنے کا تکلف کیا ہو کہ جس مہینے کے روزے فرض ہیں، وہ رمضان کا مہینہ ہے جو کہ شعبان اور شوال کے درمیان ہے کیونکہ وہ عام مہینوں اور ماہ رمضان کی معرفت رکھتے تھے، اور وہ اس بات پر اکتفا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں۔

(٤٣٧) وقد تكلفوا حفظ صومه في السفر وفطره وتكلفوا كيف قضاؤه وما أشبه هذا مما ليس فيه نص كتاب

۴۳۷: البتہ انہوں نے سفر میں نبی ﷺ کے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کو تکلف کے ساتھ یاد رکھا ہے، اس بات کا بھی تکلف کیا ہے کہ نبی ﷺ نے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کیسے فرمائی؟ اسی طرح کی متعدد مثالیں ہیں جن میں کتاب اللہ کی نص موجود نہیں ہے۔

(٤٣٨) ولا علمت أحدا من غير أهل العلم احتاج في المسألة عن شهر رمضان أي شهر هو ولا هل هو واجب أم لا

۴۳۸: اور نہ ہی کسی غیر اہل علم میں سے میں کسی کو جانتا ہوں جسے ماہِ رمضان کے متعلق یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ

کون سا مہینہ ہے، یا یہ کہ روزہ فرض ہے یا نہیں؟

(٤٣٩) وهكذا ما أنزل الله من جمل فرائضه في أن عليهم صلاة وزكاة وحجا على من أطاقه وتحريم الزنا والقتل وما أشبه هذا

۴۳۹: یہی تفصیل ان تمام فرائض میں ہے جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ نماز، زکوٰۃ اور حج ہر اس شخص پر فرض ہے جس میں ان کی طاقت اور ہمت ہو، نیز بدکاری اور قتل وغیرہ حرام کام ہیں۔

(٤٤٠) قال وقد كانت لرسول الله ﷺ في هذا سننا ليست نصا في القرآن أبان رسول الله ﷺ عن الله معنى ما أراد بها وتكلم المسلمون في أشياء من فروعها لم يسن رسول الله ﷺ فيها سنة منصوصة

۴۴۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں نبی ﷺ کی کچھ سنتیں ہیں جو قرآن کریم کی نص صریح میں نہیں ہیں، اور نبی ﷺ نے اس معنی کو واضح فرما دیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے، اور مسلمانوں نے ایسے فروعی معاملات میں کلام کرنا شروع کر دیا جن میں نبی ﷺ کی کوئی واضح سنت موجود نہیں ہے۔

(٤٤١) فمنها قول الله (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره فإن طلقها فلا جناح عليهما أن يتراجعا)

۴۴۱: ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ

(البقرہ:۲۳۰)

''پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہوگی ہاں اگر دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔''

(٤٤٢) فاحتمل قول الله (حتى تنكح زوجا غيره) أن يتزوجها زوج غيره وكان هذا المعنى الذي يسبق إلى من خوطب به أنها إذا عقدت عليها عقدة النكاح فقد نكحت

۴۴۲: اب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ'' یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس عورت سے کوئی دوسرا شخص نکاح کر لے، اور یہ وہ معنی ہے جو ہر مخاطب کے ذہن میں پہلی مرتبہ ہی آ جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب عورت کے لیے نکاح کی گرہ باندھ دی جائے تو اس کا نکاح ہو گیا (گویا لفظ تنکح میں یتزوج کا معنی مراد ہونے کا احتمال بھی ہے)۔

(٤٤٣) واحتمل حتى يصيبها زوج غيره لان اسم النكاح يقع بالاصابة ويقع بالعقد

۴۴۳: اور یہ احتمال بھی ہے کہ لفظ تنکح یصیب کے معنی میں ہو کیونکہ لفظ نکاح ''اصابہ اور عقد'' دونوں پر بولا جاتا ہے۔

(٤٤٤) فلما قال رسول الله لامرأة طلقها زوجها ثلاثا ونكحها بعده رجل " لا تحلين حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك " يعني يصيبك زوج غيره والاصابة النكاح

۴۴۴: ایک عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دیدیں تھیں، اس کے بعد اس سے ایک اور آدمی نے نکاح کر لیا تھا، نبی ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تم اپنے پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی ہو جب تک تم اس دوسرے شوہر کا شہد نہ چکھ لو اور وہ تمہارا شہد نہ چکھ لے، یہاں پر تذوقی کا لفظ اصابہ کے معنی میں ہے اور اصابہ سے مراد نکاح ہے۔

(٤٤٥) فإن قال قائل فاذكر الخبر عن رسول الله بما ذكرت

۴۴۵: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ نے جو تفصیل ذکر کی ہے، اس پر نبی ﷺ کی حدیث بیان کیجئے۔

(٤٤٦) قيل أخبرنا سفيان عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة " أن امرأة رفاعة جاءت إلى النبي ﷺ فقالت إن رفاعة طلقني فبت طلاقي وأن عبد الرحمن بن الزبير تزوجني وإنما معه مثل هدبة الثوب فقال رسول الله ﷺ أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة لا حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك "

۴۴۶: تو اس کے سامنے یہ حدیث بیان کی جا سکتی ہے جو ہم سے سفیان نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے، کہ رفاعہ قرظی کی بیوی ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ رفاعہ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور طلاق بھی پختہ اور یقینی (تین مرتبہ) دی ہے، اس کے بعد عبد الرحمن بن زبیر نے مجھ سے نکاح کر لیا، اس کے پاس تو کپڑے کے پھندنے جیسی چیز ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کیا تم رفاعہ کے پاس لوٹ جانا چاہتی ہو؟ ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم اس کا شہد نہ چکھ لو اور وہ تمہارا شہد نہ چکھ لے۔

(٤٤٧) قال الشافعي فبين رسول الله ﷺ أن إحلال الله إياها للزوج المطلق ثلاثا بعد زوج بالنكاح إذا كان مع النكاح إصابة من الزوج

۴۴۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو تین طلاقیں دینے والے شوہر کے لیے دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد حلال قرار دیا ہے، جب کہ نکاح کے بعد دوسرے شوہر سے تنہائی کی ملاقات بھی ہو جائے۔

الفرائض المنصوصة التي سن رسول الله ﷺ معها

وہ منصوص فرائض جن کے ساتھ نبی ﷺ نے اپنی سنت بھی جاری فرمائی ہے

(٤٤٨) قال الله تبارك وتعالى (إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤسكم وأرجلكم إلى الكعبين وإن كنتم جنبا فاطهروا)

۴۴۸: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ (المائدہ:٦)

''جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو۔ اور سر کا مسح کرلیا کرو۔ اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہوجایا کرو''۔

(٤٤٩) وقال: (ولا جنبا إلا عابري سبيل حتى تغتسلوا)

۴۴۹: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ (النسا:۴۳)

''اور نہ جنابت کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) سوائے (اس حال میں کہ) راستے سے گزر رہے ہو یہاں تک کہ تم غسل (نہ) کرلو''

(٤٥٠) فأبان أن طهارة الجنب الغسل دون الوضوء

۴۵۰: اس سے واضح ہوگیا کہ جنبی آدمی کی طہارت غسل کرنا ہے، وضو کرنا نہیں ہے۔

(٤٥١) وسن رسول الله ﷺ الوضوء كما أنزل الله فغسل وجهه ويديه إلى المرفقين ومسح برأسه وغسل رجليه إلى الكعبين

۴۵۱: اور نبی ﷺ نے وضو میں وہی طریقہ جاری فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے اپنا چہرہ، کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئے، سر کا مسح فرمایا اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے۔

(٤٥٢) أخبرنا عبد العزيز بن محمد عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن ابن عباس عن النبي ﷺ " أنه توضأ مرة مرة "

۴۵۲: عبدالعزیز بن محمد نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہم سے نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک

مرتبہ اعضائے وضوکو دھو کر بھی وضو کیا ہے۔

(٤٥٣) أخبرنا مالك بن عمرو بن يحيي عن أبيه أنه قال لعبد الله بن زيد وهو جد عمرو بن يحيي " هل تستطيع أن تريني كيف كان رسول الله ﷺ يتوضأ فقال عبد الله نعم فدعا بوضوء فافرغ على يديه فغسل يديه مرتين ثم مضمض واستنشق ثلاثا ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل يديه مرتين مرتين إلى المرفقين ثم مسح براسه بيديه فاقبل بهما وأدبر بدأ بمقدم رأسه ثم ذهب بهما إلى قفاه ثم ردهما إلى المكان الذي بدأ منه ثم غسل رجليه "

۴۵۳: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن یحییٰ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے "جو کہ عمرو کے دادا تھے" یہ عرض کیا کہ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں! پھر انہوں نے وضو کا پانی منگوایا، اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا، دو مرتبہ دونوں ہاتھ دھوئے، پھر تین تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر کہنیوں تک دو دو مرتبہ ہاتھ دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، اور آگے پیچھے سے سر پر ہاتھ پھیرے، انہوں نے سر کے اگلے حصے سے آغاز فرمایا اور اپنے ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر انہیں پلٹا کر اسی جگہ واپس لے آئے جہاں سے مسح کا آغاز فرمایا تھا، اس کے بعد انہوں نے نے اپنے دونوں پاؤں دھو لیے۔

(٤٥٤) فكان ظاهر قول الله (فاغسلوا وجوهكم) أقل ما وقع عليه اسم الغسل وذلك مرة واحتمل أكثر

۴۵۴: اب "فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ" کا ظاہری معنی کم از کم وہ ہے جس پر دھونے کا لفظ بولا جا سکے اور وہ ایک مرتبہ ہے، لیکن ایک مرتبہ سے زیادہ کا احتمال بھی اس میں پایا جاتا ہے۔

(٤٥٥) فسن رسول الله ﷺ الوضوء مرة فوافق ذلك ظاهر القرآن وذلك أقل ما يقع عليه اسم الغسل واحتمل أكثر وسنه مرتين وثلاثا

۴۵۵: اور نبی ﷺ کی سنت سے بھی ایک ایک مرتبہ اعضائے وضو کو دھونا ثابت ہے جو کہ ظاہر قرآن کے مطابق ہے، یہ کم از کم مقدار ہے جس پر دھونے کا لفظ بولا جا سکتا ہے اور زیادہ کا احتمال بھی ہے، چنانچہ نبی ﷺ کی سنت سے دو اور تین مرتبہ دھونا بھی ثابت ہے۔

(٤٥٦) فلما سنه مرة استدللنا على أنه لو كانت مرة لا تجزئ لم يتوضأ مرة ويصلي وأن ما جاوز مرة اختيار لا فرض في الرضوء لا يجزئ أقل منه

۴۵۶: اس سنت سے ہم نے اس بات پر استدلال کرلیا کہ اگر ایک مرتبہ اعضائے وضو کو دھونا کافی نہ ہوتا تو نبی ﷺ اس طرح وضو کر کے نماز نہ پڑھتے، نیز ہم نے اس سے یہ استدلال بھی کرلیا کہ ایک مرتبہ سے زائد دھونا اختیاری امر ہے، وضو میں یہ کوئی ایسا فرض نہیں ہے جس سے کم میں کفایت نہ ہوتی ہو۔

(٤٥٧) وهذا مثل ما ذكرت من الفرائض قبله لو ترك الحديث فيه استغنى فيه بالكتاب وحين حكي الحديث فيه دل على اتباع الحديث كتاب الله

۴۵۷: یہ ایسے ہی ہے جیسے اس سے قبل میں نے فرائض کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اگر اس سلسلے میں حدیث متروک ہو جائے تو کتاب اللہ کے ذریعے استغناء ظاہر کیا جاسکے اور اگر حدیث نقل کی جائے تو وہ اس بات کی دلیل ہو کہ حدیث بھی کتاب اللہ کی پیروی کرتی ہے۔

(٤٥٨) ولعلهم إنما حكوا الحديث فيه لأن أكثر ما توضأ رسول الله ﷺ ثلاثا فارادوا ان الوضوء ثلاثا اختيار لا أنه واجب لا يجزئ أقل منه ولما ذكر منه في أن " من توضأ وضوء هذا وكان ثلاثا ثم صلى ركعتين لا يحدث نفسه فيهما غفر له " فأرادوا طلب الفضل في الزيادة في الوضوء وكانت الزيادة فيه نافلة

۴۵۸: غالباً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس سلسلے میں حدیث اس لیے نقل فرمائی ہے کہ عام طور پر نبی ﷺ اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھوتے تھے، اس لیے انہوں نے یہ سوچا کہ لوگوں کو بتا دیں کہ یہ ایک اختیاری امر ہے، یہ ایسا واجب نہیں ہے جس سے کم مقدار کفایت ہی نہ کرتی ہو، علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص اس طرح وضو کرے، پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان اپنے نفس سے باتوں میں مشغول نہ ہو تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ارادہ ہوا کہ اس سلسلے میں اضافی فضیلت حاصل کریں اور یہ اضافہ نفلی تھا۔

(٤٥٩) وغسل رسول الله ﷺ في الوضوء المرفقين والكعبين وكانت الآية محتملة أن يكونا مغسولين وأن يكون مغسولا إليهما ولا يكونان مغسولين ولعلهم حكوا الحديث إبانة لهذا أيضا

۴۵۹: اور نبی اکرم ﷺ نے وضو میں کہنیوں اور ٹخنوں کو بھی دھویا تھا، آیت مبارکہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ ان دونوں کو دھویا جائے، اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان دونوں تک دھویا جائے، غالباً صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسی کی وضاحت کے لیے یہ حدیث نقل کی ہے۔

(٤٦٠) وأشبه الامرين بظاهر الآية أن يكونا مغسولين

۴۶۰: آیت کے ظاہری مفہوم سے یہی بات راجح تر معلوم ہوتی ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں کو بھی دھویا جائے۔

(٤٦١) وهذا بيان السنة مع بيان القرآن

۴۶۱: اور یہ بیان قرآن کے ساتھ ساتھ بیان سنت ہے۔

(٤٦٢) وسواء البيان في هذا وفيما قبله ومستغنى بفرضه بالقرآن عند أهل العلم ومختلفان عند غيرهم

۴۶۲: اس میں اور اس سے پہلے والی مثال میں بیان کا معاملہ برابر ہے اور اہل علم کے نزدیک قرآن کریم کے ذریعے اس کے فرض میں استغنا ظاہر کیا جا سکتا ہے اور غیر اہل علم کے نزدیک یہ دونوں مختلف ہیں۔

(٤٦٣) وسن رسول الله ﷺ في الغسل من الجنابة غسل الفرج والوضوء كوضوء الصلاة ثم الغسل فكذلك أحببنا أن نفعل

۴۶۳: اور نبی ﷺ نے غسل جنابت میں شرمگاہ کو دھونے، نماز جیسا وضو کرنے اور اس کے بعد غسل کرنے کی سنت جاری فرمائی ہے، اس لیے ہمیں بھی اسی طرح کرنا پسند ہے۔

(٤٦٤) ولم أعلم مخالفا حفظت عنده من أهل العلم في أنه كيف ما جاء بغسل وأتى على الاسباغ أجزأه وإن اختاروا غيره لان الفرض الغسل فيه ولم يحدد تحديد الوضوء

۴۶۴: اور جہاں تک مجھے یاد ہے، اہل علم میں سے کوئی بھی اس بات کا مخالف میرے علم میں نہیں ہے کہ غسل جس طرح بھی ہو اور انسان کامل طریقے سے پورے جسم پر پانی بہالے تو یہ کفایت کر جاتا ہے، کیونکہ اس میں فرض تو غسل ہی ہے اور اس میں وضو جیسی تحدید بھی نہیں ہے۔

(٤٦٥) وسن رسول الله ﷺ فيما يجب منه الوضوء وما الجنابة التي يجب منه الوضوء وما الجنابة التي يجب بها الغسل إذ لم يكن بعض ذلك منصوصا في الكتاب

۴۶۵: اور نبی ﷺ نے ان چیزوں میں سنت جاری فرمائی ہے جن سے وضو واجب ہوتا ہے اور اس جنابت کی حقیقت کیا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے کیونکہ اس میں سے بعض چیزیں کتاب اللہ کی نص صریح میں وارد نہیں ہوئی ہیں۔

الفرض المنصوص الذي دلت السنة على أنه إنما أراد الخاص

وہ منصوص فرائض جن میں سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے اسکا خاص معنی مراد ہے

٤٦٦ - قال الله تبارك وتعالى (يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة إن امرؤ هلك ليس له

ولد وله أخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها إن لم يكن لها ولد)

۴۶۶: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْتَفْتُونَكَ ۚ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ (النسا:۱۷۶)

''لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں (کلالہ کے بارے میں) کہہ دو کہ خدا کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرجائے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کی بہن ہو تو اس کی بہن کو بھائی کے ترکے میں سے آدھا حصہ ملے گا اور اگر بہن مرجائے اور اسکے اولاد نہ ہو تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔''

(٤٦٧) وقال: (للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه أو كثر نصيبا مفروضا)

۴۶۷: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ۝ (النساء:۷)

''جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ کر مریں تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے (خدا کے) مقرر کیے ہوئے ہیں۔''

(٤٦٨) وقال (ولابويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلامه الثلث فإن كان له اخوة فلامه السدس من بعد وصية يوصي بها أو دين آباؤكم وابناؤكم لا تدرون أيهم أقرب لكم نفعا فريضة من الله إن الله كان عليما حكيما ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين)

۴۶۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ

وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ (النساء:١١-١٢)

''اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ میت کے اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ۔ (اور یہ تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو۔ یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اس کے ذمے ہو عمل میں آئے گی) تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں، پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے خدا کے مقرر کیے ہوئے ہیں اور خدا سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ مریں، اگر ان کے اولاد نہ ہو تو اس میں نصف حصہ تمہارا اور اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا حصہ چوتھائی (لیکن یہ تقسیم) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو ان کے ذمہ ہو کی جائے گی)۔''

(٤٦٩) وقال: (ولهن الربع) مع آي المواريث كلها

۴۶۹: اور احکام وراثت بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

''ولهن الربع''

''اور ان عورتوں کے لیے چوتھائی مال ہوگا۔''

(٤٧٠) فدلت السنة على أن الله إنما أراد ممن سمى له المواريث من الاخوة والاخوات والولد والاقارب والوالدين والازواج وجميع من سمى له فريضة في كتابه خاصا ممن سمى

۴۷۰: سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حق تعالیٰ کی مراد وہ لوگ ہیں جن کے لیے وراثت میں نام ذکر کیا گیا ہے یعنی بہن بھائی، اولاد، قریبی رشتہ دار، والدین اور میاں بیوی، نیز وہ تمام لوگ جن کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا حصہ مقرر فرمایا ہے، وہ سب خاص ہیں۔

(٤٧١) وذلك ان يجتمع دين الوارث والموروث فلا يختلفان ويكونان من أهل دار المسلمين ومن له عقد من المسلمين يأمن به على ماله ودمه أو يكونان من المشركين فيتوارثان بالشرك

۴۷۱: اور وہ اس طرح کہ وارث اور مورث کا دین ایک ہو، مختلف نہ ہو، اسی طرح وہ دار المسلمین میں ہوں، اور جس شخص کا مسلمانوں سے معاہدہ ہو اس کا مال اور جان اس کے ذریعے محفوظ ہو، یا وہ دونوں مشرک ہوں تو شرک کی وجہ سے بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

(٤٧٢) أخبرنا سفيان عن الزهري عن علي بن حسين عن عمرو بن عثمان بن زيد أن رسول

اللهﷺ قال " لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم "

۴۷۲: ہم سے سفیان نے اپنی سند سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔

(٤٧٣) وأن يكون الوارث والموروث حرين في الاسلام

۴۷۳: نیز یہ کہ وارث اور مورث دونوں آزاد ہوں، ساتھ ساتھ یہ کہ مسلمان ہوں۔

(٤٧٤) أخبرنا ابن عيينة عن ابن شهاب عن سالم عن أبيه أن رسول اللهﷺ قال " من باع عبدا وله مال فماله للبائع إلا ان يشترطه المبتاع "

۴۷۴: ہم سے سفیان نے اپنی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی ایسا غلام بیچے جس کے پاس مال ہو تو اس کا مال بائع کا ہوگا الا یہ کہ مشتری اس کی شرط لگادے۔

(٤٧٥) قال فلما كان بينا في سنة رسول اللهﷺ أن العبد لا يملك مالا وأن ما ملك العبد فإنما يملكه لسيده وأن اسم المال له إنما هو إضافة إليه لانه في يديه لا أنه مالك له ولا يكون مالكا له وهو لا يملك نفسه وهو مملوك يباع ويوهب ويورث وكان الله إنما نقل ملك الموتى إلى الاحياء فملكوا منها ما كان الموتى مالكين وإن كان العبد أبا أو غيره ممن سميت له فريضة فكان لو أعطيها ملكها سيده عليه لم يكن السيد بأبي الميت ولا وارثا سميت له فريضة فكنا لو أعطينا العبد بأنه اب إنما أعطينا السيد الذي لا فريضة له فورثنا غير من ورثه الله فلم نورث عبدا لما وصفت ولا أحدا لم تجتمع فيه الحرية والاسلام والبراءة من القتل حتى لا يكون قاتلا

۴۷۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سنت میں یہ بات واضح ہوگئی کہ غلام مال کا مالک نہیں ہوسکتا، غلام کی ملکیت میں جو کچھ ہوگا، وہ سارا اس کے آقا کی ملکیت ہوگا، جب مال کی نسبت غلام کی طرف کی جاتی ہے تو اس کی وجہ صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ اس کے قبضے میں ہوتا ہے، اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کا مالک ہوتا ہے، وہ تو اپنی ذات کا مالک نہیں ہوتا، وہ تو اس اعتبار سے بھی مملوک ہے، جسے بیچا جاسکتا ہے، ہبہ کیا جاسکتا ہے اور اس میں وراثت جاری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے جب مردوں کی ملکیت زندوں کی جانب منتقل فرمائی ہے تو وہ ان تمام چیزوں کے مالک ہوں گے جن پر مردوں کی ملکیت تھی، اگر غلام باپ ہو یا کوئی ایسا رشتہ دار جس کا نام لیکر وراثت میں اس کا حصہ متعین کیا گیا ہے تو اگر اسے وہ دیا گیا تو اس میں آقا کی ملکیت آجائے گی، اس صورت میں مال اسے مل جائے گا جس کا حصہ اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں فرمایا، اس طرح ہم اس شخص کو وارث بنا دیں گے جسے اللہ نے وارث نہیں قرار دیا، اس بنا پر ہم غلام کو

وارث قرار نہیں دیتے اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو وارث قرار دیتے ہیں جس میں حریت، اسلام اور قتل سے بری ہونا جمع نہ ہو۔

(٤٧٦) وذلك أنه روى مالك عن يحي بن سعيد عن عمرو بن شعيب ان رسول الله ﷺ قال "ليس لقاتل شئ"

۴۷۶: اور اس کی دلیل امام مالکؒ کی وہ روایت ہے جوانہوں نے یحییٰ بن سعید کی سند سے عمرو بن شعیب سے نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قاتل کو کچھ نہیں ملے گا۔

(٤٧٧) فلم نورث قاتلا ممن قتل وكان أخف حال القاتل عمدا أن يمنع الميراث عقوبة مع تعرض سخط الله أن يمنع ميراث من عصى الله بالقتل

۴۷۷: اس لیے ہم نے قاتل کو مقتول کا وارث قرار نہیں دیا اور عمداً قتل کرنے والے کے لیے کم از کم سزا یہی ہے کہ اسے وراثت سے محروم کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس کے علاوہ ہے۔

(٤٧٨) وما وصفت من ألا يرث المسلم إلا المسلم حر غير قاتل عمدا ما لا اختلاف فيه بين أحد من أهل العلم حفظت عنه ببلدنا ولا غيره

۴۷۸: اور یہ جو میں نے بیان کیا کہ کسی مسلمان کا وارث مسلمان ہی ہو سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ آزاد ہو اور عمداً قتل کرنے کا مرتکب نہ ہوا ہو، تو اس میں میرے علم کے مطابق ہمارے شہر یا کسی اور علاقے کے اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(٤٧٩) وفي اجتماعهم على ما وصفنا من هذا حجة تلزمهم ألا يتفرقوا في شئ من سنن رسول الله ﷺ بأن سنن رسول الله ﷺ إذا قامت هذا المقام فيما لله فيه فرض منصوص فدلت على أنه على بعض من لزمه اسم ذلك الفرض دون بعض كانت فيما كان مثله من القرآن هكذا وكانت فيما سن النبي ﷺ فيما ليس فيه لله حكم منصوص هكذا

۴۷۹: اور ان علماء کا اس پر اتفاق کر لینا ایک ایسی دلیل ہے جو ان پر اس بات کو لازم کر دیتی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کے درمیان تفریق کی راہ پر نہ چلیں، کیونکہ جن مسائل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی فریضے پر نص صریح وارد ہوئی ہے، ان میں جب نبی ﷺ کی سنتوں کا یہ مقام اور مرتبہ ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جن چیزوں پر لفظ فرض کا اطلاق ہوتا ہے، ان میں بھی سنت کا یہی مقام اور مرتبہ ہے، یہ تفصیل اس صورت میں بھی ہے جبکہ نبی ﷺ کی سنت کسی ایسے مسئلے میں آئی ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی منصوص حکم نہ آیا ہو۔

(٤٨٠) وأولى أن لا يشك عالم في لزومها وأن يعلم أن أحكام الله ثم أحكام رسوله لا تختلف

وأنها تجري على مثال واحد

۴۸۰: اور مناسب یہی ہے کہ کوئی عالم اس بات کے لازم ہونے میں شک نہ کرے اور یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے پیغمبر ﷺ کے احکام آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اور مختلف نہیں ہو سکتے اور یہ سارے ایک ہی رخ پر چلتے ہیں۔

(٤٨١) قال الله تبارك وتعالى (لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم)

۴۸۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء:۲۹)

''ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے)۔''

(٤٨٢) وقال (ذلك بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربا وأحل الله البيع وحرم الربا)

۴۸۲: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ:۲۷۵)

''یہ حال اس لیے ہوگا کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی سود ہی کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے۔''

(٤٨٣) ونهى رسول الله ﷺ عن بيوع تراضى بها المتبايعان فحرمت مثل الذهب بالذهب إلا مثلا بمثل ومثل الذهب بالورق وأحدهما نقد والآخر نسيئة وما كان في معنى هذا مما ليس بالتبايع به مخاطرة ولا أمر يجهله البائع ولا المشتري

۴۸۳: اور نبی ﷺ نے کچھ ایسی بیوعات سے منع فرمایا ہے جن پر فریقین راضی ہوں، اس کے باوجود وہ حرام ہیں، مثال کے طور پر سونے کی بیع سونے کے بدلے اگر برابر برابر نہ ہو تو حرام ہے، اسی طرح سونے کی بیع چاندی کے بدلے اگر ادھار ہو تو حرام ہے، اس کے علاوہ اور بھی اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن کی باہم خرید و فروخت میں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی ایسی بات ہے جس سے بائع یا مشتری ناواقف ہوں۔

(٤٨٤) فدلت السنة على أن الله جل ثناؤه أراد بإحلال البيع ما لم يحرم منه دون ما حرم على لسان نبيه

۴۸۴: تو سنت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بیع کو حلال کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مراد وہ بیوعات ہیں جو اس نے حرام نہیں کی ہیں۔
وہ نہیں جو اس نے اپنے نبی کی زبانی حرام کی ہیں۔

(٤٨٥) ثم كانت لرسول اللهﷺ في بيوع سوى هذا سننا منها العبد يباع وقد دلس البائع المشتري بعيب فللمشتري رده وله الخراج بضمانه ومنها أن من باع عبدا وله مال فماله للبائع إلا أن يشترطه المبتاع ومنها من باع نخلا قد أبرت فثمرها للبائع إلا أن يشترط المبتاع لزم الناس الاخذ بها بما ألزمهم الله من الانتهاء إلى أمره

۴۸۵: پھر ان کے علاوہ دیگر بیوعات میں بھی نبی ﷺ کی کچھ سنتیں ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی غلام کو بیچا جائے اور بائع مشتری سے اس کے عیب کو چھپالے تو مشتری کو اسے واپس لوٹانے کا حق حاصل ہے اور اسے تاوان بقدر ضمان ملے گا۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنا غلام بیچے اور اس غلام کے پاس کچھ مال و دولت ہو تو مال بائع کا ہو گا، الا یہ کہ مشتری اس کی شرط رکھ دے۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص کھجور کا ایسا درخت بیچے جس کی پیوند کاری کی گئی ہو تو اس کا پھل بائع کا ہو گا۔ الا یہ کہ یہ مشتری اس کی شرط لگا دے۔ لوگوں کے لیے ان احادیث اور سنتوں پر عمل کرنا بھی اسی طرح لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم پر پہنچ کر رک جانا لازم ہے۔

جمل الفرائض

اجمالی فرائض

(٤٨٦) قال الله تبارك وتعالى (إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا)

۴۸۶: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (النساء:۱۰۳)

''بیشک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے''

(٤٨٧) وقال (وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة)

۴۸۷: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرۃ:۴۳)

"اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو"۔

(٤٨٨) وقال لنبيه (خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها)

۴۸۸: نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ:۱۰۳)

"ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو"

(٤٨٩) وقال (ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا)

۴۸۹: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:۹۷)

"اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے"

(٤٩٠) قال الشافعي أحكم الله فرضه في كتابه في الصلاة والزكاة والحج وبين كيف فرضه على لسان نبيه

۴۹۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز، زکوٰۃ اور حج کے حوالے سے فریضہ اپنی کتاب میں محکم فرمایا ہے اور یہ واضح کردیا ہے کہ اس نے اپنے نبی کی زبانی کس طرح انہیں متعین فرمایا ہے۔

(٤٩١) فأخبر رسول الله ﷺ أن عدد الصلوات المفروضات خمس وأخبر أن عدد الظهر والعصر والعشاء في الحضر أربع أربع وعدد المغرب ثلاث وعدد الصبح ركعتان

۴۹۱: چنانچہ نبی ﷺ نے لوگوں کو اس بات کی خبر دی کہ فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے۔ حضر اور اقامت میں ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتیں اور فجر کی دو رکعتیں ہیں۔

(٤٩٢) وسن فيها كلها قراءة وسن أن الجهر منها بالقراءة في المغرب والعشاء والصبح وأن المخافتة بالقراءة في الظهر والعصر

۴۹۲: اور نبی ﷺ نے ان سب میں قراءت کی سنت جاری فرمائی ہے، نیز یہ سنت بھی جاری فرمائی ہے کہ مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں جہری قراءت ہوگی اور ظہر، عصر میں سری قراءت ہوگی۔

(٤٩٣) وسن أن الفرض في الدخول في كل صلاة بتكبير والخروج منها بتسليم وأنه يؤتى فيها بتكبير ثم قراءة ثم ركوع ثم سجدتين بعد الركوع وما سوى هذا من حدودها

۴۹۳: اور یہ سنت بھی جاری فرمائی ہے کہ ہر نماز میں تکبیر سے داخلہ ہوگا اور سلام کے ذریعے نماز سے خروج ہوگا، نیز یہ کہ نماز

میں تکبیر کہی جائے، پھر قراءت، پھر رکوع اور رکوع کے بعد دو سجدے کیے جائیں، اس کے علاوہ دیگر حدودِ نماز کو پورا کیا جائے۔

(٤٩٤) وسن في صلاة السفر كلما كان أربعا من الصلوات إن شاء المسافر وإثبات المغرب والصبح على حالها في الحضر

۴۹۴: اور سفر کی صورت میں ہر چار رکعت والی نماز میں قصر کو مشروع کیا، بشرطیکہ مسافر چاہے اور مغرب اور فجر کی نمازوں کو اپنی حالت پر باقی رکھا۔

(٤٩٥) وأنها كلها في القبلة مسافرا كان أو مقيما إلا في حال من الخوف واحدة

۴۹۵: نیز یہ سنت بھی جاری فرمائی کہ ساری نمازیں قبلہ رخ ہونی چاہئیں خواہ انسان مسافر ہو یا مقیم، البتہ خوف کی حالت مستثنیٰ ہے۔

(٤٩٦) وسن أن النوافل في مثل حالها لا تحل إلا بطهور ولا تجوز إلا بقراءة وما تجوز به المكتوبات من السجود والركوع واستقبال القبلة في الحضر وفي الارض وفي السفر وأن للراكب أن يصلي في النافلة حيث توجهت به دابته

۴۹۶: اور یہ سنت بھی جاری فرمائی کہ نوافل کی ادائیگی کا طریقہ بھی فرائض جیسا ہے یعنی نوافل بھی بغیر طہارت کے جائز نہیں، اور وہ بھی بغیر قراءت کے جائز نہیں، اسی طرح نوافل میں وہ تمام چیزیں ضروری ہیں جو فرائض میں ضروری ہیں یعنی رکوع و سجود، حضر و سفر اور زمین میں استقبالِ قبلہ، البتہ نوافل میں سوار کو یہ اجازت ہے کہ اس کی سواری کا رخ جس طرف بھی ہو، وہ سواری پر بیٹھے بیٹھے نوافل پڑھ سکتا ہے۔

(٤٩٧) أخبرنا ابن أبي فديك عن ابن أبي ذئب عن عثمان بن عبد الله بن سراقة عن جابر بن عبد الله " أن رسول الله ﷺ في غزوة بني أنمار كان يصلي على راحلته متوجها قبل المشرق"

۴۹۷: ابن ابی فدیک نے اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہم سے نقل کی ہے کہ غزوۂ بنی انمار کے موقع پر نبی ﷺ اپنی سواری پر نماز پڑھ رہے تھے اور نبی ﷺ کا رخ مشرق کی جانب تھا۔

(٤٩٨) أخبرنا مسلم عن ابن جريج عن أبي الزبير عن جابر عن النبي ﷺ مثل معناه لا أدري أسمى بني أنمار أولا أو قال " صلى في سفر "

۴۹۸: مسلم نے بھی اپنی سند سے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے اسی مفہوم میں نقل کی ہے، تاہم راوی کو یہ یاد نہیں رہا کہ اس میں غزوۂ بنی انمار کا نام آیا ہے یا نہیں؟ یا راوی نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے کسی سفر میں نماز پڑھی۔

(٤٩٩) وسن رسول الله ﷺ في صلاة الاعياد والاستسقاء سنة الصلوات في عدد الركوع والسجود وسن في صلاة الكسوف فزاد فيها ركعة على ركوع الصلوات فجعل في كل ركعة ركعتين

۴۹۹: اسی طرح نبی ﷺ نے عیدین اور نماز استسقاء میں رکوع وسجود کی تعداد کے حوالے سے سنت جاری فرمائی ہے، نیز نماز کسوف میں بھی ایک اضافی رکوع کی سنت جاری فرمائی ہے، چنانچہ ہر رکعت میں دو رکوع مقرر فرمائے ہیں۔

(٥٠٠) قال أخبرنا مالك عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة عن النبي ﷺ

۵۰۰: امام مالک رضی اللہ عنہ نے یحییٰ بن سعید کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس مضمون کی روایت نقل کی ہے۔

(٥٠١) وأخبرنا مالك عن هشام عن أبيه عن عائشة عن النبي ﷺ

۵۰۱: امام مالکؒ ہی نے ہشام کی سند سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے۔

(٥٠٢) قال مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن ابن عباس عن النبي ﷺ مثله

۵۰۲: امام مالکؒ نے زید بن اسلم کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس مضمون کی روایت نقل کی ہے۔

(٥٠٣) قال فحكى عن عائشة وابن عباس في هذه الاحاديث صلاة النبي ﷺ بلفظ مختلف واجتمع في حديثهما معا على أنه صلى صلاة الكسوف ركعتين في كل ركعة ركعتين

۵۰۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، لیکن ان دونوں کی حدیث میں یہ بات مشترکہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو رکوع فرمائے ہیں۔

(٥٠٤) وقال الله في الصلاة (إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا)

۵۰۴: اسی طرح نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾

''بے شک نماز مؤمنین پر ان کے وقت پر ادا کرنا فرض کیا گیا ہے''

(٥٠٥) فبين رسول الله ﷺ عن الله تلك المواقيت وصلى الصلوات لوقتها فحوصر يوم الاحزاب فلم يقدر على الصلاة في وقتها فأخرها للعذر حتى صلى الظهر والعصر والمغرب والعشاء في مقام واحد

۵۰۵: ان اوقات کو نبی ﷺ نے واضح فرمایا اور نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کر کے دکھایا، غزوۂ خندق کے موقع پر جب مدینہ منورہ کا محاصرہ ہوا اور نبی ﷺ مقررہ وقت پر نماز نہ پڑھ سکے تو عذر کی وجہ سے اسے مؤخر فرما دیا، حتی کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ہی وقت میں ادا فرمائیں۔

٥٠٦ - أخبرنا محمد بن إسماعيل بن أبي فديك عن ابن أبي ذئب عن المقبري عن عبد الرحمن بن أبي سعيد عن أبيه قال " حبسنا يوم الخندق عن الصلاة حتى كان بعد المغرب بهوي من الليل حتى كفينا وذلك قول الله (وكفى الله المؤمنين القتال وكان الله قويا عزيزا) فدعا رسول الله ﷺ بلالا فأمره فأقام الظهر فصلاها فأحسن صلاتها كما كان يصليها في وقتها ثم أقام العصر فصلاها هكذا ثم أقام المغرب فصلاها كذلك ثم أقام العشاء فصلاها كذلك أيضا قال وذلك قبل أن ينزل في صلاة الخوف (فرجالا أو ركبانا) "

۵۰۶: چنانچہ محمد بن اسماعیل نے اپنی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہم سے نقل کی ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ہم نماز نہیں پڑھ سکے، حتیٰ کہ مغرب کے بعد رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ یہاں تک کہ ہماری کفایت کی گئی، یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝

اور اللہ مؤمنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا اور خدا طاقتور (اور) زبردست ہے۔

تب نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا، انہوں نے ظہر کی نماز کھڑی کی، نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور اسے عام معمول کے دنوں کی طرح خوب اچھے انداز سے ادا فرمایا، پھر عصر کی نماز بھی اسی طرح ادا فرمائی، پھر مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی اسی طرح ادا فرمائیں، یہ نماز خوف کے حوالے سے "فرجالًا اور رکبانا" کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

(٥٠٧) قال فبين أبو سعيد أن ذلك قبل أن ينزل الله على النبي ﷺ الآية التي ذكرت فيها صلاة الخوف

۵۰۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ وہ حکم نبی ﷺ پر نماز خوف کی آیت نازل ہونے سے پہلے تھا۔

(٥٠٨) والآية التي ذكر فيها صلاة الخوف قول الله (وإذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا إن الكافرين كانوا

لكم عدوا مبينا) وقال: (وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلاة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا أسلحتهم فإذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة أخرى لم يصلوا فليصلوا معك)

۵۰۸: اور وہ آیت جس میں نماز خوف کا ذکر آیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ (النساء:۱۰۱)

''اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ (النساء:۱۰۲)

''اور (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔''

(۵۰۹) أخبرنا مالك عن يزيد بن رومان عن صالح بن خوات عن من صلى مع رسول الله ﷺ صلاة الخوف يوم ذات الرقاع " أن طائفة صفت معه وطائفة وجاه العدو فصلى بالذين معه ركعة ثم ثبت قائما وأتموا لانفسهم ثم انصرفوا فصفوا وجاه العدو وجاء الطائفة الاخرى فصلى بهم الركعة التي بقيت من صلاته ثم ثبت جالسا وأتموا لانفسهم ثم سلم بهم "

۵۰۹: ہم سے امام مالکؒ نے یزید بن رومان کی سند سے اُن صحابی کی روایت نقل کی ہے جنہوں نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر نبی ﷺ کے ہمراہ نماز خوف ادا کی تھی کہ ایک گروہ نے نبی ﷺ کے ہمراہ صف بندی کی اور ایک گروہ دشمن کے سامنے رہا، نبی ﷺ نے ایک رکعت ان لوگوں کو پڑھائی جو ان کے ہمراہ تھے، پھر نبی ﷺ اپنی جگہ کھڑے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز خود ہی مکمل کر لی، پھر وہ لوگ واپس جا کر دشمن کے سامنے صف بستہ ہو گئے، دوسرا گروہ آ گیا اور نبی ﷺ نے انہیں وہ رکعت پڑھائی جو ان کی نماز میں باقی بچی تھی، پھر نبی ﷺ اپنی جگہ بیٹھے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز خود ہی مکمل کر لی، اس کے بعد نبی ﷺ نے انہیں لے کر سلام پھیر دیا۔

(٥١٠) أخبرني من سمع عبد الله بن عمر بن حفص يذكر عن أخيه عبيد الله بن عمر عن القاسم بن محمد عن صالح بن خوات عن أبيه خوات بن جبير عن النبي ﷺ مثل حديث يزيد بن رومان

۵۱۰: مجھے عبداللہ بن عمر بن حفص سے اس روایت کا سماع کرنے والے راوی نے یہ روایت ایک اور سند سے سنائی ہے جو یزید بن رومان کی حدیث جیسی ہے۔

(٥١١) وفي هذا دلالة على ما وصفت قبل هذا في (هذا الكتاب) من أن رسول الله ﷺ إذا سن سنة فأحدث الله إليه في تلك السنة نسخها أو مخرجا إلى سعة منها سن رسول الله ﷺ سنة تقوم الحجة على الناس بها حتى يكونوا إنما صاروا من سنته إلى سنته التي بعدها

۵۱۱: اور اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے جو اس سے پہلے میں اسی کتاب میں بیان کر چکا ہوں کہ نبی ﷺ جب کوئی سنت جاری فرمائیں اور اللہ تعالیٰ اس سنت کو منسوخ کرنا چاہیں یا اس میں کوئی گنجائش نکالنا چاہیں تو نبی ﷺ ہی ایسی سنت جاری فرما دیتے ہیں جو لوگوں کے لیے حجت بن جاتی ہے اور لوگ ایک سنت سے دوسری سنت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

(٥١٢) فنسخ الله تأخير الصلاة عن وقتها في الخوف إلى أن يصلوها كما أنزل الله وسن رسوله في وقتها ونسخ رسول الله ﷺ سنته في تأخيرها بفرض الله في كتابه ثم بسنته صلاها رسول الله ﷺ في وقتها كما وصفت

۵۱۲: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو خوف کی حالت میں اس کے وقت سے مؤخر کرنے کا حکم منسوخ کر دیا تاکہ لوگ اللہ کے حکم اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق نماز اپنے مقررہ وقت پر ہی ادا کریں، اور نبی ﷺ نے اپنی تاخیر والی سنت کو کتاب اللہ کے حکم کی روشنی میں دوسری سنت سے منسوخ کر دیا اور اسے وقت مقررہ میں ہی ادا کیا۔

(٥١٣) أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر أراه عن النبي ﷺ فذكر صلاة الخوف فقال " إن كان خوف أشد من ذلك صلوا رجالا وركبانا مستقبلي القبلة أو غير مستقبليها "

۵۱۳: ہم سے امام مالکؒ نے نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو لوگ سوار اور پیدل ہر طرح نماز پڑھ سکتے ہیں، خواہ ان کا رخ قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو۔

(٥١٤) أخبرنا رجل عن ابن أبي ذئب عن الزهري عن سالم عن أبيه عن النبي ﷺ مثل معناه

ولم يشك أنه عن أبيه وأنه مرفوع إلى النبي ﷺ

۵۱۴: ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہم تک مرفوعاً پہنچی ہے۔

(٥١٥) قال فدلت سنة رسول الله ﷺ على ما وصفت من أن القبلة في المكتوبة على فرضها أبدا إلا في الموضع الذي لا يمكن فيه الصلاة إليها وذلك عند المسايفة والهرب وما كان في المعنى الذي لا يمكن فيه الصلاة إليها

۵۱۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے جو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ فرض نمازوں میں قبلہ کی جانب رخ کرنے کا حکم ہمیشہ کے لیے ہے، البتہ وہ صورت مستثنیٰ ہے جس میں انسان کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں قبلہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو۔

(٥١٦) وثبتت السنة في هذا ألا تترك الصلاة في وقتها كيف ما أمكنت المصلي

۵۱۶: اور سنت نے یہ راستہ متعین کر دیا کہ ان حالات میں نماز کو اس کے وقت مقررہ میں ترک نہ کیا جائے بلکہ نمازی کے لیے جہاں تک ممکن ہو، اسے نماز پڑھنی چاہیے۔

في الزكاة

زکوٰۃ کا بیان

(٥١٧) قال الله تعالى (وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة) وقال: (والمقيمين الصلاة والمؤتون الزكاة) وقال (فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون الذين هم يراءون ويمنعون الماعون)

۵۱۷: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ:۴۳)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (النساء:۱۶۲)

''اور وہ نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

(الماعون:۴-۷)

''تو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی ہے۔ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے۔''

(۵۱۸) فقال بعض أهل العلم هي الزكاة المفروضة

۵۱۸: بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ فرض زکوٰۃ کے حوالے سے آیت آئی ہے۔

(۵۱۹) قال الله تعالىٰ: (خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم إن صلاتك سكن لهم والله سميع عليم)

۵۱۹: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (التوبہ:۱۰۳)

''ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔ اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

(۵۲۰) فكان مخرج الآية عاما على الاموال وكان يحتمل أن تكون على بعض الاموال دون بعض فدلت السنة على أن الزكاة في بعض الاموال دون بعض

۵۲۰: یہ آیت ہر قسم کے اموال کو شامل اور عام ہے اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے بعض مال مراد ہوں اور بعض مراد نہ ہوں، تو سنت نے اس بات پر دلالت کر دی کہ زکوٰۃ مال کی کچھ اقسام پر ہے، کچھ پر نہیں ہے۔

(۵۲۱) فلما كان المال أصنافا منه الماشية فأخذ رسول الله ﷺ من الابل والغنم وأمر فيما بلغنا بالاخذ من البقر خاصة دون الماشية سواها ثم أخذ منها بعدد مختلف كما قضى الله على لسان نبيه وكان للناس ماشية من خيل حمر وبغال وغيرها فلما لم يأخذ رسول الله ﷺ منها شيئا وسن أن ليس في الخيل صدقة استدللنا على أن الصدقة فيما اخذ منها وأمر بالاخذ منه دون غيره

۵۲۱: مال کی مختلف اقسام ہیں، ان میں سے مال کی ایک قسم جانور بھی ہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ وصول فرمائی ہے اور ہم تک جو روایات پہنچی ہیں، ان کے مطابق نبی ﷺ نے گائے کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے، دوسرے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے، صرف انہی میں ہے، پھر نبی ﷺ نے ان جانوروں کی بھی مختلف تعداد

میں اللہ کی مرضی اور سنت کے مطابق زکوٰۃ وصول فرمائی ہے، لوگوں کے پاس جانوروں کی ان تین کے علاوہ اور قسمیں بھی تھیں مثلاً گھوڑے، گدھے، خچر وغیرہ لیکن نبی ﷺ نے ان میں کچھ بھی وصول نہیں فرمایا اور یہ سنت جاری فرمادی کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، اس تمام تفصیل سے ہم نے یہ استدلال کرلیا کہ زکوٰۃ صرف ان چیزوں میں لازم ہوگی جن کی زکوٰۃ نبی ﷺ نے خود وصول فرمائی ہے یا وصول کرنے کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ کسی اور چیز میں نہیں۔

(٥٢٢) وكان للناس زرع وغراس فأخذ رسول الله ﷺ من النخل والعنب الزكاة بخرص غير مختلف ما أخذ منهما وأخذ منهما معا العشر إذا سقيا بسماء أو عين ونصف العشر إذا سقيا بغرب

۵۲۲: اور لوگوں کے پاس فصلیں اور باغات بھی تھے، نبی ﷺ نے ان میں سے کھجور اور انگور کی زکوٰۃ اندازے سے وصول فرمائی اور اس زکوٰۃ کی وصولی میں کوئی فرق نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ نے ان چیزوں میں عشر بھی وصول فرمایا جب کہ ان کی زمین بارش یا چشمے کے پانی سے سیراب ہوئی ہو اور اگر ڈول کے ذریعے اسے سیراب کیا گیا ہو تو نصف عشر وصول فرمایا ہے۔

(٥٢٣) وقد أخذ بعض أهل العلم من الزيتون قياسا على النخل والعنب

۵۲۳: بعض اہل علم نے کھجور اور انگور پر قیاس کرتے ہوئے زمینوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔

(٥٢٤) ولم يزل ملناس غراس غير النخل والعنب والزيتون كثير، من الجوز واللوز والتين وغيره، فلما لم يأخذ رسول الله ﷺ منه شيئًا، ولم يأمر بالأخذ منه استدللنا على أن فرض الله الصدقة فيما كان من غراس في بعض الغراس دون بعض

۵۲۴: کھجور، انگور اور زمینوں کے علاوہ بھی لوگوں کے پاس بہت سی فصلیں اور پھل پھول تھے، جیسے اخروٹ، بادام اور انجیر وغیرہ، لیکن نبی ﷺ نے خود ان کی زکوٰۃ وصول فرمائی اور نہ ہی ان کی زکوٰۃ لینے کا حکم ارشاد فرمایا، تو ہم نے اس سے اس بات پر استدلال کرلیا کہ زکوٰۃ کے حوالے سے اللہ کے فریضے کا تعلق باغات کی کچھ پیداوار سے اور کچھ پیداوار سے نہیں ہے۔

(٥٢٥) وزرع الناس الحنطة والشعير والذرة وأصنافا سواها فحفظنا عن رسول الله الاخذ من الحنطة والشعير والذرة وأخذ من قبلنا من الدخن والسلت والعلس والارز وكل ما نبته الناس وجعلوه قوتا خبزا وعصيدة وسويقا وأدما مثل الحمص والقطاني فهي تصلح خبزا وسويقا وأدما اتباعا لمن مضى وقياسا على ما ثبت أن رسول الله أخذ منه الصدقة وكان في معنى ما أخذ النبي ﷺ لان الناس نبتوه ليقتاتوا

۵۲۵: اسی طرح لوگ گندم، جو اور مکئی وغیرہ دیگر اقسام کی کاشت کرتے ہیں لیکن ہم نے نبی ﷺ سے جو چیز محفوظ کی ہے، وہ گندم، جو اور مکئی سے زکوٰۃ وصول کرنا ہے، جبکہ ہم سے پہلے لوگوں نے باجرا، بغیر چھلکے کا جو، گندم کی اعلیٰ قسم علس، چاول اور ہر اس چیز کی زکوٰۃ وصول کی ہے جسے لوگ اگاتے ہیں اور اسے غذا میں شمار کرتے ہیں، مثلاً روٹی، وہ کھانا جو گھی اور آٹا ملا کر تیار کیا جاتا ہے، ستو، سالن، چنے، مسور، ان چیزوں میں انہوں نے اپنے سے پہلے والوں کی اتباع کی، اور ان چیزوں پر قیاس کیا جن میں نبی ﷺ سے زکوٰۃ لینا ثابت ہے اور وہ اس کے معنی میں ہیں، کیونکہ لوگ ان چیزوں کو اپنی غذائی ضروریات کے لیے اگاتے ہیں۔

(٥٢٦) وكان للناس نبات غيره فلم يأخذ منه رسول اللهﷺ ولا من بعد رسول اللهﷺ علمناه ولم يكن في معنى ما أخذ منه ومثل ذلك الثفاء والاسبيوش والكسبرة وحب العصفر وما أشبهه فلم تكن فيه زكاة فدل ذلك على أن الزكاة في بعض الزرع دون بعض

۵۲۶: لوگ ان کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں اگاتے ہیں لیکن نبی ﷺ نے ان کی زکوٰۃ وصول نہیں فرمائی، نبی ﷺ کے بعد والوں کے حوالے سے ہمارے علم میں ایسی کوئی بات نہیں اور وہ ان چیزوں کے معنی و مفہوم میں بھی نہیں ہیں جن کی زکوٰۃ نبی ﷺ نے وصول فرمائی ہے، جیسے رائی، دھنیا، عصفر کے دانے اور اس جیسی دوسری چیزیں، ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بعض فصلوں میں زکوٰۃ ہے اور بعض میں نہیں ہے۔

(٥٢٧) وفرض رسول اللهﷺ في الورق صدقة وأخذ المسلمون في الذهب بعده صدقة إما بخبر عن النبيﷺ لم يبلغنا وإما قياسا على أن الذهب والورق نقد الناس الذي اكتنزوه وأجازوه أثمانا على ما تبايعوا في البلدان قبل الاسلام وبعد

۵۲۷: اور نبی اکرم ﷺ نے چاندی میں زکوٰۃ فرض کی ہے اور نبی ﷺ کے بعد مسلمانوں نے سونے کی زکوٰۃ بھی وصول کی ہے، جس کی دلیل یا تو کوئی ایسی حدیث ہے جو ہم تک نہیں پہنچی، یا اس بات پر قیاس ہے کہ سونا اور چاندی ہی دونوں لوگوں کے لیے نقدی ہیں جسے وہ جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے خرید و فروخت میں اسلام سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ثمن شمار کرتے رہے ہیں۔

(٥٢٨) وللناس تبر غيره من نحاس وحديد ورصاص فلما لم يأخذ منه رسول اللهﷺ ولا أحد بعده زكاة تركناه اتباعا بتركه وأنه لا يجوز أن يقاس بالذهب والورق الذين هما الثمن عاما في البلدان على غيرهما لانه في غير معناهما لا زكاة فيه ويصلح أن يشترى بالذهب والورق غيرهما من التبر إلى أجل معلوم وبوزن معلوم

۵۲۸: اور لوگوں کے پاس اس کے علاوہ بھی دھاتیں ہوتی ہیں مثلاً تانبا، لوہا اور سیسہ وغیرہ، لیکن چونکہ نبی ﷺ نے ان کی زکوٰۃ وصول کی اور نہ ہی ان کے بعد کسی نے، اس لیے ان کی اتباع میں ہم نے بھی اس کی زکوٰۃ ترک کر دی، ان چیزوں کو سونا اور چاندی پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں عام طور پر ہر شہر میں ہی ثمن شمار کی جاتی ہیں۔ دوسری چیزیں ایسی نہیں ہیں کیونکہ وہ ان کے ہم معنی نہیں ہیں لہٰذا ان میں زکوٰۃ بھی نہیں ہے اور یہ صحیح ہے کہ سونا اور چاندی کے ذریعے کوئی اور دھات ایک متعین مدت اور متعین وزن کے ساتھ خرید وفروخت کی جائے۔

(۵۲۹) وكان الياقوت والزبرجد أكثر ثمنا من الذهب والورق فلما لم يأخذ منهما رسول الله ﷺ ولم يأمر بالاخذ ولا من بعده علمناه وكان مال الخاصة وما لا يقوم به على أحد في شئ استهلكه الناس لانه غير نقد لم يأخذ منهما

۵۲۹: حالانکہ یاقوت اور زبرجد کی قیمت سونے اور چاندی سے بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن چونکہ نبی ﷺ نے ان کی زکوٰۃ وصول نہیں کی، وصول کرنے کا حکم بھی نہیں دیا اور ہمارے علم کے مطابق ان کے بعد بھی کسی نے ایسا نہیں کیا اور یہ دونوں خاص مال ہیں لہٰذا ان کی زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔

(۵۳۰) ثم كان ما نقلت العامة عن رسول الله ﷺ في زكاة الماشية والنقد أنه أخذها في كل سنة مرة

۵۳۰: پھر جانوروں اور سونے چاندی کی زکوٰۃ کے حوالے سے نبی ﷺ سے نقل ہونے والی عمومی روایات کا خلاصہ یہی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ وصول فرمائی ہے۔

(۵۳۱) وقال الله (وآتوا حقه يوم حصاده) فسن رسول الله ﷺ أن يؤخذ مما فيه زكاة من نبات الارض الغراس وغيره على حكم الله جل ثناؤه يوم يحصد لا وقت له غيره

۵۳۱: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (الانعام: ۱۴۱)

''اور ادا کرو اس کا یعنی اللہ کا حق اسی دن جب ان کی فصل کاٹو۔''

لہٰذا نبی ﷺ نے یہ سنت جاری فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار کی زکوٰۃ اس کی کٹائی کے دن وصول کی جائے، اس کے علاوہ اس کا کوئی وقت نہیں ہے۔

(۵۳۲) وسن في الركاز الخمس فدل على أنه يوم يوجد لا في وقت غيره

۵۳۲: اور نبی ﷺ نے دفینے میں بیت المال کے لیے پانچویں حصے کی سنت جاری فرمائی ہے، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خمس اسی دن واجب ہوگا جس دن اسے دفینہ ملا ہوگا، کسی اور وقت میں نہیں۔

(٥٣٣) أخبرنا سفيان عن الزهري عن ابن المسيب وأبي سلمة عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال " وفي الركاز الخمس "

۵۳۳: ہم سے سفیان نے زہریؒ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ رکاز میں خمس ہے۔

(٥٣٤) ولو لا دلالة السنة كان ظاهر القرآن أن الاموال كلها سواء وأن الزكاة في جميعها دون بعض

۵۳۴: اگر سنت کی دلالت نہ ہوتی تو ظاہر قرآن کا تقاضا یہی ہے کہ مال سارے برابر ہوتے ہیں اور سب ہی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ایسا نہیں ہے کہ مال کی بعض اقسام میں زکوٰۃ ہے اور بعض میں نہیں ہے۔

في الحج

حج کا بیان

(٥٣٥) وفرض الله الحج على من يجد السبيل فذكر عن النبي ﷺ أن السبيل الزاد والمركب وأخبر رسول الله بمواقيت الحج وكيف التلبية فيه وما سن وما يتقي المحرم من لبس الثياب والطيب وأعمال الحج سواها من عرفة والمزدلفة والرمي والحلاق والطواف وما سوى ذلك

۵۳۵: اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر حج فرض کیا ہے جو بیت اللہ تک پہنچنے کا راستہ پالے۔

اور نبی ﷺ کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے کہ راستہ سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے۔

اور نبی ﷺ ہی نے بتایا ہے کہ حج کے لیے کون سی جگہیں میقات میں شامل ہیں؟ تلبیہ کس طرح ہوگا؟ حج کے مسنون اعمال کیا ہیں؟ محرم کو کن چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے مثلاً کپڑوں اور خوشبو کے حوالے سے اسی طرح حج کے دیگر اعمال وارکان مثلاً وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، جمرات کی رمی، حلق یا قصر، اور طواف زیارت وغیرہ۔

(٥٣٦) فلو أن امرأ لم يعلم لرسول الله ﷺ سنة مع كتاب الله إلا ما وصلنا مما سن رسول الله ﷺ فيه معنى ما أنزله الله جملة وأنه إنما استدرك ما وصفت من فرض الله الاعمال وما يحرم وما يحل ويدخل به فيه ويخرج منه ومواقيته وما سكت عنه سوى ذلك من أعماله قامت الحجة عليه بأن سنة رسول الله ﷺ إذا قامت هذا المقام مع

فرض الله في كتابه مرة أو أكثر قامت كذلك أبدا

۵۳۶: اب اگر کوئی شخص کتاب اللہ کے ساتھ نبی ﷺ کی سنتوں کو نہ جانتا ہو، صرف اتنا ہی اسے معلوم ہو جو ہم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر حج کا جو حکم نازل فرمایا ہے، اس میں نبی ﷺ نے یہ سنت جاری فرمائی ہے۔ فلاں چیز حرام اور فلاں چیز حلال ہے، کہاں سے داخل ہونا ہے اور کہاں سے نکلنا ہے تو اس پر حجت قائم ہو گئی کہ جب کتاب اللہ کے فرائض کے ساتھ نبی ﷺ کی سنت ایک یا زیادہ مقامات پر اس مقام و مرتبے میں ہے تو اس کا ہمیشہ یہی مقام ہو گا۔

(٥٣٧) واستدل أنه لا تخالف له سنة أبدا كتاب الله وأن سنته وإن لم يكن فيها نص كتاب لازمه بما وصفت من هذا مع ما ذكرت سواه مما فرض الله من طاعة رسوله

۵۳۷: نیز اس سے اس بات پر بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ کی کوئی سنت کتاب اللہ کے مخالف کبھی بھی نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ نبی ﷺ کی سنت پر عمل لازم ہے گو کہ اس میں کتاب اللہ کی کوئی نص موجود نہ ہو، اس کی دلیل میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی اطاعت فرض کی ہے۔

(٥٣٨) ووجب عليه أن يعلم أن الله لم يجعل هذا لخلق غير رسوله

۵۳۸: اور ہر انسان پر یہ جاننا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں اپنے پیغمبر ﷺ کے علاوہ کسی کو یہ مقام نہیں دیا ہے۔

(٥٣٩) وأن يجعل قول كل أحد وفعله أبدا تبعا لكتاب الله ثم سنة رسوله

۵۳۹: اور ہر انسان پر لازم ہے کہ ہمیشہ ہر شخص کے قول اور فعل کو کتاب و سنت کے تابع رکھے۔

(٥٤٠) وأن يعلم أن عالما إن روي عنه قول يخالف فيه شيئا سن فيه رسول الله ﷺ سنة لو علم سنة رسول الله ﷺ لم يخالفها وانتقل عن قوله إلى سنة النبي ﷺ إن شاء الله وإن لم يفعل كان غير موسع له

۵۴۰: اور یہ جان لے کہ اگر کسی عالم سے کوئی ایسا قول منقول ہو جو نبی ﷺ کی کسی سنت کے خلاف ہو، اگر اسے نبی ﷺ کی سنت معلوم ہوتی تو وہ کبھی اس کی مخالفت نہ کرتا اور اپنے قول سے نبی ﷺ کی سنت کی طرف منتقل ہو جاتا، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کے پاس اس کی گنجائش نہیں ہے۔

(٥٤١) فكيف والحجج في مثل هذا لله قائمة على خلقه بما افترض من طاعة النبي ﷺ وأبان من موضعه الذي وضعه به من وحيه ودينه وأهل دينه

۵۴۱: اب کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی حجتیں مخلوق پر قائم ہو جائیں جن سے نبی ﷺ کی اطاعت کی فرضیت ثابت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنی وحی، دین اور اہل دین میں ان کا مقام و مرتبہ واضح کر چکا ہو۔ (اس کے باوجود نبی

ﷺ کی سنت کوترک کر دیا جائے)۔

فی العدد

عدتوں کا بیان

(٥٤٢) قال الله (والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا) وقال (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قرؤ)

۵۴۲: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (البقرہ:۲۳۴)

''اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب (یہ) عدت پوری کر چکیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کرلیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور خدا تمہارے سارے کاموں سے واقف ہے''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرہ:۲۲۸)

''اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں''

(٥٤٣) وقال (والائي يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم فعدتهن ثلاثة أشهر والائي لم يحضن وأولات الاحمال أجلهن أن يضعن حملهن)

۵۴۳: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:۴)

''اور تمہاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو (انکی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (انکی عدت بھی یہی ہے) اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (یعنی بچہ جننے) تک ہے۔''

(٥٤٤) فقال بعض أهل العلم قد أوجب الله على المتوفى عنها زوجها أربعة أشهر وعشرا وذكر أن أجل الحامل أن تضع فإذا جمعت أن تكون حاملا متوفى عنها أتت بالعدتين معا

كما اجدها في كل فرضين جعلا عليها أتت بهما معا

۵۴۴: بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر چار مہینے دس دن کی عدت واجب قرار دی ہے اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ امید والی عورت کی عدت بچے کی پیدائش ہے، اگر کسی موقع پر یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں کہ عورت امید سے ہو اور اس کا شوہر فوت ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ دونوں عدتیں ایک ساتھ گزارے گی، جیسا کہ میں ہر دو فرضوں میں محسوس کرتا ہوں جو عورت پر ڈالے گئے کہ وہ ان دونوں کو ہی ادا کرے گی۔

(٥٤٥) قال فلما قال رسول الله ﷺ لسبيعة بنت الحارث ووضعت بعد وفاة زوجها بأيام قد حللت فتزوجي دل هذا على أن العدة في الوفاة والعدة في الطلاق بالاقراء والشهور إنما أريد به من لا حمل به من النساء وأن الحمل إذا كان فالعدة سواه ساقطة

۵۴۵: حضرت سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے یہاں ان کے شوہر کی وفات کے چند دن بعد ہی بچے کی پیدائش ہو گئی تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب تم حلال ہو چکی ہو لہٰذا دوسری جگہ شادی کر سکتی ہو، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ عدت وفات اور عدت طلاق میں ایام کا دور معتبر ہے، اور مشہور یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بچے کی امید سے نہ ہوں، اور یہ کہ جب عورت امید سے ہو گی تو اس کے علاوہ عدت کی باقی تمام صورتیں ساقط اور غیر معتبر ہو جائیں گی۔

في محرمات النساء

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے

(٥٤٦) قال الله (حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الاخ وبنات الاخت وأمهاتكم التي أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة وأمهات نسائكم وربائبكم التي في حجوركم من نسائكم التي دخلتم بهن فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل أبناءكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الاختين إلا ما قد سلف إن الله كان غفورا رحيما والمحصنا ت من النساء إلا ما ملكت أيمانكم كتاب الله عليكم وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين فما استمتعتم به منهن فآتوهن أجورهن فريضة ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة إن الله كان عليما حكيما)

۵۴۶: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ وَ حَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۲۴﴾ (النساء: ۲۳-۲۴)

’’تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کردی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی حرام ہیں) ہاں اگر ان کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بیشک خدا بخشنے والا (اور) رحم والا ہے۔ اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضے میں آ جائیں۔ (یہ حکم) خدا نے تم کو لکھ دیا ہے اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تم پر حلال ہیں اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشرطیکہ (نکاح سے) مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی۔ تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو ان کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کر دو۔ اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بیشک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے‘‘

(٥٤٧) فاحتملت الآية معنيين أحدهما أن ما سمى الله من نساء محرما محرم وما سكت عنه حلال بالصمت عنه وبقول الله (واحل لكم ما وراء ذلكم) وكان هذا المعنى هو الظاهر من الآية

۵۴۷: یہ آیت دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں کو محرم کا نام دیا ہے، وہ سب عورتیں انسان پر حرام ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہے وہ اس کے سکوت کی وجہ سے حلال ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ

یہ معنی تو آیت کے ظاہری مفہوم سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔

(٥٤٨) وكان بيناً في الآية تحريم الجمع بمعنى غير تحريم الامهات فكان ما سمى حلالا حلال

وما سمى حراما حرام وما نهى عن الجمع بينه من الاختين كما نهى عنه

۵۴۸: اور آیت مبارکہ کے مفہوم سے یہ بات واضح ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کا مفہوم ماؤں کی حرمت سے مختلف ہے، لہٰذا اللہ نے جس چیز کو حلال قرار دیا ہے وہ حلال ہوگی اور جس چیز کو حرام قرار دیا ہے وہ حرام ہوگی۔

(٥٤٩) وكان في نهيه عن الجمع بينهما دليل على أنه إنما حرم الجمع وأن كل واحدة منهما على الانفراد حلال في الاصل وما سواهن من الامهات والبنات والعمات والخالات محرمات في الاصل

۵۴۹: اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اپنی اصل کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر حلال ہے، جبکہ مائیں، بہنیں، بیٹیاں، پھوپھیاں اور خالائیں اپنی اصل کے اعتبار سے ہی حرام ہیں۔

(٥٥٠) وكان معنى قوله (وأحل لكم ما وراء ذلكم) من سمى تحريمه في الاصل ومن هو في مثل حاله بالرضاع أن ينكحوهن بالوجه الذي حل به النكاح

۵۵۰: اور ''وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خواتین کی حرمت اصل کے اعتبار سے نام لے کر بیان کردی ہے اور جو خواتین رضاعت کی وجہ سے ان کی طرح ہیں، ان کے علاوہ باقی عورتوں سے اس طرح نکاح کرنا جائز ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے۔

الجزء الثاني من الرسالة

قال أبو القاسم عبدالرحمٰن بن نصرنا أبو على الحسن بن حبيب قال أنا الربيع بن سليمان قال أخبرنا الشافعي قال بسم الله الرحمن الرحيم

(٥٥١) فإن قال قائل ما دل على هذا

۵۵۱: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟

(٥٥٢) فإن النساء المباحات لا يحل أن ينكح منهن أكثر من أربع ولو نكح خامسة فسخ النكاح فلا تحل منهن واحدة إلا بنكاح صحيح وقد كانت الخامسة من الحلال بوجه وكذلك الواحدة بمعنى قول الله (وأحل لكم ما وراء ذلكم) بالوجه الذي أحل به النكاح وعلى الشرط الذي احله به لا مطلقا

۵۵۲: تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے لیے جن عورتوں سے نکاح کرنا مباح ہے، ان میں بھی بیک وقت چار سے زیادہ

عورتوں سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی شخص نے پانچویں عورت سے نکاح کیا تو نکاح فسخ ہو جائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مباح عورتیں بھی نکاح صحیح کے بغیر حلال نہیں ہوتی ہیں، یہی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ'' کا کہ محرمات کے علاوہ دوسری عورتیں تمہارے لیے حلال کی جاتی ہیں اس طریقے کے مطابق کہ جس میں نکاح بھی صحیح ہو، اور اس شرط کے مطابق جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہو، مطلقاً نہیں۔

(٥٥٣) فيكون نكاح الرجل المرأة لا يحرم عليه نكاح عمتها ولا خالتها بكل حال كما حرم الله أمهات النساء بكل حال فتكون العمة والخالة داخلتين في معنى من أحل بالوجه الذي احلها به

٥٥٣: لہٰذا ایک آدمی کا کسی عورت سے نکاح کرنا اس عورت کی پھوپھی اور خالہ کو اس شخص پر مطلقاً اور ہر حال میں حرام نہیں کرتا، اور ان کا حکم ساس سے جدا ہے کیونکہ اس سے نکاح کرنا ہر حال میں حرام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کی پھوپھی اور خالہ من وجہ حلال ہونے والوں کی فہرست میں شامل ہے۔

(٥٥٤) كما يحل له نكاح امرأة إذا فارق رابعة كانت العمة إذا فورقت ابنت أخيها حلت

٥٥٤: جیسے اگر کوئی شخص اپنی چوتھی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے لیے ایک اور عورت سے شادی کرنا حلال ہو جاتا ہے، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب بھتیجی کو طلاق ہو جائے تو پھوپھی حلال ہو جاتی ہے۔

في محرمات الطعام

حرام کھانوں کا بیان

(٥٥٥) وقال الله لنبيه (قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة أو دما مسفوحا أو لحم خنزير فإنه رجس أو فسقا أهل لغير الله به)

٥٥٥: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (الانعام:١٤٥)

''کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا۔ بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا گناہ کی کوئی چیز ہو کہ اس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔''

(٥٥٦) فاحتملت الآية معنيين أحدهما أن لا يحرم على طاعم أبدا إلا ما استثنى الله

۵۵۶: یہ آیت دونوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے، ایک یہ کہ کسی کھانے والے پر کوئی چیز کبھی بھی حرام نہیں ہوگی سوائے اس کے جسے اللہ نے مستثنیٰ فرمادیا ہے۔

(۵۵۷) وهذا المعنى الذي إذا وجه رجل مخاطبا به كان الذي يسبق إليه انه لا يحرم غير ما سمى الله محرما وما كان هكذا فهو الذي يقول له أظهر المعاني وأعمها وأغلبها والذي لو احتملت الآية معنى سواه كان هو المعنى الذي يلزم أهل العلم القول به إلا أن تأتي سنة النبي ﷺ تدل على معنى غيره مما تحتمله الآية فيقول هذا معنى ما أراد الله تبارك وتعالى

۵۵۷: یہ وہ معنی ہے کہ جب اس کے ذریعے کسی شخص کو مخاطب کیا جائے تو اس کے ذہن میں سب سے پہلی بات یہی آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ ایسے مفہوم اور معنی کو ظاہری معنی، عام معنی اور اغلب معنی کہا جاتا ہے، اگر آیت میں اس کے علاوہ کسی اور مفہوم و معنی کا احتمال پایا جاتا ہو تو اہل علم پر لازم ہے کہ اسی کے مطابق قول اور رائے اختیار کریں، الا یہ کہ نبی ﷺ کی سنت اس کے علاوہ کسی اور مفہوم پر دلالت کرتی ہو اور آیت میں بھی اس کا احتمال پایا جاتا ہو اور کہا جا سکتا ہو کہ یہ ہے وہ معنی جو اللہ تعالیٰ نے مراد لیا ہے۔

(۵۵۸) ولا يقال بخاص في كتاب الله ولا سنة إلا بدلالة فيهما أو في واحد منهما ولا يقال بخاص حتى تكون الآية تحتمل أن يكون أريد بها ذلك الخاص فأما ما لم تكن محتملة له فلا يقال فيها بما لم تحتمل الآية

۵۵۸: کتاب اللہ اور سنت میں کسی چیز کو اس وقت تک خاص قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک ان دونوں میں یا کسی ایک میں اس پر دلالت نہ پائی جاتی ہو، اور کسی لفظ کو اس وقت تک خاص قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ آیت میں اسے مراد لیے جانے کا احتمال نہ ہو، اور اگر آیت میں اس کا احتمال نہ ہو تو کسی آیت کے مفہوم میں وہ بات نہیں کہی جا سکتی جس کا اس میں احتمال ہی نہ ہو۔

(۵۵۹) ويحتمل قول الله (قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما على طاعم يطعمه) من شئ سئل عنه رسول الله ﷺ دون غيره

۵۵۹: اور اللہ تعالیٰ کا یہ جو فرمان ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ (الانعام:۱۴۵)

''کہہ دیجیے نہیں میں پاتا اس میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف، کسی چیز کو حرام کسی کھانے والے پر کہ وہ کھائے اسے۔''

اس میں یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ نبی ﷺ سے جن چیزوں کے متعلق پوچھا گیا، یہاں ان کے حوالے سے فرمایا جا

رہا ہے، اس کے علاوہ دوسری چیزوں کے متعلق نہیں۔

(٥٦٠) ويحتمل مما كنتم تأكلون وهذا أولى معانيه استدلالا بالسنة عليه دون غيره

۵۶۰: اور یہ احتمال بھی ہے کہ جو چیزیں تم کھاتے تھے، یہاں ان کے حوالے سے فرمایا جا رہا ہے، سنت سے استدلال کیا جائے تو یہی معنی زیادہ راجح ہے۔

(٥٦١) أخبرنا سفيان عن ابن شهاب عن أبي إدريس الخولاني عن أبي ثعلبة أن النبي ﷺ نهى عن كل ذي ناب من السباع "

۵۶۱: ہمیں سفیان نے ابن شہاب کی سند سے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچلی والے دانتوں سے شکار کرنے والے ہر درندے سے منع فرمایا ہے۔

(٥٦٢) أخبرنا مالك عن إسماعيل بن أبي حكيم عن عبيدة بن سفيان الحضرمي عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال " أكل كل ذي ناب من السباع حرام"

۵۶۲: ہمیں امام مالکؒ نے اسمعیل بن ابی حکیم کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اس جانور کو کھانا حرام ہے جو کچلی والے دانتوں سے شکار کرتا ہو۔

فيما تمسك عنه المعتدة من الوفاة

عدتِ وفات گزارنے والی عورت اپنے آپ کو کن چیزوں سے روکے؟

(٥٦٣) قال الله (والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا فإذا بلغن أجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن بالمعروف والله بما تعملون خبير)

۵۶۳: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

(البقرہ: ۲۳۴)

"اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب (یہ) عدت پوری کر چکیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کر لیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور خدا تمہارے

سارے کاموں سے واقف ہے۔"

(٥٦٤) فذكر الله أن على المتوفى عنهن عدة وأنهن إذا بلغنها فلهن أن يفعلن في أنفسهن بالمعروف ولم يذكر شيئا تجتنبه في العدة

۵۶۴: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ جن عورتوں کے شوہر فوت ہو جائیں، ان پر عدت وفات پوری کرنا ضروری ہے اور جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو وہ اپنے حوالے سے بھلے طریقے سے جو چاہیں فیصلہ کریں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی کسی چیز کا ذکر نہیں فرمایا جس سے وہ عدت کے دوران اجتناب کرے۔

(٥٦٥) قال فكان ظاهر الآية أن تمسك المعتدة في العدة عن الازواج فقط مع إقامتها في بيتها بالكتاب

۵۶۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ عدت گزارنے والی عورت دورانِ عدت صرف شوہر سے رکی رہے اور کتاب اللہ کی روشنی میں اپنے گھر میں قیام پذیر رہے۔

(٥٦٦) وكانت تحتمل ان تمسك عن الازواج وأن يكون عليها في الامساك عن الازواج إمساك عن غيره مما كان مباحا لها قبل العدة من طيب وزينة

۵۶۶: اور آیت میں یہ احتمال بھی تھا کہ ایسی عورت شوہر سے رکی رہے اور یہ کہ اس پر اس کے علاوہ کچھ اور چیزوں سے رکنا بھی لازم ہے جو عدت سے پہلے اس کے لیے مباح تھیں مثلاً خوشبو اور بناؤ سنگھار۔

(٥٦٧) فلما سن رسول الله ﷺ على المعتدة من الوفاة الامساك عن الطيب وغيره كان عليها الامساك عن الطيب وغيره بفرض السنة والامساك عن الازواج والسكنى في بيت زوجها بالكتاب ثم السنة

۵۶۷: چونکہ نبی اکرم ﷺ نے عدت وفات گزارنے والی عورت کے لیے خوشبو وغیرہ سے رک جانے کی سنت جاری فرمائی ہے اس لیے سنت کے متعین کرنے کی بناء پر عورت کے ذمے خوشبو وغیرہ سے اجتناب کرنا ضروری ہوگا۔ اور دوسری شادی کے لیے شوہر سے رکنا اور عدت کے لیے فوت ہونے والے شوہر کے گھر میں ہی رہائش پذیر رہنا کتاب اللہ کی وجہ سے، پھر سنت کی وجہ سے ضروری ہوگا۔

(٥٦٨) واحتملت السنة في هذا الموضع ما احتملت في غيره من أن تكون السنة بينت عن الله كيف إمساكها كما بينت الصلاة والزكاة والحج واحتملت أن يكون رسول الله ﷺ سن فيما ليس فيه نص حكم لله

۵۶۸: اور اس مقام پر بھی سنت میں وہ احتمال پایا جاتا ہے جو دوسری جگہوں میں پایا جاتا ہے کہ سنت نے حق تعالیٰ کی مراد واضح

کردی ہو کہ عورت کار کنا کس طرح ہوگا جیسے سنت نے نماز، زکوۃ اور حج میں وضاحت کی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایسی چیز میں سنت جاری فرمائی ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نص صریح موجود نہ ہو۔

باب العلل في الاحاديث

احادیث کی علتوں کا بیان

(٥٦٩) قال الشافعي قال لي قائل فإنا نجد من الاحاديث عن رسول اللهﷺ أحاديث في القرآن مثلها نصا وأخرى في القرآن مثلها جملة وفي الاحاديث منها أكثر مما في القرآن وأخرى ليس منها شئ في القرآن وأخرى موتفقة وأخرى مختلفة ناسخة ومنسوخة وأخرى مختلفة ليس فيها دلالة على ناسخ ولا منسوخ وأخرى فيها نهي لرسول الله فتقولون ما نهى عنه حرام وأخرى لرسول اللهﷺ فيها نهي فتقولون نهيه وأمره على الاختيار لا على التحريم ثم نجدكم تذهبون إلى بعض المختلفة من الاحاديث دون بعض ونجدكم تقيسون على بعض حديثه ثم يختلف قياسكم عليها وتتركون بعضا فلا تقيسون عليه فما حجتكم في القياس وتركه ثم تفترقون بعد فمنكم من يترك من حديثه الشئ ويأخذ بمثل الذي ترك وأضعف إسنادا منه

٥٦٩: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ہمیں نبی ﷺ کی احادیث میں بعض ایسی حدیثیں بھی ملتی ہیں کہ ان جیسی نص قرآن کریم میں بھی موجود ہے، کچھ ایسی احادیث بھی ہیں جن کی اجمالی مماثلت قرآن کریم میں پائی جاتی ہے، احادیث میں اس کی مثالیں قرآن کریم سے بھی زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ احادیث ایسی ہیں کہ ان کا کچھ حصہ بھی قرآن میں نہیں ہے، اسی طرح کچھ احادیث دوسری حدیثوں کے موافق ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں سے بعض ناسخ اور منسوخ ہیں، بعض احادیث میں ناسخ اور منسوخ پر کوئی دلالت ہی نہیں پائی جاتی، بعض احادیث میں نبی ﷺ نے کسی کام کی ممانعت فرمائی ہے اور آپ یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جس کام سے منع فرمایا ہے وہ حرام ہے، ایک اور حدیث میں نبی ﷺ کی طرف سے کسی کام کی ممانعت آتی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ نہی حرمت کے لیے نہیں ہے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بعض اختلافی احادیث کو لیتے ہیں اور بعض کو نہیں لیتے، ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آپ بعض احادیث پر قیاس کرتے ہیں اور آپ کا قیاس بھی مختلف ہوتا ہے اور بعض احادیث کو آپ ترک کر دیتے ہیں اور اس پر کسی چیز کو قیاس نہیں کرتے تو آپ کے پاس قیاس کرنے اور اسے ترک کرنے کی کیا دلیل ہے؟ پھر بعد میں آپ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں چنانچہ آپ ہی میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی حدیث کا کچھ

حصہ لے لیتے ہیں اور اتنا ہی حصہ چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی سند کو ضعیف قرار دے دیتے ہیں۔

(٥٧٠) قال الشافعي فقلت له كل ما سن رسول الله ﷺ مع كتاب الله من سنة فهي موافقة كتاب الله في النص بمثله وفي الجملة بالتبيين عن الله والتبيين يكون أكثر تفسيرا من الجملة

۵۷۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ کتاب اللہ کی موجودگی میں نبی ﷺ نے جو سنت بھی جاری فرمائی ہے، وہ نص قرآن کے موافق ہے اور حق تعالیٰ کی مراد کو واضح کرتی ہے اور یہ وضاحت اکثر اوقات اس کی تفسیر سے ہی ہوتی ہے۔

(٥٧١) وما سن مما ليس فيه نص كتاب الله فبفرض الله طاعته عامة في أمره تبعناه

۵۷۱: اور اگر نبی ﷺ نے کسی ایسے معاملے میں سنت جاری فرمائی جس میں کتاب اللہ کی نص صریح موجود نہ ہو تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حکموں کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، اس لیے ہم اس کی پیروی کریں گے۔

(٥٧٢) وأما الناسخة والمنسوخة من حديثه فهي كما نسخ الله الحكم في كتابة عامة في امره وكذلك سنة رسول الله ﷺ تنسخ بسنته

۵۷۲: جہاں تک تعلق ہے نبی ﷺ کی احادیث میں ناسخ اور منسوخ کا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک حکم اپنی کتاب میں اپنے دوسرے حکم کے ذریعے منسوخ فرمایا ہے، اسی طرح نبی ﷺ کی ایک سنت بھی دوسری سنت کو منسوخ کر دیتی ہے۔

(٥٧٣) وذكرت له بعض ما كتبت في (كتابي) قبل هذا من إيضاح ما وصفت

۵۷۳: اور میں نے اس کے سامنے کچھ ان چیزوں کا تذکرہ کیا جو اس سے پہلے میں اپنی اسی کتاب میں کر چکا ہوں۔

(٥٧٤) فأما المختلفة التي لا دلالة على أيها ناسخ ولا أيها منسوخ فكل أمره موتفق صحيح لا اختلاف فيه

۵۷۴: باقی رہی وہ مختلف احادیث جن میں ناسخ یا منسوخ ہونے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی تو یاد رہے کہ نبی ﷺ کی احادیث ساری ہی متفق اور صحیح ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(٥٧٥) ورسول الله ﷺ عربي اللسان والدار فقد يقول القول عاما يريد به العام وعاما يريد به الخاص كما وصفت لك في كتاب الله وسنن رسول الله ﷺ قبل هذا

۵۷۵: رسول اکرم ﷺ کی لغت بھی عربی تھی اور علاقہ بھی عرب تھا، نبی ﷺ بعض اوقات کوئی عام بات فرماتے تھے اور اس سے عام ہی مراد لیتے تھے، بعض اوقات عام بول کر اس سے خاص مراد لیتے تھے جیسا کہ اس سے پہلے میں کتاب

اللہ اور سنت کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں۔

(٥٧٦) ويسئل عن الشئ فيجيب على قدر المسألة ويؤدي المخبر عنه الخبر متقصي والخبر مختصرا والخبر فيأتي ببعض معناه دون بعض

۵۷۶: بعض اوقات ایسا ہوتا کہ نبی ﷺ سے کسی چیز کے متعلق سوال پوچھا جاتا، وہ سوال کے مطابق اس کا جواب دے دیتے، پھر اس خبر کو آگے بیان کرنے والا بعض اوقات پورا بیان کر دیتا، بعض اوقات مختصر کر دیتا اور بعض اوقات اس کا کچھ معنی بیان کر دیتا اور کچھ چھوڑ دیتا۔

(٥٧٧) ويحدث عنه الرجل الحديث قد أدرك جوابه ولم يدرك المسألة فيدله على حقيقة الجواب بمعرفته السبب الذى يخرج عليه الجواب

۵۷۷: بعض اوقات حدیث وہ بیان کرتا جس نے جواب تو سنا تھا لیکن سوال نہیں سنا تھا تو وہ جواب کی حقیقت بیان کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے سبب سے واقف ہوتا ہے جس کے مطابق جواب وارد ہوا تھا۔

(٥٧٨) ويسن في الشئ سنة وفيما يخالفه أخرى فلا يخلص على السامعين بين اختلاف الحالين اللتين سن فيهما

۵۷۸: بعض اوقات نبی ﷺ ایک منصوص سنت جاری فرماتے ہیں اور دوسرے موقع پر دوسری، لیکن بعض سامعین تک وہ دو مختلف حالتیں نہیں پہنچتی ہیں جن میں نبی ﷺ نے دو سنتیں جاری فرمائی ہیں۔

(٥٧٩) ويسن سنة في نص معناه فيحفظها حافظ ويسن في معنى يخالفه في معنى ويجامعه في معنى سنة غيرها لاختلاف الحالين فيحفظ غيره تلك السنة فإذا أدى كل ما حفظ رآه بعض السامعين اختلافا وليس منه شئ مختلف

۵۷۹: بعض اوقات نبی ﷺ ایک منصوص سنت جاری فرماتے ہیں، یاد رکھنے والے اسے یاد کر لیتے ہیں، پھر وہی سنت دوسرے الفاظ کے ساتھ جاری فرماتے ہیں جن کا ایک معنی پہلے کے خلاف اور دوسرا اس کے موافق ہوتا ہے کیونکہ دونوں حالتیں مختلف ہوتی ہیں، اب دوسرا آدمی اس دوسری سنت کو یاد کر لیتا ہے پھر جب ہر شخص اپنی محفوظ کی ہوئی چیز کو بیان کرتا ہے تو بعض سامعین اسے اختلاف سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

(٥٨٠) ويسن بلفظ مخرجه عام جملة بتحريم شئ أو بتحليله ويسن في غيره خلاف الجملة فيستدل على أنه يرد بما حرم ما أحل ولا بما أحل ما حرم

۵۸۰: بعض اوقات سنت کے الفاظ کا مخرج عام ہوتا ہے اور اس میں اجمالی طور پر کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا ذکر ہوتا ہے اور دوسرے موقع پر اس اجمال کے خلاف کوئی سنت آ جاتی ہے، تو اس سے اس بات پر استدلال کر لیا جاتا ہے کہ نبی

ﷺ نے حرام سے مراد وہ چیز نہیں لی جو حلال ہے اور حلال سے مراد وہ چیز نہیں لی جو حرام ہے۔

(٥٨١) ولكل هذا نظير فيما كتبنا من جمل أحكام الله

۵۸۱: اللہ تعالیٰ کے احکام میں بھی ان میں سے ہر ایک کی نظیر موجود ہے جیسا کہ ہم اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھ چکے ہیں۔

(٥٨٢) ويسن السنة ثم ينسخها بسنته ولم يدع ان يبين كلما نسخ من سنته بسنته ولكن ربما ذهب على الذي سمع من رسول اللهﷺ بعض علم الناسخ أو علم المنسوخ فحفظ أحدهما دون الذي سمع من رسول اللهﷺ الآخر وليس يذهب ذلك على عامتهم حتى لا يكون فيهم موجودا إذا طلب

۵۸۲: بعض اوقات نبی ﷺ کوئی سنت جاری فرماتے، پھر دوسری سنت کے ذریعے اسے منسوخ فرما دیتے لیکن ہر مرتبہ اس کی وضاحت نہ فرماتے، سننے والے کو بعض اوقات ناسخ یا منسوخ کا علم ہو جاتا وہ ان میں سے ایک بات یاد رکھ لیتا، دوسری بات یاد نہ رکھ پاتا، عام لوگوں پر یہ بات نہیں چل سکتی، یہاں تک کہ سوال کے وقت وہ ان میں موجود نہ ہوں۔

(٥٨٣) وكل ما كان كما وصفت أمضي على ما سنه وفرق بين ما فرق بينه منه

۵۸۳: بہرحال جو بھی صورت ہو، نبی ﷺ کی سنت پر ہی عمل ہوتا ہے اور نبی ﷺ کی سنت پر ہی فرق ہوتا ہے۔

(٥٨٤) وكانت طاعته في تشعيبه على ما سنه واجبة ولم يقل ما فرق بين كذا كذا

۵۸۴: نبی ﷺ نے جو مختلف سنتیں جاری فرمائی ہیں، ان کی اطاعت واجب ہے، یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ فلاں فلاں چیز کے درمیان کیا فرق ہوا؟

(٥٨٥) لأن قول " ما فرق بين كذا كذا " فيما فرق بينه رسول اللهﷺ لا يعدو أن يكون جهلا ممن قاله أو ارتيابا شرا من الجهل وليس فيه إلا طاعة الله باتباعه

۵۸۵: کیونکہ یہ جملہ "کہ فلاں فلاں چیز کے درمیان کیا فرق ہوا" یا تو قائل کی جہالت ثابت کرتا ہے، یا شک کی علامت ہے جو کہ جہالت سے بھی زیادہ بدتر ہے اور یہاں تو نبی ﷺ کی اتباع کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

(٥٨٦) وما لم يوجد فيه إلا الاختلاف فلا يعدو ان يكون لم يحفظ متقصي كما وصفت قبل هذا فيعد مختلفا ويغيب عنا من سبب تبيينه ما علمنا في غيره أو وهما من محدث

۵۸۶: اور جہاں اختلاف کے علاوہ کوئی اور بات ہی نہیں بنتی تو وہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ بات پوری طرح محفوظ نہیں کی جا سکتی، اس لیے اسے اختلاف میں شمار کر لیا جاتا ہے، اور ہماری نگاہوں سے اس کی وضاحت کا سبب اوجھل ہو جاتا

ہے، وہ سبب ہمیں دوسری جگہوں پر معلوم ہوتا ہے، یا اس میں حدیث بیان کرنے والے کا وہم کارفرما ہوتا ہے۔

(٥٨٧) ولم نجد عنه شيئا مختلفا فكشفناه إلا وجدنا له وجها يحتمل به ألا يكون مختلفا وأن يكون داخلا في الوجوه التي وصفت لك

٥٨٧: اور ہمیں جو چیز بھی اختلافی نظر آتی ہے، جب ہم اس کی پڑتال کرتے ہیں تو ہمیں کوئی نہ کوئی ایسی توجیہ مل جاتی ہے جس میں اختلاف کا احتمال ختم ہو جاتا ہے اور وہ ان صورتوں میں داخل ہو جاتی ہے جن کا ذکر میں کر چکا ہوں۔

(٥٨٨) أو نجد الدلالة على الثابت منه دون غيره بثبوت الحديث فلا يكون الحديثان اللذان نسبا إلى الاختلاف متكافيين فنصير إلى الا ثبت من الحديثين

٥٨٨: یا ثبوت حدیث کی وجہ سے ہم ثابت شدہ حدیث پر کوئی دلالت پا لیتے ہیں، دوسری پر یہ دلالت نہیں ملتی، اس وجہ سے جن دو حدیثوں میں اختلاف کی نسبت کی جاتی ہے، ان دونوں کا درجہ ایک نہیں رہتا لہٰذا ہم ان دونوں میں سے زیادہ ثابت شدہ حدیث پر عمل کر لیتے ہیں۔

(٥٨٩) أو يكون على الا ثبت منهما دلالة من كتاب الله أو سنة نبيه أو الشواهد التي وصفنا قبل هذا فنصير إلى الذي هو أقوى وأولى أن يثبت بلا دليل

٥٨٩: یا ان دونوں میں سے جو زیادہ ثابت ہوتا ہے، اس پر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ کی دلالت ہوتی ہے، یا وہ شواہد پائے جاتے ہیں جو اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں، اس لیے ہم اس رائے کو اختیار کر لیتے ہیں جو دلائل کی روشنی میں زیادہ مضبوط اور زیادہ ثابت ہوتی ہے۔

(٥٩٠) ولم نجد عنه حديثين مختلفين إلا ولهما مخرج أو على أحدهما دلالة بأحد ما وصفت إما بموافقة كتاب أو غيره من سنته أو بعض الدلايل

٥٩٠: اور ہمیں ایسی کوئی دو اختلافی حدیثیں معلوم نہیں ہیں جن میں اختلاف سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو، یا ان میں سے کسی ایک پر مذکورہ چیزوں میں سے کسی ایک کی دلالت ہو یعنی کتاب اللہ کی موافقت، یا سنت کی موافقت یا کوئی اور دلیل قائم ہو۔

(٥٩١) وما نهى عنه رسول الله ﷺ فهو على التحريم حتى تأتي دلالة عنه على انه أراد به غير التحريم

٥٩١: اور نبی ﷺ نے جس کام سے منع فرمایا ہے، وہ ممانعت حرمت پر محمول ہوگی یہاں تک کہ نبی ﷺ ہی کی طرف سے کوئی ایسی دلیل سامنے آ جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ نبی ﷺ نے حرمت کا ارادہ نہیں فرمایا۔

(٥٩٢) قال وأما القياس على سنن رسول الله ﷺ فاصله وجهان ثم يتفرع في أحدهما وجوه

۵۹۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک نبی ﷺ کی سنتوں پر قیاس کرنے کا تعلق ہے تو اس کی اصل اور بنیاد دو وجہیں ہیں، پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف صورتیں ہیں۔

(٥٩٣) قال وما هما

۵۹۳: اس شخص نے پوچھا وہ دو چیزیں کیا ہیں؟

(٥٩٤) قلت إن الله تعبد خلقه في كتابه وعلى لسان نبيه بما سبق في قضائه أن يتعبدهم به ولما شاء لا معقب لحكمه فيما تعبدهم به مما دلهم رسول الله ﷺ على المعنى الذي له تعبدهم به أو وجدوه في الخبر عنه لم ينزل في شئ في مثل المعنى الذي له تعبد خلقه ووجب على أهل العلم أن يسلكوه سبيل السنة إذا كان في معناها وهذا الذي يتفرع تفرعا كثيرا

۵۹۴: میں نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پہلے سے طے شدہ فیصلے کے مطابق اپنی کتاب میں اور اپنے نبی کی زبانی مخلوق کو اپنی عبادت کا حکم دیا اور اپنی کتاب کو اس کا معیار مقرر کیا اور جس چیز کو چاہا، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور رسول اکرم ﷺ نے اس معنی کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے، یا بعد میں آنے والوں کو اس حوالے سے نبی ﷺ کی کوئی حدیث معلوم ہوگئی، ایسی صورت میں اہل علم پر لازم ہے کہ سنت کی راہ اختیار کریں، اس اصول پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں۔

(٥٩٥) والوجه الثاني أن يكون أحل لهم شيئا جملة وحرم منه شيئا بعينه فيحلون الحلال بالجملة ويحرمون الشئ بعينه ولا يقيسون عليه على الاقل الحرام لان الاكثر منه حلال والقياس على الاكثر أولى أن يقاس عليه من الاقل

۵۹۵: اور دوسرا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے کسی چیز کو اجمالی طور پر حلال کیا اور اس میں سے کسی چیز کو معین طور پر حرام کر دیا، تو اہل علم اجمالی حلال کو حلال سمجھتے ہیں اور متعین حرام کو حرام سمجھتے ہیں اور اسے حرام پر قیاس نہیں کرتے جو کہ اقل ہے، کیونکہ اس کا اکثر حصہ حلال ہوتا ہے اور اکثر پر قیاس کرنا اقل پر قیاس کرنے کی نسبت زیادہ اولیٰ اور بہتر ہوتا ہے۔

(٥٩٦) وكذلك إن حرم جملة وأحل بعضها وكذلك إن فرض شيئا وخص رسول الله ﷺ التخفيف في بعضه

۵۹۶: یہی تفصیل اس صورت میں بھی ہے جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو اجمالی طور پر حرام قرار دیا ہو اور اس میں سے کسی متعین چیز کو حلال قرار دیا ہو، نیز یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا فریضہ مقرر فرمایا ہو اور نبی ﷺ

نے اس کے کچھ حصے میں تخفیف فرما کر اس کی تخصیص فرما دی ہو۔

(٥٩٧) وأما القياس فإنما أخذناه استدلالا بالكتاب والسنة والآثار

۵۹۷: جہاں تک تعلق ہے قیاس کا تو ہم نے اسے کتاب وسنت اور آثارِ صحابہ سے استدلال کر کے لیا ہے۔

(٥٩٨) وأما ان نخالف حديثا عن رسول الله ﷺ ثابتا عنه فأرجو أن لا يؤخذ ذلك علينا إن شاء الله

۵۹۸: اس کے باوجود اگر ہم نبی ﷺ کی کسی ثابت شدہ حدیث کے برخلاف جاتے ہیں تو امید ہے کہ اس پر ہمارا مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ انشاءاللہ

(٥٩٩) وليس ذلك لاحد ولكن قد يجهل الرجل السنة فيكون له قول يخالفها لا أنه عمد خلافها وقد يغفل المرء ويخطئ في التأويل

۵۹۹: کیونکہ ایسا کوئی بھی نہیں کر سکتا، صرف اتنا ہوتا ہے کہ بعض اوقات انسان سنت سے ناواقف رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا کوئی قول سنت کے خلاف آ جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ وہ عمداً اور ارادۃً سنت کے خلاف رائے قائم کرتا ہے، انسان غافل بھی ہو سکتا ہے اور تاویل میں غلطی کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔

(٦٠٠) قال فقال لي قائل فمثل لي كل صنف مما وصفت مثالا تجمع لي فيه الاتيان على ما سألت عنه بأمر لا تكثر علي فأنساه وابدا بالناسخ والمنسوخ من سنن النبي ﷺ واذكر منها شيئا مما معه القرآن وإن كررت بعض ما ذكرت

۶۰۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قائل نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ آپ نے جو تفصیل بیان کی ہے، میرے سامنے ان میں سے ہر ایک کی مثال بیان کر دیجئے جس میں میرے سوال کا ایسا جامع جواب آ جائے کہ نہ تو تفصیل اتنی زیادہ ہو جسے میں بھول جاؤں (اور نہ بہت زیادہ اختلاف ہو) اور آغاز آپ نبی ﷺ کی سنتوں میں سے ناسخ اور منسوخ سے کیجئے، اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی متعلقہ آیات بھی ذکر کر دیجئے، گو کہ بعض مقامات پر تکرار بھی ہو جائے۔

(٦٠١) فقلت له كان أول ما فرض الله على رسوله في القبلة أن يستقبل بيت المقدس للصلاة فكان بيت المقدس القبلة التي لا يحل لاحد أن يصلي إلا إليها في الوقت الذي استقبلها فيه رسول الله ﷺ فلما نسخ الله قبلة بيت المقدس ووجه رسوله والناس إلى الكعبة كانت الكعبة القبلة التي لا يحل لمسلم أن يستقبل المكتوبة في غير حال من الخوف غيرها ولا يحل أن يستقبل بيت المقدس ابدا

۶۰۱: میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے پیغمبر ﷺ پر قبلہ کے حوالے سے جو چیز فرض کی تھی، وہ یہ کہ نبی ﷺ نماز میں اپنا رخ بیت المقدس کی جانب کریں، لہٰذا پہلے بیت المقدس قبلہ تھا اور کسی کے لیے جائز نہیں تھا کہ بیت المقدس کے علاوہ کسی اور جانب رخ کر کے نماز پڑھے، یہ وہ وقت تھا جب نبی ﷺ بھی بیت المقدس کی جانب رخ فرماتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ فرما دیا اور نبی ﷺ اور تمام لوگوں کو خانہ کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم دے دیا تو خانہ کعبہ ہی قبلہ مقرر ہو گیا، اب کسی مسلمان کے لیے حالت خوف کے علاوہ کسی فرض نماز میں خانہ کعبہ کے علاوہ کسی اور جانب رخ کرنا جائز نہیں ہے اور اب کبھی بھی بیت المقدس کی جانب رخ کرنا جائز نہ ہوگا۔

(٦٠٢) وكل كان حقا في وقته بيت المقدس من حين استقبله النبي ﷺ إلى أن حول عنه الحق في القبلة ثم البيت الحرام الحق في القبلة إلى يوم القيامة

۶۰۲: ان دونوں میں سے ہر حکم ہی اپنے اپنے وقت میں برحق تھا، بیت المقدس اس وقت جب نبی ﷺ اس کی جانب رخ فرماتے تھے یہاں تک کہ قبلہ تبدیل ہو گیا، پھر بیت اللہ الحرام قبلہ برحق مقرر ہو گیا اور اب وہ قیامت تک قبلہ ہی رہے گا۔

(٦٠٣) وهكذا كل منسوخ في كتاب الله وسنة نبيه

۶۰۳: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ہر منسوخ کا یہی حکم اور اس میں یہی تفصیل ہے۔

(٦٠٤) قال وهذا مع إبانته لك الناسخ والمنسوخ من الكتاب والسنة دليل لك على ان النبي ﷺ إذا سن سنة حوله الله عنها إلى غيرها سن أخرى يصير إليها الناس بعد التي حول عنها لئلا يذهب على عامتهم الناسخ فيثبتون على المنسوخ

۶۰۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت میں سے ناسخ و منسوخ آپ کے سامنے واضح ہو گیا، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نبی ﷺ جب کوئی سنت جاری فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں دوسری چیز کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں تو نبی ﷺ دوسری سنت جاری فرما دیتے ہیں، اس کے بعد لوگ اس کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں تا کہ لوگ منسوخ حکم پر قائم نہ رہیں۔

(٦٠٥) ولئلا يشبه على أحد بأن رسول الله ﷺ يسن فيكون في الكتاب شئ يرى من جهل اللسان أو العلم بموقع السنة مع الكتاب أو ابانتها معانيه أن الكتاب ينسخ السنة

۶۰۵: نیز اس وجہ سے بھی کہ کسی شخص پر یہ بات مشتبہ نہ رہے کہ نبی ﷺ ایک سنت مقرر فرماتے ہیں اور کتاب اللہ میں دوسری چیز ہوتی ہے تو کتاب اللہ سنت کو منسوخ کرتی ہے، یہ رائے ان لوگوں کی ہے جو زبان کی نزاکت اور باریکی سے

واقف نہیں، یا سنت اور کتاب اللہ کے مقام کا انہیں علم نہیں، یا وہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ سنت کا کام کتاب اللہ کے معانی اور مفاہیم کی وضاحت کرنا ہے۔

(٦٠٦) فقال أفيمكن أن تخالف السنة في هذا الكتاب

٦٠٦: سائل نے پوچھا کیا یہ ممکن ہے کہ اس معاملے میں سنت کتاب اللہ کی مخالفت کرے؟

(٦٠٧) قلت لا وذلك لان الله جل ثناؤه أقام على خلقه الحجة من وجهين أصلها في الكتاب كتابه سنة نبيه بفرضه في كتابه اتباعها

٦٠٧: میں نے اس سے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر دو طرح سے حجت قائم کی ہے، ان میں سے اصل کتاب اللہ ہے، پھر نبی ﷺ کی سنت ہے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اپنی کتاب میں نبی ﷺ کی اتباع کو فرض قرار دیا ہے۔

(٦٠٨) فلا يجوز أن يسن رسول الله ﷺ سنة لازمة فتنسخ فلا يسن ما نسخها وإنما يعرف الناسخ بالآخر من الامرين وأكثر الناسخ في كتاب الله إنما عرف بدلالة سنن رسول الله ﷺ

٦٠٨: لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی ﷺ کوئی ایسی لازمی سنت جاری فرمائیں جسے منسوخ کیا جائے اور وہ ناسخ سنت جاری نہ فرمائیں، اور ناسخ کی معرفت دو میں سے آخری امر سے ہوتی ہے کتاب اللہ میں ناسخ کی جتنی مثالیں ہیں ان میں سے اکثر کی پہچان نبی ﷺ کی سنت کی دلالت سے ہوتی ہے۔

(٦٠٩) فإذا كانت السنة تدل على ناسخ القرآن وتفرق بينه وبين منسوخه لم يكن ان تنسخ السنة بقرآن إلا أحدث رسول الله ﷺ مع القرآن سنة تنسخ سنته الاولى لتذهب الشبهة عن من أقام الله عليه الحجة من خلقه

٦٠٩: جب سنت قرآن کریم کے کسی ناسخ پر دلالت کرے اور ناسخ و منسوخ کے درمیان فرق کرے، تو سنت کو قرآن سے منسوخ نہیں کیا جائے گا، اس کی صورت صرف یہی ہوگی کہ قرآن کریم کی اس آیت کی موجودگی میں نبی ﷺ کوئی دوسری سنت جاری فرمادیں گے جو ان کی پہلی سنت کو منسوخ کردے گی تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر حجت قائم ہوجائے اور لوگوں کے شکوک و شبہات دور ہوجائیں۔

(٦١٠) قال افرايت لو قال قائل حيث وجدت القرآن ظاهرا عاما ووجدت سنة تحتمل أن تبين عن القرآن وتحتمل أن تكون بخلاف ظاهره علمت أن السنة منسوخة بالقرآن

۶۱۰: سائل نے مجھ سے کہا کہ یہ بتایئے! اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایک ایسا موقع ہے جہاں میں قرآن کریم کا کوئی حکم ظاہر عام پاؤں، پھر مجھے ایک سنت ملے جس میں یہ احتمال بھی ہو کہ وہ قرآن کریم کی وضاحت کر رہی ہے اور یہ احتمال بھی ہو کہ وہ ظاہر قرآن کے خلاف ہے تو کیا میں یہ سمجھوں کہ یہ سنت قرآن کریم کے ذریعے منسوخ ہو گئی ہے؟

(٦١١) فقلت له لا يقول هذا عالم

۶۱۱: میں نے اس سے کہا کہ کوئی عالم ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

(٦١٢) قال ولم

۶۱۲: اس نے پوچھا وہ کیوں؟

(٦١٣) قلت إذا كان الله فرض على نبيه اتباع ما انزل الله إليه وشهد له بالهدى وفرض على الناس طاعته وكان اللسان كما وصفت قبل هذا محتملا للمعاني وأن يكون كتاب الله ينزل عاما يراد به الخاص وخاصا يراد به العام وفرضا جملة بينه رسول الله ﷺ فقامت السنة مع كتاب الله هذا المقام لم تكن السنة لتخالف كتاب الله ولا تكون السنة إلا تبعا لكتاب الله بمثل تنزيله أو مبينة معنى ما أراد الله فهي بكل حال متبعة كتاب الله

۶۱۳: میں نے اس سے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کی پیروی کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کے راہ راست پر ہونے کی گواہی دی ہے، اور لوگوں پر ان کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔ ادھر لغت عرب میں مختلف معانی کا احتمال پایا جاتا ہے جیسا کہ قبل ازیں میں بیان کر چکا ہوں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب اللہ کا حکم عام نازل ہوا اور اس سے مراد خاص ہو، یا کتاب اللہ کا حکم خاص ہوا اور اس سے مراد عام ہو یا کوئی اجمالی فریضہ ہو جس کی وضاحت نبی ﷺ نے فرمائی ہو، جب سنت کا کتاب اللہ کی موجودگی میں یہ مقام ہے تو پھر یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ کتاب اللہ کی مخالفت کرے، سنت ہمیشہ کتاب اللہ کے تابع ہی رہے گی جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے، یا سنت کا درجہ یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی مراد کو واضح کرے، تو جو بھی صورت ہو، سنت ہر حال میں کتاب اللہ کے تابع ہی ہو گی۔

(٦١٤) قال افتوجدني الحجة بما قلت في القرآن

۶۱۴: اس نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ اپنی اس بات پر قرآن کریم سے کوئی دلیل مجھے دے سکتے ہیں؟

(٦١٥) فذكرت له بعض ما وصفت في كتاب (السنة مع القرآن) من أن الله فرض الصلاة والزكاة والحج فبين رسول الله ﷺ كيف الصلاة وعددها ومواقيتها وسننها وفي كم

الزكاة من المال وما يسقط عنه من المال ويثبت عليه ووقتها وكيف عمل الحج وما يجتنب فيه ويباح

۶۱۵: تو میں نے اس کے سامنے کتاب (السنة مع القرآن) میں بیان کی ہوئی کچھ چیزیں ذکر کیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز، زکوٰۃ اور حج کو فرض قرار دیا، اس کی وضاحت نبی ﷺ نے فرمائی کہ نماز کیسے پڑھی جائے؟ رکعتوں کی تعداد کیا ہے؟ نمازوں کے اوقات اور نمازوں کی سنتیں کیا ہیں؟ زکوٰۃ کتنے مال پر فرض ہوتی ہے؟ کتنے مال سے ساقط ہوتی ہے؟ اس کا وقت کب آتا ہے؟ حج کس طرح کیا جاتا ہے؟ اور اس میں کن چیزوں سے اجتناب کیا جاتا ہے اور کون سی چیزیں مباح ہیں؟

(٦١٦) قال وذكرت له قول الله (والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما) و (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) وأن رسول الله لما سن القطع على من بلغت سرقته ربع دينار فصاعدا والجلد على الحرين البكرين دون الثيبين الحرين والمملوكين دلت سنة رسول الله ﷺ على أن الله أراد بها الخاص من الزناة والسراق وإن كان مخرج الكلام عاما في الظاهر على السراق والزناة

۶۱۶: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر کیا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ:۳۸)

''جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور:۲)

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درّے مارو''

اور نبی ﷺ نے یہ سنت جاری فرمائی کہ ہاتھ اس چور کے کاٹے جائیں گے جس کی چوری چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ مالیت تک پہنچ جائے، نیز کوڑوں کی سزا آزاد اور کنواروں پر جاری فرمائی، شادی شدہ آزاد یا مملوک پر یہ سزا جاری نہیں فرمائی تو سنت اس بات کی دلیل بن گئی کہ حق تعالیٰ کی مراد خاص بدکار اور چور ہیں، اگرچہ الفاظِ کلام عام ہیں اور ہر قسم کے چوروں اور بدکاروں کو شامل ہیں۔

(٦١٧) قال فهذا عندي كما وصفت أفتجد حجة على من روى أن النبي ﷺ قال " ما جاءكم عني فاعرضوه على كتاب الله فما وافقه فأنا قلته وما خالفه فلم أقله "

۶۱۷: اس نے کہا کہ میرے نزدیک بھی یہ ساری تفصیل اسی طرح ہے جیسے آپ نے اسے بیان کیا، ان لوگوں کے خلاف آپ کے پاس کوئی دلیل ہے جو یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میرے حوالے سے جو بات تمہارے پاس آیا کرے، اسے پہلے کتاب اللہ پر پیش کیا کرو، جو چیز کتاب اللہ کے موافق ہو تو سمجھ لو کہ وہ بات میں نے ہی کہی ہے اور جو بات کتاب اللہ کے خلاف ہو تو میں نے نہیں کہی ہے۔

(٦١٨) فقلت له ما روى هذا أحد يثبت حديثه في شئ صغر ولا كبر فيقال لنا قد ثبتم حديث من روى هذا في شئ

۶۱۸: میں نے اس سے کہا کہ اس روایت کو کسی ایسے راوی نے نقل نہیں کیا ہے جس کی کوئی چھوٹی بڑی روایت پایہ ثبوت کو پہنچی ہو، اس لیے ہم سے یہ نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے اس راوی کی فلاں روایت کو ثابت قرار دیا ہے۔

(٦١٩) وهذا أيضا رواية منقطعة عن رجل مجهول ونحن لا نقبل مثل هذه الرواية في شئ

۶۱۹: علاوہ ازیں یہ روایت منقطع ہے اور اس میں ایک راوی مجہول ہے، ہم ایسی روایت کسی بھی مسئلے میں قبول نہیں کرتے۔

(٦٢٠) قال فهل عن النبي ﷺ رواية بما قلتم

۶۲۰: اس نے مجھ سے کہا کہ پھر آپ جو کہہ رہے ہیں، اس پر آپ کے پاس نبی ﷺ کی کوئی حدیث ہے؟

(٦٢١) فقلت له نعم

۶۲۱: میں نے اس سے کہا جی ہاں!

(٦٢٢) أخبرنا سفيان قال أخبرني سالم أبو النضر أنه سمع عبيد الله بن أبي رافع يحدث عن أبيه أن النبي ﷺ قال لاألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الامر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه

۶۲۲: ہمیں سفیان نے سالم کی سند سے حضرت ابو رافعؓ کی یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے ہو اور اس کے پاس میرے احکامات میں سے کوئی حکم پہنچے جس میں میں نے کسی کام کا حکم دیا ہو یا اس کی ممانعت کی ہو اور وہ یہ کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں، ہم تو کتاب اللہ میں جو بات پائیں گے، اسی کی اتباع کریں گے۔

(٦٢٣) قال الشافعي فقد ضيق رسول الله ﷺ على الناس أن يردوا امره بفرض الله عليهم اتباع أمره

۶۲۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے لوگوں کے لیے ان کا حکم ٹالنے کا راستہ ہی بند کر دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی نبی ﷺ کے حکم کی اتباع فرض کی ہے۔

(٦٢٤) قال فأبن لي جملا اجمع لك أهل العلم أو أكثرهم عليه من سنة مع كتاب الله يحتمل أن تكون السنة مع الكتاب دليلا على أن الكتاب خاص وإن كان ظاهره عاما

٦٢٤: اس نے کہا کہ اب آپ میرے سامنے کوئی ایسا اجمالی حکم بیان کیجیے جس پر تمام یا اکثر اہل علم کا اتفاق ہو، اس میں یہ احتمال ہو کہ کتاب اللہ کے ساتھ سنت کی موجودگی اس بات کی دلیل بن جائے کہ کتاب اللہ کی مراد خاص ہے، اگرچہ اس کے الفاظ ظاہر عام ہیں۔

(٦٢٥) فقلت له نعم ما سمعتني حكيت في (كتابي)

٦٢٥: میں نے اس سے کہا جی ہاں! میں نے اپنی اس کتاب میں اس کی بھی مثال بیان کر دی ہے اور آپ اسے سن چکے ہیں۔

(٦٢٦) قال فأعد منه شيئا

٦٢٦: اس نے کہا کہ اس میں سے کچھ حصہ دوبارہ دہرا دیجیے۔

(٦٢٧) قلت قال الله (حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الاخ وبنات الاخت وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة وأمهات نسائكم وربائبكم اللاتي في حجوركم من نسائكم اللاتي دخلتم بهن فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم وان تجمعوا بين الاختين إلا ما قد سلف إن الله كان غفورا رحيما والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم كتاب الله عليكم وأحل لكم ما وراء ذلكم)

٦٢٧: میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (النساء: ٢٣-٢٤)

''تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کر دی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جنہیں تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی حرام ہیں) ہاں اگر ان کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (تو ان کی لڑکیوں کے

ساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بیشک خدا بخشنے والا (اور) رحم والا ہے۔ اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضے میں آجائیں۔ (یہ حکم) خدا نے تم کو لکھ دیا ہے اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تم پر حلال ہیں۔''

(٦٢٨) قال وذكر الله من حرم ثم قال (وأحل لكم ما وراء ذلكم) فقال رسول الله ﷺ "لا يجمع بين المرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها" فلم أعلم مخالفا في اتباعه

۶۲۸: اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو یا کسی عورت اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے، اب مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی ﷺ کے اس حکم کی مخالفت کی ہو۔

(٦٢٩) فكانت فيه دلالتان دلالة على ان سنة رسول الله ﷺ لا تكون مخالفة لكتاب الله بحال ولكنها مبينة عامة وخاصة

۶۲۹: اب اس میں دو طرح کی دلالت پائی جا رہی ہے، ایک دلالت تو اس بات پر کہ نبی ﷺ کی سنت کسی حال میں بھی کتاب اللہ کے مخالف نہیں ہو سکتی، البتہ اس کے خاص اور عام کی وضاحت کرنے والی ہو سکتی ہے۔

(٦٣٠) ودلالة على أنهم قبلوا فيه خبر الواحد فلا نعلم أحدا رواه من وجه يصح عن النبي ﷺ إلا أبا هريرة

۶۳۰: اور دوسری دلالت اس بات پر کہ لوگوں نے اس سلسلے میں خبر واحد کو قبول کر لیا، حالانکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہم کسی کو نہیں جانتے جس نے یہ روایت صحیح سند کے ساتھ نبی ﷺ سے نقل کی ہو۔

(٦٣١) قال أفيحتمل أن يكون هذا الحديث عندك خلافا لشئ من ظاهر الكتاب

۶۳۱: اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے نزدیک یہ امکان ہے کہ یہ حدیث کتاب اللہ کے ظاہر کے خلاف ہو؟

(٦٣٢) فقلت لا ولا غيره

۶۳۲: میں نے اس سے کہا کہ نہیں۔ نہ یہ حدیث اور نہ کوئی دوسری حدیث

(٦٣٣) قال فما معنى قول الله (حرمت عليكم أمهاتكم) فقد ذكر التحريم وقال (واحل لكم ما وراء ذلكم)

۶۳۳: اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (النساء: ۲۳)

''تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئی ہیں۔''

اس میں اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر کر کے ان کی حرمت بیان فرمائی ہے اور اس کے بعد فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (النساء:٢٤)

''اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تم پر حلال ہیں۔''

(٦٣٤) قلت ذكر تحريم من هو حرام بكل حال مثل الام والبنت والاخت والعمة وبنات الاخ وبنات الاخت وذكر من حرم بكل حال من النسب والرضاع وذكر من حرم من الجمع بينه وكان أصل كل واحد منهما مباحا على الانفراد قال (واحل لكم ما وراء ذلكم) يعني بالحال التي احلها به

۶۳۴: میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان خواتین کی حرمت کا ذکر کیا جو ہر حال میں حرام ہیں جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی، ان عورتوں کا ذکر فرمایا جو نسب اور رضاعت کی وجہ سے ہر حال میں حرام ہیں اور ان عورتوں کا ذکر فرمایا جنہیں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، یہ وہ عورتیں ہیں جن سے انفرادی طور پر اصل میں نکاح کرنا حلال ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ

''اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تم پر حلال ہیں۔''

اس کا مطلب ایسا حلال ہونا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حلال فرمانے کے مطابق ہو۔

(٦٣٥) الا ترى أن قوله (وأحل لكم ما وراء ذلكم) بمعنى ما أحل به لا ان واحدة من النساء حلال بغير نكاح يصح ولا أنه يجوز نكاح خامسة على أربع ولا جمع بين أختين ولا غير ذلك مما نهى عنه

۶۳۵: آپ اسی بات پر غور کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہ مطلب اور منشا نہیں ہے کہ کوئی عورت انسان کے لیے نکاح صحیح کے بغیر بھی حلال ہو سکتی ہے؟ نہ ہی چار کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا حلال ہے، نہ ہی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت صحیح ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، لہٰذا اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اس کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے اس طریقے کے مطابق حلال ہیں جو اللہ نے متعین فرمایا ہے۔

(٦٣٦) فذكرت له فرض الله في الوضوء ومسح النبي ﷺ على الخفين وما صار إليه أكثر أهل العلم من قبول المسح

۶۳۶: پھر میں نے اس کے سامنے وضو کے فرائض اور نبی ﷺ کے موزوں پر مسح کرنے کا ذکر کیا اور یہ کہ اکثر اہل علم نے موزوں پر مسح کرنے کو قبول کرلیا ہے۔

(٦٣٧) فقال أفيخالف المسح شيئا من القرآن

۶۳۷: اس نے مجھ سے کہا کہ کیا مسح کا یہ حکم قرآن کریم کے کسی حکم کے خلاف ہے؟

(٦٣٨) قلت لا تخالفه سنة بحال

۶۳۸: میں نے اس سے کہا کہ کوئی سنت کسی صورت میں بھی قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوسکتی۔

(٦٣٩) قال فما وجهه

۶۳۹: اس نے کہا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟

(٦٤٠) قلت لما قال (اذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤسكم وارجلكم إلى الكعبين) دلت السنة على أن من كان على طهارة ما لم يحدث فقام إلى الصلاة لم يكن عليه هذا الفرض فكذلك دلت على أن فرض غسل القدمين إنما هو على المتوضئ لا خفي عليه لبسهما كامل الطهارة

۶۴۰: میں نے اس سے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ:۶)

"جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو۔ اور سر کا مسح کرلیا کرو۔ اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو)۔"

تو سنت نے اس بات پر دلالت کی کہ جو شخص پہلے سے طہارت کی حالت میں ہو اور وہ نماز کے لیے کھڑا ہو تو جب تک وہ بے وضو نہیں ہوگا اس پر وضو کرنا فرض نہیں ہوگا، اسی طرح سنت ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پاؤں کا دھونا اس شخص پر فرض ہے جس نے کامل طہارت کی حالت میں موزے نہ پہنے ہوں۔

(٦٤١) وذكرت له تحريم النبي ﷺ كل ذي ناب من السباع وقد قال الله (قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة أو دما مسفوحا أو لحم خنزير فإنه رجس أو فسقا أهل لغير الله به فمن اضطر غير باغ ولا عاد فإن ربك غفور رحيم) ثم سمى ما حرم

۶۴۱: اسی طرح میں نے اس کے سامنے یہ بات ذکر کی کہ نبی ﷺ نے ہر اس جانور کو حرام قرار دیا ہے جو کچلی والے دانتوں

سے شکار کرتا ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(الانعام:۱۴۵)

"کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا۔ بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا گناہ کی کوئی چیز ہو کہ اس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو (اور) اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔"

اور ان چیزوں کا نام لیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

(٦٤٢) فقال فما معنى هذا

۶۴۲: اس نے کہا کہ پھر اس کا کیا مطلب؟

(٦٤٣) قلنا معناه قل لا أجد فيما أوحى إلي محرما مما كنتم تأكلون إلا أن يكون ميتة وما ذكر بعدها فأما ما تركتم أنكم لم تعدوه من الطيبات فلم يحرم عليكم مما كنتم تستحلون إلا ما سمى الله ودلت السنة على أنه حرم عليكم منه ما كنتم تحرمون لقول الله (ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث)

۶۴۳: میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ تم جو چیزیں کھاتے تھے، میں اپنی طرف بھیجی جانے والی وحی میں ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں پاتا ہوں الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا وہ چیزیں جن کا ذکر بعد میں ہوا ہے۔ باقی جن چیزوں کو تم نے ترک کر دیا ہے اور تم انہیں حلال نہیں سمجھتے ہو تو یاد رکھو کہ تم جن چیزوں کو حلال سمجھتے تھے، وہ تم پر حرام نہیں کی گئی ہیں سوائے ان کے جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لے کر ذکر فرما دیا ہے، جب کہ سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تم جن چیزوں کو حرام سمجھتے تھے، ان میں سے بعض چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف:۱۵۷)

"اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے ان کے لیے ناپاک چیزیں۔"

(٦٤٤) قال وذكرت له قول الله (وأحل الله البيع وحرم الربا) وقوله (لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم) ثم حرم رسول الله ﷺ بيوعا

منها الدنانير بالدراهم إلى أجل وغيرها فحرمها المسلمون بتحريم رسول الله ﷺ فليس هذا ولا غيره خلافا لكتاب الله

۶۴۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر کیا:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ:۲۷۵)

''اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء:۲۹)

''ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے)۔''

جبکہ نبی ﷺ نے بھی کچھ بیوعات کو حرام قرار دیا ہے مثلاً دنانیر کی بیع دراہم کے بدلے ادھار پر اور مسلمان بھی ان بیوعات کو حرام سمجھتے ہیں یا نبی ﷺ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے اس جیسی دوسری احادیث کتاب اللہ کے خلاف نہیں ہیں۔

(٦٤٥) قال فحد لي معنى هذا بأجمع منه وأخصر

۶۴۵: اس نے کہا کہ پھر آپ میرے سامنے اس کا جامع اور مختصر معنی متعین کر دیجئے۔

(٦٤٦) فقلت له لما كان في كتاب الله دلالة على أن الله قد وضع رسوله موضع الابانة عنه وفرض على خلقه اتباع أمره فقال (وأحل الله البيع وحرم الربا) فإنما يعني أحل الله البيع إذا كان على غير ما نهى الله عنه في كتابه أو على لسان نبيه وكذلك قوله (وأحل لكم ما وراء ذلكم) بما أحله الله به من النكاح وملك اليمين في كتابه لا أنه إباحه في كل وجه وهذا كلام عربي

۶۴۶: میں نے اس سے کہا کہ جب کتاب اللہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو اپنی مراد واضح اور متعین کرنے کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور مخلوق پر ان کے حکم کی پیروی کو لازم قرار دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ:۲۷۵) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے بشرطیکہ وہ ان بیوعات میں سے نہ ہو جن کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرمائی ہے۔ یہی تفصیل اور مفہوم وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نکاح کو حلال کیا ہے یا اپنی کتاب میں

ملک یمین کو جائز قرار دیا ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ محرمات کے علاوہ ہر عورت ہر طرح ہی مباح ہے اور یہ عربی کلام ہے (لغت عرب سے شناسائی رکھنے والے اسے سمجھتے ہیں)۔

(٦٤٧) وقلت له لو جاز أن تترك سنة مما ذهب إليه من جهل مكان السنن من الكتاب ترك ما وصفنا من المسح على الخفين وإباحة كل ما لزمه اسم بيع وإحلال أن يجمع بين المرأة وعمتها وخالتها وإباحة كل ذي ناب من السباع وغير ذلك

۶۴۷: میں نے اس سے کہا کہ اگر سنت کے مرتبے سے ناواقف کوئی شخص کوئی رائے اختیار کر لے اور اس کی وجہ سے سنت کو ترک کرنا جائز ہو جائے تو پھر مسح علی الخفین کو بھی ترک کرنا پڑے گا، ہر اس چیز کو مباح ماننا پڑے گا جس میں بیع کا نام آتا ہو، بیوی اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حلال ہوگا، کچلی سے شکار کرنے والا ہر درندہ بھی حلال ماننا پڑے گا۔

(٦٤٨) ولجاز أن يقال سن النبيﷺ ألا يقطع من لم تبلغ سرقته ربع دينار قبل التنزيل ثم نزل عليه (والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما) فمن لزمه اسم سرقة قطع

۶۴۸: اور یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ قرآن کریم کا حکم نازل ہونے سے پہلے نبی ﷺ نے یہ سنت جاری فرمائی تھی کہ اس شخص کا ہاتھ نہ کاٹا جائے جس کی چوری چوتھائی دینار تک نہ پہنچتی ہو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ:۳۸)

”جو چوری کرے، مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔“

لہٰذا جس پر بھی چوری کا لفظ صادق آئے گا، اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

(٦٤٩) ولجاز أن يقال إنما سن النبيﷺ الرجم على الثيب حتى نزلت عليه (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) فيجلد البكر والثيب ولا نرجمه

۶۴۹: اور یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ ابتداء میں نبی ﷺ نے شادی شدہ بدکار کے لیے رجم کی سزا مقرر فرمائی تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور:۲)

”زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد پس کوڑے مارو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو۔“

لہٰذا کنوارے اور شادی شدہ سب ہی کو کوڑے مارے جائیں گے، رجم نہیں کیا جائے گا۔

(٦٥٠) وأن يقال في البيوع التي حرم رسول اللهﷺ إنما حرمها قبل التنزيل فلما أنزلت

(وأحل الله البيع وحرم الربا) كانت حلالا

۶۵۰: جن بیوعات کو نبی ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، ان سب میں یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ نبی ﷺ نے انہیں قرآن کریم کا حکم نازل ہونے سے پہلے حرام قرار دیا تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ:۲۷۵)

''اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔''

تو وہ ساری بیوعات حلال ہو گئیں۔

(٦٥١) والربا أن يكون للرجل على الرجل الدين فيحل فيقول أتقضي أم تربي فيؤخر عنه ويزيده في ماله وأشباه لهذا كثيرة

۶۵۱: اور ربا یہ ہے کہ ایک شخص کا دوسرے پر قرض ہو، قرض کی ادائیگی کا وقت آئے تو وہ اس سے کہے کہ تم قرض ادا کرو گے یا رقم بڑھاؤ گے، پھر وہ اسے مہلت دے کر رقم بڑھا دے، اور اس کی بہت سی مثالیں اور نظیریں ہیں۔

(٦٥٢) فمن قال هذا كان معطلا لعامة سنن رسول الله وهذا القول جهل مما قاله

۶۵۲: جس شخص کی یہ رائے ہو، وہ نبی ﷺ کی اکثر سنتوں پر عمل کو معطل کرنے والا ہوگا اور یہ قول قائل کی جہالت پر مبنی ہوگا۔

(٦٥٣) قال أجل

۶۵۳: اس نے کہا بہت اچھا۔

(٦٥٤) وسنة رسول الله ﷺ كما وصفت ومن خالف ما قلت فيها فقد جمع الجهل بالسنة والخطأ في الكلام فيما جهل

۶۵۴: اور نبی ﷺ کی سنت کا وہ مقام ہے جو میں بیان کر چکا ہوں، اور جو شخص اس بات کی مخالفت کرتا ہے جو میں نے کہی ہے تو اس میں سنت سے ناواقفیت اور کلام میں غلطی اور خطا دونوں چیزیں جمع ہو گئیں۔

(٦٥٥) قال فاذكر سنة نسخت بسنة سوى هذا

۶۵۵: اس نے کہا کہ اس کے علاوہ کوئی اور سنت ذکر کیجئے جو سنت ہی سے منسوخ ہوئی ہو۔

(٦٥٦) فقلت له السنن الناسخة والمنسوخة مفرقة في مواضعها وإن رددت طالت

۶۵۶: میں نے اس سے کہا کہ ناسخ اور منسوخ سنتیں اپنے مقامات پر متفرق موجود ہیں، اگر انہیں دہرایا گیا تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔

(٦٥٧) قال فيكفي منها بعضها فاذكره مختصرا بينا

٦٥٧: اس نے کہا کہ اس میں سے بعض کا ذکر ہی کافی ہے، آپ اسے اختصار کے ساتھ بیان کر دیجئے۔

(٦٥٨) فقلت أخبرنا مالك عن عبد الله بن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن عبد الله بن واقد عن عبد الله بن عمر قال نهى " رسول الله عن أكل لحوم الضحايا بعد ثلاث " قال عبد الله بن أبي بكر فذكرت ذلك لعمرة فقالت صدق سمعت عائشة تقول " دف ناس من أهل البادية حضرة الاضحى في زمان النبيﷺ فقال النبيﷺ ادخروا لثلاث فتصدقوا بما بقي قال فلما كان بعد ذلك قيل يا رسول اللهﷺ لقد كان الناس ينتفعون بضحاياهم يجملون منها الودك ويتخذون الاسقية فقال رسول اللهﷺ وما ذاك أو كما قال قالوا يا رسول الله نهيت عن إمساك لحوم الضحايا بعد ثلاث فقال رسول اللهﷺ إنما نهيتكم من أجل الدافة التي دفت حضرة الاضحى فكلوا وتصدقوا وادخروا "

٦٥٨: میں نے اس سے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت عمرہ کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور بتایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کے دورِ باسعادت میں عیدالاضحیٰ کے قریب کچھ دیہاتی لوگ اچانک مدینہ منورہ میں آ گئے، اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا صرف تین دن تک ذخیرہ کر کے رکھ لو اور جو باقی بچے اسے صدقہ کر دو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ اپنے قربانی کے جانوروں سے فائدہ اٹھاتے تھے، اس کی چربی پگھلاتے تھے اور اس کے مشکیزے بناتے تھے، نبی ﷺ نے فرمایا تو اب کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! گزشتہ سال آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا وہ تو میں نے تمہیں اس آفت کی وجہ سے منع کیا تھا جو اچانک آ گئی تھی، اب تم کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو۔

(٦٥٩) وأخبرنا ابن عيينة عن الزهري عن أبي عبيد مولى بن أزهر قال شهدت العيد مع علي بن أبي طالب فسمعته يقول لا يأكلن أحدكم من لحم نسكه بعد ثلاث

٦٥٩: ہم سے سفیان بن عیینہؒ نے امام زہریؒ کی سند سے ابو عبید کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی قربانی کے گوشت میں

سے تین دن کے بعد کچھ نہ کھائے۔

(٦٦٠) أخبرنا الثقة عن معمر عن الزهري عن أبي عبيد عن علي أنه قال قال رسول اللهﷺ "لا يأكلن أحدكم من لحم نسكه بعد ثلاث"

۶۶۰: ایک ثقہ راوی نے ہم سے معمر کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص تین دن کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ کھائے۔

(٦٦١) أخبرنا ابن عيينة عن إبراهيم بن ميسرة قال سمعت أنس بن مالك يقول إنا لنذبح ما شاء الله من ضحايانا ثم نتزود بقيتها إلى البصرة

۶۶۱: ہم سے سفیان بن عیینہؒ نے ابراہیم بن میسرہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم اپنی قربانی کا جانور ذبح کریں گے جو اللہ کو منظور ہوگا، پھر اس کا بچا ہوا حصہ زادِ راہ کے طور پر بصرہ لے جائیں گے۔

(٦٦٢) قال الشافعي فهذه الاحاديث تجمع معاني منها أن حديث علي عن النبيﷺ في النهي عن إمساك لحوم الضحايا بعد ثلاث وحديث عبد الله بن واقد موتفقان عن النبيﷺ

۶۶۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں بہت سے پہلو جمع ہو گئے ہیں مثال کے طور پر حضرت علیؓ اور عبداللہ بن واقدؓ کی حدیثیں اس حوالے سے متفق ہیں کہ دونوں نبی ﷺ سے متصل ہیں۔

(٦٦٣) وفيها دلالة على أن عليا سمع النهي من النبيﷺ وأن النهي بلغ عبد الله بن واقد

۶۶۳: ان دونوں حدیثوں میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے کہ حضرت علیؓ نے ممانعت والی بات نبی ﷺ سے خود سنی ہے اور عبداللہ بن واقد تک یہ ممانعت پہنچی ہے۔

(٦٦٤) ودلالة على أن الرخصة من النبيﷺ لم تبلغ عليا ولا عبد الله بن واقد ولو بلغتهما الرخصة ما حدثا بالنهي والنهي منسوخ وتركا الرخصة والرخصة ناسخة والنهي منسوخ لا يستغني سامعه عن علم ما نسخه

۶۶۴: ان دونوں حدیثوں میں اس بات پر بھی دلالت پائی جاتی ہے کہ رخصت والی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی اور نہ ہی عبداللہ بن واقد تک، کیونکہ اگر ان تک رخصت والی حدیث پہنچی ہوتی تو وہ ممانعت والی حدیث بیان ہی نہ کرتے کیونکہ ممانعت تو منسوخ ہو چکی ہے، ان حضرات نے رخصت کو ترک کر دیا حالانکہ رخصت ناسخ ہے اور ممانعت منسوخ ہے اور سننے والا اس کے علم سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

(٦٦٥) وقول أنس بن مالك كنا نهبط بلحوم الضحايا البصرة يحتمل أن يكون أنس سمع

الرخصة ولم يسمع النهي قبلها فتزود بالرخصة ولم يسمع نهيا أو سمع الرخصة والنهي فكان النهي منسوخا فلم يذكره

٦٦٥: اور یہ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم قربانی کا گوشت بصرہ لے کر جائیں گے، اس میں یہ احتمال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف رخصت والی حدیث سنی ہو، اس سے پہلے ممانعت والی حدیث انہوں نے نہ سنی ہو، چنانچہ اس رخصت پر عمل کر کے انہوں نے زادِراہ کے طور پر قربانی کا گوشت لے لیا ہو اور ممانعت والی روایت نہ سنی ہو۔ یا انہوں نے ممانعت اور رخصت دونوں طرح کی حدیثیں سنی ہوں، چونکہ ممانعت منسوخ ہو گئی تھی اس لیے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

(٦٦٦) فقال كل واحد من المختلفين بما علم

٦٦٦: لہٰذا دونوں میں سے ہر ایک کو جس چیز کا علم تھا، اس نے اسی کو بیان کر دیا۔

(٦٦٧) وهكذا يجب على من سمع شيئا من رسول اللهﷺ أو ثبت له عنه أن يقول بما سمع حتى يعلم غيره

٦٦٧: اسی طرح انسان کو کرنا چاہیے کہ اس نے نبی ﷺ سے جو کچھ سنا ہو یا اس کے نزدیک جو چیز ثابت ہو، وہ وہی کہے جو اس نے سنا ہو، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات اسے معلوم ہو جائے۔

(٦٦٨) قال الشافعي فلما حدثت عائشة عن النبيﷺ بالنهي عن إمساك لحوم الضحايا بعد ثلاث ثم بالرخصة فيها بعد النهي وأن رسول اللهﷺ أخبر أنه نهى عن إمساك لحوم الضحايا بعد ثلاث للدافة كان الحديث التام المحفوظ أوله وآخره وسبب التحريم والاحلال فيه حديث عائشة عن النبيﷺ وكان على من علمه أن يصير إليه

٦٦٨: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی علیہ السلام نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے، پھر اس ممانعت کے بعد رخصت عطا فرما دی تھی اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ نبی ﷺ نے پہلے ممانعت کیوں فرمائی تھی؟ تو اب یہ حدیث تام اور محفوظ ہو گئی، اس کا پہلا حصہ بھی محفوظ ہے اور آخری حصہ بھی، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اس کے حلال و حرام ہونے کا سبب بھی واضح کر دیتی ہے لہٰذا جس شخص کے علم میں یہ حدیث ہو، اس پر لازم ہے کہ اسی کے مطابق رائے اختیار کرے۔

(٦٦٩) وحديث عائشة من أبين ما يوجد في الناسخ والمنسوخ من السنن

٦٦٩: احادیث میں ناسخ اور منسوخ کی جتنی مثالیں بھی موجود ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ان سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

(٦٧٠) وهذا يدل على أن بعض الحديث يخص فيحفظ بعضه دون بعض فيحفظ منه شئ كان أولا ولا يحفظ آخرا ويحفظ أخرا ولا يحفظ أولا فيؤدي كل ما حفظ

٦٧٠: اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حدیث کے ایک حصے کو خاص کیا جا سکتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ اس کا کچھ حصہ محفوظ ہو اور کچھ حصہ محفوظ نہ ہو، مثلاً اس کا پہلا حصہ محفوظ ہو اور آخری حصہ محفوظ نہ ہو، یا آخری حصہ محفوظ ہو اور پہلا حصہ محفوظ نہ ہو اور ہر آدمی وہی بات بیان کرے جو اس نے محفوظ رکھی ہو۔

(٦٧١) فالرخصة بعدها في الامساك والاكل والصدقة من لحوم الضحايا إنما هي لواحد معنيين لاختلاف الحالين .

٦٧١: اب اس کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے، کھانے اور صدقہ کرنے کی رخصت دو میں سے ایک معنی کی وجہ سے ہے کیونکہ دونوں حالتیں مختلف ہیں۔

(٦٧٢) فإذا دفت الدافة ثبت النهي عن إمساك لحوم الضحايا بعد ثلاث وإذا لم تدف دافة فالرخصة ثابتة بالاكل والتزود والادخار والصدقة

٦٧٢: لہٰذا اگر کوئی ناگہانی آفت آجائے تو تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ثابت ہو جائے گی، اور اگر کوئی ناگہانی صورت حال نہ ہو تو رخصت والا پہلو ثابت ہو جائے گا۔

(٦٧٣) ويحتمل ان يكون النهي عن إمساك لحوم الضحايابعد ثلاث منسوخا في كل حال فيمسك الانسان من ضحيته ما شاء ويتصدق بما شاء

٦٧٣: یہ احتمال بھی ہے کہ ممانعت والی حدیث مطلقاً منسوخ ہو گئی ہو اور ہر انسان کو یہ اختیار ہو کہ اپنی قربانی میں سے جتنا چاہے رکھے اور جتنا چاہے صدقہ کرے۔

وجه آخر من الناسخ والمنسوخ

ناسخ اور منسوخ کی ایک اور مثال

(٦٧٤) أخبرنا محمد بن إسماعيل بن أبي فديك عن ابن أبي ذئب عن المقبري عن عبد الرحمن بن أبي سعيد عن أبي سعيدالخدري قال " حبسنا يوم الخندق عن الصلاة حتى كان بعد المغرب بهوى من الليل حتى كفينا وذلك قول الله (وكفى الله المؤمنين القتال وكان الله قويا عزيزا) قال فدعا رسول اللهﷺ بلالا فأمر فأقام الظهر فصلاها

فأحسن صلاتها كما كان يصليها في وقتها ثم أقام العصر فصلاها كذلك ثم أقام المغرب فصلاها كذلك ثم أقام العشاء فصلاها كذلك أيضا قال وذلك قبل أن أنزل الله في صلاة الخوف (فرجالا أو ركبانا) "

۶۷۴: ہمیں محمد بن اسماعیل نے ابن ابی ذئب کی سند سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر ہم لوگ نماز سے روک دیئے گئے، مغرب کے بعد بھی رات کا کچھ حصہ گزر گیا، یہاں تک کہ ہماری کفایت کی گئی، یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے۔

وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ (الاحزاب:۲۵)

''اور خدا مومنوں کو جنگ میں کافی ہوا اور اللہ بہت طاقتور بہت غالب ہے۔''

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نماز خوب اچھی طرح پڑھی جیسا کہ اپنے وقت میں پڑھا کرتے تھے، پھر نماز عصر کی اقامت ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بھی اسی طرح پڑھی، پھر مغرب اور عشا کی نمازیں بھی اسی طرح پڑھیں، راوی کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کے حوالے سے یہ حکم نازل نہیں فرمایا تھا:

فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ (البقرہ:۲۳۹)

''پیدل چلتے ہوئے یا سوار۔''

(٦٧٥) قال الشافعي فلما حكى أبو سعيد أن صلاة النبي ﷺ عام الخندق كانت قبل أن ينزل في صلاة الخوف إلا بعدها إذ حضرها أبو سعيد وحكى تأخير الصلوات حتى خرج من وقت عامتها وحكى أن ذلك قبل نزول صلاة الخوف

۶۷۵: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کردی کہ غزوہ خندق کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز صلوٰۃ الخوف کے حوالے سے فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ کے نزول سے پہلے تھی تو ہم نے اس سے یہ استدلال کرلیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف اس کے بعد ہی ادا فرمائی ہے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اس موقع پر خود موجود تھے اور انہوں نے نمازوں کی تاخیر نقل کی ہے اتنی تاخیر کہ نمازوں کا وقت نکل گیا اور انہوں نے ہی یہ بات بھی نقل کی ہے کہ یہ واقعہ صلاۃ الخوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

(٦٧٦) قال فلا تؤخر صلاة الخوف بحال أبدا عن الوقت إن كانت في حضر أو عن وقت الجمع في السفر بخوف ولا غير ولكن تصلى كما صلى رسول الله ﷺ

۶۷۶: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب نماز خوف کو کسی حال میں کبھی بھی مؤخر نہیں کیا جائے گا اگر وہ حضر میں ہو، یا سفر میں

خوف وغیرہ کی وجہ سے جمع کرنے میں بھی تاخیر نہیں کی جائے گی، لیکن نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جیسے نبی ﷺ نے پڑھی ہے۔

(٦٧٧) والذي أخذنا به في صلاة الخوف أن مالكا أخبرنا عن يزيد بن رومان عن صالح بن خوات عن من صلى مع رسول الله ﷺ صلاة الخوف يوم ذات الرقاع " أن طائفة صفت معه وطائفة وجاه العدو فصلى بالذين معه ركعة ثم ثبت قائما وأتموا لانفسهم ثم انصرفوا فصفوا وجاه العدو وجاءت الطائفة الاخرى فصلى بهم الركعة التي بقيت من صلاته ثم ثبت جالسا وأتموا لانفسهم ثم سلم بهم "

٦٧٧: صلاۃ الخوف کے حوالے سے ہم نے جو روایت لی ہے، اسے امام مالکؒ نے یزید بن رومان کی سند سے نقل کیا ہے کہ وہ صحابی جنہوں نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر نبی ﷺ کے ہمراہ نماز خوف پڑھی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک گروہ نے نبی ﷺ کے ہمراہ صف بندی کی اور ایک گروہ دشمن کے سامنے رہا، نبی ﷺ نے اپنے ہمراہ گروہ کو ایک رکعت پڑھائی اور اپنی جگہ پر کھڑے رہے، ان لوگوں نے اپنی نماز خود ہی مکمل کر لی، پھر وہ لوگ واپس چلے گئے اور دشمن کے سامنے جا کر صف بندی کر لی، پھر دوسرا گروہ آ گیا اور نبی ﷺ نے انہیں وہ ایک رکعت پڑھائی جو ان کی نماز میں باقی بچی تھی، پھر نبی ﷺ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز مکمل کر لی، اس کے بعد نبی ﷺ نے ان سب کو لے کر سلام پھیر دیا۔

(٦٧٨) قال أخبرنا من سمع عبد الله بن عمر بن حفص يخبر عن أخيه عبيد الله بن عمر عن القاسم بن محمد عن صالح بن خوات بن جبير عن أبيه عن النبي ﷺ مثله

٦٧٨: یہ روایت ایک اور سند سے بھی صالح بن خوات نے اپنے والد سے نقل کی ہے۔

(٦٧٩) قال وقد روى أن النبي ﷺ صلى صلاة الخوف على غير ما حكى مالك

٦٧٩: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کی اس روایت کے علاوہ بھی نبی ﷺ سے نماز خوف کے دیگر طریقے منقول ہیں۔

(٦٨٠) وإنما أخذنا بهذا دونه لانه كان أشبه بالقرآن وأقوى في مكايدة العدو

٦٨٠: ہم نے امام مالکؒ کی روایت اس لیے لی ہے کہ ہمیں یہ روایت قرآن کریم کے زیادہ مشابہہ معلوم ہوتی ہے اور دشمن کی تدبیر کے سامنے زیادہ مضبوط معلوم ہوتی ہے۔

(٦٨١) وقد كتبنا هذا بالاختلاف فيه وتبين الحجة في (كتاب الصلاة) وتركنا ذكر من خالفنا فيه وفي غيره من الاحاديث لان ما خولفنا فيه منها مفترق في كتبه

۶۸۱: یہ بات ہم فقہاء کے اختلاف اور دلائل کی وضاحت کے ساتھ کتاب الصلاۃ میں لکھ چکے ہیں اور ان لوگوں کا ذکر ہم نے ترک کر دیا ہے جو اس مسئلے یا دیگر مسائل میں ہم سے مختلف رائے رکھتے ہیں کیونکہ ایسی چیزیں متفرق کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں۔

وجه آخر

ناسخ اور منسوخ کی ایک اور مثال

(۶۸۲) قال الله تبارك وتعالى (واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم فإن شهدوا فامسكوهن بالبيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا واللذان ياتيانها منكم فآذوهما فإن تابا وأصلحا فاعرضوا عنهما)

۶۸۲: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ (النساء:۱۵-۱۶)

”تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔ اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے یا خدا ان کے لیے کوئی اور سبیل (پیدا کرے)۔ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو ان کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیکوکار ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔“

(۶۸۳) فكان حد الزانيين بهذه الآية الحبس والاذى حتى أنزل الله على رسوله حد الزنا فقال (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) وقال في الاماء (فإذا أحصن فإن أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب) فنسخ الحبس عن الزناة وثبت عليهم الحدود

۶۸۳: اس آیت کے مطابق بدکاری کرنے والوں کی سزا حبس اور ایذاء تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر بدکاری کی سزا نازل فرمادی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ (النور:۲)

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درّے مارو'' ۔

اور باندیوں کے متعلق فرمایا:

فَاِذَآ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ (النساء:۲۵)

''پھر اگر نکاح میں آ کر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) کے لیے ہے اس کی آدھی انکو (دی جائے)''

ان بدکاروں سے حبس کی سزا ختم ہوگئی اور حدود شرعیہ اس کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

(٦٨٤) ودل قول الله في الاماء (فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب) على فرق الله بين حد المماليك والاحرار في الزنا وعلى أن النصف لا يكون إلا من جلد لان الجلد بعدد ولا يكون من رجم لان الرجم إتيان على النفس بلا عدد لانه قد يؤتى عليها برجمة واحدة وبألف وأكثر فلا نصف لما لا يعلم بعدد ولا نصف للنفس فيؤتى بالرجم على نصف النفس

۶۸۴: اور باندیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا مذکورہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدکاری کی سزا کے حوالے سے غلام اور آزاد میں فرق کیا ہے، نیز یہ کہ نصف سزا کوڑوں کی ہی ہو سکتی ہے کیونکہ کوڑے ایک مخصوص تعداد میں مارے جاتے ہیں، رجم کی سزا نصف نہیں ہو سکتی کیونکہ رجم میں تعداد پر انحصار نہیں ہوتا، بعض اوقات انسان ایک پتھر سے مارا جاتا ہے، بعض اوقات اسے ہزاروں پتھر لگتے ہیں تب کہیں جا کر وہ مرتا ہے، لہٰذا جس چیز کی تعداد معلوم نہیں، اس کا نصف بھی نہیں ہو سکتا، اور نفس کا بھی نصف نہیں ہو سکتا کہ آدھے نفس پر رجم کی سزا جاری کر دی جائے اور آدھے نفس کو چھوڑ دیا جائے۔

(٦٨٥) واحتمل قول الله في سورة النور (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) أن يكون على جميع الزناة الاحرار وعلى بعضهم دون بعض فاستدللنا بسنة رسول الله ﷺ بأبي هو وأمي على من أريد بالمائة جلدة

۶۸۵: اور سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا یہ جو فرمان ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ (النور:۲)

''زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد پس کوڑے مارو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو''

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ حکم ہر قسم کے آزاد زانیوں کے لیے ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ بعض کے لیے یہ حکم ہو اور

بعض کے لیے نہ ہو، ہم نے نبی ﷺ (ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں) کی سنت سے استدلال کر کے متعین کر لیا کہ کوڑوں کا حکم کن لوگوں کے لیے ہے؟

(٦٨٦) أخبرنا عبد الوهاب عن يونس بن عبيد عن الحسن عن عبادة بن الصامت أن رسول الله ﷺ قال " خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم "

٦٨٦: ہم سے عبدالوہاب نے یونس بن عبید کی سند سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھ سے حاصل کر لو، مجھ سے وصول کر لو، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راستہ متعین فرما دیا ہے، کنوارے کو کنوارے کے ساتھ بدکاری کرنے کی سزا میں سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور شادی شدہ کو شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرنے کی سزا میں سو کوڑے مارے جائیں گے اور اسے رجم کیا جائے گا۔

(٦٨٧) قال فدل قول رسول الله ﷺ "قد جعل الله لهن سبيلا على أن هذا أول ما حد به الزناة لان الله يقول (حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا)

٦٨٧: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راستہ متعین فرما دیا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ بدکاروں کی یہ سزا سب سے پہلی سزا تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿١٥﴾ (النساء:١٥)

''یہاں تک کہ کام تمام کر دے انکا موت یا نکال دے اللہ ان کے لیے کوئی (دوسرا) راستہ۔''

(٦٨٨) ثم رجم رسول الله ﷺ ماعزا ولم يجلده وامرأة الاسلمي ولم يجلدها فدلت سنة رسول الله على أن الجلد منسوخ عن الزانيين الثيبين

٦٨٨: پھر نبی ﷺ نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ پر رجم کی سزا جاری فرمائی، انہیں کوڑے نہیں مارے، اسی طرح اسلمی صحابی کی بیوی کو بھی رجم کیا لیکن اسے بھی کوڑے نہیں مارے، سو نبی ﷺ کی سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوڑوں کی سزا شادی شدہ بدکاروں سے ساقط اور منسوخ ہو چکی ہے۔

(٦٨٩) قال ولم يكن بين الاحرار في الزنا فرق إلا بالاحصان بالنكاح وخلاف الاحصان به

٦٨٩: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدکاری کی سزا کے حوالے سے آزاد لوگوں کے درمیان فرق صرف اسی طرح ہوگا کہ ان میں سے شادی شدہ کون ہے اور کنوارا کون ہے؟

(٦٩٠) وإذ كان قول النبي ﷺ " قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام " ففي هذا دلالة على أن أول ما نسخ الحبس عن الزانيين وحدا بعد الحبس وأن كل

حد حده الزانيين فلا يكون إلا بعد هذا إذ كان هذا أول حد الزانيين

۶۹۰: اور نبی ﷺ کے مذکورہ فرمان میں اس بات پر بھی دلالت پائی جا رہی ہے کہ یہ وہ پہلا حکم ہے جس کی بنا پر بدکاری کرنے والوں سے حبس کی سزا ختم ہوئی، اور ان پر حد شرعی جاری کی گئی، نیز یہ کہ نبی ﷺ نے بدکاری کرنے والوں پر جب بھی سزا جاری فرمائی وہ اس کے بعد ہی جاری فرمائی کیونکہ یہی سب سے پہلا موقع تھا۔

(۶۹۱) أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله عن أبي هريرة وزيد بن خالد أنهما أخبراه " أن رجلين اختصما إلى رسول الله ﷺ فقال أحدهما يا رسول الله اقض بيننا بكتاب الله وقال الآخر وهو أفقههما أجل يا رسول الله فاقض بيننا بكتاب الله وائذن لي في أن أتكلم قال تكلم قال إن ابني كان عسيفا على هذا فزنى بامرأته فأخبرت أن على ابني الرجم فافتديت منه بمائة شاة وجارية لي ثم إني سألت أهل العلم فأخبروني أن على ابني جلد مائة وتغريب عام وإنما الرجم على امرأته فقال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده لاقضين بينكما بكتاب الله أما غنمك وجاريتك فرد إليك وجلد ابنه مائة وغربه عاما وأمر أنيس الاسلمي أن يأتي امرأة الآخر فإن اعترفت رجمها فاعترفت فرجمها "

۶۹۱: ہمیں امام مالکؒ نے ابن شہاب کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ فرما دیجئے، دوسرا "جوان دونوں میں زیادہ سمجھدار تھا" کہنے لگا جی یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ فرما دیجئے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے، نبی ﷺ نے فرمایا تم بات کرو، اس نے عرض کیا کہ میرا بیٹا اس شخص کے یہاں مزدور (نوکر) تھا، اس نے اس کی بیوی سے منہ کالا کیا، مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، میں نے اس کے فدیے میں سو بکریاں اور اپنی ایک باندی دے دی، پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اسے ایک سال کے لیے جلا وطن کیا جائے گا، رجم کی سزا صرف اس کی بیوی پر جاری ہوگی، نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا، جہاں تک تعلق ہے تمہاری بکریوں اور باندیوں کا تو وہ تمہیں لوٹا دی جائیں گی، پھر نبی ﷺ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑے مارے اور ایک سال کے لیے اسے جلا وطن کر دیا اور حضرت انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دوسرے آدمی کی بیوی کے پاس جائیں اگر وہ اعتراف جرم کر لے تو اسے رجم کر دیں، اس نے اعتراف کر لیا، چنانچہ انہوں نے رجم کر دیا۔

(٦٩٢) أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر " أن النبي ﷺ رجم يهوديين زنيا "

۶۹۲: ہمیں امام مالکؒ نے نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ دو یہودیوں پر رجم کی سزا جاری فرمائی جنہوں نے بدکاری کی تھی۔

(٦٩٣) قال فثبت جلد مائة والنفي على البكرين الزانيين والرجم على الثيبين الزانيين

۶۹۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح سو کوڑوں اور جلاوطنی کی سزا کنوارے بدکاروں کے لیے اور رجم کی سزا شادی شدہ بدکاروں کے لیے ثابت ہوگئی۔

(٦٩٤) وإن كانا ممن أريدا بالجلد فقد نسخ عنهما الجلد مع الرجم وإن لم يكونا أريدا بالجلد وأريد به البكران فهما مخالفان للثيبين

۶۹۴: اگر بدکاری کرنے والے ان میں سے ہوں جنہیں کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے تو رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا منسوخ ہو چکی ہے اور اگر اس سے مراد کنوارے ہوں تو پھر ان کا حکم شادی شدہ لوگوں سے مختلف ہے۔

(٦٩٥) ورجم الثيبين بعد آية الجلد بما روى رسول الله ﷺ عن الله وهذا أشبه معانيه وأولاها عندنا والله أعلم

۶۹۵: اور کوڑوں کے حکم پر دلالت کرنے والی آیت کے بعد شادی شدہ لوگوں کو رجم کرنا اس روایت کی وجہ سے ہے جو نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقل کی ہے، ہمارے نزدیک یہ زیادہ اولیٰ اور عمدہ معانی میں سے ہے، واللہ اعلم۔

وجه آخر

ناسخ اور منسوخ کی ایک اور مثال

(٦٩٦) أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن أنس بن مالك " أن النبي ﷺ ركب فرسا فصرع عنه فجحش شقه الايمن فصلى صلاة من الصلوات وهو قاعد وصلينا وراءه قعودا فلما انصرف قال إنما جعل الامام ليؤتم به فإذا صلى قائما فصلوا قياما وإذا ركع فاركعوا وإذا رفع فارفعوا وإذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد وإذا صلى جالسا فصلوا جلوسا أجمعون "

۶۹۶: ہم سے امام مالکؒ نے ابن شہاب کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے، نبی ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اور داہنا گھٹنا چھل گیا، جس کی وجہ سے نبی ﷺ نے

ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی، ہم نے بھی وہ نماز نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھی، جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام کو مقرر ہی اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، لہٰذا جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی اکٹھے بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(٦٩٧) أخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة أنها قالت " صلى رسول الله ﷺ في بيته وهو شاك فصلى جالسا وصلى وراءه قوم قياما فأشار إليهم أن اجلسوا فلما انصرف قال إنما جعل الامام ليؤتم به فإذا ركع فاركعوا وإذا رفع فارفعوا وإذا صلى جالسا فصلوا جلوسا "

۶۹۷: ہم سے امام مالکؒ نے ہشام کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اپنے گھر میں نماز پڑھی، وہ بیمار تھے، نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی، کچھ لوگ کھڑے ہو کر نبی ﷺ کے پیچھے ان کی نماز میں شریک ہو گئے، نبی ﷺ نے اشارے سے انہیں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام کو مقرر ہی اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اس لیے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(٦٩٨) قال وهذا مثل حديث أنس وإن كان حديث أنس مفسرا وأوضح من تفسير هذا

۶۹۸: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث کی طرح ہے، تاہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی نسبت زیادہ واضح اور مفسر ہے۔

(٦٩٩) أخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن أبيه " أن رسول الله ﷺ خرج في مرضه فأتى أبا بكر وهو قائم يصلي بالناس فاستأخر أبو بكر فأشار إليه رسول الله ﷺ أن كما أنت فجلس رسول الله إلى جنب أبي بكر فكان أبو بكر يصلي بصلاة رسول الله ﷺ وكان الناس يصلون بصلاة أبي بكر "

۶۹۹: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام کی سند سے ان کے والد عروہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ اپنے مرض الوصال میں حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لے آئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، نبی ﷺ کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹنے لگے، نبی ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ تم جہاں ہو، وہیں رہو، پھر نبی ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اقتداء کرنے لگے اور لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنے لگے۔

(٧٠٠) وبه يأخذ الشافعي

٧٠٠: (ربیع جو اس کتاب کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے والے ہیں، کہتے ہیں کہ) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کو لیتے ہیں۔

(٧٠١) قال وذكر إبراهيم النخعي عن الاسود بن يزيد عن عائشة عن رسول اللهﷺ وأبي بكر مثل معنى حديث عروة" أن النبيﷺ صلى قاعدا وأبو بكر قائما يصلي بصلاة النبي وهو وراءه قياما"

٧٠١: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عروہ کی حدیث جیسی روایت ابراہیم نخعی نے بھی اسود بن یزید کی سند سے نقل کی ہے تاہم اس میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نبی ﷺ کی اقتداء کرتے رہے اور لوگ بھی ان کے پیچھے کھڑے تھے۔

(٧٠٢) قال فلما كانت صلاة النبيﷺ في مرضه الذي مات فيه قاعدا والناس خلفه قياما استدللنا على ان أمره الناس بالجلوس في سقطته عن الفرس قبل مرضه الذي مات فيه فكانت صلاته في مرضه الذي مات فيه قاعدا والناس خلفه قياما ناسخة لان يجلس الناس بجلوس الامام

٧٠٢: چونکہ مرض الوصال میں نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگوں نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، اس لیے اس سے ہم نے یہ استدلال کر لیا کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سے گر کر زخمی ہو جانے والے واقعہ میں لوگوں کو بیٹھنے کا جو حکم دیا تھا، وہ مرض الوصال سے پہلے تھا، لہٰذا مرض الوصال والی روایت اس بات کے لیے ناسخ ہے کہ امام کے بیٹھنے پر لوگ بھی بیٹھ جائیں۔

(٧٠٣) وكان في ذلك دليل بما جاءت به السنة وأجمع عليه الناس من ان الصلاة قائما إذا اطاقها المصلي وقاعدا إذا لم يطق وان ليس للمطيق القيام منفردا أن يصلي قاعدا

٧٠٣: اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے جو سنت کے مطابق ہے اور لوگوں کا اس پر اجماع بھی ہے کہ نمازی آدمی جب تک کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو، وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور جب کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور یہ کہ قیام کی طاقت رکھنے والے شخص کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(٧٠٤) فكانت سنة النبيﷺ أن صلى في مرضه قاعدا ومن خلفه قياما مع أنها ناسخة لسنته الاولى قبلها موافقة سنته في الصحيح والمريض وإجماع الناس ان يصلي كل واحد منهما فرضه كما يصلي المريض خلف الامام الصحيح قاعدا والامام قائما

۷۰۴: سو یہ بھی نبی ﷺ کی سنت تھی کہ نبی ﷺ نے مرض الوصال میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور نبی ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، علاوہ ازیں یہ سنت نبی ﷺ کی پہلی سنت کے لیے ناسخ تھی اور یہ تندرست اور بیمار کے حوالے سے نبی ﷺ کی سنت اور اجماع کے بھی موافق ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنا فرض ادا کر رہا ہے جیسے بیمار آدمی تندرست امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اور امام کھڑا رہتا ہے۔

(۷۰۵) وهكذا نقول يصلي الامام جالسا ومن خلفه من الاصحاء قياما فيصلي كل واحد فرضه ولو وكل غيره كان حسنا

۷۰۵: اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے پیچھے جو تندرست مقتدی ہیں وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، اور ان میں سے ہر ایک اپنا فرض ادا کرے اور اگر وہ غیر کو وکیل بنا دے تو یہ اچھا ہے۔

(۷۰۶) وقد أوهم بعض الناس فقال لا يؤمن أحد بعد النبي ﷺ جالسا واحتج بحديث رواه منقطع عن رجل مرغوب الرواية عنه لا يثبت بمثله حجة على أحد فيه " لا يؤمن أحد بعدي جالسا "

۷۰۶: یہاں بعض لوگوں کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی شخص بیٹھ کر امامت نہیں کروا سکتا اور انہوں نے اس پر ایک منقطع حدیث سے استدلال کیا ہے جسے نقل کرنے والے راوی پر محدثین کو اعتماد نہیں ہے اور اس نوعیت کی روایات سے کسی کے خلاف استدلال نہیں کیا جا سکتا، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی شخص بیٹھ کر امامت نہ کروائے۔

(۷۰۷) قال ولهذا اشباه في السنة من الناسخ والمنسوخ

۷۰۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنت میں ناسخ اور منسوخ کی اس طرح بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

(۷۰۸) وفي هذا دلالة على ما كان في مثل معناها إنشاء الله

۷۰۸: اور اس میں ان تمام مثالوں پر دلالت پائی جاتی ہے جو اس کے ہم معنی ہیں۔ انشاء اللہ

(۷۰۹) وكذلك له أشباه في كتاب الله قد وصفنا بعضها في كتابنا هذا وما بقي مفرق في احكام القرآن والسنة في مواضعه

۷۰۹: اسی طرح کتاب اللہ میں بھی اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں سے کچھ چیزیں ہم نے اپنی اس کتاب میں بھی ذکر کی ہیں، اس کے علاوہ باقی مثالیں احکام القرآن والسنة میں متفرق مواقع پر بیان کی گئی ہیں۔

(۷۱۰) قال فقال فاذكر من الاحاديث المختلفة التي لا دلالة فيها على ناسخ ولا منسوخ والحجة فيما ذهبت إليه منها دون ما تركت

۷۱۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر اس سائل نے کہا کہ اب آپ ان اختلافی احادیث کا ذکر کیجئے جن میں ناسخ اور منسوخ پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور اس میں وہ رائے معتبر ہے جو آپ نے اختیار کی ہے، وہ نہیں جو آپ نے ترک کر رکھی ہے۔

(۷۱۱) فقلت له قد ذكرت قبل هذا أن رسول الله ﷺ صلى صلاة الخوف يوم ذات الرقاع فصف بطائفة وطائفة في غير صلاة بإزاء العدو فصلى بالذين معه ركعة وأتموا لانفسهم ثم انصرفوا فوقفوا بإزاء العدو وجاءت الطائفة الاخرى فصلى بهم الركعة التي بقيت ثم ثبت جالسا واتموا لانفسهم ثم سلم بهم

۷۱۱: میں نے اس سے کہا کہ میں اس سے پہلے یہ ذکر کر چکا ہوں کہ نبی ﷺ نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر نماز خوف پڑھی، نبی ﷺ نے ایک گروہ کی صف بندی کروائی اور ایک گروہ کو دشمن کے سامنے رکھا، پھر نبی ﷺ نے اپنے ہمراہ گروہ کو ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے بقیہ نماز خود ہی مکمل کر لی، پھر وہ لوگ واپس جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دوسرا گروہ آ گیا، نبی ﷺ نے انہیں باقی رہ جانے والی رکعت پڑھائی، اور خود بیٹھے رہے، ان لوگوں نے اپنی نماز مکمل کر لی، پھر نبی ﷺ نے ان سب کو ساتھ لے کر سلام پھیر دیا۔

(۷۱۲) وروى ابن عمر عن النبي ﷺ أنه صلى الخوف خلاف هذه الصلاة في بعض أمرها فقال صلى ركعة بطائفة وطائفة بينه وبين العدو ثم انصرفت الطائفة التي وراءه فكانت بينه وبين العدو وجاءت الطائفة التي لم تصل معه فصلى بهم الركعة التي بقيت عليه من صلاته وسلم ثم انصرفوا فقضوا معا

۷۱۲: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز خوف پڑھائی، ان کا بیان کیا ہوا طریقہ بعض معاملات میں اس طریقے سے مختلف ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائی، ایک گروہ نبی ﷺ اور دشمن کے درمیان حائل رہا، پھر وہ گروہ واپس چلا گیا جو نبی ﷺ کے پیچھے تھا اور دشمن کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا، پھر وہ گروہ آ گیا جس نے نبی ﷺ کے ہمراہ نماز نہیں پڑھی تھی، نبی ﷺ نے انہیں اپنی نماز کی باقی رہ جانے والی رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا، پھر وہ لوگ واپس چلے گئے اور اکٹھے ہو کر اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کر لی۔

(۷۱۳) قال وروى أبو عياش الزرقي أن النبي ﷺ صلى يوم عسفان وخالد بن الوليد بينه وبين القبلة فصف بالناس معه معا ثم ركع وركعوا معا ثم سجد فسجدت معه طائفة وحرسته طائفة فلما قام من السجود سجد الذين حرسوه ثم قاموا في صلاته "

۷۱۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ عسفان کے موقع پر نماز پڑھی جب کہ حضرت خالد بن ولید؄ ان کے اور قبلے کے درمیان حائل تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کی صف بندی اپنے ہمراہ کروائی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور انہوں نے بھی اکٹھے رکوع کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ان کے ہمراہ ایک گروہ نے بھی سجدہ کیا اور دوسرا گروہ حفاظتی نقطۂ نظر سے کھڑا رہا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے کھڑے ہوئے تو حفاظت کرنے والوں نے بھی سجدہ کر لیا، پھر وہ بھی اٹھ کر نماز میں شامل ہو گئے۔

(٧١٤) وقال جابر قريبا من هذا المعنى

۷۱۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بھی قریب قریب اسی معنی کی روایت نقل کی ہے۔

(٧١٥) قال وقد روى ما لا يثبت مثله بخلافها كلها

۷۱۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی روایات بھی منقول ہیں کہ ایسی روایات ثابت نہیں ہو سکتی ہیں۔

(٧١٦) فقال لي قائل وكيف صرت إلى الاخذ بصلاة النبي ﷺ ذات الرقاع دون غيرها

۷۱۶: اس قائل نے مجھ سے کہا کہ آپ نے نمازِ خوف کے حوالے سے غزوۂ ذات الرقاع ہی کی روایت کو کیوں لیا ہے؟ اس موضوع کی دوسری روایات کو کیوں نہیں لیا؟

(٧١٧) فقلت اما حديث أبي عياش وجابر في صلاة الخوف فكذلك أقول وإذا كان مثل السبب الذي صلى له تلك الصلاة

۷۱۷: میں نے اس سے کہا کہ جہاں تک نماز خوف کے حوالے سے حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایتوں کا تعلق ہے تو میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں جبکہ سبب ویسا ہو جیسا اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درپیش تھا۔

(٧١٨) قال وما هو

۷۱۸: اس نے کہا کہ وہ کیا؟

(٧١٩) قلت كان رسول الله ﷺ في ألف وأربعمائة وكان خالد بن الوليد في مائتين وكان منه بعيدا في صحراء واسعة لا يطمع فيه لقلة من معه وكثرة من مع رسول الله ﷺ وكان الاغلب منه أنه مأمون على ان يحمل عليه ولو حمل من بين يديه وقد حرس منه في السجود إذ كان لا يغيب عن طرفه

۷۱۹: میں نے اس سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چودہ سو افراد تھے اور خالد بن ولید کے ہمراہ دو سو افراد تھے، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فاصلے پر تھے، ایک کشادہ صحراء درمیان میں تھا، وہ اپنے ہمراہیوں کی قلت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی کثرت کی وجہ سے کسی خوش فہمی میں بھی مبتلا نہ تھے، اس لیے غالب گمان یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس

موقع پر خالد بن ولید کے حملے سے محفوظ ہیں اور اگر انہوں نے سامنے سے حملہ کیا تو نبی ﷺ انہیں دیکھ لیں گے، یہی وجہ ہے کہ سجدے کے وقت حفاظتی راستہ اختیار کیا گیا کیونکہ نگاہوں سے لشکر مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔

(٧٢٠) فإذا كانت الحال بقلة العدو وبعده وان لا حائل دونه يستره كما وصفت أمرت بصلاة الخوف هكذا

۷۲۰: لہٰذا جب دشمن کی قلت تعداد اور دوری کی وجہ سے ایسے حالات بن جائیں اور درمیان میں کوئی چھپنے کی جگہ بھی نہ ہو تو میں بھی نماز خوف اسی طرح پڑھنے کا حکم دوں گا۔

(٧٢١) فقال قد عرفت ان الرواية في صلاة ذات الرقاع لا تخالف هذا لاختلاف الحالين قال فكيف خالفت حديث بن عمر

۷۲۱: اس نے کہا کہ میں یہ بات سمجھ گیا کہ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر پڑھی جانے والی نماز اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ دونوں روایتوں کا تعلق دو مختلف حالتوں سے ہے، لیکن آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی مخالفت کیوں کی؟

(٧٢٢) فقلت له رواه عن النبي ﷺ خوات بن جبير وقال سهل بن أبي حثمة بقريب من معناه وحفظ عن علي بن أبي طالب انه صلى صلاة الخوف ليلة الهرير كما روى خوات بن جبير عن النبي ﷺ وكان خوات متقدم الصحبة والسن

۷۲۲: میں نے اس سے کہا کہ یہ روایت نبی ﷺ سے خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے۔

سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نے بھی قریب قریب اسی معنی کی روایت کی ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات محفوظ کی گئی ہے کہ انہوں نے جنگ صفین کے موقع پر اس طرح نمازِ خوف پڑھی جیسے خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے نقل کی ہے اور حضرت خوات رضی اللہ عنہ شرف صحبت اور اپنی عمر کے اعتبار سے متقدمین میں سے ہیں۔

(٧٢٣) فقال فهل من حجة أكثر من تقدم صحبته

۷۲۳: اس نے کہا کہ ان کے قدیم الصحبت ہونے سے بھی بڑھ کر کوئی حجت آپ کے پاس ہے؟

(٧٢٤) فقلت نعم ما وصفت فيه من الشبه بمعنى كتاب الله

۷۲۴: میں نے اس سے کہا جی ہاں! اس میں کتاب اللہ کے ساتھ بھی مشابہت پائی جاتی ہے۔

(٧٢٥) قال فأين يوافق كتاب الله؟

۷۲۵: اس نے کہا کہ یہ روایت کتاب اللہ کے موافق کیسے ہے؟

(٧٢٦) قلت قال الله: (وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلاة فلتقم طائفة منهم معك

ولياخذوا أسلحتهم فإذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة أخرى لم يصلوا فليصلوا معك وليأخذوا حذرهم وأسلحتهم ود الذين كفروا لو تغفلون عن أسلحتكم وأمتعتكم فيميلون عليكم ميلة واحدة ولا جناح عليكم إن كان بكم أذى من مطر أو كنتم مرضى أن تضعوا أسلحتكم وخذوا حذركم).

۷۲۶: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ وَ لْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ (النساء:۱۰۲)

"اور (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا۔"

(۷۲۷) وقال (فإذا اطمأننتم فأقيموا الصلاة إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا) يعني والله أعلم فأقيموا الصلاة كما كنتم تصلون في غير الخوف

۷۲۷: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:۱۰۳)

"پھر جب خوف جاتا رہے تو (اس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو) بیشک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔"

مطلب یہ کہ امن کی حالت میں جس طرح تم اپنے اپنے وقت پر نماز ادا کرتے تھے۔ خوف دور ہونے کے بعد اسی طرح نماز ادا کیا کرو۔

(۷۲۸) فلما فرق الله بين الصلاة في الخوف والامن حفاظة لاهل دينه ان ينال منهم عدوهم

غرة فتعقبنا حديث خوات بن جبير والحديث الذي يخالفه فوجدنا حديث خوات بن جبير أولى بالحزم في الحذر منه وأحرى أن تتكافأ الطائفتان فيهما

۷۲۸: اہل دین کی ان کے دشمنوں کے حملے سے حفاظت کے لیے جب اللہ تعالیٰ نے خوف اور امن کی حالت میں نماز کے حوالے سے فرق بیان فرمادیا تو اب ہم نے حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اس کے برعکس دوسری روایت کو سامنے رکھا، ہمیں حضرت خوات کی حدیث احتیاط اور دونوں گروہوں کی برابری کے حوالے سے زیادہ اولیٰ معلوم ہوئی۔

(۷۲۹) وذلك أن الطائفة التي تصلي مع الامام أولا محروسة بطائفة في غير صلاة والحارس إذا كان في غير صلاة كان متفرغا من فرض الصلاة قائما وقاعدا ومنحرفا يمينا وشمالا وحاملا إن حمل عليه ومتكلما إن خاف عجلة من عدوه ومقاتلا إن أمكنته فرصة غير محول بينه وبين هذا في الصلاة ويخفف الايمان بمن معه الصلاة إذا خاف حملة العدو بكلام الحارس

۷۲۹: اور وہ اس طرح کہ جو گروہ امام کے ساتھ پہلے نماز پڑھتا ہے، اس کی حفاظت دوسرے گروہ سے ہو جاتی ہے جو اس وقت نماز میں نہیں ہوتا، اور اگر حفاظت کرنے والا گروہ نماز میں نہ ہو تو وہ نماز کے فرائض سے آزاد ہوتا ہے، کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، دائیں جانب جائے یا بائیں جانب، اگر اس پر حملہ ہو تو وہ حملہ روک سکتا ہے، اگر دشمن کی طرف سے عجلت ہو تو کلام کر سکتا ہے اور ممکن ہو تو لڑ سکتا ہے اور امام اپنے ہمراہ گروہ کی نماز مختصر کر سکتا ہے اگر اسے دشمن کے حملے کا چوکیدار اور حفاظت کرنے والے سے پتہ چلے۔

(۷۳۰) قال وكان الحق للطائفتين معا سواء فكانت الطائفتان في حديث خوات سواء تحرس كل واحدة من الطائفتين الاخرى والحارسة خارجة من الصلاة فتكون الطائفة الاولى قد أعطت الطائفة التي حرستها مثل الذي أخذت منها فحرستها خلية من الصلاة فكان هذا عدلا بين الطائفتين

۷۳۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تو دونوں گروہوں کا برابر ہے اور حضرت خوات رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے کی صورت میں دونوں گروہوں کو ان کا حق مل جاتا ہے اور ہر گروہ دوسرے گروہ کی حفاظت کرتا ہے، حفاظت کرنے والا نماز سے خارج ہوتا ہے اور ہر گروہ کا حق ادا کر دیتا ہے اور یہ عین انصاف ہے۔

(۷۳۱) قال وكان الحديث الذي يخالف حديث خوات بن جبير على خلاف الحذر تحرس الطائفة الاولى في ركعة ثم تنصرف المحروسة قبل تكمل الصلاة فتحرس ثم تصلي

الطائفة الثانية محروسة بطائفة في صلاة ثم يقضيان جميعا لا حارس لهما لانه لم يخرج من الصلاة إلا الامام وهو وحده ولا يغني شيئا فكان هذا خلاف الحذر والقوة في المكيدة

۷۳۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ حدیث جو حضرت خوات رضی اللہ عنہ کی حدیث کے برخلاف ہے، وہ احتیاط کے مطابق نہیں ہے، پہلا گروہ ایک رکعت میں حفاظت کرتا ہے اور تکمیل نماز سے پہلے وہ گروہ واپس چلا جاتا ہے جس کی حفاظت کی جارہی تھی، پھر وہ حفاظت کرتا ہے اور دوسرا گروہ پہلے کی حفاظت میں نماز ادا کرتا ہے، پھر دونوں گروہ اپنی نماز اس حال میں مکمل کرتے ہیں کہ ان کی حفاظت کرنے والا کوئی بھی نہیں ہوتا، کیونکہ نماز تو صرف امام کی مکمل ہوئی تھی، وہ اکیلا ہے اور کچھ بھی نہیں کرسکتا، ظاہر ہے کہ جنگی تدبیر کے نقطہ نظر سے یہ احتیاط کے مطابق نہیں ہے۔

(۷۳۲) وقد أخبرنا الله أنه فرق بين صلاة الخوف وغيرها نظرا لاهل دينه أن لا ينال منهم عدوهم غرة ولم تأخذ الطائفة الاولى من الآخرة مثل ما أخذت منها

۷۳۲: اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا ہے کہ اس نے خوف اور امن کی حالت میں نماز کا حکم جدا جدا کردیا ہے تاکہ اہل دین کی حفاظت ہو اور دشمن ان پر اچانک حملہ نہ کردے۔ جبکہ یہاں پہلا گروہ دوسرے گروہ کے مقابلے میں وہ چیز حاصل نہیں کرپارہا جو اس سے حاصل کی گئی ہے۔

(۷۳۳) ووجدت الله ذكر صلاة الامام والطائفتين معا ولم يذكر على الامام ولا على واحدة من الطائفتين قضاء فدل ذلك على أن حال الامام ومن خلفه في أنهم يخرجون من الصلاة لا قضاء عليهم سواء

۷۳۳: اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے امام اور دونوں گروہوں کی نماز کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے، امام اور کسی ایک گروہ کی نماز میں قضا کا پہلو ذکر نہیں کیا، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ امام اور مقتدیوں کا حال برابر ہے کہ وہ ایک ساتھ نماز سے باہر نکلیں گے۔

(۷۳٤) وهكذا حديث خوات وخلاف الحديث الذي يخالفه

۷۳۴: یہی حال حضرت خوات رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اس کے بالمقابل دوسری حدیث کا ہے۔

(۷۳۵) قال الشافعي فقال فهل للحديث الذي تركت وجه غير ما وصفت

۷۳۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نے کہا کہ جس حدیث کو آپ نے ترک کیا ہے، اس کی اس کے علاوہ کوئی اور وجہ بھی ہے؟

(۷۳٦) قلت نعم يحتمل ان يكون لما جاز أن تصلي صلاة الخوف على خلاف الصلاة في

غير الخوف جاز لهم أن يصلوها كيف ما تيسر لهم وبقدر حالاتهم وحالات العدو إذا أكملوا العدد فاختلف صلاتهم وكلها مجزية عنهم

۷۳۶: میں نے کہا جی ہاں! یہ بھی تو ممکن ہے کہ جب نمازِ خوف کو عام امن کے حالات سے مختلف طریقے کے مطابق پڑھنا جائز ہے تو یہ بھی جائز ہوگا کہ ان کے لیے جیسے ممکن ہو وہ نماز پڑھ لیں، اپنے حالات کو سامنے رکھیں، دشمن کے حالات کو دیکھیں، اگر اس طرح ان کی نماز ایک دوسرے سے مختلف بھی ہو تو چونکہ یہ سارے طریقے احادیث میں آتے ہیں، اس لیے ان سب کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

وجه آخر من الاختلاف

اختلافی مسائل کی ایک اور مثال

(۷۳۷) قال الشافعي قال لي قائل قد اختلف في التشهد فروى ابن مسعود عن النبي ﷺ "كان يعلمهم التشهد كما يعلمهم السورة من القرآن " فقال في مبتداه ثلاث كلمات "التحيات لله " فبأي التشهد أخذت

۷۳۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قائل نے مجھ سے کہا کہ تشہد کی احادیث بھی تو مختلف ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تشہد کے کلمات اس طرح سکھاتے تھے جیسے انہیں قرآن کریم کی کوئی سورت سکھاتے تھے، پھر انہوں نے اس کے آغاز میں تین کلمات التحيات لله ....نقل کیے ہیں، تو آپ نے تشہد کے کون سے کلمات لیے ہیں؟

(۷۳۸) فقلت أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عبد الرحمن بن عبد القاري أنه سمع عمر بن الخطاب يقول على المنبر وهو يعلم الناس التشهد يقول قولوا " التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله "

۷۳۸: میں نے اس سے کہا کہ ہم سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے ابن شہاب کی سند سے عبدالرحمن بن عبدالقاری کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برسرِ منبر تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے سنا، وہ لوگوں سے فرما رہے تھے کہ یوں کہا کرو

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

(٧٣٩) قال الشافعي فكان هذا الذي علمنا من سبقنا بالعلم من فقهائنا صغارا ثم سمعناه بإسناد وسمعنا ما خالفه فلم نسمع إسنادا في التشهد يخالفه ولا يوافقه أثبت عندنا منه وإن كان غيره ثابتا

۷۳۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بچپن سے یہی تشہد ہمیں فقہاء نے سکھایا، پھر ہم نے سند کے ساتھ بھی اس کی سماعت کی، وہ کلمات بھی سنے جو اس سے مختلف ہیں، ہم نے اس کے مخالف یا موافق کوئی سند اس سے زیادہ ثابت شدہ نہیں سنی، گو کہ دوسرے کلمات بھی ثابت ہیں۔

(٧٤٠) فكان الذي نذهب إليه أن عمر لا يعلم الناس على المنبر بين ظهراني أصحاب رسول الله ﷺ إلا على ما علمهم النبي ﷺ

۷۴۰: ہم نے یہ رائے اس لیے بھی اختیار کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی موجودگی میں برسرِ منبر اسی چیز کی تعلیم دے سکتے تھے جو انہیں نبی ﷺ نے سکھائی تھی، وہ اس کے علاوہ نہیں ہو سکتی تھی۔

(٧٤١) فلما انتهى إلينا من حديث يثبته عن النبي ﷺ صرنا إليه وكان أولى

۷۴۱: لہٰذا جب ہم تک ہمارے حضرات کے ذریعے ایک ثابت شدہ حدیث پہنچی تو ہم اسی کی طرف منتقل ہو گئے اور یہی ہمارے حق میں زیادہ بہتر اور مناسب تھا۔

(٧٤٢) قال وما هو؟

۷۴۲: اس نے کہا کہ وہ حدیث کیا ہے؟

(٧٤٣) قلت أخبرنا الثقة وهو حي بن حسان عن الليث بن سعد عن أبي الزبير المكي عن سعيد بن جبير وطاوس عن ابن عباس أنه قال كان رسول الله ﷺ يعلمنا التشهد كما يعلمنا القرآن فكان يقول التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله سلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله

۷۴۳: میں نے اس سے کہا کہ ہم سے ایک ثقہ راوی یحییٰ بن حسان نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ ہمیں جس طرح قرآن سکھاتے تھے، اسی طرح ہمیں تشہد بھی سکھاتے تھے، چنانچہ نبی ﷺ فرماتے تھے:

التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

(٧٤٤) قال الشافعي فقال فانى ترى الرواية اختلفت فيه عن النبيﷺ فروى ابن مسعود خلاف هذا وروى أبو موسى خلاف هذا وجابر خلاف هذا وكلها قد يخالف بعضها بعضا في شئ من لفظه ثم علم عمر خلاف هذا كله في بعض لفظه وكذلك تشهد عائشة وكذلك تشهد ابن عمر ليس فيها شئ إلا في لفظه شئ غير ما في لفظ صاحبه وقد يزيد بعضها الشئ على بعض

۷۴۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اب آپ دیکھ لیجئے اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف روایتیں آرہی ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف نقل کیا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ بھی اس سے مختلف ہیں، بلکہ ان میں سے ہر ایک روایت بعض الفاظ میں ایک دوسرے کے خلاف ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر جو تشہد لوگوں کو سکھایا، وہ بھی ان سب کے برخلاف ہے، یہی حال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نقل کیے ہوئے الفاظ کا ہے کہ ان میں سے ہر ایک روایت کے الفاظ دوسری سے مختلف ہیں اور بعض میں بعض پر اضافہ بھی آیا ہے۔

(٧٤٥) فقلت له الامر في هذا بين

۷۴۵: میں نے اس سے کہا کہ اس میں تو بات بالکل واضح ہے۔

(٧٤٦) قال فأبنه لي

۷۴۶: اس نے کہا کہ اسے میرے سامنے بھی واضح کر دیجئے۔

(٧٤٧) قلت كل كلام أريد بها تعظيم الله فعلمهم رسول اللهﷺ فلعله جعل يعلمه الرجل فيحفظه والآخر فيحفظه وما اخذ حفظا فأكثر ما يحترس فيه منه إحالة المعنى فلم تكن فيه زيادة ولا نقص ولا اختلاف شئ من كلامه يحيل المعنى فلا تسع إحالته

۷۴۷: میں نے اس سے کہا کہ ہر وہ کلام جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس کی تعلیم دی ہے، ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک کلام سکھایا ہو، اس نے وہ یاد کر لیا ہو، دوسرے کو سکھایا ہو، اس نے بھی وہ محفوظ کر لیا ہو، جو چیز جتنی زیادہ یاد کی جاتی ہے، اس میں کمی بیشی کا امکان اتنا ہی کم ہوتا ہے، اور اس میں ایسا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا جو معنی کو محال قرار دے دے۔

(٧٤٨) فلعل النبيﷺ أجاز لكل امرئ منهم كما جفظ إذ كان لا معنى فيه يحيل شيئا عن

حكمه ولعل من اختلفت روايته واختلف تشهده إنما توسعوا فيه فقالوا على ما حفظوا وعلى ما حضرهم واجيز لهم

۷۴۸: ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے ہر شخص کو ان الفاظ کی اجازت دی ہو جو اس نے یاد کیے ہوں کیونکہ ان کے معانی میں کوئی محال پہلو نہیں پایا جاتا، ممکن ہے کہ جن حضرات کی روایات مختلف ہیں اور تشہد کے مختلف الفاظ آ رہے ہیں، انہوں نے اس میں وسعت کا پہلو اختیار کیا ہو اور انہوں نے وہ بات بیان کر دی ہو جو انہوں نے یاد کی ہو یا جس کا ان کے سامنے ذکر ہوا اور اس کی اجازت دی گئی ہو۔

(۷۴۹) قال افتجد شيئا يدل على إجازة ما وصفت

۷۴۹: اس نے کہا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہے جو آپ کے منتخب کردہ الفاظ کی اجازت پر دلالت کرے؟

(۷۵۰) فقلت نعم

۷۵۰: میں نے کہا جی ہاں!

(۷۵۱) قال وما هو

۷۵۱: اس نے کہا وہ کیا؟

(۷۵۲) قلت أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عبد الرحمن بن عبد القارئ قال سمعت عمر بن الخطاب يقول " سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرأ سورة الفرقان على غير ما اقرؤها وكان النبي ﷺ أقرأنيها فكدت اعجل عليه ثم امهلته حتى انصرف ثم لببته بردائه فجئت به إلى النبي ﷺ فقلت يا رسول الله ﷺ إني سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على غير ما أقرأتنيها فقال له رسول الله ﷺ اقرأ فقرأ القراءة التي سمعته يقرأ فقال رسول الله ﷺ هكذا أنزلت ثم قال لي اقرأ فقرات فقال هكذا أنزلت إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر "

۷۵۲: میں نے کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے ابن شہاب کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان اس طریقے کے برخلاف پڑھتے ہوئے سنا جس پر میں اس کی تلاوت کرتا تھا اور وہ الفاظ خود مجھے نبی ﷺ نے پڑھائے تھے، قریب تھا کہ میں ہشام کے سامنے جلد بازی کر لیتا لیکن میں نے انہیں مہلت دی، جب وہ تلاوت کر کے فارغ ہوئے تو میں نے انہیں ان کی چادر سے پکڑا اور انہیں لے کر نبی ﷺ کے پاس چلا گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسے سورۂ فرقان اس کے برخلاف پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا ہے، نبی ﷺ نے ہشام سے پڑھنے کے لیے فرمایا، انہوں نے اسی طرح اس کی تلاوت

کی جیسے میں نے انہیں پڑھتے ہوئے سنا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر مجھ سے پڑھنے کے لیے فرمایا، میں نے اس کی تلاوت کی تو نبی ﷺ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لیے تم جس طرح آسان ہو، اس کی تلاوت کرلیا کرو۔

(٧٥٣) قال فإذا كان الله لرأفته بخلقه انزل كتابه على سبعة أحرف معرفة منه بأن الحفظ قد يزل ليحل لهم قراءته وإن اختلف اللفظ فيه ما لم يكن في اختلافهم إحالة معنى كان ما سوى كتاب الله أولى أن يجوز فيه اختلاف اللفظ ما لم يحل معناه

٧٥٣: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر شفقت کی وجہ سے اپنی کتاب سات حرفوں پر نازل فرمائی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے کہ حافظہ کبھی کبھار لغزش کا شکار بھی ہوجاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ بھی وہ قرآن کریم کی تلاوت کو حلال اور جائز قرار دے دے بشرطیکہ الفاظ کا یہ اختلاف معنی اور مفہوم کو تبدیل نہ کردے اور اگر کتاب اللہ کے ماسوا میں بھی الفاظ کا معمولی اختلاف پیدا ہوجائے اور اس سے معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

(٧٥٤) وكل ما لم يكن فيه حكم فاختلاف اللفظ فيه لا يحيل معناه

٧٥٤: اور ہر وہ موقع جہاں کوئی حکم نہ دیا گیا ہو، وہاں الفاظ کا معمولی اختلاف معنی کو تبدیل نہیں کرتا۔

(٧٥٥) وقد قال بعض التابعين لقيت أناسا من أصحاب رسول الله ﷺ فاجتمعوا في المعنى واختلفوا في اللفظ فقلت لبعضهم ذلك فقال لا بأس ما لم يحيل المعنى

٧٥٥: ایک تابعی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے متعدد صحابہ سے ملا، ان سب کی باتوں کا معنی اور مفہوم ایک تھا، اور الفاظ مختلف تھے، میں نے ان میں سے بعض حضرات سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ جب تک معنی میں تبدیلی نہ ہو، اس وقت تک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(٧٥٦) قال الشافعي فقال ما في التشهد إلا تعظيم الله وأني لارجو ان يكون كل هذا فيه واسعا وأن لا يكون الاختلاف فيه إلا من حيث ذكرت ومثل هذا كما قلت يمكن في صلاة الخوف فيكون إذا جاء بكمال الصلاة على أي الوجوه روى عن النبي ﷺ أجزأه إذ خالف الله بينها وبين ما سواها من الصلوات ولكن كيف صرت إلى اختيار حديث ابن عباس عن النبي ﷺ في التشهد دون غيره

٧٥٦: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس نے کہا تشہد میں تو صرف اللہ کی تعظیم ہی ہے اور مجھے امید ہے کہ ان تمام الفاظ کی گنجائش بنتی ہے اور ان میں اختلاف کی نوعیت وہی ہے جو آپ نے ذکر کی ہے، ایسی ہی بات نماز خوف کے حوالے سے

بھی کہی جاسکتی ہے کہ جب سارے ہی طریقے نبی ﷺ سے منقول ہیں تو پھران میں سے جو طریقہ بھی اختیار کرلیا جائے وہ جائز ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اور عام نمازوں میں فرق رکھا ہے لیکن آپ یہ بتایئے کہ آپ نے تشہد کے معاملے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ کی روایات چھوڑ کر ترجیح کیوں دی؟

(٧٥٧) قلت لما رايته واسعا وسمعته عن ابن عباس صحيحا كان عندي أجمع وأكثر لفظا من غيره فأخذت به غير معنف لمن اخذ بغيره مما ثبت عن رسول الله ﷺ

۷۵۷: میں نے اس سے کہا کہ جب میں نے اس میں وسعت اور گنجائش دیکھی اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سنی جو کہ میرے نزدیک دوسری احادیث سے زیادہ جامع الفاظ پر مشتمل ہے، اس لیے میں نے اسے لے لیا لیکن میں ان لوگوں پر اعتراض نہیں کرتا جنہوں نے اس کے علاوہ نبی ﷺ سے دوسرے ثابت شدہ الفاظ کو لیا ہے۔

اختلاف الرواية على وجه غير الذي قبله

اختلاف روایت کی ایک اور مثال

(٧٥٨) أخبرنا مالك عن نافع عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ قال " لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضها على بعض ولا تبيعوا الورق بالورق إلا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضها على بعض ولا تبيعوا شيئا منها غائبا بناجز "

۷۵۸: ہم سے امام مالکؒ نے نافع کی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے مت بیچو الا یہ کہ وہ برابر سرابر ہو، اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو، اسی طرح چاندی کو چاندی کے بدلے مت بیچو الا یہ کہ وہ برابر سرابر ہو، اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو، نیز ان میں سے کسی غیر موجود کو حاضر کے بدلے مت بیچا کرو۔

(٧٥٩) أخبرنا مالك عن موسى بن أبي تميم عن سعيد بن يسار عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال " الدينار بالدينار والدرهم بالدرهم لا فضل بينهما "

۷۵۹: ہم سے امام مالکؒ سے موسیٰ بن ابی تمیم کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا دینار دینار کے بدلے اور درہم درہم کے بدلے ہے، ان میں کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔

(٧٦٠) أخبرنا مالك عن حميد بن قيس عن مجاهد عن ابن عمر أنه قال " الدينار بالدينار والدرهم بالدرهم لا فضل بينهما هذا عهد نبينا إلينا وعهدنا إليكم "

۷۶۰: ہم سے امام مالکؒ نے حمید بن قیس کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ دینار دینار کے بدلے اور

درہم درہم کے بدلے، ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے، یہ ہم سے ہمارے نبی کا عہد ہے اور یہ تم سے ہمارا عہد ہے۔

(٧٦١) قال الشافعي روى عثمان بن عفان وعبادة بن الصامت عن رسول اللهﷺ النهي عن الزيادة في الذهب بالذهب يدا بيد

۷۶۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے بدلے سونے کی بیع میں ہاتھوں ہاتھ بھی کمی بیشی کی ممانعت نقل کی ہے۔

(٧٦٢) قال الشافعي وبهذه الاحاديث نأخذ وقال بمثل معناها الاكابر من أصحاب رسول اللهﷺ وأكثر المفتين بالبلدان

۷۶۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہی احادیث کو ہم لیتے ہیں اور اسی سے ملتی جلتی بات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ اور شہروں کے اکثر مفتی حضرات نے کہی ہے۔

(٧٦٣) أخبرنا سفيان انه سمع عبيد الله بن أبي يزيد يقول سمعت ابن عباس يقول أخبرني أسامة بن زيد أن النبيﷺ قال " إنما الربا في النسية "

۷۶۳: ہم سے سفیان نے عبیداللہ بن ابی یزید کی سند سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود تو ادھار میں ہوتا ہے۔

(٧٦٤) قال فأخذ بهذا ابن عباس ونفر من أصحابه المكيين وغيرهم

۷۶۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور چند مکی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ نے لے لی۔

(٧٦٥) قال فقال لي قائل هذا الحديث مخالف للاحاديث قبله

۷۶۵: اس قائل نے مجھ سے کہا کہ کیا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف ہے؟

(٧٦٦) قلت قد يحتمل خلافها وموافقتها

۷۶۶: میں نے کہا کہ خلاف اور موافقت دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے۔

(٧٦٧) قال وبأي شئ يحتمل موافقتها

۷۶۷: اس نے پوچھا کہ موافقت کا احتمال کس طرح بنتا ہے؟

(٧٦٨) قلت قد يكون أسامة سمع رسول اللهﷺ يسئل عن الصنفين المختلفين مثل الذهب بالورق والتمر بالحنطة أو ما اختلف جنسه متفاضلا يدا بيد فقال " إنما الربا في النسية " أو تكون المسألة سبقته بهذا وأدرك الجواب فروى الجواب ولم يحفظ

المسألة أو شك فيها لانه ليس في حديثه ما ينفي هذا عن حديث أسامة فاحتمل موافقتها لهذا

۷٦۸: میں نے کہا کہ ممکن ہے نبی ﷺ سے دومختلف صنفوں کے متعلق سوال پوچھا جارہا ہو مثلاً سونے کی بیع چاندی کے بدلے، کھجور کی بیع گندم کے بدلے، یا جن دو چیزوں کی جنس مختلف ہو، انہیں کی بیشی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ بیچنے کا کیا حکم ہے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے وہ سن لیا ہو اور اس موقع پر نبی ﷺ نے یہ جواب ارشاد فرمایا ہو کہ سود تو ادھار میں ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سوال نہ سن سکے ہوں، البتہ انہوں نے جواب کی نشست پالی ہو، لہٰذا وہ سوال یاد نہیں رکھ سکے یا اس میں تردد کا شکار رہے اور انہوں نے جواب نقل کر دیا کیونکہ اس حدیث میں اس کی نفی کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے لہٰذا اس اعتبار سے موافقت کا احتمال بنتا ہے۔

(۷٦۹) فقال فلم قلت يحتمل خلافها

۷٦۹: اس نے کہا کہ پھر آپ نے یہ کیوں کہا کہ اس میں اختلاف کا احتمال بھی پایا جاتا ہے؟

(۷۷۰) قلت لان ابن عباس الذي رواه وكان يذهب فيه غير هذا المذهب فيقول لا ربا في بيع يدا بيد إنما الربا في النسية

۷۷۰: میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کو نقل کرنے والے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کا اپنا مذہب اس کے علاوہ ہے، چنانچہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہاتھوں ہاتھ بیع ہونے کی صورت میں ربا نہیں ہوتا، ربا تو ہوتا ہی ادھار میں ہے۔

(۷۷۱) فقال فما الحجة إن كانت الاحاديث قبله مخالفة في تركه غيره

۷۷۱: اس نے کہا کہ اگر پہلے والی احادیث اس کے خلاف ہیں تو پھر اسے ترک کر کے دوسری حدیث کی طرف جانے کی دلیل کیا ہے؟

(۷۷۲) فقلت له كل واحد ممن روى خلاف أسامة وإن لم يكن اشهر بالحفظ للحديث من أسامة فليس به تقصير عن حفظه وعثمان بن عفان وعبادة بن الصامت أشد تقدما بالسن والصحبة من أسامة وأبو هريرة اسن واحفظ من روى الحديث في دهره

۷۷۲: میں نے اس سے کہا کہ جن لوگوں نے بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے خلاف روایت نقل کی ہے، اگرچہ وہ حفظ حدیث میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشہور نہیں ہیں، تاہم وہ حفظ حدیث میں ان کی کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی عمر اور صحبت کے اعتبار سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بہت پہلے کے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ عمر رسیدہ اور سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔

(۷۷۳) ولما كان حديث اثنين أولى في الظاهر بالحفظ وبأن ينفي عنه الغلط من حديث

واحد كان حديث الاكثر الذي هو اشبه ان يكون أولى بالحفظ من حديث من هو أحدث منه وكان حديث خمسة أولى أن يصار إليه من حديث واحد

۷۷۳: چونکہ دو آدمیوں کی حدیث محفوظ رہنے کا زیادہ امکان رکھتی ہے اور ایک آدمی کی حدیث کی نسبت اس میں غلطی کا امکان کم ہوتا ہے لہٰذا جو حدیث زیادہ راویوں نے نقل کی ہو، وہ محفوظ ہونے کے زیادہ قریب ہوتی ہے بہ نسبت اس شخص کی حدیث کے جوان سے کم عمر ہو اور پانچ آدمیوں کی حدیث پر عمل کرنا ایک آدمی کی حدیث پر عمل کرنے سے زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔

وجه آخر مما يعد مختلفا وليس عندنا بمختلف

ایک اور مثال جو ہمارے نزدیک اختلافی نہیں ہے لیکن اسے اختلافی سمجھا جاتا ہے

(۷۷٤) أخبرنا ابن عيينة عن محمد بن العجلان عن عاصم بن عمر بن قتادة عن محمود بن لبيد عن رافع بن خديج أن رسول الله ﷺ قال " أسفروا بالفجر فإن ذلك أعظم للاجر أو أعظم لاجوركم "

۷۷۴: ہم سے سفیان بن عیینہؒ نے محمد بن عجلان کی سند سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا فجر کی نماز روشن کر کے پڑھا کرو کیونکہ اس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔

(۷۷٥) أخبرنا سفيان عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت " كن النساء من المؤمنات يصلين مع النبي ﷺ الصبح ثم ينصرفن وهن متلفعات بمروطهن ما يعرفهن أحد من الغلس "

۷۷۵: ہم سے سفیان نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ مؤمن عورتیں نبی ﷺ کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھا کرتی تھیں، پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس چلی جاتی تھیں لیکن اندھیرے کی وجہ سے کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔

(۷۷٦) قال وذكر تغليس النبي ﷺ بالفجر سهل بن سعد وزيد بن ثابت وغيرهما من أصحاب رسول الله ﷺ شبيه بمعنى عائشة

۷۷۶: اور نبی ﷺ کے نمازِ فجر منہ اندھیرے پڑھنے کا ذکر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے بھی کیا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے۔

(۷۷۷) قال الشافعي قال لي قائل نحن نرى أن نسفر بالفجر اعتمادا على حديث رافع بن

خديج ونزعم أن الفضل في ذلك وأنت ترى ان جائزا لنا اذا اختلف الحديثان ان نأخذ بأحدهما ونحن نعد هذا مخالفا لحديث عائشة

۷۷۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس قائل نے کہا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اعتماد کر کے ہماری رائے یہ ہے کہ نماز فجر میں اسفار (خوب روشنی) کیا کریں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں فضیلت (اجر وثواب) زیادہ ہے اور آپ کی رائے یہ ہے کہ جب ایک ہی مضمون کی دو مختلف حدیثیں آ رہی ہوں تو ہمارے لیے ان میں سے کسی کو لینا بھی جائز ہے، لیکن ہم اسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مخالف سمجھتے ہیں۔

(۷۷۸) قال فقلت له إن كان مخالفا لحديث عائشة فكان الذي يلزمنا وإياك ان نصير إلى حديث عائشة دونه لان أصل ما نبني نحن وأنتم عليه ان الاحاديث إذا اختلفت لم نذهب إلى واحد منهما دون غيره إلا بسبب يدل على ان هذا الذي ذهبنا إليه أقوى من الذي تركنا

۷۷۸: میں نے اس سے کہا کہ اگر یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے خلاف ہو تو پھر ہمارے اور آپ کے لیے لازم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی حدیث پر عمل کریں، کسی اور پر نہیں، کیونکہ جس اصول پر آپ اور ہم بنیاد رکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جب ایک مضمون کی مختلف احادیث آ رہی ہوں تو ہم ان میں سے کسی حدیث کو اسی وقت ترجیح دیتے ہیں جب ہمارے پاس کوئی ایسا سبب اور دلیل ہو جو ہمارے نزدیک ترک کی جانے والی احادیث سے زیادہ مضبوط ہو۔

(۷۷۹) قال وما ذلك السبب

۷۷۹: اس نے پوچھا کہ وہ سبب کیا ہو سکتا ہے؟

(۷۸۰) قلت أن يكون أحد الحديثين اشبه بكتاب الله فإذا أشبه كتاب الله كانت فيه الحجة

۷۸۰: میں نے کہا کہ وہ سبب یہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک حدیث کتاب اللہ کے زیادہ مشابہ اور قریب تر ہو، ظاہر ہے کہ پھر وہی حدیث معتبر اور حجت ہو گی۔

(۷۸۱) قال هكذا نقول

۷۸۱: اس نے کہا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

(۷۸۲) قلنا فإن لم يكن فيه نص كتاب كان أولاهما بنا الا ثبت منهما وذلك ان يكون من رواه أعرف إسنادا واشهر بالعلم وأحفظ له أو يكون روى الحديث الذي ذهبنا

إليه من وجهين أو أكثر والذي تركنا من وجه فيكون الاكثر أولى بالحفظ من الاقل أو يكون الذي ذهبنا إليه اشبه بمعنى كتاب الله أو اشبه بما سواهما من سنن رسول الله ﷺ أو أولى بما يعرف أهل العلم أو أصح في القياس والذي عليه الاكثر من أصحاب رسول الله ﷺ

۷۸۲: ہم نے کہا کہ اگر اس میں کتاب اللہ کی کوئی نص موجود نہ ہوتو ہمارے نزدیک ان دونوں میں سے وہ حدیث زیادہ راجح ہے جس کا ثبوت زیادہ پختہ اور مضبوط ہو مثلاً اسے نقل کرنے والا راوی سند کے اعتبار سے زیادہ معروف ہو، علم کے اعتبار سے زیادہ مشہور اور مضبوط حافظہ کا مالک ہو، یا ہم نے جو روایت لی ہے، وہ دو یا زیادہ سندوں سے مروی ہو اور جسے ہم نے ترک کر دیا، وہ صرف ایک سند سے مروی ہو، اس طرح زیادہ راویوں کی روایت محفوظ ہونے کے قریب تر ہوگی بہ نسبت کم راویوں کے۔

یا ہم جس روایت کی طرف گئے ہیں، وہ کتاب اللہ کے مفہوم سے زیادہ مشابہت اور مناسبت رکھنے والی ہو، یا نبی ﷺ کی دوسری سنتوں سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو، یا اہل علم کے نزدیک زیادہ معروف ہو، یا قیاس کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہو، یا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اکثریت کا عمل ہو۔

(۷۸۳) قال وهكذا نقول ويقول أهل العلم

۷۸۳: اس نے کہا کہ یہ تو ہم بھی کہتے ہیں اور سارے اہل علم ہی یہی بات کہتے ہیں۔

(۷۸٤) قلت فحديث عائشة اشبه بكتاب الله لان الله يقول (حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى) فإذا أحل الوقت فاولى المصلين بالمحافظة المقدم الصلاة

۷۸۴: میں نے کہا کہ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کتاب اللہ کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ:۲۳۸)

اور جب وقت داخل ہو جائے تو سب سے پہلے (اوّل وقت میں) نماز پڑھنے والا اس کی محافظت کا حق زیادہ ادا کرنے والا ہوتا ہے۔

(۷۸٥) وهو أيضا اشهر رجالا بالثقة واحفظ ومع حديث عائشة ثلاثة كلهم يروون عن النبي ﷺ مثل معنى حديث عائشة زيد بن ثابت وسهل بن سعد

۷۸۵: اور وہ بھی راویوں میں ثقاہت اور قوت حافظہ کے اعتبار سے مشہور ترین راوی ہیں، لیکن صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تین راوی ہیں اور وہ سب کے سب نبی ﷺ سے وہی بات نقل کر رہے ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نقل کی

ہے یعنی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (تیسرے راوی کا نام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں لکھا)۔

(٧٨٦) وهذا اشبه بسنن النبي ﷺ من حديث رافع بن خديج

٧٨٦: اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث کی نسبت حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دوسری سنتوں سے بھی زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

(٧٨٧) قال وأي سنن؟

٧٨٧: اس نے کہا کہ وہ کون سی سنتیں ہیں؟

(٧٨٨) قلت قال رسول الله ﷺ " وأول الوقت رضوان الله وآخره عفو الله "

٧٨٨: میں نے کہا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے اول وقت اللہ کی رضامندی ہے اور آخر وقت اللہ کا عفو و درگزر ہے۔

(٧٨٩) وهو لا يؤثر على رضوان الله شيئا والعفو لا يحتمل إلا معنيين عفو عن تقصير أو توسعه والتوسعة تشبه ان يكون الفضل في غيرها إذ لم يؤمر بترك ذلك الغير الذي وسع في خلافها

٧٨٩: اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے اور درگزر کا دو میں سے کوئی ایک معنی ہوسکتا ہے، یا تو اس سے مراد کوتاہی سے درگزر کرنا ہے یا پھر گنجائش مراد ہے اور جب کسی چیز میں گنجائش کی بات آتی ہے تو واضح طور پر فضیلت دوسرے کام میں ہوتی ہے کیونکہ اس صورت میں وہ کام ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا جس کے برخلاف کام میں وسعت اور گنجائش ہوتی ہے۔

(٧٩٠) قال وما تريد بهذا؟

٧٩٠: اس نے کہا کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

(٧٩١) قلت إذ لم نؤمر بترك الوقت الاول وكان جائزا ان نصلي فيه وفي غيره قبله فالفضل في التقديم والتأخير تقصير موسع

٧٩١: میں نے کہا کہ ہمیں اول وقت ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، چنانچہ ہمارے لیے اول وقت میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے علاوہ میں بھی، لہٰذا فضیلت تقدیم میں ہے اور تاخیر میں ایسی کوتاہی ہے جس کی گنجائش دی گئی ہے۔

(٧٩٢) وقد أبان رسول الله ﷺ مثل ما قلنا وسئل أي الاعمال أفضل فقال "الصلاة في أول وقتها"

٧٩٢: اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اسی طرح وضاحت فرمائی ہے جیسے ہم نے کہا ہے، چنانچہ نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا اول وقت میں نماز پڑھنا۔

(٧٩٣) وهو لا يدع موضع الفضل ولا يأمر الناس إلا به

۷۹۳: اور نبی ﷺ فضیلت والا مقام ترک نہیں فرماتے تھے، بلکہ لوگوں کو بھی اسی کا حکم دیتے تھے۔

(٧٩٤) وهو الذي لا يجهله عالم ان تقديم الصلاة في أول وقتها أولى بالفضل لما يعرض للآدميين من الاشغال والنسيان والعلل

۷۹۴: اور ایک ایسی بات جس سے کوئی عالم ناواقف نہیں رہ سکتا، یہ ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنا زیادہ باعثِ فضیلت ہے کیونکہ انسان کو بعد میں مصروفیت، نسیان یا دیگر عوارض پیش آ سکتے ہیں۔

(٧٩٥) وهذا أشبه بمعنى كتاب الله

۷۹۵: اور یہ چیز کتاب اللہ کے معنی کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

(٧٩٦) قال وأين هو كتاب الله ؟

۷۹۶: اس نے کہا کہ کتاب اللہ میں یہ بات کہاں ہے؟

(٧٩٧) قلت قال الله (حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى) ومن قدم الصلاة في أول وقتها كان أولى بالمحافظة عليها ممن أخرها عن أول الوقت

۷۹۷: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ:۲۳۸)

اور جو شخص اول وقت میں نماز پڑھ لے، وہ آخر وقت میں پڑھنے والے سے زیادہ اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔

(٧٩٨) وقد رأينا الناس فيما وجب عليهم وفيما تطوعوا به يؤمرون بتعجيله إذا أمكن لما يعرض للآدميين من الاشغال والنسيان والعلل الذي لا تجهله العقول

۷۹۸: اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو ان کے واجبات اور نوافل میں ہر ممکن طور پر جلدی کرنے کا حکم دیا جاتا ہے کیونکہ انسان کو بعد میں مصروفیت، نسیان یا دیگر عوارض پیش آ سکتے ہیں اور عقل مند آدمی اس سے ناواقف نہیں ہوتا۔

(٧٩٩) وان تقديم صلاة الفجر فى أول وقتها عن أبى بكر و عمر و عثمان و على بن أبى طالب وابن مسعود وأبى موسى الاشعرى، وأنس بن مالك، وغيرهم مثبت

۷۹۹: علاوہ ازیں نماز فجر کو اول وقت میں ادا کرنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی مرتضی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ثابت ہے۔

(٨٠٠) فقال فإن أبا بكر وعمر وعثمان دخلوا في الصلاة مغلسين وخرجوا منها مسفرين

بإطالة القراءة

۸۰۰: اس نے کہا کہ حضرات خلفاء ثلاثہ نے فجر کی نماز اندھیرے میں شروع کی اور طویل قراءت کرنے کی وجہ سے جب نماز سے فارغ ہوئے تو روشنی ہو چکی تھی۔

(۸۰۱) فقلت له قد اطالوا القراءة وأوجزوها والوقت في الدخول لا في الخروج من الصلاة وكلهم دخل مغلسا وخرج رسول الله ﷺ منها مغلسا

۸۰۱: میں نے کہا کہ یہ حضرات کبھی لمبی قراءت کرتے تھے اور کبھی مختصر، اور نماز میں داخل ہونے کا وقت معتبر ہے، خارج ہونے کا نہیں اور ان سب حضرات نے نماز منہ اندھیرے شروع کی تھی اور نبی ﷺ اپنی نماز منہ اندھیرے ہی مکمل فرماتے تھے۔

(۸۰۲) فخالفت الذي هو أولى بك ان تصير إليه مما ثبت عن رسول الله ﷺ وخالفتهم فقلت يدخل الداخل فيها مسفرا ويخرج مسفرا ويوجز القراءة فخالفتهم في الدخول وما احتججت به من طول القراءة وفي الاحاديث عن بعضهم أنه خرج منها مغلسا

۸۰۲: آپ نے اس رائے کی مخالفت کی جسے قبول کرنا آپ کے لیے زیادہ بہتر تھا کیونکہ وہ نبی ﷺ سے ثابت ہے اور آپ نے ان حضرات کی بھی مخالفت کی اور آپ نے کہہ دیا کہ انسان روشنی میں نماز شروع کرے اور روشنی میں ہی مکمل کر لے اور قراءت مختصر کر لے، سو نماز میں داخل ہونے کے حوالے سے آپ نے ان کی مخالفت کی، اسی طرح طویل قراءت کے حوالے سے بھی آپ نے ان کی مخالفت کی، جبکہ احادیث میں ان میں سے بعض حضرات کے حوالے سے یہ بھی آیا ہے کہ یہ حضرات اندھیرے میں ہی نماز مکمل کر لیتے تھے۔

(۸۰۳) قال فقال أفتعد خبر رافع يخالف خبر عائشة

۸۰۳: اس نے کہا کہ کیا آپ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حدیثِ عائشہ کے خلاف سمجھتے ہیں؟

(۸۰٤) فقلت له لا

۸۰۴: میں نے اس سے کہا کہ نہیں

(۸۰۵) فقال فباي وجه يوافقه؟

۸۰۵: اس نے کہا کہ یہ کس طرح اس کے موافق ہے؟

(۸۰٦) فقلت إن رسول الله ﷺ لما حض الناس على تقديم الصلاة وأخبر بالفضل فيها احتمل ان يكون من الراغبين من يقدمها قبل الفجر الآخر فقال " أسفروا بالفجر " يعني حتى يتبين الفجر الآخر معترضا

۸۰۶: میں نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے لوگوں کو اول وقت میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی اور انہیں اس کی فضیلت سے آگاہ کیا تو اس میں یہ احتمال تھا کہ فضیلت حاصل کرنے کا شوق رکھنے والے اسے طلوع صبح صادق سے بھی مقدم کر دیتے، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ فجر کو روشن کر کے پڑھا کرو یعنی اس وقت جب کہ صبح صادق چوڑائی میں روشن اور نمایاں ہو جائے۔

(۸۰۷) قال افيحتمل معنى غير ذلك؟

۸۰۷: اس نے کہا کہ کیا یہ جملہ اس کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال بھی رکھتا ہے؟

(۸۰۸) قلت نعم يحتمل ما قلت وما بين ما قلنا وقلت وكل معنى يقع عليه اسم " الاسفار "

۸۰۸: میں نے کہا کہ جی ہاں! یہ جملہ اس معنی کا احتمال بھی رکھتا ہے جو آپ نے کہا اور اس معنی کا بھی جو ہماری اور آپ کی رائے کے درمیان ہے اور ان میں سے ہر معنی پر ''اسفار'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۸۰۹) قال فما جعل معناكم أولى من معنانا؟

۸۰۹: اس نے کہا کہ پھر آپ کے بیان کیے ہوئے معنی کو ہمارے بیان کردہ معنی سے زیادہ راجح کس چیز نے بنا دیا؟

(۸۱۰) فقلت بما وصفت من التأويل وبأن النبي ﷺ قال "هما فجران فأما الذي كأنه ذنب السرحان فلا يحل شيئا ولا يحرمه وأما الفجر المعترض فيحل الصلاة ويحرم الطعام " يعني على من أراد الصيام.

۸۱۰: میں نے کہا کہ اس تاویل نے جو میں بیان کر چکا ہوں، علاوہ ازیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ دو فجریں ہیں، جہاں تک تعلق ہے اس فجر کا جو بھیڑیے کی دم کی طرح ہوتی ہے تو وہ کسی چیز کو حلال کرتی ہے اور نہ ہی حرام، باقی رہی وہ فجر جو چوڑائی کی حالت میں نمایاں ہوتی ہے، وہ نماز کو حلال کرتی اور کھانے کو حرام کرتی ہے، یعنی اس شخص کے لیے جو روزہ رکھنے کا ارادہ کرے۔

وجه آخر مما يعد مختلفا

ایک اور مثال جسے اختلافی سمجھا جاتا ہے

(۸۱۱) أخبرنا سفيان عن الزهري عن عطاء بن يزيد الليثي عن أبي أيوب الانصاري ان النبي ﷺ قال " لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها لغايط أو بول ولكن شرقوا أو غربوا قال أبو أيوب فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض قد صنعت فننحرف ونستغفر الله "

۸۱۱: ہم سے سفیان نے اپنی سند سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب اور پاخانے کے لیے قبلہ کی جانب رخ کیا کرو اور نہ پشت کیا کرو، بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرلیا کرو، حضرت ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ ہم شام پہنچے تو وہاں ہم نے بیت الخلا قبلہ کی جانب بنے ہوئے پائے، سو ہم پھر جایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا کرتے تھے۔

(۸۱۲) أخبرنا مالك عن يحيي بن سعيد عن محمدبن يحيي بن حبان عن عمه واسع بن حبان عن عبد الله بن عمر أنه كان يقول " إن ناسا يقولون إذا قعدت على حاجتك فلا تستقبل القبلة ولا بيت المقدس فقال عبد الله لقد ارتقيت على ظهر بيت لنا فرأيت رسول الله ﷺ على لبنتين مستقبلا بيت المقدس لحاجته "

۸۱۲: ہم سے امام مالکؒ نے یحییٰ بن سعید کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں جب تم قضائے حاجت کے لیے بیٹھو تو خانہ کعبہ کی جانب رخ کرو اور نہ ہی بیت المقدس کی جانب، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی جانب رخ کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔

(۸۱۳) قال الشافعي أدب رسول الله ﷺ من كان بين ظهرانيه وهم عرب لا مغتسلات لهم أو لا كثرهم في منازلهم فاحتمل أدبه لهم معنيين

۸۱۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ''اہل عرب'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قضائے حاجت کا ایک ادب سکھایا، ان لوگوں کے گھروں میں بیت الخلاء یا غسل خانے نہیں ہوتے تھے، اب یہاں اس ادب سکھانے میں دو احتمال پائے جاتے ہیں۔

(۸۱٤) أحدهما أنهم إنما كانوا يذهبون لحوائجهم في الصحراء فامرهم الا يستقبلوا القبلة ولا يستدبروها لسعة الصحراء ولخفة المؤنة عليهم لسعة مذاهبهم عن أن تستقبل القبلة أو تستدبر لحاجة الانسان من غايط أو بول ولم يكن لهم مرفق في استقبال القبلة ولا استدبارها أوسع عليهم من توقى ذلك

۸۱۴: ایک احتمال تو یہ ہے کہ وہ لوگ قضاء حاجت کے لیے عام طور پر صحراء میں جایا کرتے تھے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دے دیا کہ قبلہ کی جانب رخ کریں اور نہ ہی پشت، صحراء کی کشادگی کی وجہ سے اور مشقت کی کمی کی وجہ سے، کیونکہ لوگوں کے پاس جگہ میں بہت گنجائش تھی، اس لیے انہیں استقبال و استدبار دونوں سے منع فرمادیا، اس سے زیادہ ان کے لیے اس سلسلے میں گنجائش بھی نہیں تھی۔

(٨١٥) وكثيرا ما يكون الذاهبون في تلك الحال في غير ستر عن مصلي يرى عوراتهم مقبلين ومدبرين اذا استقبل القبلة فأمروا أن يكرموا قبلة الله ويستروا العورات من مصلي إن صلى حيث يراهم وهذا المعنى اشبه معانيه والله أعلم

۸۱۵: اس حال میں اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ قضاء حاجت کے لیے جانے والے لوگ نمازی حضرات سے ستر میں نہ رہتے تھے اور استقبال قبلہ کی صورت میں آتے اور جاتے ہوئے ان کی شرمگاہیں نظر آتی تھیں، اس لیے انہیں حکم دیا گیا کہ قبلہ کا احترام کریں اور نمازیوں سے اپنے ستر چھپائیں جبکہ کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں سے اس کی نظر پڑتی ہو، یہ معنی زیادہ راجح ہے۔ واللہ اعلم

(٨١٦) وقد يحتمل أن يكون نهاهم أن يستقبلوا ما جعل قبلة في الصحراء لغائط أو بول لئلا يتغوط أو يبال في القبلة فتكون قذرة بذلك أو من ورائها فيكون من ورائها أذى للمصلين إليها

۸۱۶: اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں صحراء میں پیشاب اور پاخانے کے لیے قبلہ کی جانب رخ کرنے کی ممانعت اس لیے فرمائی ہوتا کہ قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب اور پائخانہ کرنے سے اجتناب کیا جائے، اس کی وجہ سے گندگی ہوگی یا بعد میں وہاں آنے والے نمازیوں کی تکلیف اور ایذاء کا سبب بنے گی۔

(٨١٧) قال فسمع أبو أيوب ما حكي عن النبي ﷺ جملة فقال به على المذهب في الصحراء والمنازل ولم يفرق في المذهب بين المنازل التي للناس مرافق ان يضعوها في بعض الحالات مستقبلة القبلة أو مستدبرتها والتي يكون فيها الذاهب لحاجته مستترا فقال بالحديث جملة كما سمعه جملة

۸۱۷: اب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے جو روایت نقل کی ہے، وہ تو انہوں نے سن لی اور اس کے مطابق صحراء اور گھر دونوں جگہ یہی رائے قائم کر لی (کہ استقبال اور استدبار دونوں جگہ ناجائز ہے) اس رائے اور مذہب میں انہوں نے فرق نہیں کیا کہ جو بیت الخلاء آسانی کے لیے لوگ گھر میں بنا لیتے ہیں، بعض حالات میں وہ ان کا رخ یا پشت قبلہ کی جانب کر سکتے ہیں اور جہاں لوگ پردے کے اہتمام کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے جاتے ہیں گویا جیسے انہوں نے اجمالی حدیث سنی، اسی طرح اجمالی رائے قائم کر لی۔

(٨١٨) وكذلك ينبغي لمن سمع الحديث أن يقول به على عمومه وجملته حتى يجد دلالة يفرق بها فيه بينه

۸۱۸: کوئی بھی حدیث سننے والے کو اسی طرح کرنا چاہیے کہ اس کے عموم اور اجمال کے مطابق رائے اور مذہب قائم کرے،

یہاں تک کہ اسے ایسی دلیل مل جائے جو اس کی مختلف صورتوں کو ایک دوسرے سے جدا کرے۔

(۸۱۹) قال الشافعي لما حكى ابن عمر انه رأى النبيﷺ مستقبلا بيت المقدس لحاجته وهو إحدى القبلتين وإذا استقبله استدبر الكعبة انكر على من يقول لا تستقبل القبلة ولا تستدبرها ورای أن لا ينبغي لاحد أن ينتهي عن أمر فعله رسول اللهﷺ

۸۱۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کے لیے بیت المقدس کی جانب رخ کیے ہوئے دیکھا ہے جو کہ دو میں سے ایک قبلہ ہے اور جب بیت المقدس کی جانب رخ ہوگا تو یقیناً کعبہ کی جانب پشت ہوگی اس لیے ان لوگوں پر انہوں نے نکیر فرمائی جو یہ کہتے ہیں کہ قضاء حاجت کے لیے قبلہ کی جانب رخ کیا جائے اور نہ پشت کی جائے، اور ان کی رائے یہ ہوئی کہ کسی شخص کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس کام سے رو کے یا رک جائے جو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو۔

(۸۲۰) ولم يسمع فيما يرى ما أمر به رسول اللهﷺ في الصحراء فيفرق بين الصحراء والمنازل فيقول بالنهي في الصحراء وبالرخصة في المنازل فيكون قد قال بما سمع ورأى وفرق بالدلالة عن رسول اللهﷺ على ما فرق بينه لافتراق حال الصحراء والمنازل

۸۲۰: غالباً انہوں نے وہ روایت نہیں سنی ہوگی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحراء کا حکم بیان فرمایا ہے، اگر ایسا ہوتا تو وہ صحراء اور گھر دونوں میں فرق کرتے اور صحراء میں ممانعت اور گھروں میں رخصت کا قول اختیار کر لیتے، اس طرح ان کی رائے سماعت اور روایت دونوں پر مبنی ہوتی اور وہ دونوں جگہوں کا جدا حکم بیان کرتے۔

(۸۲۱) وفي هذا بيان ان كل من سمع من رسول اللهﷺ شيئا قبله عنه وقال به وإن لم يعرف حيث يتفرق لم يتفرق بين ما لم يعرف إلا بدلالة عن رسول اللهﷺ على الفرق بينه

۸۲۱: یہیں سے ایک بات اور بھی واضح ہوگئی کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہو، وہ اسے قبول کر کے اس کے مطابق رائے قائم کر لے، اور اگر دو چیزوں میں فرق واضح نہ ہو تو جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی دلیل سامنے نہ آئے، اس وقت تک اس میں فرق نہ کرے۔

(۸۲۲) ولهذا أشباه في الحديث اكتفينا بما ذكرنا منها مما لم نذكر

۸۲۲: احادیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، جتنی مثالیں ہم نے ذکر کر دی ہیں، انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

وجه آخر من الاختلاف

ایک اور اختلافی مثال

(٨٢٣) أخبرنا ابن عيينة عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس قال أخبرني الصعب بن جثامة " أنه سمع النبيﷺ يسئل عن أهل الدار من المشركين يبيتون فيصاب من نسائهم وذراريهم فقال رسول اللهﷺ هم منهم "وزاد عمرو بن دينار عن الزهري " هم من آبائهم

۸۲۳: ہم سے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہریؒ کی سند سے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا جبکہ کسی شخص نے نبی ﷺ سے ان مشرکین کے متعلق پوچھا جن پر مسلمان شب خون ماریں اور اس حملے میں ان کی عورتیں اور بچے بھی مارے جائیں تو نبی ﷺ نے فرمایا ان کی عورتیں اور بچے بھی انہی میں سے ہیں، عمرو بن دینار نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ وہ بھی اپنے آباؤ اجداد سے ہیں۔

(٨٢٤) أخبرنا ابن عيينة عن الزهري عن ابن كعب بن مالك عن عمه " أن النبيﷺ لما بعث إلى ابن أبي الحقيق نهى عن قتل النساء والولدان "

۸۲۴: ہم سے سفیان بن عیینہؒ نے امام زہریؒ کی سند سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے جب ایک دستہ ابن ابی الحقیق کی طرف روانہ کیا تو اسے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے روک دیا۔

(٨٢٥) قال فكان سفيان يذهب إلى ان قول النبيﷺ "هم منهم " إباحة لقتلهم وأن حديث ابن أبي الحقيق ناسخ له وقال كان الزهري إذا حدث حديث الصعب بن جثامة اتبعه حديث ابن كعب

۸۲۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سفیان کا مذہب یہ تھا کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان ''وہ انہی میں سے ہیں'' ان کے قتل کا مباح ہونا بیان کرنے کے لیے تھا اور یہ کہ ابن ابی الحقیق کی روایت اس کے ناسخ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ امام زہریؒ جب حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث بیان کرتے تھے تو اس کے بعد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی بیان کرتے تھے۔

(٨٢٦) قال الشافعي وحديث الصعب بن جثامة في عمرة النبيﷺ فإن كان في عمرته الاولى فقد قيل أمر ابن أبي الحقيق قبلها وقيل في سنتها وإن كان في عمرته الآخرة فهو بعد أمر ابن أبي الحقيق غير شك والله اعلم

۸۲۶: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے سے ہے، اگر وہ پہلا عمرہ تھا تو ایک قول یہ ہے کہ ابن ابی الحقیق کا واقعہ اس سے پہلے ہو چکا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اسی سال میں ہوا تھا اور اگر وہ آخری عمرہ تھا تو بغیر کسی شک وشبہ کے یہ ابن ابی الحقیق کے واقعے کے بعد کی بات ہے۔ واللہ اعلم

(۸۲۷) ولم نعلمه صلى الله عليه وسلم رخص في قتل النساء والولدان ثم نهى عنه

۸۲۷: اور ہمیں معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی اجازت فرمائی ہو، پھر اس کی ممانعت فرمائی ہو۔

(۸۲۸) ومعنى نهيه عندنا والله أعلم عن قتل النساء والولدان أن يقصد قصدهم بقتل وهم يعرفون متميزين ممن أمر بقتله منهم

۸۲۸: ہمارے نزدیک عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ انہیں قتل کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے جب وہ پہچانے جائیں اور ان لوگوں سے ممتاز ہوں جنہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۸۲۹) ومعنى قوله هم منهم انهم يجمعون خصلتين أن ليس لهم حكم الايمان الذي يمنع به الدم ولا حكم دار الايمان الذي يمنع به الاغارة على الدار

۸۲۹: اور یہ جو فرمایا کہ وہ انہی میں سے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان میں دو چیزیں جمع ہوگئی ہیں کہ ان پر ایمان کا حکم نہیں لگایا جائے گا جس کی وجہ سے انسان کی جان محفوظ ہو جاتی ہے اور ان کے گھروں پر دارالایمان کا حکم نہیں لگایا جائے گا جس کی وجہ سے ان کے گھر مسلمانوں کے حملے اور شب خون سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

(۸۳۰) وإذ أباح رسول الله ﷺ البيات والاغارة على الدار فاغار على بني المصطلق غارين فالعلم يحيط ان البيات والاغارة إذا حل بإحلال رسول الله ﷺ لم يمتنع أحد بيت أو أغار من أن يصيب النساء والولدان فيسقط المأثم فيهم والكفارة والعقل والقود عن من أصابهم إذ أبيح له أن يبيت ويغير وليست لهم حرمة الاسلام

۸۳۰: چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقے پر شب خون مارنے کو مباح قرار دیا ہے اس لیے بنی مصطلق پر ان کی غفلت میں حملہ فرمایا تھا، اب علم اس بات کا احاطہ کر لیتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال قرار دینے سے شب خون مارنا جائز ہے تو پھر اس میں عورتوں اور بچوں کو بچانا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا اگر اس دوران کوئی شخص کسی عورت یا بچے کو قتل کر دے تو اس سے گناہ، کفارہ، دیت اور قصاص سب ساقط ہو جاتے ہیں کیونکہ شب خون مارنا جائز تھا اور ان لوگوں کو اسلام کی حرمت حاصل نہیں تھی۔

(۸۳۱) ولا يكون له قتلهم عامدا لهم متميزين عارفا بهم

۸۳۱: البتہ اگر انہیں پہچاننا اور ممیز کرنا ممکن ہو تو پھر عمداً اور ارادۃً انہیں قتل نہیں کرنا چاہیے۔

(۸۳۲) فإنما نهى عن قتل الولدان لانهم لم يبلغوا كفرا فيعلموا به وعن قتل النساء لانه لا معنى فيهن لقتال وأنهن والولدان يتخولون فيكونون قوة لاهل دين الله۔

۸۳۲: کیونکہ نبی ﷺ نے انہیں قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے تو ابھی تک کفر کی عمر کو نہیں پہنچے کہ اس کے مطابق عمل کریں اور عورتیں جنگ میں کوئی کردار ادا نہیں کرتی ہیں، علاوہ ازیں عورتوں اور بچوں کو خادم بنایا جا سکتا ہے، سو وہ اہل دین کے لیے قوت کا سبب بن جاتے ہیں۔

(۸۳۳) فإن قال قائل أبن هذا بغيره؟

۸۳۳: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی وضاحت کسی اور چیز سے بھی کریں؟

(۸۳٤) قيل فيه ما اكتفى العالم به من غيره

۸۳۴: تو اس سے کہا جائے گا کہ جو بات ہم بیان کر چکے ہیں، ایک عالم کے لیے اسی میں کفایت ہے اور اسے مزید وضاحت کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔

(۸۳٥) فإن قال أفتجد ما تشده به غيره وتشبهه من كتاب الله

۸۳۵: اگر وہ یہ کہے کہ کیا آپ کے پاس اس کی تقویت کے لیے کوئی چیز ہے؟ اور کتاب اللہ میں اس کے مشابہ کوئی آیت آپ کو ملتی ہے؟

(۸۳٦) قلت نعم قال الله (وما كان لمؤمن أن يقتل مؤمنا إلا خطأ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله إلا أن يصدقوا فإن كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مؤمنة وإن كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة إلى أهله وتحرير رقبة مؤمنة فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين توبة من الله وكان الله عليما حكيما)

۸۳۶: تو میں اس سے کہوں گا کہ جی ہاں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ (النساء:۹۲)

”اور کسی مؤمن کو شایان نہیں کہ مؤمن کو مار ڈالے مگر بھول کر اور جو بھول کر بھی مؤمن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک

مسلمان غلام آزاد کریں اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے ہاں اگر وہ معاف کریں (تو ان کو اختیار ہے) اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مؤمن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثان مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے روزے رکھے یہ (کفارہ) خدا کی طرف سے (قبول) توبہ (کے لیے) ہے اور خدا (سب کچھ) جاننے والا (اور) بڑی حکمت والا ہے"

(٨٣٧) قال فأوجب الله بقتل المؤمن خطأ الدية وتحرير رقبة وفي قتل ذي الميثاق الدية وتحرير رقبة إذا كانا معا ممنوعي الدم بالايمان والعهد والدار معا فكان المؤمن في الدار غير الممنوعة وهو ممنوع بالايمان فجعلت فيه الكفارة بإتلافه ولم يجعل فيه الدية وهو ممنوع الدم بالايمان فلما كان الولدان والنساء من المشركين لا ممنوعين بإيمان ولا دار ولم يكن فيهم عقل ولا قود ولا دية ولا مأثم إن شاء الله ولا كفارة

٨٣٧: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خطاءً کسی مؤمن کو قتل کرنے پر دیت اور ایک غلام آزاد کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور کسی معاہد کو قتل کرنے پر بھی دیت اور ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے، جبکہ وہ دونوں ایمان، عہد و پیمان اور دارالامان کی وجہ سے محفوظ الدم ہیں، چنانچہ مؤمن اپنے ایمان کی وجہ سے محفوظ الدم ہے، اس لیے اسے ہلاک کرنے کی صورت میں کفارہ لازم کیا گیا ہے، دیت نہیں، چونکہ مشرکین کے بچے اور عورتیں ایمان یا دارالامان کسی بھی وجہ سے محفوظ الدم نہیں ہیں اس لیے انہیں قتل کرنے کی صورت میں کوئی دیت، قصاص، کفارہ یا گناہ نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ

في غسل الجمعة

غسل جمعہ کا بیان

(٨٣٨) فقال فاذكر وجوها من الاحاديث المختلفة عند بعض الناس أيضا

٨٣٨: اس نے کہا کہ آپ احادیث میں سے کچھ ایسی مثالیں بھی بیان کیجئے جو بعض دوسرے لوگوں کے نزدیک بھی اختلافی ہیں۔

(٨٣٩) فقلت أخبرنا مالك عن صفوان بن سليم عن عطاء بن يسار عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ قال " غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم "

٨٣٩: میں نے کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے صفوان بن سلیم کی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر بالغ آدمی پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

(٨٤٠) أخبرنا ابن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه أن النبيﷺ قال "من جاء منكم الجمعة فليغتسل "

۸۴۰: ہم سے سفیان بن عیینہؒ نے زہری کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص جمعہ کے دن آئے، اسے چاہیے کہ غسل کرلیا کرے۔

(٨٤١) قال الشافعي فكان قول رسول اللهﷺ في " غسل يوم الجمعة واجب " وأمره بالغسل يحتمل معنيين الظاهر منهما أنه واجب فلا تجزئ الطهارة لصلاة الجمعة إلا بالغسل كما لا يجزئ في طهارة الجنب غير الغسل ويحتمل واجب في الاختيار والاخلاق والنظافة

۸۴۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غسل جمعہ کو جو واجب قرار دیا ہے، اس میں دو احتمال ہو سکتے ہیں جن میں سے ظاہری احتمال یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لیے غسل کے علاوہ طہارت کا کوئی اور طریقہ کفایت نہیں کرے گا، لہٰذا اس دن غسل ہی واجب ہے جیسا کہ جنبی آدمی کی طہارت غسل کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ وجوب اختیاری ہے اخلاق اور نظافت کے اعتبار سے۔

(٨٤٢) أخبرنا مالك عن الزهري عن سالم قال " دخل رجل من أصحاب النبيﷺ يوم الجمعة وعمر بن الخطاب يخطب فقال عمر أيت ساعة هذه؟ فقال يا أمير المؤمنين انقلبت من السوق فسمعت النداء فما زدت على أن توضأت فقال عمر الوضوء أيضا وقد علمت أن رسول اللهﷺ كان يأمر بالغسل"

۸۴۲: ہم سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے زہری کی سند سے سالم کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک صحابی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوئے، اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ یہ کون سا آنے کا وقت ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں بازار سے واپس آ رہا تھا، میں نے اذان کی آواز سنی تو میں نے اس سے زیادہ کوئی کام نہیں کیا کہ میں نے صرف وضو کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اوپر سے وضو بھی؟ جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی ﷺ غسل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

(٨٤٣) أخبرنا الثقة عن معمر عن الزهري عن سالم عن أبيه كمثل معنى حديث مالك وسمى الداخل يوم الجمعة بغير غسل " عثمان بن عفان "

۸۴۳: یہ روایت اسی طرح ایک اور ثقہ راوی نے بھی ہم سے بیان کی ہے اور اس میں آنے والے صحابی کا نام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔

(٨٤٤) قال فلما حفظ عمر عن رسول اللهﷺ أنه كان يأمر بالغسل وعلم أن عثمان قد علم من أمر رسول اللهﷺ بالغسل ثم ذكر عمر لعثمان أمر النبيﷺ بالغسل وعلم عثمان ذلك فلو ذهب على متوهم أن عثمان نسي فقد ذكره عمر قبل الصلاة بنسيانه فلما لم يترك عثمان الصلاة للغسل ولما لم يأمره عمر بالخروج للغسل دل ذلك على أنهما قد علما أن أمر رسول اللهﷺ بالغسل على الاختيار لا على أن لا يجزئ غيره لان عمر لم يكن ليدع أمره بالغسل ولا عثمان إذ علمنا انه ذاكر لترك الغسل وأمر النبيﷺ بالغسل إلا والغسل كما وصفنا على الاختيار

۸۴۴: اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات یاد تھی کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم دیتے تھے، انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علم میں بھی ہے، پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا ذکر بھی کیا اور یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی معلوم تھی اگر کسی شخص کو یہ وہم ہوجائے کہ ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ حدیث بھول گئے ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز سے پہلے انہیں یہ حدیث یاد دلائی تھی، اس کے باوجود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز ترک نہیں کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں واپس جا کر غسل کرنے کا جو حکم نہیں دیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ دونوں حضرات جانتے تھے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم دیا ہے، وہ اختیاری ہے، ایسا نہیں ہے کہ غسل کی جگہ کوئی اور چیز (وضو) اس کی کفایت نہیں کرسکتی، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو یونہی چھوڑ نہ دیتے بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غسل کر کے آنے کا حکم دیتے۔

(٨٤٥) قال وروى البصريون أن النبيﷺ قال " من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل أفضل "

۸۴۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بصری حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن وضو کرلے تو ٹھیک اور بہتر ہے اور جو شخص غسل کرلے تو غسل زیادہ افضل ہے۔

(٨٤٦) أخبرنا سفيان عن يحيي عن عمرة عن عائشة قالت " كان الناس عمال أنفسهم وكانوا يروحون بهيأتهم فقيل لهم لو اغتسلتم "

۸۴۶: ہم سے سفیان نے یحییٰ کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ لوگ اپنے کام کاج خود کیا کرتے تھے اور اسی حالت میں جمعہ کے لیے آجاتے تھے، ان سے غسل کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔

النهي عن معنى دل عليه في حديث غيره

ایک کام کی ممانعت جس کی وجہ پر دوسری حدیث دلالت کرتی ہے

(٨٤٧) أخبرنا مالك عن أبي الزناد ومحمد بن يحيي بن حبان عن الاعرج عن أبي هريرة أن رسول اللهﷺ قال " لا يخطب أحدكم على خطبة أخيه "

۸۴۷: ہم سے امام مالکؒ نے ابوالزناد کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنی طرف سے پیغام نکاح نہ بھیجے۔

(٨٤٨) أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر عن النبيﷺ أنه قال " لا يخطب أحدكم على خطبة أخيه "

۸۴۸: ہم سے امام مالکؒ نے نافع کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنی طرف سے پیغام نکاح نہ بھیجے۔

(٨٤٩) قال الشافعي فلو لم تات عن رسول اللهﷺ دلالة على ان نهيه عن أن يخطب على خطبة أخيه على معنى دون معنى كان الظاهر أن حراما ان يخطب المرء على خطبة غيره من حين يبتدئ إلى أن يدعها

۸۴۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ کی طرف سے اس بات پر دلالت نہ آتی کہ کسی کے پیغام نکاح پر اپنی طرف سے پیغام نکاح بھیجنے کی ممانعت کیوں ہے، تو بظاہر ایسا کرنا حرام ہوتا کہ جب تک پیغام نکاح بھیجنے والا پہلا آدمی چھوڑ نہ دے، اس وقت تک دوسرے آدمی کے لیے پیغام بھیجنا حرام ہو۔

(٨٥٠) قال وكان قول النبيﷺ " لا يخطب أحدكم على خطبة أخيه " يحتمل ان يكون جوابا أراد به في معنى الحديث ولم يسمع من حدثه السبب الذي له قال رسول اللهﷺ هذا فأديا بعضه دون بعض أو شكا في بعضه وسكتا عما شكا فيه

۸۵۰: اور نبی ﷺ کا زیر تذکرہ ارشاد یہ احتمال بھی رکھتا ہے کہ وہ جواب بن جائے حدیث کے اس معنی کا جو مراد ہے اور حدیث کی سماعت کرنے والے نے اس سبب کو نہیں سنا جو نبی ﷺ نے بیان فرمایا تھا، لہٰذا انہوں نے حدیث کا کچھ حصہ بیان کر دیا اور کچھ حصہ بیان نہیں کیا، یا اس کے کچھ حصے میں انہیں شک تھا لہٰذا اس حصے میں انہوں نے سکوت کر لیا۔

(٨٥١) فيكون النبيﷺ سئل عن رجل خطب امرأة فرضيته وأذنت في نكاحه فخطبها أرجح عندها منه فرجعت عن الأول الذي أذنت في نكاحه فنهى عن خطبة المرأة إذا كانت بهذه الحال وقد يكون ان ترجع عن من أذنت في نكاحه فلا ينكحها من رجعت له فيكون فسادا عليها وعلى خاطبها الذي اذنت في نكاحه

٨٥١: صورتِ حال اس طرح سے ہوگی کہ نبی ﷺ سے کسی آدمی نے آ کر یہ سوال پوچھا کہ ایک شخص نے کسی عورت کے پاس پیغام نکاح بھیجا، وہ عورت راضی ہوگئی اور نکاح کی اجازت دے دی، پھر اسی عورت کے پاس ایک اور آدمی نے پیغام نکاح بھیج دیا جو عورت کے نزدیک پہلے والے شخص سے زیادہ قابل قبول تھا۔ چنانچہ وہ پہلے آدمی سے نکاح کرنے سے انکار کر دے، جب صورت حال ایسی ہو تو نبی ﷺ نے پیغام نکاح بھیجنے سے منع فرمایا ہے کہ عورت پہلے شخص سے نکاح کرنے سے انکار کر سکتی ہو اور اس سے نکاح کرنے کے لیے تیار نہ ہو، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس عورت کے لیے بھی اور پہلے آدمی کے لیے بھی فساد اور خرابی کا اندیشہ ہے۔

(٨٥٢) فإن قال قائل لم صرت إلى أن تقول إن نهي النبيﷺ أن يخطب الرجل على خطبة أخيه على معنى دون معنى

٨٥٢: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا پیغام نکاح پر پیغام بھیجنے کی ممانعت فرمانا ایک خاص مقصد پر دلالت کرتا ہے؟

(٨٥٣) فبالدلالة عنه

٨٥٣: تو اس سے کہا جائے گا کہ نبی ﷺ کی طرف سے اس پر دلالت پائی جاتی ہے؟

(٨٥٤) فإن قال فأين هي

٨٥٤: اگر وہ کہے کہ یہ دلالت کہاں پائی جاتی ہے۔

(٨٥٥) قيل له إن شاء الله أخبرنا مالك عن عبد الله بن يزيد مولى الاسود بن سفيان عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن فاطمة بنت قيس أن زوجها طلقها فأمرها رسول اللهﷺ أن تعتد في بيت ابن أم مكتوم وقال إذا حللت فاذنيني قالت فلماحللت ذكرت له أن معاوية بن أبي سفيان وأبا جهم خطباني فقال رسول اللهﷺ أما أبو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه وأما معاوية فصعلوك لا مال له انكحي أسامة بن زيد قالت فكرهته فقال انكحي أسامة فنكحته فجعل الله فيه خيرا واغتبطت به

٨٥٥: تو اللہ کے بھروسے پر اس سے کہا جائے گا کہ ہم سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یزید کی سند سے حضرت فاطمہ بنت

قیس رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انہیں ان کے شوہر نے طلاق دے دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ عبد اللہ بن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزاریں اور فرمایا کہ جب تم عدت گزار کر حلال ہو جاؤ تو مجھے بتانا، وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے میرے پاس پیغام نکاح بھیجا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوجہم تو اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتا ہی نہیں ہے اور جہاں تک تعلق ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو وہ نادار ہے اور اس کے پاس کوئی مال نہیں ہے، اس لیے تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو، وہ کہتی ہیں کہ مجھے یہ اچھا نہ لگا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کرلو، چنانچہ میں نے ان سے نکاح کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر ڈال دی اور لوگ مجھ پر رشک کرنے لگے۔

(٨٥٦) قال الشافعي فبهذا قلنا

٨٥٦: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

(٨٥٧) ودلت سنة رسول الله ﷺ في خطبته فاطمة على أسامة بعد إعلامها رسول الله ﷺ أن معاوية وأبا جهم خطباها على أمرين

٨٥٧: باوجودیکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا ہے، پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے پیغام دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت دو چیزوں پر دلالت کرتی ہے۔

(٨٥٨) أحدهما أن النبي ﷺ يعلم أنهما لا يخطبانها إلا وخطبة أحدهما بعد خطبة الآخر فلما لم ينهها ولم يقل لها ما كان لواحد أن يخطبك حتى يترك الآخر خطبتك وخطبها على أسامة بن زيد بعد خطبتهما فاستدللنا على أنها لم ترضى ولو رضيت واحدا منهما أمرها أن تتزوج من رضيت وأن إخبارها إياه بمن خطبها إنما كان إخبارا عما لم تأذن فيه ولعلها استشارة له ولا يكون أن تستشيره وقد أذنت بأحدهما

٨٥٨: ایک تو یہ کہ نبی علیہ السلام کو یہ بات معلوم تھی کہ ان دونوں میں سے ایک کا پیغام دوسرے کے بعد ہی ہوگا، پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو منع نہیں فرمایا، ان سے یہ نہیں کہا کہ جب تک پہلا آدمی اپنا پیغام نکاح چھوڑ نہ دے، اس وقت تک کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تمہیں پیغام نکاح دے، بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے انہیں پیغام دیا، تو اس سے ہم نے یہ استدلال کرلیا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے اب تک کسی سے اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی تھی، اگر انہوں نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وہیں پر نکاح کرنے کا حکم دیتے (حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے پیغام ہی نہ دیتے) اور ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے متعلق بتانا جنہوں نے

ان کے پاس پیغام بھیجا تھا، ایک طرح سے ان کی جانب سے اطلاع تھی کہ انہوں نے اب تک اس کی اجازت نہیں دی ہے، ممکن ہے کہ وہ نبی ﷺ سے اس سلسلے میں مشورہ کر رہی ہوں اور اس صورت میں مشورہ ہو ہی نہیں سکتا جبکہ وہ کسی ایک سے حامی بھر چکی ہوں۔

(٨٥٩) فلما خطبها على أسامة استدللنا على أن الحال التي خطبها فيه غير الحال التي نهى عن خطبتها فيها ولم تكن حال تفرق بين خطبتها حتى يحل بعضها ويحرم بعضها إلا إذا أذنت للولي ان يزوجها فكان لزوجها إن زوجها الولي أن يلزمها التزويج وكان عليه أن يلزمه وحلت له فأما قبل ذلك فحالها واحدة ليس لوليها أن يزوجها حتى تأذن فركونها وغير ركونها سواء

٨٥٩: پھر جب نبی ﷺ نے انہیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیغام نکاح دیا تو اس سے ہم نے یہ استدلال کر لیا کہ یہ حالت اس حالت سے جدا ہے جس میں نبی ﷺ نے پیغام نکاح دینے سے منع فرمایا ہے اور ایسی کوئی حالت نہیں ہے جس میں پیغام نکاح کا کچھ حصہ حلال اور کچھ حصہ حرام ہوالا یہ کہ عورت اپنے ولی کو نکاح کرنے کی اجازت دے دے، پھر اگر ولی اس کا نکاح کر دے تو شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ اس تزویج کو لازم کر دے، اس صورت میں وہ عورت اس کے لیے حلال ہو جائے گی، جہاں تک تعلق ہے اس سے پہلے کا تو اس کی حالت ایک ہی ہے، ولی کو اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کروانے کا حق نہیں ہے، اس لیے اس کا مائل ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

(٨٦٠) فإن قال قائل فإنها راكنة مخالفة لحالها غير راكنة

٨٦٠: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ عورت کے مائل ہونے کی حالت مائل نہ ہونے کی حالت کے مخالف اور اس سے جدا ہے؟

(٨٦١) فكذلك هي لو خطبت فشتمت الخاطب وترغبت عنه ثم عاد عليها بالخطبة فلم تشتمه ولم تظهر ترغبا ولم تركن كانت حالها التي تركت فيها شتمه مخالفة لحالها التي شتمته فيها وكانت في هذه الحال أقرب إلى الرضا ثم تنتقل حالاتها لانها قبل الركون إلى متأول بعضها أقرب إلى الركون من بعض

٨٦١: اسی طرح اگر کسی عورت کے پاس پیغام نکاح بھیجا جائے اور وہ پیغام بھیجنے والے کو برا بھلا کہے اور اس سے بے رغبتی ظاہر کرے، کچھ عرصے بعد وہ دوبارہ اس عورت کے پاس پیغام بھیجے، اس مرتبہ وہ اسے برا بھلا کہے اور نہ ہی بے رغبتی کا اظہار کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی یہ حالت پہلی حالت سے مختلف ہے اور یہ حالت رضامندی کے قریب تر ہے، پھر اس کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور کسی ایک طرف مائل ہونے سے پہلے اسے اختیار ہوتا ہے۔

(٨٦٢) ولا يصح فيه معنى بحال والله أعلم إلا ما وصفت من أنه نهى على الخطبة بعد إذنها للولي بالتزويج حتى يصير أمر الولي جائزا فأما ما لم يجز أمر الولي فأول حالها وآخرها سواء والله أعلم

٨٦٢: اب اس کا کوئی معنی کسی حال میں صحیح نہیں ہوسکتا سوائے اس معنی کے جو میں نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس وقت پیغام نکاح بھیجنے کی ممانعت فرمائی ہے جبکہ اس عورت کا دل نکاح کے لیے اجازت دے چکا ہو، تب ہی تو ولی کا حکم دینا جائز اور نافذ ہوگا، اور اگر ولی کا حکم ہی جائز اور نافذ نہ ہوتو اس کا اول وآخر دونوں حالتیں برابر ہیں۔ واللہ اعلم

النهي عن معنى أوضح من معنى قبله

پہلے معنی کی نسبت زیادہ واضح معنی کی ممانعت

(٨٦٣) أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال " المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه ما لم يتفرقا إلا بيع الخيار

٨٦٣ ہم سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے نافع کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کے خلاف اختیار حاصل ہوتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں سوائے بیع خیار کے۔

(٨٦٤) أخبرنا سفيان عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال " لا يبيع الرجل على بيع أخيه "

٨٦٤: ہم سے سفیان نے امام زہری کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

(٨٦٥) قال الشافعي وهذا معنى يبين أن رسول الله ﷺ قال " المتبايعان بالخيار ما لم يتفرقا " وأن نهيه على ان يبيع الرجل على بيع أخيه إنما هو قبل أن يتفرقا عن مقامهما الذي تبايعا فيه

٨٦٥: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا مفہوم ہے جو نبی ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کی بیع پر دوسرے آدمی کی بیع سے جو منع فرمایا ہے، اس کا تعلق اس صورت کے ساتھ ہے جبکہ وہ اس جگہ کو چھوڑنے سے پہلے بیع کریں جہاں انہوں نے بیع کی تھی۔

(٨٦٦) وذلك أنهما لا يكونان متبايعين حتى يعقدا البيع معا فلو كان البيع إذا عقداه لزم

كل واحد منهما ما ضر البائع أن يبيعه رجل سلعة كسلعته أو غيرها وقد تم بيعه لسلعته ولكنه لما كان لهما الخيار كان الرجل لو اشترى من رجل ثوبا بعشرة دنانير فجاءه آخر فأعطاه مثله بتسعة دنانير اشبه ان يفسخ البيع إذا كان له الخيار قبل أن يفارقه ولعله يفسخه ثم لا يتم البيع بينه وبين الآخر فيكون الآخر قد أفسد على البائع وعلى المشتري أو على أحدهما

۸٦٦: اور وہ اس طرح کہ ان دونوں (بائع اور مشتری) کو عاقدین اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ ایک ساتھ بیع نہ کریں، اگر ان کے درمیان عقد بیع ہو گیا تو دونوں پر اس کی پابندی کرنا لازم ہو گیا، بائع کو اس بات سے کوئی نقصان نہیں ہے کہ کوئی آدمی اس کے سامان جیسا سامان بیچے جبکہ اس کے سامان کی بیع مکمل ہو چکی ہے، لیکن چونکہ دونوں کے پاس اختیار ہے، اب اگر ایک آدمی نے کسی سے دس دینار میں ایک کپڑا خریدا، پھر دوسرا آدمی آیا، اور اس نے اسے ویسا ہی کپڑا نو دینار میں دے دیا تو اگر اسے جدا ہونے سے پہلے اختیار ہو تو یہ بیع کو فسخ کرنے کے مشابہ ہوگا، ممکن ہے کہ وہ اس بیع کو فسخ کر دے، پھر اس کے اور دوسرے فریق کے درمیان بھی بیع تام نہ ہو سکے تو گویا اس دوسرے نے بائع اور مشتری یا ان میں سے کسی ایک کی بیع کو فاسد کر دیا۔

(٨٦٧) فهذا وجه النهي عن أن يبيع الرجل على بيع أخيه لا وجه له غير ذلك

۸٦۷: یہ ہے اصل وجہ ایک آدمی کی بیع پر دوسرے آدمی کی بیع کی ممانعت کی، اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں ہے۔

(٨٦٨) الا ترى انه لو باعه ثوبا بعشرة دنانير فلزمه البيع قبل أن يتفرقا من مقامهما ذلك ثم باعها آخر خيرا منه بدينار لم يضر البائع الاول لانه قد لزمه عشرة دنانير لا يستطيع فسخها

۸٦۸: آپ یہ ہی دیکھ لیجئے کہ اگر کسی شخص نے ایک کپڑا دس دینار میں بیچا تو ان دونوں کے اس جگہ سے جدا ہونے سے پہلے بیع لازم ہوئی، پھر دوسرے آدمی نے اس سے بہتر کپڑا ایک دینار میں بیچا تو پہلے بائع کو اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ اس کے دس دینار تو لازم ہو چکے ہیں، اب وہ انہیں فسخ نہیں کر سکتا۔

(٨٦٩) قال وقد روي عن النبي ﷺ أنه قال "لا يسوم أحدكم على سوم أخيه" فإن كان ثابتا ولست احفظه ثابتا فهو مثل "لا يخطب أحدكم على خطبة أخيه" لا يسوم على سومه إذا رضي البيع وأذن بأن يباع قبل البيع حتى لو بيع لزمه

۸٦۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ تاؤ پر اپنا بھاؤ تاؤ نہ کرے، اگر یہ حدیث ثابت ہو" کیونکہ میں اس حدیث کو ثابت اور محفوظ نہیں سمجھتا" تو اس کا

بھی وہی معنی ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کے بھاؤ پر اپنا بھاؤ نہ کرے جبکہ وہ بیع سے راضی ہو اور اس کی اجازت دے چکا ہو جیسے نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ بھیجے۔

(٨٧٠) فإن قال قائل ما دل على ذلك؟

٨٧٠: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟

(٨٧١) فإن رسول الله ﷺ باع فيمن يزيد وبيع من يزيد سوم رجل على سوم أخيه ولكن البائع لم يرض السوم الاول حتى طلب الزيادة النهي عن معنى يشبه الذي قبله في شئ ويفارقه في شئ

٨٧١: تو اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بولی کی بیع فرمائی ہے اور اس میں ایک آدمی کے بھاؤ پر دوسرا آدمی بھاؤ تاؤ کرتا ہے لیکن چونکہ بائع پہلے آدمی کے بھاؤ پر راضی نہیں ہوتا اس لیے وہ اس میں کچھ اضافہ طلب کرتا ہے۔

النهى عن معنى يشبه الذى قبله فى شىء و يفارقه فى شىء غيره

ایک اور معنی کی ممانعت جو من وجہ پہلے کے مشابہ ہے اور من وجہ جدا ہے

(٨٧٢) أخبرنا مالك عن محمد بن يحي بن حبان عن الاعرج عن أبي هريرة " أن رسول الله ﷺ نهى عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس وعن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس "

٨٧٢: ہم سے امام مالکؒ نے محمد بن یحییٰ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک اور نماز فجر کے بعد سے لے کر طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

(٨٧٣) أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال "لا يتحرى أحدكم بصلاته عند طلوع الشمس ولا عند غروبها "

٨٧٣: ہم سے امام مالکؒ نے نافع کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص طلوع آفتاب یا غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے کا اہتمام نہ کرے۔

(٨٧٤) أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن عبد الله الصنابحي ان رسول الله ﷺ قال " إن الشمس تطلع ومعها قرن الشيطان فإذا ارتفعت فارقها ثم إذا استوت قارنها فإذا زالت فارقها ثم إذا دنت للغروب قارنها فإذا غربت فارقها ونهى

رسول الله ﷺ عن الصلاة في تلك الساعات "

۸۷۴: ہم سے امام مالکؒ نے زید بن اسلم کی سند سے حضرت عبداللہ الصنابحی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سورج جس وقت طلوع ہوتا ہے اس وقت شیطان کا سینگ بھی اس کے ساتھ ہوتا ہے، جب سورج بلند ہوجاتا ہے تو وہ اس سے جدا ہوجاتا ہے، پھر جب زوال کا وقت آتا ہے تو شیطان اس کے قریب آجاتا ہے، جب سورج ڈھل جاتا ہے تو وہ اس سے جدا ہوجاتا ہے، پھر جب غروب کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اس کے پاس آجاتا ہے اور جب سورج غروب ہوجاتا ہے تو وہ اس سے جدا ہوجاتا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

(۸۷۵) فاحتمل النهي من رسول الله ﷺ عن الصلاة في هذه الساعات معنيين

۸۷۵: اب ان اوقات میں نماز پڑھنے کی یہ ممانعت دو طرح کا احتمال رکھتی ہے۔

(۸۷۶) أحدهما وهو أعمهما أن تكون الصلوات كلها واجبها الذي نسي ونيم عنه وما لزم بوجه من الوجوه منها محرما في هذه الساعات لا يكون لاحد أن يصلي فيها ولو صلى لم يؤد ذلك عنه ما لزمه من الصلاة كما يكون من قدم صلاة قبل دخول وقتها لم تجزئ عنه

۸۷۶: ایک احتمال ''جو کہ زیادہ عام ہے'' یہ ہے کہ جتنی بھی نمازیں ہیں خواہ واجب ہوں جو آدمی بھول گیا یا ان کے وقت میں سوتا رہ گیا، یا جو کسی بھی طرح اس پر لازم ہوئی ہوں، ان اوقات میں حرام ہیں، کسی آدمی کے لیے بھی ان اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے پڑھ لی تو اس کا فریضہ ادا نہیں ہوگا جیسے کوئی شخص وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ لے تو وہ نماز اس کی طرف سے کفایت نہیں کرے گی۔

(۸۷۷) واحتمل أن يكون أراد به بعض الصلاة دون بعض

۸۷۷: اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ کی اس سے مراد بعض نمازیں ہوں اور بعض نہ ہوں۔

(۸۷۸) فوجدنا الصلاة تتفرق بوجهين أحدهما ما وجب منها فلم يكن لمسلم تركه في وقته ولو تركه كان عليه قضاؤه والآخر ما تقرب إلى الله بالتنفل فيه وقد كان للمتنفل تركه بلا قضا له عليه

۸۷۸: چنانچہ ہم نے نمازوں کو دو حصوں میں تقسیم پایا ہے۔

ایک حصہ تو فرائض و واجبات کا ہے جنہیں ترک کرنے کی گنجائش کسی مسلمان کے لیے نہیں ہے، اگر کسی نے اسے ترک کردیا تو اس پر اس کی قضا لازم ہوگی، اور دوسرا حصہ ان نوافل کا ہے جن کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا

ہے، انہیں ترک کرنے کی گنجائش ہے اور ان کی قضا بھی لازم نہیں ہوتی۔

(٨٧٩) ووجدنا الواجب عليه منها يفارق التطوع في السفر إذا كان المرء راكبا فيصلي المكتوبة بالارض لا يجزئه غيرها والنافلة راكبا متوجها حيث شاء

٨٧٩: ہم نے سفر میں بھی واجبات اور نوافل کو ایک دوسرے سے جدا پایا ہے کہ جب انسان سواری پر سوار ہو (مسافر ہو) تو وہ فرض نماز زمین پر اتر کر پڑھے گا، ورنہ نماز نہ ہوگی، جبکہ نوافل سوار ہونے کی حالت میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں خواہ انسان کا رخ کسی بھی سمت میں ہو۔

(٨٨٠) ومفرقان في الحضر والسفر ولا يكون لمن أطاق القيام أن يصلي واجبا من الصلاة قاعدا ويكون ذلك له في النافلة

٨٨٠: حضر اور سفر کے حوالے سے ان میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو، اس کے لیے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن نوافل پڑھنا اس کے لیے جائز ہے۔

(٨٨١) فلما احتمل المعنيين وجب على أهل العلم أن لا يحملوها على خاص دون عام إلا بدلالة من سنة رسول الله ﷺ أو إجماع علماء المسلمين الذين لا يمكن أن يجمعوا على خلاف سنة رسول الله ﷺ

٨٨١: جب اس میں دونوں طرح کے معنی کا احتمال پایا جاتا ہے تو اہل علم پر لازم ہے کہ کسی دلیل کے بغیر اسے عام پر محمول کرنے کی بجائے خاص پر محمول نہ کریں اور دلیل نبی ﷺ کی سنت ہو سکتی ہے یا مسلمانوں کے علماء کا اجماع کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ علماء کسی خلافِ سنت کام پر جمع ہو جائیں۔

(٨٨٢) قال وهكذا غير هذا من حديث رسول الله ﷺ هو على الظاهر من العام حتى تأتي الدلالة عنه كما وصفت أو بإجماع المسلمين أنه على باطن دون ظاهر وخاص دون عام فيجعلونه بما جاءت عليه الدلالة عليه ويطيعونه في الامرين جميعا

٨٨٢: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی تفصیل نبی ﷺ کی دیگر احادیث میں بھی ہے کہ وہ عام کے ظاہر پر محمول ہوں گی یہاں تک کہ سنت یا اجماع سے کوئی ایسی دلیل قائم ہو جائے جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر کی بجائے باطن پر اور عام کی بجائے خاص پر محمول ہوگی اور علماء اس دلالت کے مطابق اسے اس کے مرتبے پر رکھیں اور دونوں صورتوں میں اس کی اطاعت کریں۔

(٨٨٣) أخبرنا مالك عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار وعن بسر بن سعيد وعن الاعرج يحدثونه عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال " من أدرك ركعة من الصبح قبل أن

تطلع الشمس فقد أدرك الصبح ومن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر "

۸۸۳: ہم سے امام مالکؒ نے زید بن اسلم کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالے، اس نے فجر کی نماز پالی اور جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پالے، اس نے عصر کی نماز پالی۔

(٨٨٤) قال الشافعي فالعلم يحيط ان المصلي ركعة من الصبح قبل طلوع الشمس والمصلي ركعة من العصر قبل غروب الشمس قد صليا معا في وقتين يجمعان تحريم وقتين وذلك أنهما صليا بعد الصبح والعصر ومع بزوغ الشمس ومغيبها وهذه أربعة أوقات منهي عن الصلاة فيها

۸۸۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم اس بات کا ادراک اور احاطہ کرتا ہے کہ طلوع آفتاب سے قبل فجر کی اور غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پڑھنے والوں نے ایک ساتھ دو ایسے وقتوں میں نماز پڑھی جو دو وقتوں کی حرکت کو سمیٹے ہوئے ہیں اور وہ اس طرح کہ انہوں نے نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھی ہے، اسی طرح انہوں نے سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت نماز پڑھی ہے، اور یہ چاروں اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(٨٨٥) لما جعل رسول الله ﷺ المصلين في هذه الاوقات مدركين لصلاة الصبح والعصر استدللنا على أن نهيه عن الصلاة في هذه الاوقات على النوافل التي لا تلزم وذلك انه لا يكون أن يجعل المرء مدركا لصلاة في وقت نهي فيه عن الصلاة

۸۸۵: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے والوں کے متعلق بتا دیا ہے کہ انہوں نے فجر اور عصر کی نماز کو پالیا ہے تو اس سے ہم نے یہ استدلال کرلیا کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا تعلق نوافل کے ساتھ ہے جو انسان پر (فرائض کی طرح) لازم نہیں ہیں، ورنہ یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی ممنوعہ وقت میں نماز پڑھنے والے شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ اس نے نماز کو پالیا۔

(٨٨٦) أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن ابن المسيب أن رسول الله ﷺ قال من نسي صلاة فليصلها إذا ذكرها فإن الله يقول (أقم الصلاة لذكري) "

۸۸۶: ہم سے امام مالکؒ نے ابن شہاب کی سند سے سعید بن المسیبؒ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے اسی وقت نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (طٰہٰ:١٤)

(٨٨٧) وحدث أنس بن مالك وعمران بن حصين عن النبيﷺ مثل معنى حديث ابن المسيب وزاد أحدهما " أو نام عنها "

٨٨٧: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے جو سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اور ان میں سے ایک نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے "یا نماز کے وقت سوتا رہ جائے"۔

(٨٨٨) قال الشافعي فقال رسول اللهﷺ " فليصلها إذا ذكرها " فجعل ذلك وقتا لها وأخبر به عن الله تبارك وتعالى ولم يستثن وقتا من الاوقات يدعها فيه بعد ذكرها

٨٨٨: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ جب یاد آئے تو اس وقت نماز پڑھ لے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو "وقت" قرار دے دیا اور اس کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی، اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔

(٨٨٩) أخبرنا ابن عيينة عن أبي الزبير عن عبد الله بن باباه عن جبير بن مطعم أن النبيﷺ قال " يا بني عبد مناف من ولي منكم من أمر الناس شيئا فلا يمنعن أحدا طاف بهذا البيت وصلى أي ساعة شاء من ليل أو نهار "

٨٨٩: ہم سے سفیان بن عیینہؒ نے ابوالزبیر کی سند سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی عبد مناف! تم میں سے جو شخص لوگوں کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار (حاکم) بنے تو وہ کسی بھی شخص کو اس بیت اللہ کا طواف کرنے سے روکے اور نہ ہی نماز پڑھنے سے، خواہ وہ دن رات کی کسی گھڑی میں ہو۔

(٨٩٠) أخبرنا عبد المجيد عن ابن جريج عن عطاء عن النبيﷺ مثل معناه وزاد فيه " يا بني عبد المطلب يا بني عبد مناف " ثم ساق الحديث

٨٩٠: عبدالمجید نے اسی مضمون کی روایت ابن جریج کی سند سے ہم سے نقل کی ہے، البتہ اس میں بنو عبدالمطلب، بنو عبد مناف کا اضافہ ہے۔

(٨٩١) قال فأخبر جبير عن النبيﷺ أنه أمر بإباحة الطواف بالبيت والصلاة له في أي ساعة شاء الطائف والمصلي

٨٩١: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس بات کی خبر دی ہے کہ انہوں نے دن رات کے ہر وقت میں طواف اور نماز کی اجازت دی ہے، جس وقت بھی طواف کرنے والا یا نماز پڑھنے والا چاہے (اسے کوئی روک ٹوک نہیں ہے)

(٨٩٢) وهذا يبين أنه انما نهى عن المواقيت التي نهى عنها عن الصلاة التي لا تلزم بوجه من الوجوه فأما ما لزم فلم ينه عنه بل إباحه صلى الله عليه وسلم

٨٩٢: اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن اوقات میں نبی ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اس سے مراد وہ نماز ہے جو کسی وجہ کی بنا پر نمازی کے لیے لازم نہ ہوئی ہو، جہاں تک تعلق ہے ان نمازوں کا جو کسی وجہ سے لازم ہو جاتی ہیں، تو نبی ﷺ نے ان کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ انہیں مباح قرار دیا ہے۔

(٨٩٣) وصلى المسلمون على جنائزهم عامة بعد العصر والصبح لانها لا زمة

٨٩٣: اور مسلمان عام طور پر نماز فجر اور عصر کے بعد نماز جنازہ پڑھتے ہیں کیونکہ یہ ان نمازوں میں سے ہے جو لازم ہو جاتی ہیں۔

(٨٩٤) وقد ذهب بعض أصحابنا إلى أن عمر بن الخطاب طاف بعد الصبح ثم نظر فلم ير الشمس طلعت، فركب حتى اتى ذا طوى وطلعت الشمس فأناخ فصلى فنهى عن الصلاة للطواف بعد العصر وبعد الصبح كما نهى عما لا يلزم من الصلاة

٨٩٤: اور ہمارے بعض حضرات اس طرف گئے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز فجر کے بعد طواف کیا، پھر نظر فرمائی تو سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوا تھا، چنانچہ وہ سوار ہو گئے، یہاں تک کہ ذی طوی میں پہنچ گئے، اس وقت سورج طلوع ہو چکا تھا لہٰذا انہوں نے اپنی سواری بٹھائی اور نماز پڑھ لی، گویا انہوں نے نماز فجر اور عصر کے بعد دوگانہ طواف پڑھنے سے منع فرمایا جیسا کہ وہ نمازیں منع ہیں جو انسان پر (فرائض کی طرح) لازم نہیں ہیں۔

(٨٩٥) قال فإذا كان لعمر أن يؤخر الصلاة للطواف فإنما تركها لان ذلك له ولانه لو أراد منزلا بذي طوى لحاجة كان واسعا له إن شاء الله ولكن سمع النهي جملة عن الصلاة وضرب المنكدر عليها بالمدينة بعد العصر ولم يسمع ما يدل على أنه إنما نهى عنها للمعنى الذي وصفنا فكان يجب عليه ما فعل

٨٩٥: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوگانہ طواف کو مؤخر کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رائے یہی تھی، اگر قضاء حاجت کی وجہ سے انہوں نے ذی طوی میں پڑاؤ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو انشاء اللہ اس میں ان کے لیے وسعت ہوگی، لیکن انہوں نے نبی ﷺ سے اجمالی طور پر نمازوں کی ممانعت سنی تھی، اور عصر کے بعد نوافل پڑھنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منکدر بن عبداللہ تیمی کو مارا بھی تھا، وہ اس حدیث کو نہیں سن سکے تھے جو ان اوقات میں ممانعتِ نماز کی وجوہات اور اسباب پر دلالت کرتی ہے لہٰذا ان پر وہی لازم تھا جو انہوں نے کیا۔

(٨٩٦) ويجب على من علم المعنى الذي أباحها فيه خلاف المعنى الذي نهى فيه عنها كما

وصفت مما روى علي عن النبيﷺ من النهي عن إمساك لحوم الضحايا بعد ثلاث إذا سمع النهي ولم يسمع سبب النهي

۸۹۶: اور جو شخص ممانعت اور اباحت کی وجوہات واسباب کو جان لے، اس پر یہ جاننا بھی لازم ہے کہ جس وجہ سے نبی ﷺ نے اسے مباح قرار دیا، وہ اس کے برخلاف ہے جس بناء پر نبی ﷺ نے اسے ممنوع قرار دیا جیسا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں جس میں انہوں نے نبی ﷺ سے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ممانعت نقل کی ہے کہ انہوں نے صرف ممانعت سنی تھی، اس ممانعت کا سبب انہوں نے نہیں سنا تھا۔

(۸۹۷) قال فإن قال قائل. فقد صنع أبو سعيد الخدري كما صنع عمر

۸۹۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابو سعید خدری نے بھی تو اسی طرح کیا تھا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا؟

(۸۹۸) قلنا والجواب فيه كالجواب في غيره

۸۹۸: تو ہم کہیں گے کہ اس کا جواب بھی وہی ہے جو غیر میں ہے۔

(۸۹۹) قال فإن قال قائل فهل من أحد صنع خلاف ما صنعا

۸۹۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیا کسی نے ان دونوں حضرات کے خلاف بھی کیا ہے؟

(۹۰۰) قيل نعم ابن عمر وابن عباس وعائشة والحسن والحسين وغيرهم وقد سمع ابن عمر النهي من النبيﷺ

۹۰۰: تو اس سے کہا جائے گا کہ جی ہاں! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ، جبکہ ممانعت کی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سنی ہے۔

(۹۰۱) أخبرنا ابن عيينة عن عمرو بن دينار قال رأيت أنا وعطاء بن أبي رباح ابن عمر طاف بعد الصبح وصلى قبل أن تطلع الشمس

۹۰۱: ہم سے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن دینارؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں نے اور عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے بعد طواف کرتے ہوئے اور طلوع آفتاب سے پہلے دوگانہ طواف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۹۰۲) سفيان عن عمار الدهني عن أبي شعبة أن الحسن والحسين طافا بعد العصر وصليا

۹۰۲: ہم سے سفیان نے عمار دہنی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام حسین اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما نے نماز عصر کے بعد طواف کیا اور دوگانہ طواف ادا کیا۔

(٩٠٣) أخبرنا مسلم وعبد المجيد عن ابن جريج عن ابن أبي مليكة قال رأيت ابن عباس طاف بعد العصر وصلى

٩٠٣: ہم سے مسلم اور عبدالمجید نے ابن جریج کے حوالے سے ابن ابی ملیکہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نماز عصر کے بعد طواف اور دوگانہ طواف ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(٩٠٤) قال وإنما ذكرنا تفرق أصحاب رسول الله ﷺ في هذا ليستدل من علمه على أن تفرقهم فيما لرسول الله ﷺ فيه سنة لا يكون إلا على هذا المعنى أو على أن لا تبلغ السنة من قال خلافها منهم أو تأويل تحتمله السنة أو ما أشبه ذلك مما قد يرى قائله له فيه عذرا إن شاء الله

٩٠٤: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مختلف احوال کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ جاننے والے حضرات اس بات پر استدلال کر لیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ان کے مختلف احوال اسی بناء پر ہو سکتے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا یا اس بنا پر کہ ان تک دوسری سنت نہیں پہنچی ہوگی، یا کسی ایسی تاویل کی بناء پر جس کا سنت میں احتمال پایا جاتا ہو، یا کوئی اور ایسی وجہ جس میں قائل کوئی عذر تلاش کر سکتا ہو۔

(٩٠٥) وإذا ثبت عن رسول الله ﷺ الشئ فهو اللازم لجميع من عرفه لا يقويه ولا يوهنه شئ غيره بل الفرض الذي على الناس اتباعه ولم يجعل الله لاحد معه أمرا يخالف أمره

٩٠٥: اور جب کوئی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو وہ ہر اس شخص پر لازم ہو جاتی ہے جو اسے جان لے، اس کے علاوہ کوئی چیز اسے مضبوط یا کمزور نہیں کر سکتی، بلکہ لوگوں پر اسی کی اتباع فرض ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو خلافِ سنت بات کہنے کا اختیار اور اجازت نہیں دی ہے۔

باب آخر

ایک اور باب

(٩٠٦) أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر " أن رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة بيع الثمر بالتمر كيلا وبيع الكرم بالزبيب كيلا "

٩٠٦: ہم سے امام مالکؒ نے نافع کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ کا مطلب یہ ہے کہ کٹی ہوئی کھجور کو درختوں پر لگی ہوئی کھجور کے عوض ماپ کر بیچا جائے، یا انگور کو کشمش کے بدلے ماپ کر بیچا جائے۔

(٩٠٧) أخبرنا مالك عن عبد الله بن يزيد مولى الاسود بن سفيان أن زيدا أبا عياش أخبره عن سعد بن أبي وقاص " أنه سمع النبيﷺ سئل عن شراء التمر بالرطب فقال النبيﷺ أينقص الرطب إذا يبس؟ قالوا نعم فنهى عن ذلك "

۹۰۷: ہم سے امام مالکؒ نے عبداللہ بن یزید کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کسی شخص کو نبی علیہ السلام سے یہ سوال پوچھتے ہوئے سنا کہ چھوہارے کو تر کھجور کے بدلے بیچنے کا کیا حکم ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تر کھجور خشک ہونے پر کم ہوجاتی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

(٩٠٨) أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر عن زيد بن ثابت " أن رسول اللهﷺ رخص لصاحب العرية أن يبيعها بخرصها "

۹۰۸: ہم سے امام مالکؒ نے نافع کی سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عرایا میں اندازے سے بیچنے کی اجازت دی ہے۔

فائدہ: اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ باغات اور درختوں کا کوئی مالک بعض اوقات کسی غریب اور ضرورت مند آدمی پر ترس کھا کر اپنے باغ میں سے ایک درخت اسے دے دیتا تھا، تا کہ وہ اس کا پھل اپنے اور اپنے اہل خانہ کے استعمال میں لائے، پھر اس کی بار بار آمد و رفت سے تنگ ہو کر بعض اوقات وہ اس سے کہتا کہ تمہارے درختوں پر جتنا پھل لگا ہوا ہے، اس کے بدلے میں یہ کٹا ہوا پھل مجھ سے لے لو اور اپنے درختوں سے دستبردار ہو جاؤ، اس طریقے کو حدیث اور فقہ کی اصطلاح میں ''بیع عرایا'' کہا جاتا ہے۔

(٩٠٩) أخبرنا ابن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه عن زيد بن ثابت " أن النبيﷺ رخص في العرايا "

۹۰۹: ہم سے سفیان بن عیینہؒ نے زہری کی سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عرایا کی رخصت دی ہے۔

(٩١٠) قال الشافعي فكان بيع الرطب بالتمر منهيا عنه لنهي النبيﷺ وبين رسول اللهﷺ أنه إنما نهى عنه لانه ينقص إذا يبس وقد نهى عن التمر بالتمر إلا مثلا بمثل فلما نظر في المتعقب من نقصان الرطب إذا يبس كان لا يكون أبدا مثلا بمثل إذ كان النقصان مغيبا لا يعرف فكان يجمع معنيين أحدهما التفاضل في المكيلة والآخر المزابنة وهي بيع ما يعرف كيله بما يجهل كيله من جنسه فكان منهيا لمعنيين

۹۱۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھوہاروں کے بدلے تر کھجور کی بیع ممنوع ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت

فرمائی ہے اور اس کی وجہ بھی بیان فرمادی ہے کہ تر کھجور خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے، جبکہ کھجور کے بدلے کھجور کی بیع سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے الآیہ کہ برابر سرابر ہو اور انسان معمولی غور کرلے تو اس کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ خشک ہو جانے کے بعد کم ہو جانے والی کھجور کبھی بھی برابر نہیں ہو سکتی کیونکہ کمی تو غائب اور غیر معروف ہے اور یہاں دو معنوں کا احتمال پایا جاتا ہے، ایک تو ماپنے میں کمی بیشی اور دوسرا بیع مزابنہ اور بیع مزابنہ کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کا کیل معروف ہو، اسے اسی جنس کے مجہول کیل کے ذریعے بیچنا، اور دونوں اعتبار سے یہ ممنوع ہے۔

(٩١١) فلما رخص رسول الله ﷺ في بيع العرايا بالتمر كيلا لم تعدو العرايا أن تكون رخصة من شئ نهى عنه أو لم يكن النهي عنه عن المزابنة والرطب بالتمر إلا مقصودا بهما إلى غير العرايا فيكون هذا من الكلام العام الذي يراد به الخاص

٩١١: چونکہ نبی ﷺ نے بیع عرایا میں کھجور کے بدلے ماپ کر بیچنے کی رخصت دی ہے، تو عرایا کی اہمیت کسی ممنوعہ چیز میں رخصت کے پہلو سے تجاوز نہیں کر سکتی، یا بیع مزابنہ اور تر کھجور کی خشک کھجور کے عوض بیع کی ممانعت میں اصل مقصود یہی دونوں چیزیں ہیں، بیع عرایا میں شامل ہی نہیں ہے، گویا یہ اس قبیل سے ہے جس میں عام بول کر خاص مراد لیا جاتا ہے۔

وجه يشبه المعنى الذي قبله

ماقبل سے ملتی جلتی ایک اور مثال

(٩١٢) وأخبرنا سعيد بن سالم عن ابن جريج عن عطاء عن صفوان بن موهب أنه أخبره عن عبد الله بن محمد بن صيفي عن حكيم بن حزام أنه قال " قال لي رسول الله ﷺ ألم أنبأ أو ألم يبلغني أو كما شاء الله من ذلك أنك تبيع الطعام قال حكيم بلى يا رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ لا تبيعن طعاما حتى تشتريه وتستوفيه "

٩١٢: سعید بن سالم نے ابن جریج کی سند سے ہم سے یہ روایت حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم گندم بیچتے ہو؟ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم گندم کی فروخت اس وقت تک نہ کیا کرو جب تک اسے خرید کر اس پر قبضہ نہ کرلو۔

(٩١٣) أخبرنا سعيد عن ابن جريج قال أخبرني عطاء ذلك أيضا عن عبد الله بن عصمة عن حكيم بن حزام انه سمعه منه عن النبي ﷺ

٩١٣: ہم سے سعید نے ابن جریج کی ایک اور سند سے یہی مضمون نقل کیا ہے۔

(٩١٤) أخبرنا الثقة عن أيوب بن أبي تميمة عن يوسف بن ماهك عن حكيم بن حزام قال "

نهاني رسول الله ﷺ عن بيع ما ليس عندي "

۹۱۴: ہم سے ایک ثقہ راوی نے ایوب بن ابی تمیم کے حوالے سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی۔

(۹۱۵) يعني بيع ما ليس عندك وليس بمضمون عليك

۹۱۵: نبی ﷺ کی مراد اس چیز کی بیع ہے جو نہ آپ کے پاس ہو اور نہ آپ پر اس کی ضمانت ہو۔

(۹۱٦) أخبرنا ابن عيينة عن ابن أبي نجيح عن عبد الله بن كثير عن أبي المنهال عن ابن عباس قال " قدم رسول الله ﷺ المدينة وهم يسلفون في التمر السنة والسنتين فقال رسول الله ﷺ من سلف فليسلف في كيل معلوم وأجل معلوم "

۹۱۶: ہم سے ابن عیینہؒ نے ابن ابی نجیح کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ ایک ایک دو دو سال کے لیے پھلوں کی ادھار بیع کیا کرتے تھے، یہ دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص ادھار بیع کرے، اسے چاہیے کہ ماپ متعین کرے، وزن متعین کرے اور مدت متعین کرے۔

(۹۱۷) قال الشافعي حفظي " وأجل معلوم "

۹۱۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ یاد ہے کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے "اور مدت بھی متعین ہو" اور نبی ﷺ کے الفاظ "واجل معلوم" ہیں۔

(۹۱۸) وقال غيري قد قال ما قنت وقال " أو إلى أجل معلوم "

۹۱۸: اور دیگر راویوں نے یہاں " الی اجل معلوم " شک کے ساتھ نقل کیا ہے یعنی یوں کہا ہے: " واجل معلوم او الی اجل معلوم "۔

(۹۱۹) قال فكان نهي النبي ﷺ "أن يبيع المرء ما ليس عنده " يحتمل أن يبيع ما ليس بحضرته يراه المشتري كما يراه البائع عند تبايعهما ويحتمل أن يبيعه ما ليس عنده ما ليس يملك بعينه فلا يكون موصوفا مضمونا على البائع يؤخذ به ولا في ملكه فيلزم أن يسلمه إليه بعينه وغير هذين المعنيين

۹۱۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس بات کی جو ممانعت فرمائی ہے کہ انسان ایسی چیز بیچے جو اس کے پاس نہ ہو، اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ انسان ایسی چیز بیچے جو اس کے سامنے نہ ہو کہ مشتری اسے دیکھ سکے جیسا کہ بائع اسے دیکھ رہا ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ انسان ایسی چیز بیچے جس کا بعینہ وہ مالک نہ ہو۔ لہٰذا وہ بائع کے ضمان میں نہ ہوگی کہ اس سے اسے لیا جا سکے اور اس کی ملکیت میں بھی نہ ہوگی کہ اس پر اسے مشتری کے حوالے کرنا لازم ہو۔ اس کے

علاوہ بھی اس حدیث کے معنی میں احتمالات ہو سکتے ہیں۔

(۹۲۰) فلما أمر رسول الله ﷺ من سلف أن يسلف في كيل معلوم ووزن معلوم وأجل معلوم أو إلى أجل معلوم دخل هذا بيع ما ليس عند المرء حاضرا ولا مملوكا حين باعه

۹۲۰: چونکہ نبی ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ بیع سلم کے لیے ماپ، وزن اور مدت متعین ہونی چاہیے، لہٰذا اس میں اس چیز کی بیع بھی شامل ہوگئی جو انسان کے پاس موجود نہ ہو اور اس چیز کی بھی جو بیع کے وقت انسان کی ملکیت میں نہ ہو۔

(۹۲۱) ولما كان هذا مضمونا على البائع بصفة يؤخذ بها عند محل الاجل دل على أنه إنما نهى عن بيع عين الشئ في ملك البائع والله أعلم

۹۲۱: چونکہ یہ بائع کی ضمان میں ہے اس طرح کہ جب مدت گزر جائے گی تو وہ چیز بائع سے لی جا سکے گی، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نبی ﷺ نے اس چیز کی بیع سے متعین طور پر منع فرمایا ہے جو بائع کی ملکیت میں نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

(۹۲۲) وقد يحتمل أن يكون النهي عن بيع العين الغائبة كانت في ملك الرجل أو في غير ملكه لانها قد تهلك وتنقص قبل أن يراها المشتري

۹۲۲: اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت کا تعلق اس متعین غائب چیز سے ہے جو انسان کی اپنی ملکیت میں ہو یا کسی اور آدمی کی ملکیت میں ہو کیونکہ وہ مشتری کے دیکھنے سے پہلے ہلاک یا کم بھی ہو سکتی ہے۔

(۹۲۳) قال فكل كلام كان عاما ظاهرا في سنة رسول الله ﷺ فهو على ظهوره وعمومه حتى يعلم حديث ثابت عن رسول الله ﷺ بأبي هو وأمي يدل على أنه إنما أريد بالجملة العامة في الظاهر بعض الجملة دون بعض كما وصفت من هذا وما كان في مثل معناه

۹۲۳: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سنت میں ہر وہ کلام جو عام ظاہر ہو، وہ اپنے ظہور اور عموم پر رہے گا، یہاں تک کہ نبی ﷺ کی کسی ثابت شدہ حدیث سے اس بات پر دلیل قائم ہو جائے کہ اس سے اس کے بعض افراد مراد ہیں اور بعض مراد نہیں ہیں، جیسا کہ میں اس سے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔

(۹۲٤) ولزم أهل العلم ان يمضوا الخبرين على وجوههما ما وجدوا لامضائهما وجها ولا يعدونهما مختلفين وهما يحتملان أن يمضيا وذلك إذا أمكن فيهما أن يمضيا معا أو وجد السبيل إلى إمضائهما ولم يكن منهما واحد بأوجب من الآخر

۹۲۴: اور اہل علم پر لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، دونوں طرح کی حدیثوں کو ان کے مضامین پر محمول کر کے ان دونوں پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور اگر ان دونوں پر عمل کرنے کا امکان ہو تو انہیں اختلافی یا دو مختلف حدیثیں شمار نہ کریں، یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ دونوں پر ایک ساتھ عمل کرنا ممکن ہو، یا ان پر عمل کرنے کی کوئی راہ نکلتی ہو اور ان میں سے کوئی

ایک بھی دوسرے سے زیادہ ضروری نہ ہو۔

(۹۲۵) ولا ينسب الحديثان إلى الاختلاف ما كان لهما وجها يمضيان معا إنما المختلف ما لم يمض إلا بسقوط غيره مثل أن يكون الحديثان في الشئ الواحد هذا يحله وهذا يحرمه

۹۲۵: ایسی دونوں حدیثوں کو اختلاف کی طرف منسوب بھی نہ کیا جائے، بشرطیکہ ان دونوں پر ایک ساتھ عمل کرنا ممکن ہو۔ اختلافی حدیث اس صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کو ساقط کیے بغیر عمل کرنا ممکن نہ ہو مثال کے طور پر ایک ہی مضمون کے حوالے سے دو حدیثیں آ رہی ہوں اور ایک حدیث اسے حلال قرار دیتی ہو اور دوسری حدیث اسے حرام قرار دیتی ہو۔

صفة نهى الله و نهى رسوله ﷺ

اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے جن چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے، انکی حقیقت کا بیان

(۹۲٦) فقال فصف لي جماع نهي الله جل ثناؤه ثم نهى النبي ﷺ عاما لا تبق منه شيئا

۹۲۶: قائل نے مجھ سے کہا کہ اب آپ میرے سامنے ایسی عام اور جامع صورت بتا دیجئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ممنوع قرار دی گئی چیزوں کو سمیٹ لے اور ان میں سے کوئی چیز بھی اس سے باہر نہ رہے۔

(۹۲۷) فقلت له يجمع نهيه معنيين

۹۲۷: میں نے اس سے کہا کہ اس نہی اور ممانعت کو دو چیزیں جمع کرتی ہیں۔

(۹۲۸) أحدهما ان يكون الشئ الذي نهى عنه محرما لا يحل إلا بوجه دل الله عليه في كتابه أو على لسان نبيه

۹۲۸: ایک تو یہ کہ جس چیز کی ممانعت کی گئی ہے، وہ حرام ہو ایسی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہ مل جائے۔

(۹۲۹) فإذا نهى رسول الله ﷺ عن الشئ من هذا فالنهي محرم لا وجه له غير التحريم إلا ان يكون على معنى كما وصفت

۹۲۹: اور جب نبی ﷺ کسی چیز کی ممانعت فرمائیں، وہ ممانعت بھی حرمت کے لیے ہوتی ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی اور مفہوم نہیں ہوتا، سوائے اس صورت کے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

(٩٣٠) قال فصف لي هذا الوجه الذي بدات بذكره من النهي بمثال يدل على ما كان في مثل معناه

۹۳۰: اس نے کہا کہ آغاز میں آپ نے ممانعت کی جس صورت کا ذکر کیا ہے، اس کی کوئی مثال بیان کر دیں جو اس کے مضمون پر دلالت کرتی ہو؟

(٩٣١) قال فقلت له كل النساء محرمات الفروج إلا بواحد من المعنيين النكاح والوطئ بملك اليمين وهما المعنيان اللذان أذن الله فيهما وسن رسول الله ﷺ كيف النكاح الذي يحل به الفرج المحرم قبله فسن فيه وليا وشهودا ورضا من المنكوحة الثيب وسنته في رضاها دليل على أن ذلك يكون برضا المتزوج لا فرق بينهما

۹۳۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ ہر قسم کی عورت انسان پر حرام ہے سوائے دو میں سے کسی ایک وجہ کے، یا تو نکاح کے ذریعے یا ملک یمین کے ذریعے، انہی دو چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے نکاح کا وہ مسنون طریقہ جاری فرمایا ہے جو نکاح سے پہلے حرام فرج کو حلال کر دیتا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے اس میں ولی، گواہوں اور شادی شدہ منکوحہ کی زبانی رضامندی جیسے اُمور میں سنت جاری فرمائی ہے، چونکہ عورت کی رضامندی ضروری ہے اس لیے یہ دلیل ہے کہ مرد کی رضامندی بھی ضروری ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(٩٣٢) فإذا جمع النكاح أربعا رضا المزوجة الثيب والزوج وأن يزوج المرأة وليها بشهود حل النكاح إلا في حالات سأذكرها إن شاء الله

۹۳۲: لہٰذا جب نکاح میں چار چیزیں جمع ہو جائیں یعنی شوہر دیدہ عورت کی رضامندی، شادی کرنے والے مرد کی رضامندی، عورت کی شادی اس کا ولی کرے اور یہ کہ نکاح گواہوں کی موجودگی میں ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، سوائے ان چند صورتوں کے جن کا ذکر انشاءاللہ میں عنقریب کروں گا۔

(٩٣٣) وإذا نقص النكاح واحد من هذا كان النكاح فاسدا لانه لم يؤت به كما سن رسول الله ﷺ فيه الوجه الذي يحل به النكاح

۹۳۳: اور اگر کسی نکاح میں ان میں سے کوئی ایک چیز بھی کم ہو تو نکاح فاسد ہو جائے گا کیونکہ یہ اس طریقے کے مطابق نہیں ہوا جو رسول اکرم ﷺ نے حلال ہونے کے لیے جاری فرمایا ہے۔

(٩٣٤) ولو سمي صداقا كان أحب إلي ولا يفسد النكاح بترك تسمية الصداق لان الله أثبت النكاح في كتابه بغير مهر وهذا مكتوب في غير هذا الموضع

۹۳۴: اور اگر انسان اسی وقت مہر بھی مقرر کرلے تو یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، لیکن نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ کرنے سے نکاح فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں نکاح اور مہر کا ذکر ایک ساتھ نہیں فرمایا اور یہ بات (کتاب الام میں) کئی جگہوں پر لکھی گئی ہے۔

(٩٣٥) قال وسواء في هذه المرأة الشريفة والدنية لان كل واحد منهما فيما يحل به ويحرم ويجب لها وعليها من الحلال والحرام والحدود سواء

۹۳۵: اور اس معاملے میں معزز اور کم رتبہ دونوں طرح کی خواتین برابر ہیں کیونکہ حلال وحرام اور حقوق وفرائض کے اعتبار سے دونوں طرح کی خواتین برابر ہیں۔

(٩٣٦) والحالات التي لو أتي بالنكاح فيها على ما وصفت يجوز النكاح فيما لم ينه فيها عنها من النكاح فأما إذا عقد بهذه الاشياء كان النكاح مفسوخا بنهي الله في كتابه وعلى لسان نبيه عن النكاح بحالات نهى عنها فذلك مفسوخ

۹۳۶: اور وہ حالات کہ اگر ان میں میرے بیان کیے ہوئے طریقے کے مطابق نکاح کیا جائے تو وہ جائز ہوتا ہے، اس سے مراد وہ صورتیں ہیں جن میں نکاح کی ممانعت نہ کی گئی ہو، کیونکہ اگر ممنوعہ طریقے کے مطابق نکاح کیا جائے تو وہ نکاح فسخ ہوجائے گا کیونکہ اللہ نے اس کی ممانعت اپنی کتاب میں اور اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کی ہے۔

(٩٣٧) وذلك أن ينكح الرجل أخت امرأته وقد نهى الله عن الجمع بينهما وأن ينكح الخامسة وقد انتهى الله به إلى أربع فبين النبيﷺ أن انتهاء الله به إلى أربع حظر عليه أن يجمع بين أكثر منهن أو ينكح المرأة على عمتها أو خالتها وقد نهى النبيﷺ عن ذلك وان ينكح المرأة في عدتها

۹۳۷: اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کی بہن (سالی) سے نکاح کرلے جبکہ اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، یا یہ کہ کوئی شخص پانچویں عورت سے نکاح کرلے جبکہ اللہ تعالیٰ نے چار عورتوں پر اجازت روک دی ہے اور نبی ﷺ نے اس بات کو واضح فرمادیا ہے کہ چار کا عدد اس معاملے میں ایک انتہائی لکیر ہے جس سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے، یا یہ کہ کوئی شخص اپنے نکاح میں ایک عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو جمع کرے، حالانکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، یا یہ کہ کوئی شخص کسی عورت سے اس کی عدت کے دوران نکاح کرلے (حالانکہ یہ بھی حرام ہے)۔

(٩٣٨) فكل نكاح كان من هذا لم يصح وذلك أنه قد نهى عن عقده وهذا ما لاخلاف فيه بين أحد من أهل العلم

۹۳۸: اب ان میں سے نکاح کی جو بھی صورت ہو (نکاح ہونے کا باوجود وہ) صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کا عقد ہی ممنوعات میں سے ہے، اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۹۳۹) ومثله والله أعلم ان النبيﷺ نهى عن الشغار وأن النبيﷺ نهى عن نكاح المتعة وأن النبيﷺ نهى المحرم أن ينكح أو ينكح

۹۳۹: اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: نکاح شغار سے مراد یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح دوسرے آدمی سے اس شرط پر کرے کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح کرے اور اس تبادلے کو ہی مہر فرض کر لیا جائے، اس کے علاوہ کوئی اور مہر مقرر نہ کیا جائے۔

اور یہ کہ نبی علیہ السلام نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے (جس میں مرد کسی عورت سے ایک متعین وقت کے لیے طے شدہ رقم کے عوض نکاح کرتا ہے اور مدت پوری ہونے پر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں)

اور یہ کہ نبی ﷺ نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ محرم اپنا نکاح کرے یا کسی اور کا نکاح کروائے۔

(۹۴۰) فنحن نفسخ هذا كله من النكاح في هذه الحالات التي نهى عنها بمثل ما فسخنا به ما نهى عنه مما ذكر قبله

۹۴۰: ہم نکاح کی ان تمام صورتوں کو فسخ قرار دیتے ہیں ان حالات میں جن میں نبی ﷺ نے ان کی ممانعت فرمائی ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے ممانعت والی صورتوں میں نکاح کو فسخ قرار دیا تھا۔

(۹۴۱) وقد يخالفنا في هذا غيرنا وهو مكتوب في غير هذا الموضع

۹۴۱: بعض لوگ اس مسئلے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں جس کی تفصیل (کتاب الام کے) دوسرے مقامات پر لکھی ہے۔

(۹۴۲) ومثله أن ينكح المرأة بغير إذنها فتجيز بعد فلا يجوز لان العقد وقع منهيا عنه

۹۴۲: اسی کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اور وہ بعد میں اس کی اجازت دے دے تو یہ نکاح جائز نہ ہوگا، کیونکہ عقد کا وقوع ممنوعہ حالت میں ہوا ہے۔

(۹۴۳) ومثل هذا ما نهى عنه رسول اللهﷺ من بيع الغرر وبيع الرطب بالتمر إلا في العرايا أو غير ذلك مما نهى عنه

۹۴۳: اس کی ایک مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بیع غرر (وہ بیع جس میں دھوکے کی وجہ سے غیر یقینی صورت حال پائی جاتی ہو) سے منع فرمایا ہے اور عرایا کے علاوہ تر کھجور کی خشک کھجور کے بدلے بیع سے بھی منع فرمایا ہے، اس کے علاوہ بھی ممنوعہ امور کی بہت سی مثالیں ہیں۔

(٩٤٤) وذلك أن أصل مال كل امرئ محرم على غيره إلا بما أحل به وما أحل به من البيوع ما لم ينه عنه رسول اللهﷺ ولا يكون ما نهى عنه رسول اللهﷺ من البيوع محلا ما كان أصله محرما من مال الرجل لاخيه ولا تكون المعصية بالبيع المنهي عنه تحل محرما ولا تحل إلا بما لا يكون معصية وهذا يدخل في عامة العلم

۹۴۴: اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے لیے کسی دوسرے آدمی کا مال استعمال کرنا حرام ہے سوائے اس طریقے کے جو اس کے لیے حلال ہو اور جو حلال بیوعات ہیں، یہ وہ ہیں جن کی نبی ﷺ نے ممانعت نہیں فرمائی، یہ ہو نہیں سکتا کہ نبی ﷺ نے جس بیع کی ممانعت فرمائی ہو، وہ حلال ہو اور ممنوعہ بیع کی معصیت اور نافرمانی کسی حرام کو حلال نہیں کر سکتی اور حلال وہی بیع ہو سکتی ہے جو معصیت کے زمرے میں نہ آتی ہو اور یہ بات عمومی علم میں داخل ہے۔

(٩٤٥) فإن قال قائل ما الوجه المباح الذي نهي المرء فيه عن شئ وهو يخالف النهي الذي ذكرت قبله

۹۴۵: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بعض جگہوں پر انسان کو کسی کام سے روکا گیا ہے، اس کے باوجود وہ امور مباح ہیں، اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ ماقبل میں ذکر کی گئی نہی کے خلاف ہیں؟

(٩٤٦) فهو إن شاء الله مثل نهي رسول اللهﷺ أن يشتمل الرجل على الصماء وأن يحتبي في ثوب واحد مفضيا بفرجه السماء وأنه أمر غلاما أن يأكل مما بين يديه ونهاه أن يأكل من أعلى الصحفة ويروى عنه وليس كثبوت ما قبله مما ذكرنا انه نهى عن أن يقرن الرجل اذا أكل بين التمرتين وأن يكشف التمرة عما في جوفها وأن يعرس على ظهر الطريق

۹۴۶: اس کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے انسان کو ایک کپڑے میں (اس طرح) لپٹنے سے منع فرمایا ہے (کہ اس میں سے اس کے ہاتھ باہر نکلنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہے) اور اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ انسان ایک کپڑے میں اس طرح گوٹ مار کر بیٹھے کہ اس کا ستر آسمان کی طرف کھلا ہوا ہو۔

اسی طرح نبی ﷺ نے ایک لڑکے کو اپنے سامنے سے کھانے کا حکم دیا اور اسے پیالے کے درمیان سے کھانے سے روک دیا، ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے ''گو کہ اس کا ثبوت ماقبل کی روایات کی طرح نہیں'' کہ نبی ﷺ نے دو کھجوریں ایک ساتھ کھانے سے منع فرمایا ہے، اور یہ کہ کھجور کو اندر سے کھول کر دیکھ لیا جائے کہ اس کے بیچ میں کیا ہے؟ (کیڑے تو نہیں ہیں) نیز راستے کے بیچوں بیچ پڑاؤ کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

(٩٤٧) فلما كان الثوب مباحا للابس والطعام مباحا لآكله حتى يأتي عليه كله إن شاء

والارض مباحة له إذا كانت لله لا لآدمي وكان الناس فيها شرعا فهو نهي فيها عن شئ ان يفعله وامر فيها بأن يفعل شيئا غير الذي نهي عنه

۹۴۷: اب پہننے والے کے لیے کپڑا مباح ہے اور کھانے والے کے لیے کھانا مباح ہے یہاں تک کہ اگر وہ چاہے تو سارا کھانا بھی کھا سکتا ہے اور زمین بھی انسان کے لیے مباح ہے جبکہ وہ اللہ کی ہو، کسی انسان کی نہ ہو اور تمام لوگ اس میں مشترک اور برابر ہوں، اس کے باوجود اس میں بعض کاموں کی ممانعت کی گئی ہے اور ان کے علاوہ کچھ کاموں کا حکم دیا گیا ہے۔

(۹٤۸) والنهي يدل على أنه إنما نهى عن اشتمال الصماء والاحتباء مفضيا بفرجه غير مستتر ان في ذلك كشف عورته قيل له يسترها بثوبه فلم يكن نهيه عن كشف عورته نهيه عن لبس ثوبه فيحرم عليه لبسه بل أمره أن يلبسه كما يستر عورته

۹۴۸: نبی ﷺ نے لباس کے جن دو طریقوں سے منع فرمایا ہے وہ ممانعت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس میں کشف ستر پایا جاتا ہے اس لیے اس سے کہا گیا ہے کہ اپنے کپڑے سے ستر کرے، لہٰذا کشف ستر کی ممانعت کا مطلب اس لباس کو پہننے کی ممانعت نہیں ہے کہ اس کا پہننا ہی حرام ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ لباس اس طرح پہنے کہ ستر کو ڈھانپ لے۔

(۹٤۹) ولم يكن أمره ان يأكل من بين يديه ولا يأكل من رأس الطعام إذا كان مباحا له أن يأكل ما بين يديه وجميع الطعام إلا أدبا في الاكل من بين يديه لانه أجمل به عند مواكله وأبعد له من قبح الطعمة والنهم وأمره ألا يأكل من رأس الطعام لان البركة تنزل منه له على النظر له في أن يبارك له بركة دائمة يدوم نزولها له وهو يبيح له إذا أكل ما حول رأس الطعام أن يأكل رأسه

۹۴۹: اسی طرح اپنے درمیان سے کھانا یا سارا کھانا کھا جانا چونکہ مباح ہے اس لیے نبی ﷺ کا لڑکے کو اپنے سامنے سے کھانے کا حکم دینا اور درمیان سے کھانے کی ممانعت فرمانا صرف اسے ادب سکھانے کے لیے تھا کیونکہ اس ادب کا خیال رکھ کر کھانا کھانا خوبصورتی کی علامت ہے اور بری حالت یا کھانے کی حد سے زیادہ اشتہاء سے دور ہونے کی علامت ہے، اس طرح نبی ﷺ نے اسے درمیان سے نہ کھانے کا جو حکم دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے کے درمیان میں ہی برکت نازل ہوتی ہے، اور مقصد یہ تھا کہ انسان جب تک کھانا کھاتا رہے، اس وقت تک اس کے کھانے میں برکت شامل رہے، اور یہ اس کے لیے جائز ہے کہ جب آس پاس سے کھا سکتا ہے تو درمیان سے بھی کھا سکتا ہے۔

(۹٥۰) وإذا أباح له الممر على ظهر الطريق فالممر عليه إذا كان مباحا لانه لا مالك له يمنع

الممر عليه فيحرم بمنعه فإنما نهاه لمعني يثبت نظرا له فإنه قال " فإنها مأوى الهوام وطرق الحيات " على النظر له لا على أن التعريس محرم وقد ينهى عنه إذا كانت الطريق متضايقا مسلوكا لانه إذا عرس عليه في ذلك الوقت منع غيره حقه في الممر.

۹۵۰: اسی طرح جب انسان کے لیے راہ گزر مباح ہے تو اس سے گزرنا بھی مباح ہے کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں ہوتا جو وہاں سے کسی کو گزرنے کی ممانعت کرے اور اس کے منع کرنے کی وجہ سے وہاں سے گزرنا حرام ہو جائے اس لیے نبی ﷺ کا اس کی ممانعت فرمانا کسی خاص مقصد سے ہی ہو سکتا ہے چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا راہ گزر میں پڑاؤ کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ وہ کیڑے مکوڑوں کا ٹھکانہ اور سانپوں کا راستہ ہوتا ہے، اس ممانعت کی صرف یہی وجہ ہے، یہ نہیں ہے کہ رات کے وقت گزرگاہ میں پڑاؤ کرنا ہی حرام ہے، اس کی ممانعت اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ راستہ تنگ ہو اور اس وجہ سے دوسرے راہگیروں کو ان کا حق نہ ملتا ہو۔

(۹۵۱) فإن قال قائل فما الفرق بين هذا والاول؟

۹۵۱: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں اور پہلی صورت میں فرق کیا ہے؟

(۹۵۲) قيل له من قامت عليه الحجة يعلم أن النبيﷺنهى عما وصفنا ومن فعل ما نهي عنه وهو عالم بنهيه فهو عاص بفعله ما نهي عنه وليستغفر الله ولا يعود

۹۵۲: تو اس سے کہا جائے گا کہ جس پر حجت قائم ہو سکتی ہے، وہ جانتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس چیز سے منع فرمایا ہے جو ہم نے بیان کی ہے اور جو شخص ممانعت کا علم ہونے کے باوجود اس کا ارتکاب کرے تو وہ عاصی اور گنہگار ہوگا، اسے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ وہ کام نہیں کرنا چاہیے۔

(۹۵۳) فإن قال فهذا عاص والذي ذكرت في الكتاب قبله في النكاح والبيوع عاص فكيف فرقت بين حالهما؟

۹۵۳: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ آدمی بھی عاصی ہے اور اس سے پہلے کتاب النکاح اور کتاب البیوع میں بھی آپ نے جس شخص کا ذکر کیا ہے، وہ بھی عاصی ہے تو پھر دونوں میں فرق کیسے ہوا؟

(۹۵٤) فقلت اما في المعصية فلم أفرق بينهما لاني قد جعلتهما عاصيين وبعض المعاصي أعظم من بعض

۹۵۴: تو میں اس سے یہ کہوں گا کہ جہاں تک تعلق ہے معصیت کا، اس میں تو میں نے کوئی فرق نہیں کیا کیونکہ میں نے دونوں کو ہی عاصی قرار دیا ہے، البتہ معصیت کے بعض کام بعض کی نسبت زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔

(۹۵۵) فإن قال فكيف لم تحرم على هذا لبسه وأكله وممره على الارض بمعصيته وحرمت

على الآخر نكاحه وبيعه بمعصيته

۹۵۵: اگرکوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آپ نے اس کی معصیت کی وجہ سے اس پر کھانا، پینا اور زمین پر گزرنا حرام قرار نہیں دیا اور اس کی معصیت کی وجہ سے اس پر نکاح اور بیع کو حرام قرار دے دیا؟

(٩٥٦) قيل هذا أمر بأمر في مباح حلال له فأحللت له ما حل له وحرمت عليه ما حرم عليه وما حرم عليه غير ما أحل له ومعصيته في الشئ المباح له لا تحرمه عليه بكل حال ولكن تحرم عليه أن يفعل فيه المعصية

۹۵۶: تو اس سے کہا جائے گا کہ اس شخص کو ایک مباح اور حلال کام کا حکم دیا گیا ہے تو جو اس کے لیے حلال ہے، میں نے اسے حلال قرار دے دیا اور جو اس کے لیے حرام ہے، میں نے اس کے لیے اسے حرام قرار دے دیا، اور جس چیز کو اس پر حرام قرار دیا گیا ہے، وہ حلال کا غیر ہے، اگر کسی مباح چیز میں معصیت کا پہلو آ جائے تو وہ چیز اس پر ہر حال میں حرام نہیں ہو جاتی، البتہ اس کے لیے اس میں معصیت کا ارتکاب کرنا حرام ہوتا ہے۔

(٩٥٧) فإن قيل فما مثل هذا ؟

۹۵۷: اگرکوئی شخص کہے کہ اس کی مثال کیا ہے؟

(٩٥٨) قيل له الرجل له الزوجة والجارية وقد نهي أن يطأهما حائضتين وصائمتين ولو فعل لم يحل ذلك الوطئ له في حاله تلك ولم تحرم واحدة منهما عليه فليس حال بغير تلك الحال إذا كان أصلهما مباحا حلالا

۹۵۸: تو اس سے کہا جائے گا کہ ایک آدمی کی ایک بیوی ہو اور ایک باندی ہو، اسے ایام کی حالت میں یا روزے کی حالت میں ان سے تنہائی کی ملاقات کرنا منع ہے، لہٰذا اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کے لیے حلال نہیں ہوگا، لیکن اس کے علاوہ کسی اور حالت میں اس کے لیے ان میں سے کسی سے بھی تنہائی کی ملاقات کرنا حرام نہ ہوگا کیونکہ اصل کے اعتبار سے وہ دونوں اس کے لیے مباح اور حلال ہیں۔

(٩٥٩) وأصل مال الرجل محرم على غيره إلا بما أبيح به مما يحل وفروج النساء محرمات إلا بما أبيحت به من النكاح والملك فإذا عقد عقدة النكاح أو البيع منهيا عنها على محرم لا يحل إلا بما أحل به لم يحل المحرم بمحرم وكان على أصل تحريمه حتى يؤتى بالوجه الذي احله الله به في كتابه أو على لسان رسوله أو إجماع المسلمين أو ما هو في مثل معناه

۹۵۹: اصولی طور پر انسان کا مال دوسرے کے لیے حرام ہے سوائے اس طریقے کے جو مباح ہو اور عورتوں کی شرمگاہیں انسان

پرحرام ہیں سوائے اس طریقے کے جو انسان کے لیے مباح ہو مثلاً نکاح اور ملکِ یمین کے ذریعے، اس لیے جب عقد نکاح یا عقد بیع ممنوعہ طریقے سے ہوگا تو وہ حلال نہیں ہوگا، سوائے اس صورت کے جو حلال ہو اور کوئی حرام کام کسی حرام کام کی وجہ سے حلال نہیں ہو سکتا اور وہ اپنی اصلی حرمت پر رہے گا، یہاں تک کہ اسے اس طریقے کے مطابق سرانجام دیا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا اپنے پیغمبر کی زبانی حلال کیا ہے یا اس کے حلال ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہو، یا اسی جیسی کوئی اور وجہ ہو۔

(٩٦٠) قال وقد مثلت قبل هذا النهي الذي أريد به غير التحريم بالدلائل فاكتفيت من ترديده وأسأل الله العصمة والتوفيق

٩٦٠: امام شافعی عِشْلِیہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں اس نہی کی مثال بیان کر چکا ہوں جس سے تحریم کا معنی مراد نہیں ہے اور اس پر دلائل کے ساتھ کلام کر چکا ہوں، لہٰذا دوبارہ اس کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اور میں اللہ ہی سے حفاظت اور توفیق کا سوال کرتا ہوں۔

باب العلم

علم کا بیان

(٩٦١) قال الشافعي فقال لي قائل ما العلم؟ وما يجب على الناس في العلم؟ فقلت له العلم علمان علم عامة لا يسع بالغا غير مغلوب على عقله جهله

٩٦١: امام شافعی عِشْلِیہ فرماتے ہیں کہ قائل نے مجھ سے کہا کہ علم کی حقیقت کیا ہے اور اس حوالے سے لوگوں پر کیا چیز واجب ہوتی ہے؟ تو میں نے اس سے کہا کہ علم دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک عمومی علم جس میں کسی بالغ آدمی کے لیے گنجائش نہیں ہے، بشرطیکہ اس کی عقل پر اس کی جہالت غالب نہ آ گئی ہو۔

(٩٦٢) قال ومثل ماذا؟

٩٦٢: اس نے کہا کہ اس کی مثال کیا ہے؟

(٩٦٣) قلت مثل الصلوات الخمس وأن لله على الناس صوم شهر رمضان وحج البيت إذا استطاعوه وزكاة في أموالهم وأنه حرم عليهم الزنا والقتل والسرقة والخمر وما كان في معنى هذا مما كلف العباد أن يعقلوه ويعملوه ويعطوه من أنفسهم وأموالهم وأن يكفوا عنه ما حرم عليهم منه

٩٦٣: میں نے کہا کہ اس کی مثال پانچ نمازیں ہیں اور یہ کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے لوگوں پر ماہِ رمضان کے روزے

فرض ہیں، استطاعت ہونے کی صورت میں حج فرض ہے اور (شرائط پوری ہونے پر) مال کی زکوٰۃ فرض ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر بدکاری، قتل، چوری اور شراب نوشی کو حرام قرار دیا ہے، اس میں اس سے ملتی جلتی وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کا بندوں کو مکلف بنایا گیا ہے کہ انہیں سمجھیں، ان پر عمل کریں، اپنی جان و مال کا حق ادا کریں اور حرام کاموں سے اجتناب کریں۔

(٩٦٤) وهذا الصنف كله من العلم موجودا نصا في كتاب الله وموجودا عاما عند أهل الاسلام ينقله عوامهم عن من مضى من عوامهم يحكونه عن رسول الله ﷺ ولا يتنازعون في حكايته ولا وجوبه عليهم

٩٦٤: اس صنف کا مکمل علم کتاب اللہ کی تصدیق میں اور عام اہل اسلام کے ذہنوں میں موجود ہے، عوام اسے اپنے گذشتہ آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہیں اور نقل کا یہ سلسلہ نبی ﷺ تک پہنچتا ہے، اسے نقل کرنے اور اس کے جواب کے حوالے سے ان میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔

(٩٦٥) وهذا العلم العام الذي لا يمكن فيه الغلط من الخبر ولا التأويل ولا يجوز فيه التنازع

٩٦٥: یہ وہ عمومی علم ہے جس میں خبر کے غلط ہونے یا تاویل کا کوئی امکان نہیں ہوتا اور اس میں جھگڑا کرنا بھی جائز نہیں ہوتا۔

(٩٦٦) قال فما الوجه الثاني ؟

٩٦٦: اس نے پوچھا کہ علم کی دوسری قسم کون سی ہے؟

(٩٦٧) قلت له ما ينوب العباد من فروع الفرائض وما يخص به من الاحكام وغيرها مما ليس فيه نص كتاب ولا في أكثر نص سنة وإن كانت في شئ سنة فإنما هي من أخبار الخاصة ولا أخبار العامة وما كان منه يحتمل التأويل ويستدرك قياسا

٩٦٧: میں نے اس سے کہا کہ یہ وہ ہے جو بندوں پر لازم ہوتی ہے یعنی فرائض کی فروع اور خصوصی احکام، جن میں کتاب اللہ کی کوئی نص موجود نہیں ہے، بلکہ ان میں سے اکثر میں سنت کی نص بھی موجود نہیں ہے، اگر اس میں سے کسی چیز میں کوئی سنت ہو تو ایک مخصوص خبر ہے، نہ کہ عمومی خبر، ایسی چیزوں میں تاویل کا احتمال ہوتا ہے اور قیاس کے ذریعے اس کا استدراک کیا جا سکتا ہے۔

(٩٦٨) قال فيعدو هذا أن يكون واجبا وجوب العلم قبله أو موضوعا عن الناس علمه حتى يكون علمه منتفلا ومن ترك علمه غير آثم بتركه أو من وجه ثالث فتوجدناه خبرا أو قياسا

۹۶۸: اس نے کہا اس کا درجہ اس سے بڑھ سکتا ہے کہ اس کا علم پہلے ہی واجب اور ضروری ہے؟ یا لوگوں سے اس علم کو ساقط کر دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس شخص کو اس کا علم ہوگا، وہ نفلی ہوگا اور جو شخص اس کا علم ترک کر دے وہ اسے ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا؟ یا اس کے علاوہ تیسری کوئی صورت ہے جس پر آپ ہمیں حدیث یا قیاس سے دلیل دے سکیں؟

(۹۶۹) فقلت له بل هو من وجه ثالث

۹۶۹: میں نے اس سے کہا کہ اس کی تیسری صورت ہے۔

(۹۷۰) قال فصفه واذكر الحجة فيه ما يلزم منه ومن يلزم وعن من يسقط

۹۷۰: اس نے کہ وہ میرے سامنے بیان کریں اور اس کی دلیل بھی بیان کر دیں کہ وہ کس طرح لازم ہوتی ہے؟ کن لوگوں پر لازم ہوتی ہے؟ اور کن لوگوں سے ساقط ہوتی ہے؟

(۹۷۱) فقلت له هذه درجة من العلم ليس تبلغها العامة ولم يكلفها كل الخاصة ومن احتمل بلوغها من الخاصة فلا يسعهم كلهم كافة ان يعطلوها وإذا قام بها من خاصتهم من فيه الكفاية لم يحرج غيره ممن تركها إن شاء الله والفضل فيها لمن قام بها على من عطلها

۹۷۱: میں نے اس سے کہا کہ یہ علم کا ایک ایسا درجہ ہے جہاں عام لوگوں کی رسائی نہیں ہوتی اور سارے خواص بھی اس کے مکلف نہیں ہوتے، وہ خواص جن کے وہاں تک پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، ان سب کے لیے بھی اس کی گنجائش نہیں ہوتی کہ اسے معطل کر سکیں اور جب کچھ خاص لوگ جو کفایت کر سکتے ہیں اس پر قائم ہو جائیں تو دوسرے ترک کرنے والوں پر انشاء اللہ کوئی گناہ نہ ہوگا اور اس میں معطل کرنے والوں پر ان لوگوں کو فضیلت حاصل ہے جو اس پر قائم ہو جائیں۔

(۹۷۲) فقال فأوجدني هذا خبرا أو شيئا في معناه ليكون هذا قياسا عليه

۹۷۲: اس نے کہا کہ اب آپ میرے سامنے کوئی حدیث یا اس کے ہم معنی کوئی ایسی چیز بیان کریں کہ جس پر اسے قیاس کیا جا سکے؟

(۹۷۳) فقلت له فرض الله الجهاد في كتابه وعلى لسان نبيه ثم أكد النفير من الجهاد فقال (إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التوراة والانجيل والقرآن ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم)

۹۷۳: میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر ﷺ کی زبانی جہاد فرض کیا ہے، پھر اس کے لیے

کوچ کرنے کی تاکید کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبہ:۱۱۱)

’’ خدا نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کو اس نے ضرور پورا کرنا ہے اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘

(٩٧٤) وقال (وقاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة واعلموا أن الله مع المتقين)

۹۷۴: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ (التوبہ:۳۶)

’’اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو، جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔‘‘

(٩٧٥) وقال (فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم إن الله غفور رحيم)

۹۷۵: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ (التوبہ:۵)

’’تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

(٩٧٦) وقال (قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق من الذين أوتوا الكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون)

۹۷۶: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبہ:۲۹)

"جولوگ اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کوحرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔"

(۹۷۷) أخبرنا عبد العزيز عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا أزال أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله فإذا قالوها عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله

۹۷۷: ہم سے عبدالعزیز نے محمد بن عمرو کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں لوگوں سے مسلسل قتال کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں، جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں تو انہوں نے اپنی جان اور اپنے مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، الا یہ کہ اس کلمے کا ہی کوئی حق ہو اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

(۹۷۸) وقال الله جل ثناؤه (ما لكم إذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم إلى الارض أرضيتم بالحياة الدنيا من الآخرة فما متاع الحياة الدنيا في الآخرة إلا قليل إلا تنفروا يعذبكم عذابا أليما ويستبدل قوما غيركم ولا تضروه شيئا والله على كل شئ قدير)

۹۷۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ (التوبہ:۳۸۔۳۹)

"تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب سے) زمین پر گرے جاتے ہو؟ یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے کیا تم آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو خدا تم کو بڑی تکلیف کا عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو خدا کے پورے فرمانبردار ہونگے) اور تم اسکو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

(۹۷۹) (انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم في سبيل الله ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون)

۹۷۹: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ (التوبہ:۴۱)

''تم سبکبار ہو یا گراں بار (یعنی مال واسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت گھروں سے) نکل آؤ اور خدا کے راستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو!''

۹۸۰: امام شافعی عِشالِلّٰہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات اس بات کا احتمال رکھتی ہیں کہ جہاد پورے کا پورا اور اس میں سے بھی خصوصیت کے ساتھ نفیر ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو، کسی کو اس سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں ہے، جیسا کہ نماز، زکوٰۃ اور حج کا معاملہ ہے، لہٰذا جس شخص پر بھی ان میں سے کوئی ایک فرض واجب ہوگا، وہ اس طرح اپنی ذمہ داری سے باہر نہیں نکل سکتا کہ کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے وہ فرض ادا کردے، کیونکہ اس معاملے میں کسی کا عمل دوسرے کے لیے نہیں لکھا جائے گا۔

(۹۸۱) واحتملت أن يكون معنى فرضها غير معنى فرض الصلوات وذلك أن يكون قصد بالفرض فيها قصد الكفاية فيكون من قام بالكفاية في جهاد من جوهد من المشركين مدركا تأدية الفرض ونافلة الفضل ومخرجا من تخلف من المأثم

۹۸۱: اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی فرضیت کا معنی نمازوں کی فرضیت کے معنی سے مختلف ہو، اور وہ اس طرح کہ یہاں فرض سے فرض کفایہ مراد ہو، اس طرح جو شخص مشرکین کے ساتھ جہاد میں ''کفایہ'' پر قائم ہو، وہ فرض کی ادائیگی اور نوافل کی فضیلت حاصل کرنے والا بن جاتا ہے اور پیچھے رہ جانے کے گناہ سے نکل جاتا ہے۔

(۹۸۲) ولم يسو الله بينهما فقال الله (لا يستوي القاعدون من المؤمنين غير أولى الضرر والمجاهدون في سبيل الله بأموالهم وأنفسهم فضل الله المجاهدين بأموالهم وأنفسهم على القاعدين درجة وكلا وعد الله الحسنى وفضل الله المجاهدين على القاعدين أجرا عظيما) فأما الظاهر في الآيات فالفرض على العامة

۹۸۲: اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو برابر نہیں رکھا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ (النساء:۹۵)

''جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھے رہتے اور لڑنے سے جی چراتے ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے اور وہ جو خدا کی راہ میں

اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے خدا نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے"

جہاں تک آیات کے ظاہر کا تعلق ہے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عوام پر فرض ہے۔

(٩٨٣) قال فأبن الدلالة في أنه إذا قام بعض العامة بالكفاية أخرج المتخلفين المأثم

٩٨٣: اس نے کہا کہ اس پر کوئی دلیل قائم کیجئے کہ جب بعض عوام اسے ادا کر کے دوسروں کی طرف سے کفایت کر جاتے ہیں تو پیچھے رہ جانے والے لوگ گناہ سے نکل جاتے ہیں۔

(٩٨٤) فقلت له في هذه الآية

٩٨٤: میں نے اس سے کہا کہ اس کی دلیل تو اسی آیت میں ہے۔

(٩٨٥) قال وأين هو منها؟

٩٨٥: اس نے کہا کہ وہ کیسے؟

(٩٨٦) قلت قال الله (وكلا وعد الله الحسنى) فوعد المتخلفين عن الجهاد الحسنى على الايمان وبأن فضيلة المجاهدين على القاعدين ولو كانوا آثمين بالتخلف إذا غزا غيرهم كانت العقوبة بالاثم إن لم يعفو الله أولى بهم من الحسنى

٩٨٦: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے ہر ایک کے ساتھ اچھا وعدہ فرما رکھا ہے، سو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی برکت سے ان لوگوں کے ساتھ بھی اچھائی اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے جو جہاد سے پیچھے رہ جائیں، البتہ بیٹھنے والوں پر جہاد میں شرکت کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے، جب دوسرے لوگ جہاد کر رہے ہوں اور کچھ لوگ پیچھے رہ جانے کی وجہ سے گنہگار ہوں اور اللہ انہیں معاف نہ فرمائے تو یہ جرم ہوگا اور اس پر گناہ کی وجہ سے سزا ہوگی نہ کہ بھلائی اور اچھائی۔

(٩٨٧) قال فهل تجد في هذا غير هذا؟

٩٨٧: اس نے کہا کہ کیا آپ کو اس سلسلے میں اس کے علاوہ کوئی اور دلیل ملتی ہے؟

(٩٨٨) قلت: نعم قال الله (وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون) وغزا رسول الله ﷺ وغزى معه من اصحابه جماعة وخلف أخرى حتى تخلف علي بن أبي طالب في غزوة تبوك وأخبرنا الله أن المسلمين لم يكونوا لينفروا كافة (فلولا نفر من كل

فرقة منهم طائفة) فأخبر أن النفير على بعضهم دون بعض وأن التفقه إنما هو على بعضهم دون بعض

۹۸۸: تو میں نے اس سے کہا جی ہاں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:۱۲۲)

''اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔ تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تا کہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تا کہ وہ حذر کرتے۔''

ادھر نبی ﷺ جہاد کے لیے تشریف لے گئے، ان کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت جہاد میں شریک ہوتی رہی اور ایک جماعت پیچھے بھی رہی، حتیٰ کہ غزوۂ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ سارے مسلمان نہیں نکل سکتے تو ایک گروہ کیوں نہیں نکلتا، اس سے معلوم ہوا کہ نکلنے اور خرچ کرنے کی ذمہ داری بعض لوگوں پر ہے اور بعض پر نہیں ہے، اور خرچ کرنا بھی بعض کے ذمے ہے، بعض کے ذمے نہیں ہے۔

(۹۸۹) وكذلك ما عدا الفرض في عظم الفرائض التي لا يسع جهلها والله أعلم

۹۸۹: یہی حکم اکثر فرائض میں ہے جن سے ناواقف رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(۹۹۰) وهكذا كل ما كان الفرض فيه مقصودا به قصد الكفايه فيما ينوب فإذا قام به من المسلمين من فيه الكفاية خرج من تخلف عنه من المأثم

۹۹۰: یہی تفصیل ہر اس فرض میں ہے جس میں نیابت کے لیے فرض کفایہ مقصود اور معتبر ہو، چنانچہ جب اتنے مسلمان اس فریضے کو ادا کر لیں جن میں کفایت ہو جاتی ہو تو اس کے بعد پیچھے رہ جانے والے لوگ گناہ سے نکل جاتے ہیں۔

(۹۹۱) ولو ضيعوه معا خفت أن لا يخرج واحد منهم مطيق فيه من المأثم بل لا أشك إن شاء الله لقوله (إلا تنفروا يعذبكم عذابا أليما)

۹۹۱: اور اگر سب لوگ ہی اس حکم کو ضائع کر دیں تو مجھے اندیشہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک طاقت رکھنے والا شخص بھی گناہ سے نہیں نکل سکے گا، بلکہ مجھے تو اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (التوبہ:۳۹)

(۹۹۲) قال فما معناها ؟

۹۹۲: اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

(٩٩٣) قلت الدلالة عليها أن تخلفهم عن النفير كافة لا يسعهم ونفير بعضهم إذا كانت في نفير كفاية يخرج من تخلف من المأثم إن شاء الله لانه إذا نفر بعضهم وقع عليهم اسم النفير

۹۹۳: میں نے کہا کہ اس پر دلالت اس طرح سے ہے کہ تمام لوگوں کا کوچ کے اعلان پر پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہے اور بعض کا روانہ ہو جانا ''جبکہ بعض سے کفایت ہو سکتی ہو'' پیچھے رہ جانے والوں کو گناہ سے نکال دیتا ہے، کیونکہ بعض کے کوچ کرنے پر بھی ''کوچ'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(٩٩٤) قلت ومثل ماذا سوى الجهاد؟

۹۹۴: اس نے کہا کہ جہاد کے علاوہ بھی اس کی کوئی مثال ہے؟

(٩٩٥) قلت الصلاة على الجنازة ودفنها لا يحل تركها ولا يجب على كل من بحضرتها كلهم حضورها ويخرج من تخلف من المأثم من قام بكفايتها

۹۹۵: میں نے کہا کہ نماز جنازہ اور میت کی تدفین، کہ اسے ترک کرنا جائز نہیں ہے لیکن ہر شخص پر اس میں شرکت کرنا فرض اور واجب بھی نہیں ہے، بلکہ اگر کچھ لوگوں نے اسے ادا کر لیا اور ان کے ذریعے کفایت ہوگئی تو اس میں شرکت نہ کرنے والے تمام لوگ گناہ سے نکل جائیں گے۔

(٩٩٦) وهكذا رد السلام قال الله (وإذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها أوردوها إن الله على كل شئ حسيبا) وقال رسول الله ﷺ (يسلم القائم على القاعد) وإذا سلم من القوم واحدا أجزأ عنهم وإنما أريد بهذا الرد فرد القليل جامع لاسم الرد والكفاية فيه مانع لان يكون الرد معطلا

۹۹۶: اسی طرح سلام کا جواب دینا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝ (النساء:٨٦)

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کھڑا ہوا آدمی بیٹھے ہوئے آدمی کو سلام کرے، نیز ارشاد فرمایا کہ جب قوم میں سے ایک آدمی سلام کرلے تو وہ باقی سب کی طرف سے کفایت کر جاتا ہے، مراد اس سے سلام کا جواب دینا ہے، گویا تھوڑے آدمیوں کا جواب دینا بھی لفظ جواب کو شامل ہے اور سنت کفایہ کا درجہ اس جواب کو معطل قرار دینے سے مانع ہے۔

(۹۹۷) ولم يزل المسلمون على ما وصفت منذ بعث الله نبيه فيما بلغنا إلى اليوم يتفقة أقلهم ويشهد الجنائز بعضهم ويجاهد ويرد السلام بعضهم ويتخلف عن ذلك غيرهم فيعرفون الفضل لمن قام بالفقه والجهاد وحضور الجنائز ورد السلام ولا يأثمون من قصر عن ذلك إذا كان بهذا قائمون بكفايته

۹۹۷: جب سے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے، ہماری معلومات کے مطابق اس وقت سے لے کر آج تک سارے مسلمان اسی طریقے پر چل رہے ہیں جو میں نے بیان کیا کہ ان میں سے تھوڑے سے لوگ علم دین حاصل کرتے ہیں، جنازوں میں بھی کچھ ہی لوگ شرکت کرتے ہیں، جہاد بھی کچھ ہی لوگ کرتے ہیں، سلام کا جواب بھی بعض لوگ ہی دیتے ہیں، اور دوسرے لوگ ان کاموں سے پیچھے رہ جاتے ہیں، اب ان لوگوں کی فضیلت تو معروف ہے جو فقہ، جہاد، جنازے میں شرکت اور سلام کا جواب دینے جیسے اُمور میں آگے بڑھ کر دوسروں کی کفایت کرتے ہیں، لیکن ان کاموں میں کوتاہی کرنے والے گنہگار نہیں ہوتے۔

باب خبر الواحد

خبر واحد کا بیان

(۹۹۸) فقال لي قائل احدد لي أقل ما تقوم به الحجة على أهل العلم حتى يثبت عليهم خبر الخاصة

۹۹۸: اس قائل نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے سامنے اس کم از کم مقدار کا تعین اور حد بندی کیجئے جس سے اہل علم پر حجت قائم ہو سکے اور ان پر خاص خبر کو ثابت کیا جا سکے؟

(۹۹۹) فقلت خبر الواحد عن الوحد حتى ينتهي به إلى النبي ﷺ أو من انتهى به إليه دونه

۹۹۹: میں نے اس سے کہا کہ اس کا معیار خبر واحد ہے کہ ایک راوی ایک راوی سے روایت نقل کرے یہاں تک کہ اس کا سلسلہ نبی ﷺ تک یا ان سے نیچے کسی راوی تک پہنچ جائے۔

(۱۰۰۰) ولا تقوم الحجة بخبر الخاصة حتى يجمع أمورا

۱۰۰۰: اور خاص کی خبر کے ذریعے اس وقت تک حجت قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں چند چیزیں جمع نہ ہو جائیں۔

(۱۰۰۱) منها ان يكون من حدث به ثقة في دينه معروفا بالصدق في حديثه عاقلا لما

يحدث به علما بما يحيل معاني الحديث من اللفظ وأن يكون ممن يؤدي الحديث بحروفه كما سمع لا يحدث به على المعنى لانه إذا حدث على المعنى وهو غير عالم بما يحيل معناه لم يدر لعله يحيل الحلال إلى حرام وإذا اداه بحروفه فلم يبق وجه يخاف فيه احالته الحديث حافظا إن حدث به من حفظه حافظا لكتابه إن حدث من كتابه إذا شرك أهل الحفظ في حديث وافق حديثهم بريا من أن يكون مدلسا يحدث عن من لقي ما لم يسمع منه ويحدث عن النبيﷺ ما يحدث الثقات خلافه عن النبيﷺ

۱۰۰۱: ان میں سے چند چیزیں یہ ہیں کہ حدیث نقل کرنے والا راوی دین کے اعتبار سے ثقہ اور قابل اعتماد ہو، گفتگو میں سچائی کے حوالے سے معروف ہو، جو حدیث بیان کررہا ہو اسے سمجھتا بھی ہو، حدیث باللفظ کی بجائے حدیث بالمعنی کی صورت میں الفاظ کے مفہوم اور ان کی تبدیلیوں سے واقف ہو، وہ حدیث کو انہی حروف اور الفاظ کے ساتھ ادا کرسکتا ہو جیسے اس نے سنا ہو، روایت بالمعنی کے طور پر حدیث نقل نہ کرے کیونکہ اگر اسے الفاظ کے مفہوم اور ان کی تبدیلیوں سے شناسائی نہ ہوئی اور اس نے روایت بالمعنی کردی تو ممکن ہے کہ اسے پتہ بھی نہ چلے اور وہ حلال کو حرام کردے، لیکن جب وہ اسے اس کے الفاظ اور حروف کے ساتھ ادا کرے گا تو کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی جس میں حدیث کا مفہوم بگڑنے کا اندیشہ ہو، اچھی قوت حافظہ رکھتا ہو، اگر وہ اپنے حافظے اور یادداشت کی مدد سے احادیث بیان کرتا ہو اور اگر اپنی کتاب سے احادیث بیان کرتا ہو تو اپنی کتاب کی نگہداشت کرنے والا ہو، جب حفاظ محدثین کے ساتھ کسی حدیث میں شریک ہو تو ان کے موافق روایت نقل کرتا ہو، مدلس ہونے کے عیب سے محفوظ ہو (کسی راوی کو چھپاتا نہ ہو) یعنی حدیث ان سے نقل کرتا ہو جن سے اس کی ملاقات ہوئی ہو، لیکن ان سے حدیث کا سماع نہ کیا ہو اور نبی ﷺ سے ایسی حدیث نقل کرتا ہو جو ثقہ راویوں کی روایت کے برخلاف ہے۔

(۱۰۰۲) ويكون هكذا من فوقه ممن حدثه حتى ينتهي بالحديث موصولا إلى النبيﷺ أو إلى من انتهى به إليه دونه لان كل واحد منهم مثبت لمن حدثه ومثبت على من حدث عنه فلا يستغني فكل واحد منهم عما وصفت

۱۰۰۲: یہی حال اس راوی کا ہونا چاہئے جو اس سے اوپر حدیث بیان کرنے والا ہو، یہاں تک کہ حدیث کی سند کا سلسلہ نبی ﷺ سے جا کر مل جائے، یا نچلے راوی تک پہنچ جائے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک مثبت ہے اس شخص کے لئے جسے وہ حدیث بیان کرے اور مثبت ہے اس شخص پر جس سے وہ حدیث نقل کرے، لہٰذا ان میں سے کسی راوی میں ان اوصاف سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا جو میں نے بیان کیے ہیں۔

(١٠٠٣) فقال فأوضح لي من هذا بشيء لعلي أكون به أعرف مني بهذا لخبرتي به وقلة خبرتي بما وصفت في الحديث

۱۰۰۳: اس نے کہا کہ آپ میرے سامنے اس کی کچھ وضاحت کردیں کیونکہ جو باتیں آپ نے بیان کی ہیں، میں ان سے بہت کم باخبر ہوں تو شاید میری معرفت میں اس سے اضافہ ہوجائے۔

(١٠٠٤) فقلت له أتريد أن أخبرك بشيء يكون هذا قياسا عليه

۱۰۰۴: میں نے اس سے کہا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی ایسی چیز بتاؤں جس پر اسے قیاس کیا جاسکے؟

(١٠٠٥) قال نعم

۱۰۰۵: اس نے کہا جی ہاں!

(١٠٠٦) قلت هذا أصل في نفسه فلا يكون قياسا على غيره لان القياس أضعف من الاصل

۱۰۰۶: میں نے کہا کہ یہ تو اپنی ذات کے اعتبار سے خود اصل ہے اس لئے اسے کسی دوسری چیز پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قیاس اصل سے ضعیف ہوتا ہے۔

(١٠٠٧) قال فلست أريد أن تجعله قياسا ولكن مثله لي على شئ من الشهادات التي العلم بها عام

۱۰۰۷: میں نے کہا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ اسے قیاس بنائیں، آپ میرے سامنے شہادات میں سے کوئی مثال بیان کردیں جن کا علم عام ہے؟

(١٠٠٨) قلت قد يخالف الشهادات في أشياء ويجامعها في غيرها

۱۰۰۸: میں نے اس سے کہا کہ شہادات کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بعض چیزوں میں حدیث کے مخالف ہیں اور بعض دوسری چیزوں میں انہی کے موافق ہیں۔

(١٠٠٩) قلت وأين يخالفها؟

۱۰۰۹: اس نے کہا کہ مخالف کیسے ہیں؟

(١٠١٠) قلت أقبل في الحديث الواحد والمرأة ولا أقبل واحدا منهما وحده في الشهادة

۱۰۱۰: میں نے اس سے کہا کہ میں تو حدیث کے معاملے میں ایک مرد اور ایک عورت کی بات قبول کرلیتا ہوں لیکن ان کی

شہادت قبول نہیں کرتا۔

(١٠١١) وأقبل في الحديث حدثني فلان عن فلان إذا لم يكن مدلسا ولا أقبل في الشهادة إلا سمعت أو رأيت أو أشهدني

١٠١١: میں حدیث کے معاملے میں "حدثني فلان عن فلان" کو قبول کر لیتا ہوں بشرطیکہ راوی مدلّس نہ ہو، لیکن شہادت میں صرف "سمعت، رایت یا اشهدنی" کو قبول کرتا ہوں (یعنی جس میں سماع، روایت یا اشہاد کا لفظ پایا جاتا ہو)

(١٠١٢) وتختلف الاحاديث فآخذ ببعضها استدلالا بكتاب أو سنة أو إجماع أو قياس وهذا لا يؤخذ به في الشهادات هكذا ولا يوجد فيها بحال

١٠١٢: احادیث مختلف بھی ہو سکتی ہیں چنانچہ میں ان میں سے بعض کو کتاب و سنت یا اجماع اور قیاس پر استدلال کر کے لے لیتا ہوں، لیکن شہادت میں اس طرح نہیں ہو سکتا اور نہ کسی صورت میں اسے اس طرح لیا جا سکتا ہے۔

(١٠١٣) ثم يكون بشر كلهم تجوز شهادته ولا أقبل حديثه من قبل ما يدخل في الحديث من كثرة الاحالة وإزالة بعض ألفاظ المعاني

١٠١٣: پھر ہر انسان کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے لیکن میں ہر آدمی کی حدیث کو قبول نہیں کرتا ہوں، اس لئے کہ بعض اوقات حدیث میں ایسی چیزیں شامل ہو جاتی ہیں جن سے اس کا معنی یکسر بدل جاتا ہے۔

(١٠١٤) ثم هو يجامع الشهادات في أشياء غير ما وصفت

١٠١٤: لیکن بعض چیزوں میں حدیث اور شہادات ایک دوسرے کے موافق ہیں، یہ اس کے علاوہ چیزیں ہیں جو میں نے بیان کی ہیں۔

(١٠١٥) فقال اما ما قلت من الا تقبل الحديث الا عن ثقة حافظ عالم بما يحيل معنى الحديث فكما قلت فلم لم تقل هكذا في الشهادات

١٠١٥: اس نے کہا کہ آپ نے یہ جو بات کہی ہے کہ آپ اس راوی کی حدیث قبول کرتے ہیں جو ثقہ ہو، حافظ ہو اور روایت بالمعنی کی صورت میں مفہوم کی تبدیلی سے واقف ہو تو یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے کہا تو پھر شہادات میں آپ یہ رائے کیوں قائم نہیں کرتے؟

(١٠١٦) فقلت ان احالة معنى الحديث أخفى من احالة معنى الشهادة وبهذا احتطت في الحديث بأكثر مما احتطت به في الشهادة

:۱۰۱۶ میں نے اس سے کہا کہ حدیث کا معنی بدل جانا شہادت کا معنی بدل جانے سے زیادہ مخفی چیز ہے، اس بناء پر میں نے شہادت کی نسبت حدیث میں زیادہ احتیاط کی ہے۔

(۱۰۱۷) قال وهكذا كما وصفت ولكني أنكرت إذا كان من يحدث عنه ثقة فحدث عن رجل لم تعرف أنت ثقته امتناعك من أن تقلد فتحسن الظن به فلا تتركه يروي الا عن ثقة وان لم تعرفه أنت

:۱۰۱۷ میں نے کہا کہ یہ تو اسی طرح ہے جیسے آپ نے کہا لیکن اگر کوئی شخص ثقہ راوی سے روایت کرے اور وہ ایک آدمی سے روایت نقل کرے جسے آپ ثقہ نہ سمجھتے ہوں، تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ ثقہ راوی کی بات مان کر دوسرے راوی کے متعلق حسنِ ظن کیوں نہیں رکھتے اور اسے ثقہ راوی سے روایت کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے اگرچہ آپ اسے نہ جانتے ہوں۔

(۱۰۱۸) فقلت له ارايت أربعة نفر عدول فقهاء شهدوا على شهادة شاهدين بحق رجل على رجل اكنت قاضيا به ولم يقل لك الاربعة ان الشاهدين عدلان

:۱۰۱۸ میں نے اس سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ اگر چار عادل فقہاء آپ کے سامنے دو آدمیوں کی گواہی پر ایک آدمی کے حق میں دوسرے آدمی کے خلاف گواہی دیں تو کیا آپ اس شہادۃ علی الشہادۃ کی روشنی میں فیصلہ کر دیں گے، جبکہ وہ چار آدمی آپ کے سامنے ان گواہوں کا عادل ہونا بیان نہ کریں؟

(۱۰۱۹) قال لا ولا أقطع بشهادتهما شيئا حتى أعرف عدلهما اما بتعديل الاربعة لهما واما بتعديل غيرهم أو معرفة مني بعدلهما

:۱۰۱۹ اس نے کہا نہیں، بلکہ میں تو ان کی گواہی پر یقین ہی نہیں کروں گا جب تک کہ میں ان دونوں گواہوں کا عادل ہونا معلوم نہ کرلوں، یا تو ان چاروں کی تعدیل کے ذریعے، یا ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی تعدیل کے ذریعے یا میں خود ان کی عدالت سے واقف ہوں۔

(۱۰۲۰) فقلت له ولم لم تقبلهما على المعنى الذي امرتني أن اقبل عليه الحديث فتقول لم يكونوا ليشهدوا إلا على من هو اعدل منهم

:۱۰۲۰ میں نے اس سے کہا کہ آپ اس مفہوم میں ان کی گواہی کیوں قبول نہیں کرتے جس پر آپ نے مجھے حدیث قبول کرنے کا مشورہ دیا ہے اور آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ لوگ صرف اس آدمی کے حق میں گواہی دے سکتے ہیں جو ان کے نزدیک ان سے زیادہ عادل ہوگا؟

(١٠٢١) فقال قد يشهدون على من هو عدل عندهم ومن عرفوه ولم يعرفوا عدله فلما كان هذا موجودا في شهادتهم لم يكن لي قبول شهادة من شهدوا عليه حتى يعدلوه أو اعرف عدله وعدل من شهد عندي على عدل غيره لا اقبل تعديل شاهد على شاهد عدل الشاهد غيره ولم اعرف عدله

۱۰۲۱: اس نے کہا کہ بعض اوقات وہ اپنی دانست کے مطابق اپنے سے زیادہ عادل آدمی کے متعلق گواہی دیتے ہیں، بعض اوقات وہ اسے جانتے ہیں لیکن اس کا عادل ہونا نہیں جانتے، اس لئے ایسی صورت حال میں میرے پاس ان کی گواہی قبول کرنے کی گنجائش نہیں جب تک کہ وہ اس کی تعدیل نہ کریں، یا خود مجھے اس کا عادل ہونا معلوم ہو، میں شاہد علی الشاہد کی تعدیل قبول نہیں کر سکتا جس کا عادل ہونا مجھے معلوم نہ ہو اور شاہد نے غیر کی تعدیل بیان کی ہو۔

(١٠٢٢) فقلت فالحجة في هذا لك الحجة عليك في الا تقبل خبر الصادق عن من جهلنا صدقه

۱۰۲۲: میں نے اس سے کہا کہ جو چیز یہاں آپ کے حق میں حجت ہے، وہی آپ کے خلاف حجت ہے کہ آپ ایک سچے آدمی کی خبر قبول نہیں کرتے جو اس شخص سے نقل کرتا ہے جس کی سچائی سے ہم ناواقف ہیں۔

(١٠٢٣) والناس من ان يشهدوا على شهادة من عرفوا عدله أشد تحفظا منهم من ان يقبلوا الا حديث من عرفوا صحة حديثه

۱۰۲۳: اور لوگ شہادت سے زیادہ حدیث کا تحفظ کرتے ہیں، چنانچہ وہ صرف اسی کی حدیث قبول کرتے ہیں جس کی صحت سے وہ واقف ہوتے ہیں۔

(١٠٢٤) وذلك ان الرجل يلقى الرجل يرى عليه سيما الخير فيحسن الظن به فيقبل حديثه ويقبله وهو لا يعرف حاله فيذكر ان رجلا يقال له فلان حدثني كذا اما على وجه يرجو ان يجد علم ذلك الحديث عند ثقة فيقبله عن الثقة واما ان يحدث به على إنكاره والتعجب منه واما بغفلة في الحديث عنه

۱۰۲۴: اور وہ اس طرح کہ ایک آدمی دوسرے سے ملاقات کرتا ہے، اس پر اسے خیر کے آثار نظر آتے ہیں، وہ اس کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور اس کی حدیث قبول کر لیتا ہے حالانکہ وہ اس کے حالات سے واقف نہیں ہوتا، پھر وہ یہ ذکر کرتا ہے کہ ایک آدمی "جس کو فلاں نام سے ذکر کیا جاتا ہے" نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ اسے یہ توقع ہوتی ہے کہ اس حدیث کا علم کسی ثقہ آدمی کے پاس مل جائے گا لہٰذا وہ اس ثقہ آدمی

کے حوالے سے اسے قبول کر لیتا ہے، یا وہ اس کی حدیث انکار اور تعجب کی بناء پر نقل کرتا ہے یا وہ اس کی حدیث کے رتبے سے غفلت میں ہوتا ہے۔

(١٠٢٥) ولا اعلمني لقيت أحدا قط بريا من ان يحدث عن ثقة حافظ وآخر يخالفه

١٠٢٥: اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں کبھی کسی ایسے آدمی سے ملا ہوں جو اس بات سے بری ہو کہ کسی ثقہ حافظ سے روایت نقل کرے اور دوسرا آدمی اس کی مخالفت کرتا ہو۔

(١٠٢٦) ففعلت بهذا ما يجب علي

١٠٢٦: لہٰذا اس میں بھی میں نے وہی کیا جو میرے لئے ضروری تھا۔

(١٠٢٧) ولم يكن طلبي الدلائل على معرفة صدق من حدثني بأوجب على من طلبي ذلك على معرفة صدق من فوقه لاني أحتاج في كلهم إلى ما أحتاج إليه فيمن لقيت منهم لان كلهم مثبت خبرا عن من فوقه ولمن دونه

١٠٢٧: اور جن لوگوں نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے، ان کی سچائی کی معرفت کے لئے دلائل کی تلاش مجھ پر ان لوگوں سے زیادہ ضروری نہیں تھی جو ان سے اوپر کے راوی ہیں اور ان کی سچائی جانچنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ میں دیگر تمام راویوں کے متعلق بھی یہ معرفت حاصل کرنے کا اتنا ہی ضرورت مند ہوں جتنا اس راوی کے حوالے سے جس سے میری ملاقات ہوئی ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک خبر کو ثابت کرنے والا ہے کوئی اپنے سے اوپر والے سے اور کوئی اپنے سے نیچے والے کے لئے۔

(١٠٢٨) فقال فما بالك قبلت ممن لم تعرفه بالتدليس أن يقول " عن " وقد يمكن فيه أن يكون لم يسمعه

١٠٢٨: اس نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے "عن" کے ذریعے ان راویوں کی روایت قبول کر لی ہے جن کے حوالے سے آپ کو تدلیس کا علم نہیں ہوا حالانکہ ممکن ہے کہ اس نے اپنے شیخ سے وہ روایت نہ سنی ہو۔

(١٠٢٩) فقلت له المسلمون العدول عدول أصحاء الامر في أنفسهم وحالهم في أنفسهم غير حالهم في غيرهم ألا ترى أني إذا عرفتهم بالعدل في أنفسهم قبلت شهادتهم وإذا شهدوا على شهادة غيرهم لم أقبل شهادة غيرهم حتى أعرف حاله ولم تكن معرفتي عدلهم معرفتي عدل من شهدوا على شهادته

١٠٢٩: میں نے اس سے کہا کہ عادل مسلمان عادل ہی ہوتے ہیں اور ان کے معاملات ان کی ذات کے حوالے سے ٹھیک

ہوتے ہیں اوران کے اپنے ذاتی احوال دوسروں کے حالات سے مختلف ہوتے ہیں، آپ یہ دیکھئے کہ جب میں خود ان کی ذات کے حوالے سے ان کی عدالت کو جانتا ہوں تو میں ان کی گواہی کو قبول کر لیتا ہوں اور اگر وہ گواہی پر گواہی دیں تو جب تک میں دوسروں کے حالات سے واقف نہ ہو جاؤں، میں ان کی گواہی قبول نہیں کرتا اور ان کے عادل ہونے کو جاننے سے غیروں کا عادل ہونا معلوم نہیں ہوتا۔

(١٠٣٠) وقولهم عن خبر أنفسهم وتسميتهم على الصحة حتى نستدل من فعلهم بما يخالف ذلك فنحترس منهم في الموضع الذي خالف فعلهم فيه ما يجب عليهم

١٠٣٠: اوران کا اپنے حوالے سے کوئی خبر دینا اوراس کا نام رکھنا صحت پر موقوف ہے تاکہ ہم ان کے فعل سے اس چیز پر استدلال کر سکیں جو اس کے خلاف ہے۔

(١٠٣١) ولم نعرف بالتدليس ببلدنا فيمن مضى ولا من أدركنا من أصحابنا إلا حديثا فإن منهم من قبله عن من لو تركه عليه كان خيرا له

١٠٣١: ہمیں اپنے شہر میں تدلیس کا کوئی علم نہیں ہے، نہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر چکے ہیں اور نہ ان حضرات میں جنہیں ہم نے پایا ہے سوائے ایک حدیث کے کہ اگر اسے قبول کرنے کی بجائے ترک کر دیا جاتا تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔

(١٠٣٢) وكان قول الرجل " سمعت فلانا يقول سمعت فلانا يقول " وقوله " حدثني فلان عن فلان " سواء عندهم لا يحدث واحد منهم عن من لقي إلا ما سمع منه ممن عناه بهذه الطريق قبلنا منه " حدثني فلان عن فلان "

١٠٣٢: اور انسان کا " سمعت فلانا يقول : سمعت فلانا " کہنا اور " حدثنی فلان عن فلان " کہنا اور محدثین کے نزدیک برابر ہے، ان میں سے جو بھی حدیث بیان کرے گا وہ وہی حدیث ہوگی جو اس نے سنی ہوگی اور اور راوی سے اس کی ملاقات بھی ہوئی ہو، اور وہ اس راہ کا شناسا بھی ہو تو ہم اس کا " حدثنی فلان عن فلان " کہنا قبول کر لیں گے۔

(١٠٣٣) ومن عرفناه دلس مرة فقد أبان لنا عورته في روايته

١٠٣٣: اور جس شخص کے متعلق ہمیں ایک مرتبہ معلوم ہو گیا کہ وہ تدلیس کرتا ہے تو باب روایت میں ہمارے سامنے اس کا پردہ فاش ہو گیا۔

(١٠٣٤) وليس تلك العورة بالكذب فنرد بها حديثه ولا النصيحة في الصدق فنقبل منه

ما قبلنا من أهل النصيحة في الصدق

۱۰۳۴: یہ پردہ جھوٹ کی طرح تونہیں ہے کہ ہم اس کی وجہ سے اس کی حدیث کورد کردیں اور نہ ہی سچی نصیحت وخیر خواہی کے حوالے سے ہے کہ ہم سچے اہل نصیحت کی جو باتیں قبول کرتے ہیں، وہ اس کی بھی قبول کرلیں گے۔

(١٠٣٥) فقلنا لا نقبل من مدلس حديثا حتى يقول فيه " حدثني " أو " سمعت "

۱۰۳۵: خلاصہ یہ کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی مدلس کی کوئی حدیث قبول نہیں کرتے جب تک کہ وہ حدثنی یاسمعت نہ کہے (یعنی تحدیث یا سماع کا ذکر کرنا ضروری ہے)۔

(١٠٣٦) فقال قد أراك تقبل شهادة من لا يقبل حديثه

۱۰۳۶: اس نے کہا کہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کی شہادت قبول کرلیتے ہیں جن کی حدیث قبول نہیں کرتے؟

(١٠٣٧) قال فقلت لكبر أمر الحديث وموقعه من المسلمين ولمعنى بين

۱۰۳۷: میں نے اس سے کہا کہ حدیث کی اہمیت کی وجہ سے، مسلمانوں میں اس کے بلند مقام کی وجہ سے اور ایک واضح معنی کی وجہ ہے۔

(١٠٣٨) قال وما هو ؟

۱۰۳۸: اس نے کہا کہ وہ کیا ہے؟

(١٠٣٩) قلت تكون اللفظة تترك من الحديث فتحيل معناه أو ينطق بها بغير لفظة المحدث والناطق بها غير عامد لاحالة الحديث فيحيل معناه

۱۰۳۹: میں نے کہا کہ بعض اوقات حدیث کا کوئی لفظ چھوٹ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے معنی میں بگاڑ آ جاتا ہے، یا محدث کے بیان کئے ہوئے لفظ کے علاوہ کوئی اور لفظ بولا جائے اور بولنے والے کا اس میں کوئی ارادہ شامل نہ ہو تو اس کا معنی خراب ہو جاتا ہے۔

(١٠٤٠) فإذا كان الذي يحمل الحديث يجهل هذا المعنى كان غير عاقل للحديث فلم نقبل حديثه إذا كان ما لا يعقل إن كان ممن لا يؤدي الحديث بحروفه وكان يلتمس تأديته على معانيه وهو لا يعقل المعنى

۱۰۴۰: اگر حامل حدیث اس باریکی سے واقف نہ ہو تو وہ حدیث کو سمجھنے والا نہیں ہوسکتا لہٰذا اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث کو اس کے الفاظ کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور معانی ادا کرنے

کے لئے تلاش کرتے ہیں حالانکہ انہیں معنی کی سمجھ بوجھ تو ہے ہی نہیں۔

(١٠٤١) قال أفيكون عدلا غير مقبول الحديث

١٠٤١: اس نے کہا کہ کیا ایسا آدمی عادل ہوسکتا ہے جس کی حدیث مقبول نہ ہو؟

(١٠٤٢) قلت نعم إذا كان كما وصفت كان هذا موضع ظنة بينة يرد بها حديثه وقد يكون الرجل عدلا على غيره ظنينا في نفسه وبعض أقربيه ولعله ان يخر من بعد أهون عليه من أن يشهد بباطل ولكن الظنة لما دخلت عليه تركت بها شهادته فالظنة ممن لا يؤدي الحديث بحروفه ولا يعقل معانيه أبين منها في الشاهد لمن ترد شهادته فيما هو ظنين فيه بحال

١٠٤٢: میں نے کہا جی ہاں! جب صورت حال وہ ہو جو میں نے بیان کی ہے تو یہ تہمت کا موقع بن جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ہم اس کی حدیث کو رد کر دیں گے، بعض اوقات انسان دوسروں کے سامنے عادل ہوتا ہے لیکن خود اپنی اور بعض قریبی رشتہ داروں کی نگاہوں میں متہم ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کے لئے دور کی بلندی سے گر جانا باطل کی گواہی دینے سے زیادہ آسان ہو لیکن جب تہمت کا عمل دخل ہوتا ہے تو اس بناء پر اس کی گواہی ترک کر دی جاتی ہے، سو جو شخص حدیث کو اس کے حروف کے ساتھ ادا نہیں کرتا اور اس کے معانی کو سمجھتا نہیں ہے گواہ سے زیادہ اس پر تہمت کا ہونا واضح ہے۔

(١٠٤٣) وقد يعتبر على الشهود فيما شهدوا فيه فإن استدللنا على ميل نستبينه أو حياطة بمجاوزة قصد للمشهود له لم نقبل شهادتهم وإن شهدوا في شئ مما يدق ويذهب فهمه عليهم في مثل ما شهدوا عليه لم نقبل شهادتهم لانهم لا يعقلون معنى ما شهدوا عليه

١٠٤٣: بعض اوقات گواہوں کے حوالے سے اس چیز کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے جس کی انہوں نے گواہی دی ہو، اگر ہم گواہوں کے کسی واضح میدان پر استدلال کر سکیں یا مشہود لہ سے کسی خاص مقصد کے حصول پر ہماری رہنمائی ہو جائے تو ہم ان کی گواہی قبول نہیں کریں گے، اگر وہ کسی دقیق چیز کے متعلق گواہی دیں جو ان کی فہم اور سمجھ بوجھ سے بالاتر ہو تو ہم ان کی گواہی بھی قبول نہیں کریں گے کیونکہ وہ تو اس چیز کا معنی ہی نہیں سمجھتے جس کی وہ گواہی دے رہے ہیں۔

(١٠٤٤) ومن كثر غلطه من المحدثين ولم يكن له أصل كتاب صحيح لم نقبل حديثه كما يكون من أكثر الغلط في الشهادة لم نقبل شهادته

۱۰۴۴: اسی طرح جن محدثین سے کثرت کے ساتھ غلطیاں ہوتی ہوں اوران کے پاس کسی صحیح کتاب کی کوئی اصل بھی موجود نہ ہو، ہم ان کی حدیث بھی قبول نہیں کریں گے، جیسا کہ اکثر غلط گواہی دینے والے کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔

(۱۰٤٥) وأهل الحديث متباينون

۱۰۴۵: اور محدثین کے درمیان باہم فرق ہے اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

(۱۰٤٦) فمنهم المعروف بعلم الحديث بطلبه وسماعه من الاب والعم وذوي الرحم والصديق وطول مجالسة أهل التنازع فيه ومن كان هكذا كان مقدما بالحفظ إن خالفه من يقصر عنه كان أولى أن يقبل حديثه ممن خالفه من أهل التقصير عنه

۱۰۴۶: چنانچہ ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو علم حدیث کے حوالے سے معروف ہیں اور طلب حدیث باپ، چچا، قریبی رشتہ داروں اور دوسروں سے سماع حدیث اور طول مجالست (لمبی ہم نشینی) کے حوالے سے انہیں جانا جاتا ہے، جو شخص ایسا ہوگا وہ حفظ میں بھی مقدم ہوگا، اگر اس سے کم درجہ کوئی آدمی اس کی مخالفت کرے گا تو اس کی نسبت اس کی روایت قبول کئے جانے کی زیادہ حقدار ہوگی۔

(۱۰٤٧) ويعتبر على أهل الحديث بأن إذا اشتركوا في الحديث عن الرجل بأن يستدل على حفظ أحدهم بموافقة أهل الحفظ وعلى خلاف حفظه بخلاف حفظ أهل الحفظ له

۱۰۴۷: اور محدثین میں اس بات کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے کہ جب وہ کسی راوی سے روایت نقل کرنے میں مشترک ہوں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک کی یادداشت دوسروں کی یادداشت کے موافق ہے یا مخالف ہے؟

(۱۰٤٨) وإذا اختلفت الرواية استدللنا على المحفوظ منها والغلط بهذا ووجوه سواه تدل على الصدق والحفظ والغلط قد بيناها في غير هذا الموضع وأسأل الله التوفيق

۱۰۴۸: اگر اس کی وجہ سے روایات مختلف ہو جائیں تو ہم ان میں سے اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو محفوظ ہو، اور اس وجہ سے یا اس کے علاوہ دیگر وجوہات ''جو سچائی، قوت حافظہ اور غلطی پر دلالت کرتی ہیں'' سے جو غلط قرار پاتی ہے اس کی وضاحت ہم دوسرے مقام پر کر چکے ہیں، اور میں اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق کا سوال کرتا ہوں۔

(۱۰٤٩) فقال فما الحجة لك في قبول خبر الواحد وأنت لا تجيز شهادة واحد وحده وما حجتك في أن قسته بالشهادة في أكثر أمره وفرقت بينه وبين الشهادة في بعض

أمره

١٠٤٩: اس نے کہا کہ خبر واحد کو قبول کرنے کے لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہے جبکہ آپ اکیلے آدمی کی گواہی کو معتبر نہیں مانتے اور اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ نے اکثر معاملات میں اسے شہادت پر قیاس کیا ہے اور بعض جگہوں پر آ کر ان دونوں میں فرق کر دیا ہے؟

(١٠٥٠) قال فقلت له أنت تعيد ما قد ظننتك فرغت منه ولم أقسه بالشهادة إنما سألت أن امثله لك بشئ تعرفه، أنت به أخبر منك بالحديث فمثلته لك بذلك الشئ لا أني احتجت لان يكون قياسا عليه

١٠٥٠: میں نے اس سے کہا کہ آپ دوبارہ وہی بات دہرا رہے ہیں جس کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ آپ اس سے فارغ ہو چکے ہیں، میں نے اسے شہادت پر قیاس نہیں کیا ہے، آپ نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ آپ کے سامنے اس کی کوئی ایسی مثال پیش کروں جو آپ جانتے ہیں اور حدیث سے زیادہ اس سے باخبر ہیں، سو میں نے یہ مثال بیان کر دی، ایسا نہیں ہے کہ مجھے اس پر قیاس کرنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔

(١٠٥١) وتثبيت خبر الواحد أقوى من أن أحتاج إلى أن أمثله بغيره بل هو أصل في نفسه

١٠٥١: خبر واحد اس سے بہت زیادہ مضبوط ہے کہ میں کسی دوسری چیز سے اس کی مثال دینے کا محتاج اور ضرورت مند ہوں، بلکہ وہ تو اپنی ذات کے اعتبار سے اصل ہے۔

(١٠٥٢) قال فكيف يكون الحديث كالشهادة في شئ ثم يفارق بعض معانيها في غيره

١٠٥٢: اس نے کہا کہ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز میں حدیث شہادت کی طرح ہو اور دوسری چیز میں اس سے جدا ہو؟

(١٠٥٣) فقلت له هو مخالف للشهادة كما وصفت لك في بعض أمره ولو جعلته كالشهادة في بعض أمره دون بعض كانت الحجة لي فيه بينة إن شاء الله

١٠٥٣: میں نے اس سے کہا کہ بعض معاملات میں حدیث اور شہادت میں فرق ہے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، اگر میں اسے بعض معاملات میں شہادت کی طرح قرار دوں تو اس میں بھی میرے پاس ان شاء اللہ واضح دلیل ہوگی۔

(١٠٥٤) قال وكيف ذلك وسبيل الشهادات سبيل واحدة؟

١٠٥٤: اس نے کہا وہ کیسے؟ جبکہ شہادات کا راستہ تو ایک ہی ہے؟

(١٠٥٥) قال فقلت أتعني في بعض أمرها دون بعض أم في كل أمرها

۱۰۵۵: میں نے اس سے کہا کہ آپ کی مراد بعض امور ہیں یا تمام امور ہیں؟

(١٠٥٦) قال بل في كل أمرها؟

۱۰۵۶: اس نے کہا کہ تمام امور۔

(١٠٥٧) قلت فكم أقل ما تقبل على الزنا

۱۰۵۷: میں نے اس سے کہا کہ بدکاری کے ثبوت کے لئے آپ کے پاس کم از کم کتنے گواہ ہوں تو آپ قبول کریں گے۔

(١٠٥٨) قال أربعة

۱۰۵۸: اس نے کہا چار۔

(١٠٥٩) قلت فإن نقصوا واحدا جلدتهم

۱۰۵۹: میں نے کہا کہ اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو تو آپ انہیں کوڑے ماریں گے؟

(١٠٦٠) قال نعم

۱۰۶۰: اس نے کہا جی ہاں!

(١٠٦١) قلت فكم تقبل على القتل والكفر وقطع الطريق الذي تقتل به كله

۱۰۶۱: میں نے کہا کہ قتل، کفر اور ڈاکہ جن کے بدلے میں انسان کو قتل کر دیا جاتا ہے، آپ ان میں کتنے گواہ قبول کرتے ہیں؟

(١٠٦٢) قال شاهدين

۱۰۶۲: اس نے کہا دو گواہ۔

(١٠٦٣) قلت له كم تقبل على المال؟

۱۰۶۳: میں نے اس سے کہا کہ مال پر آپ کتنے گواہ قبول کرتے ہیں؟

(١٠٦٤) قال شاهدا وامرأتين

۱۰۶۴: اس نے کہا کہ ایک مرد اور دو عورتیں۔

(١٠٦٥) قلت فكم تقبل في عيوب النساء

۱۰۶۵: میں نے کہا کہ عورتوں کے اندرونی معاملات میں آپ کتنے گواہ قبول کرتے ہیں؟

(١٠٦٦) قال امرأة

۱۰۶۶: اس نے کہا ایک عورت۔

(١٠٦٧) قلت ولو لم يتموا شاهدين وشاهدا وامرأتين لم تجلدهم كما جلدت شهود الزنا؟

۱۰۶۷: میں نے کہا کہ اگر دو گواہ، یا ایک مرد اور دو عورتیں پوری نہ ہوں تو آپ انہیں کوڑے نہیں مارتے جیسے بدکاری کے گواہوں کو مارتے ہیں؟

(١٠٦٨) قال نعم

۱۰۶۸: اس نے کہا جی ہاں!

(١٠٦٩) قلت أفتراها مجتمعة؟

۱۰۶۹: میں نے کہا کہ کیا آپ ان سب کو اکٹھا دیکھتے ہیں؟

(١٠٧٠) قال نعم في أن أقبلها متفرقة في عددها وفي أن لا يجلد إلا شاهد الزنا

۱۰۷۰: اس نے کہا جی ہاں! اس بارے میں کہ میں اسے قبول کرلوں ان کے متفرق عدد کے ساتھ اور یہ کہ بدکاری کے گواہوں کے علاوہ کسی کو کوڑے نہ مارے جائیں۔

(١٠٧١) قلت له فلو قلت لك هذا في خبر الواحد وهو مجامع للشهادة في أن أقبله ومفارق لها في عدده هل كانت لك حجة إلا كهي عليك

۱۰۷۱: میں نے اس سے کہا کہ اگر یہی بات میں خبر واحد کے حوالے سے کہوں جو کہ شہادت کے ساتھ اس حوالے سے مشترک ہے کہ میں اسے قبول کرلوں اس کے متفرق عدد کے ساتھ تو کیا ایسے نہیں ہوگا کہ یہ آپ کے حق میں بننے والی دلیل بھی آپ کے خلاف حجت ہو جائے؟

(١٠٧٢) قال فإنما قلت بالخلاف بين عدد الشهادات خبرا واستدلالا

۱۰۷۲: اس نے کہا کہ میں نے تو خبر اور استدلال کی روشنی میں گواہوں کی مختلف تعداد کا قول اختیار کیا ہے۔

(١٠٧٣) قلت وكذلك قلت في قبول خبر الواحد خبرا واستدلالا

۱۰۷۳: میں نے کہا کہ پھر میں نے بھی خبر اور استدلال ہی کی روشنی میں خبر واحد کو قبول کرنے کا قول اختیار کیا ہے۔

(١٠٧٤) وقلت أرأيت شهادة النساء في الولادة لم أجزتها ولا تجيزها في درهم؟

۱۰۷۴: میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ یہ بتایئے کہ ولادت کے حوالے سے آپ عورتوں کی گواہی کا اعتبار کیوں کرتے ہیں

سب سے پہلے کہ آپ ان کا قبول نہیں کرتے؟

:۱۰۷۵ [illegible]

[illegible] اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟

(۱۰۷۶) قلت: لم يذكر الله في القرآن أقل من شاهد وامرأتين

:۱۰۷۶ میں نے کہا: کہ آپ سے یہ بات ہو چکی ہے کہ قرآن میں ایک مرد اور دو عورتوں سے کم گواہی کا ذکر نہیں ہے؟

الجزء الثالث

قال أبو القاسم عبد الرحمن بن نصر قال نا أبو علي الحسن بن حبيب قال نا الربيع بن سليمان قال نا الشافعي

(۱۰۷۷) قال ولم يحظر أن يجوز أقل من ذلك فأجزنا ما أجاز المسلمون ولم يكن هذا خلاف القرآن

:۱۰۷۷ اس نے کہا: اس سے کم کی ممانعت بھی نہیں پائی جاتی اس لئے ہم نے اس چیز کو جائز قرار دیا جسے مسلمانوں نے جائز قرار دیا ہے اور یہ خلاف قرآن نہیں ہے۔

(۱۰۷۸) قلت فهكذا قلنا في تثبيت خبر الواحد استدلالا بأشياء كلها أقوى من إجازة شهادة النساء

:۱۰۷۸ میں نے کہا: خبر واحد کو ثابت کرنے کے لئے بھی ہم یہی کہتے ہیں اور ایسی چیزوں سے استدلال کرتے ہیں جو سب کی سب عورتوں کی گواہی معتبر ہونے سے زیادہ مضبوط ہیں۔

(۱۰۷۹) فقال فهل من حجة تفرق بين الخبر والشهادة سوى الاتباع

:۱۰۷۹ اس نے کہا: اتباع کے علاوہ کوئی اور دلیل بھی ہے جو خبر اور شہادت میں فرق کر سکے؟

(۱۰۸۰) قلت نعم ما لا أعلم من أهل العلم فيه مخالفا

:۱۰۸۰ میں نے کہا: جی ہاں! ایک ایسی دلیل کہ میں اہل علم میں سے کسی کو اس کے خلاف نہیں پاتا (اجماع)

(۱۰۸۱) قال وما هو؟

١٠٨١: اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟

(١٠٨٢) قلت العدل يكون جائز الشهادة في أمور مردودها في أمور

١٠٨٢: میں نے کہا کہ عادل آدمی کی گواہی بعض معاملات میں معتبر اور بعض میں غیر معتبر اور مردود ہوتی ہے۔

(١٠٨٣) قال فأين هو مردودها ؟

١٠٨٣: اس نے کہا کہ مردود کیسے ہوتی ہے؟

(١٠٨٤) قلت إذا شهد في موضع يجر به إلى نفسه زيادة من أي وجه ما كان الجر أو يدفع بها عن نفسه غرما أو إلى ولده أو والده أو يدفع بها عنهما ومواضع الظنن سواها

١٠٨٤: میں نے کہا کہ جب وہ کسی ایسے موقع پر گواہی دے جس میں وہ اپنی طرف کوئی اضافہ کھینچ رہا ہو خواہ کسی بھی طرح ہو، یا اپنی ذات سے کوئی نقصان دور کر رہا ہو، یا اپنی اولاد اور والدین کے لئے کوئی اضافہ (فائدہ) کھینچ رہا ہو یا ان سے کوئی نقصان دور کر رہا ہو، تہمت کے اس کے علاوہ اور بھی مواقع ہیں۔

(١٠٨٥) وفيه في الشهادة أن الشاهد إنما يشهد بها على واحد ليلزمه غرما أو عقوبة وللرجل ليؤخذ له غرم أو عقوبة وهو خلي مما لزم غيره من غرم غير داخل في غرمه ولا عقوبته ولا العار الذي لزمه ولعله يجر ذلك إلى من لعله أن يكون أشد تحاملا له منه لولده أو والده فيقبل شهادته لانه لا ظنة ظاهرة كظنته في نفسه وولده ووالده وغير ذلك مما يبين فيه من مواضع الظنن

١٠٨٥: گواہی میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی کے خلاف گواہی دیتا ہے تاکہ اس پر تاوان یا سزا کو لازم کر دے، اور اس کے لئے تاوان یا سزا نافذ کی جا سکتی ہے، یہ خالی ہے اس تاوان سے جو دوسرے پر لازم ہو اور وہ اس کے تاوان میں داخل ہے اور نہ ہی اس کی سزا میں، اسی طرح اس عار میں بھی نہیں جو اس پر لازم ہوئی، حالانکہ ممکن ہے کہ اس سے وہ کسی ایسے شخص کو فائدہ پہنچا رہا ہو جو اس کے نزدیک اس کی اولاد اور والدین سے زیادہ عزیز ہو، لیکن اس صورت میں اس کی گواہی قبول کر لی جائے۔

(١٠٨٦) والمحدث بما يحل ويحرم لا يجر إلى نفسه ولا إلى غيره ولا يدفع عنها ولا عن غيره شيئا مما يتمول الناس ولا مما فيه عقوبة عليهم ولا لهم وهو ومن حدثه ذلك الحديث من المسلمين سواء إن كان بأمر يحل أو يحرم فهو شريك العامة فيه لا تختلف حالاته فيه فيكون ظنينا مرة مردود الخبر وغير ظنين أخرى مقبول الخبر

كما تختلف حال الشاهد لعوام المسلمين وخواصهم

۱۰۸۶: اورحلال وحرام کی حدیث بیان کرنے والا اپنی ذات کے لئے یا کسی اور کے لئے کوئی فائدہ نہیں کھینچتا اور نہ ہی اپنی ذات سے یا کسی اور سے کوئی نقصان دور کرتا ہے، اس کے ذریعے نہ تو وہ کوئی ایسی چیز حاصل کرسکتا ہے جس سے لوگ متمول ہوتے ہیں اور نہ ایسی چیز سے بچتا ہے جس میں اس کے لئے سزا یا تاوان کا پہلو پایا جاتا ہے، اس معاملے میں وہ اور جس مسلمان کے سامنے اس نے حدیث بیان کی، دونوں برابر ہیں، اگر اس کا تعلق کسی ایسے امر سے ہو جو حلال ہو یا حرام ہو، تو وہ عوام کے ساتھ اس میں شریک ہے، اس کی حالت ان سے مختلف نہیں ہے، لہٰذا ایک موقع پر تہمت لگنے کی وجہ سے وہ مردود الخبر ہو گیا اور ایک موقع پر تہمت لگنے کے باوجود وہ مقبول الخبر ہے، جیسا کہ عوام اور خواص کے حوالے سے گواہ کی حالت مختلف ہوتی ہے۔

(١٠٨٧) وللناس حالات تكون أخبارهم فيها أصح واحرى أن يحضرها التقوى منها في أخرى ونيات ذوي النيات فيها أصح وفكرهم فيها أدوم وغفلتهم أقل وتلك عند خوف الموت بالمرض والسفر وعند ذكره وغير تلك الحالات من الحالات المنبهة عن الغفلة

۱۰۸۷: اور لوگوں کے بھی مختلف حالات ہوتے ہیں، ان میں ان کی بعض خبریں بعض سے زیادہ صحیح اور قابل قبول ہوتی ہیں، نیت والوں کی نیت ان میں صحیح ہوتی ہے، ان کے فکر دائمی ہوتی ہے اور ان کی غفلت کم ہوتی ہے جیسے مرض یا سفر کی وجہ سے موت کے خوف کے وقت، یا موت کے تذکرے کے وقت، یا اس کے علاوہ ان حالتوں میں جو انسان کو غفلت سے بیدار کرنے والی ہوتی ہیں۔

(١٠٨٨) فقلت له قد يكون غير ذي الصدق من المسلمين صادقا في هذه الحالات وفي أن يؤتمن على خبر فيرى أنه يعتمد على خبره فيه فيصدق غاية الصدق وإن لم يكن تقوى فحياء من أن ينصب لامانة في خبر لا يدفع به عن نفسه ولا يجر إليها ثم يكذب بعده أو يدع التحفظ في بعض الصدق فيه

۱۰۸۸: میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ ان حالات میں بعض اوقات وہ آدمی بھی سچا بن جاتا ہے جو سچا نہیں ہوتا، اس طرح بعض اوقات اسے کسی خبر پر امین بنایا جاتا ہے، اور اس پر اعتماد کیا جاتا ہے، چنانچہ وہ نہایت سچا ثابت ہوتا ہے، اس کی وجہ اگر تقویٰ نہ بھی ہو تو اس بات کی حیاء ہوتی ہے کہ اسے کسی خبر کے حوالے میں امین بنایا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے کسی نقصان کو دور نہیں کر رہا یا اپنی ذات کے لئے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر رہا، لیکن اس کے علاوہ جھوٹ بولتا ہے یا احتیاط کا دامن ترک کر دیتا ہے۔

(١٠٨٩) فإذا كان موجودا في العامة وفي أهل الكذب الحالات يصدقون فيها الصدق الذي تطيب به نفس المحدثين كان أهل التقوى والصدق في كل حالاتهم أولى أن يتحفظوا عند أولى الأمور بهم أن يتحفظوا عندها في أنهم وضعوا موضع الامانة ونصبوا أعلاما للدين وكانوا عالمين بما الزمهم الله من الصدق في كل أمر وأن الحديث في الحلال والحرام أعلى الأمور وابعدها من أن يكون فيه موضع ظنة وقد قدم إليهم في الحديث عن رسول الله ﷺ بشيء لم يقدم إليهم فى غيره، فوعد على الكذب على رسول الله ﷺ النار

١٠٨٩: تو جب عام لوگوں میں اور جھوٹ بولنے والوں میں بعض ایسے حالات پائے جاتے ہیں جن میں وہ سچ بولتے ہیں اور وہ سچ ایسا ہوتا ہے جس سے محدثین مطمئن ہو سکتے ہیں۔تو اہل تقویٰ اور سچے لوگوں پر تو بطریق اولیٰ لازم ہوگا کہ وہ ہر موقع پر سچ کا دامن تھامیں (کیونکہ تھوڑا سچ تو دوسرے لوگ بھی بول لیتے ہیں) اس اعتبار سے کہ انہیں امین بنایا گیا ہے اور انہیں دین کی شناخت بنایا گیا ہے، نیز وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں ان پر سچ بولنے کو لازم قرار دیا ہے اور یہ کہ حلال وحرام کی احادیث تمام امور میں نہایت اہم اور اعلیٰ ہیں، ان کا تہمت کی جگہ سے دور ہونا بہت ضروری ہے، اور ان کے سامنے نبی ﷺ کی حدیث کے حوالے سے ایسی بات رکھ دی گئی ہے جو کسی اور بات میں نہیں رکھی گئی، چنانچہ نبی ﷺ کی طرف جھوٹی نسبت کرنے پر جہنم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(١٠٩٠) عبد العزيز عن محمد بن عجلان عن عبد الوهاب بن بخت عن عبد الواحد النصري عن واثلة بن الاسقع عن النبي ﷺ قال " إن أفرى الفرى من قولني ما لم أقل ومن أرى عينيه ما لم ترى ومن ادعى إلى غير أبيه "

١٠٩٠: ہم سے عبد العزیز نے محمد بن عجلان کی سند سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا جھوٹ اس شخص کا ہے جو میری طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو میں نے نہیں کہی، اسی طرح وہ شخص جو ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا، نیز وہ شخص جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے۔

(١٠٩١) عبد العزيز عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال" من قال على ما لم أقل فليتبوأ مقعده من النار"

١٠٩١: ہم سے عبد العزیز نے محمد بن عمرو کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو میں نے نہ کہی ہو، اسے چاہئے کہ جہنم کی آگ میں اپنا ٹھکانہ

بنالے۔

(١٠٩٢) يحي بن سليم عن عبيد الله بن عمر عن أبي بكر بن سالم عن سالم عن ابن عمر أن النبيﷺ قال " إن الذي يكذب علي يبني له بيت في النار "

١٠٩٢: ہم سے یحییٰ بن سلیم نے عبیداللہ بن عمر کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرتا ہے، اس کے لئے جہنم میں گھر تیار کر دیا جاتا ہے۔

(١٠٩٣) حدثنا عمرو بن أبي سلمة عن عبد العزيز بن محمد عن أسيد بن أبي أسيد عن أمه قالت قلت لابي قتادة مالك لا تحدث عن رسول اللهﷺ كما يحدث الناس عنه قالت فقال أبو قتادة سمعت رسول اللهﷺ يقول من كذب علي فليتلمس لجنبه مضجعا من النار فجعل رسول اللهﷺ يقول ذلك ويمسح الارض بيده

١٠٩٣: ہم سے عمرو بن ابی سلمہ نے عبدالعزیز کی سند سے حضرت ام اسید کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ دوسرے لوگوں کی طرح نبی ﷺ کی احادیث نہیں بیان کرتے؟ تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میری طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے، اسے چاہئے کہ جہنم میں اپنے پہلو کے لئے لیٹنے کی جگہ تلاش کر لے، نبی ﷺ یہ فرماتے جا رہے تھے اور اپنے دست مبارک کو زمین پر پھیرتے جا رہے تھے۔

(١٠٩٤) سفيان عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة أن رسول اللهﷺ قال " حدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج وحدثوا عني ولا تكذبوا علي "

١٠٩٤: ہم سے سفیان نے محمد بن عمرو کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے حوالے سے حدیث بیان کر لیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور میرے حوالے سے بھی حدیث بیان کر لیا کرو، لیکن میری طرف جھوٹی نسبت نہ کیا کرو۔

(١٠٩٥) وهذا أشد حديث روي عن رسول اللهﷺ في هذا وعليه اعتمدنا مع غيره في أن لا نقبل حديثا إلا من ثقة ونعرف صدق من حمل الحديث من حين ابتدئ إلى أن يبلغ به منتهاه

١٠٩٥: اس مضمون کی جتنی بھی روایات نبی ﷺ سے مروی ہیں، یہ روایت ان میں سب سے زیادہ شدید ہے اور دوسری

احادیث کے ساتھ ساتھ ہم نے اسی پر اعتماد کیا ہے کہ ہم اس شخص کی حدیث قبول کرلیں گے جو ثقہ ہو اور ہمیں ابتداء سے لے کر انتہاء تک تمام راویوں کی سچائی معلوم ہو۔

(۱۰۹۶) فإن قال قائل وما في هذا الحديث من الدلالة على ما وصفت

۱۰۹۶: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث میں اس بات پر دلالت کیسے ہوگئی جو آپ نے بیان کی ہے؟

(۱۰۹۷) قيل قد أحاط العلم أن النبي ﷺ لا يأمر أحدا بحال أبدا أن يكذب على بني إسرائيل ولا على غيرهم فإذا أباح الحديث عن بني إسرائيل أن يقبلوا الكذب على بني إسرائيل أباح وإنما أباح قبول ذلك عن من حدث به ممن يجهل صدقه وكذبه

۱۰۹۷: اس سے کہا جائے گا کہ علم اس بات کا احاطہ کرتا ہے کہ نبی ﷺ کبھی بھی کسی کو بنی اسرائیل کی طرف یا کسی اور کی طرف جھوٹی نسبت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے، سو جب نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے حوالے سے روایت نقل کرنے کی اجازت دی تو اس میں جھوٹ کو مباح قرار نہیں دیا، بلکہ اسے قبول کرنے کو مباح قرار دیا ہے اس شخص کی طرف سے جو اسے بیان کرے اور اس کا سچا یا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو۔

(۱۰۹۸) ولم يبحه أيضا عن من يعرف كذبه لانه يروي عنه أنه " من حدث بحديث وهو يراه كذبا فهو أحد الكاذبين " ومن حدث عن كذاب لم يبرأ من الكذب لانه يرى الكذاب في حديثه كاذبا

۱۰۹۸: نبی ﷺ نے اس شخص سے روایت کرنے کو مباح قرار نہیں دیا جس کا جھوٹا ہونا معروف ہو کیونکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی حدیث بیان کرے اور وہ سمجھتا ہو کہ وہ جھوٹا ہے تو وہ دو میں سے ایک جھوٹا ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص کسی کذاب کے حوالے سے حدیث بیان کرے گا وہ بھی جھوٹ سے بری نہیں ہوگا۔

(۱۰۹۹) ولا يستدل على أكثر صدق الحديث وكذبه إلا بصدق المخبر وكذبه إلا في الخاص القليل من الحديث وذلك أن يستدل على الصدق والكذب فيه بأن يحدث المحدث ما لا يجوز أن يكون مثله أو ما يخالفه ما هو أثبت وأكثر دلالات بالصدق منه

۱۰۹۹: اکثر حدیث کے سچ یا جھوٹ پر استدلال کرنے کی صورت یہی ہے کہ مخبر کا سچا یا جھوٹا ہونا معلوم ہو، سوائے چند خاص احادیث کے، اس کی صورت یہ ہے کہ محدث کوئی ایسی حدیث بیان کرے کہ اس جیسی چیز جائز ہی نہ ہو سکتی ہو، یا اس کے مقابلے میں ایسی روایت موجود ہو جو اس سے زیادہ ثابت، مضبوط اور دلائل پر مبنی ہو

(١١٠٠) وإذا فرق رسول الله ﷺ بين الحديث عنه والحديث عن بني إسرائيل فقال " حدثوا عني ولا تكذبوا علي " فالعلم إن شاء الله يحيط ان الكذب الذي نهاهم عنه هو الكذب الخفي وذلك الحديث عمن لا يعرف صدقه لان الكذب إذا كان منهيا عنه على كل حال فلا كذب أعظم من كذب على رسول الله ﷺ

۱۱۰۰: اور نبی ﷺ نے اپنی طرف نسبت کر کے حدیث بیان کرنے اور بنی اسرائیل کے حوالے سے روایت نقل کرنے میں فرق کیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ میرے حوالے سے حدیث بیان کیا کرو لیکن میری طرف جھوٹی نسبت نہ کیا کرو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کذب سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، وہ کذب خفی ہے یعنی ایسے شخص سے حدیث نقل کرنا جس کا سچا ہونا معلوم نہ ہو، کیونکہ جھوٹ تو ویسے ہی ہر حال میں ممنوع ہے اس لئے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے زیادہ برا کوئی جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

الحجة في تثبيت خبر الواحد

خبر واحد کی حجیت

(١١٠١) قال الشافعي فإن قال قائل اذكر الحجة في تثبيت خبر الواحد بنص خبر أو دلالة فيه أو إجماع

۱۱۰۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خبر واحد کی حجیت ثابت کرنے کے لئے کوئی نص ذکر کیجئے، یا دلالۃ النص یا اجماع سے اسے ثابت کیجئے؟

(١١٠٢) فقلت له أخبرنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن عبد الرحمٰن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه أن النبي ﷺ قال " نضر الله عبدا سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم إخلاص العمل لله والنصيحة للمسلمين ولزوم جماعتهم فإن دعوتهم تحيط من روائهم "

۱۱۰۲: تو میں اس سے کہوں گا کہ ہم سے سفیان نے عبدالملک بن عمیر کی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ کرے جو میری بات سنے، اسے محفوظ کرے، اسے یاد رکھے، اور آگے بیان کردے، کیونکہ فقہ کی بات اٹھانے والے بہت سے لوگوں فقیہ نہیں ہوتے اور فقہ کی

بات اٹھانے والے بہت سے لوگ اپنے سے زیادہ سمجھدار آدمی تک بات منتقل کر دیتے ہیں، تین چیزیں ایسی ہیں جن میں بندۂ مسلم کا دل خیانت کرنے والا نہیں ہونا چاہئے، ایک تو یہ کہ عمل خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے، دوسرا یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، اور تیسرا یہ کہ جماعت کو لازم پکڑے کیونکہ ان کی دعا ان کے پیچھے سے ان کا احاطہ کر لیتی ہے (سب کو شامل ہوتی ہے)۔

(١١٠٣) فلما ندب رسول اللهﷺ إلى استماع مقالته وحفظها وأدائها امرأ يؤديها والامرء واحد دل على انه لا يأمر أن يؤدي عنه إلا ما تقوم به الحجة على من أدى إليه لانه إنما يؤدي عنه حلال وحرام يجتنب وحد يقام ومال يؤخذ ويعطى ونصيحة في دين ودنيا

١١٠٣: جب نبی ﷺ نے اپنی بات سننے، یاد رکھنے اور اس شخص کو آگے منتقل کرنے کی ترغیب دی ہے جو دوسروں کو پہنچا سکے، یاد رہے کہ لفظ ''امرؤ'' ایک ہی آدمی پر دلالت کرتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ اپنی نسبت سے ایسی ہی چیز منتقل کرنے کا حکم دے سکتے ہیں جو دوسروں کے لئے حجت بن سکے، کیونکہ نبی ﷺ کے حوالے سے جو چیز نقل کی جائے گی یا تو وہ حلال ہوگی، یا حرام ہوگی کہ اس سے اجتناب کیا جائے، یا کوئی حد شرعی ہوگی کہ اسے قائم کیا جائے، یا مال ہوگا کہ اسے لیا اور دیا جائے، یا نصیحت اور خیر خواہی ہوگی جس کا تعلق دین سے بھی ہو سکتا ہے اور دنیا سے بھی۔

(١١٠٤) ودل على أنه قد يحمل الفقه غير فقيه يكون له حافظا ولا يكون فيه فقيها

١١٠٤: اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ بعض اوقات فقہ کی بات اٹھانے والا فقیہ نہیں ہوتا، وہ اس کا حافظ تو ہوتا ہے لیکن اس کی گہرائی اور باریکی سے واقف نہیں ہوتا۔

(١١٠٥) وأمر رسول اللهﷺ بلزوم جماعة المسلمين مما يحتج به في أن إجماع المسلمين إن شاء الله لازم

١١٠٥: اور نبی ﷺ کا جماعت مسلمین (اجتماعیت) کے ساتھ جڑے رہنے کا حکم اجماع کی حجیت کی بھی دلیل ہے۔

(١١٠٦) أخبرنا سفيان قال أخبرني سالم أبو النضر انه سمع عبيد الله بن أبي رافع يخبر عن أبيه قال قال النبيﷺ "لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الامر من أمري مما نهيت عنه أو أمرت به فيقول لا ندري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه"

١١٠٦: ہم سے سفیان نے سالم کی سند سے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں تم میں

سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہو اور اس کے پاس میرے احکامات میں سے کوئی حکم پہنچے جس کی میں نے ممانعت کی ہے یا میں نے اس کا حکم دیا ہے اور وہ کہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم تو کتاب اللہ میں جو چیز پائیں گے، اسی کی اتباع کریں گے۔

(١١٠٧) قال ابن عيينة وأخبرني محمد بن المنكدر عن النبي ﷺ بمثله مرسلا

١١٠٧: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یہ روایت محمد بن منکدر نے مرسلاً بھی نبی ﷺ سے نقل کی ہے۔

(١١٠٨) وفي هذا تثبيت الخبر عن رسول الله ﷺ وإعلامهم أنه لازم لهم وإن لم يجدوا له نص حكم في كتاب الله وهو موضوع في غير هذا الموضع

١١٠٨: اس سے بھی حجیت حدیث ثابت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے گو کہ کتاب اللہ میں اس کے حکم کے حوالے سے کوئی نص موجود نہ ہو، اس کی تفصیل دوسرے مقام پر کی گئی ہے۔

(١١٠٩) أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار " أن رجلا قبل امرأته وهو صائم فوجد من ذلك وجدا شديدا فأرسل امرأته تسأل عن ذلك فدخلت على أم سلمة أم المؤمنين فأخبرتها فقالت أم سلمة إن رسول الله ﷺ يقبل وهو صائم فرجعت المرأة إلى زوجها فأخبرته فزاده ذلك شرا وقال لسنا مثل رسول الله ﷺ يحل الله لرسوله ما شاء فرجعت المرأة إلى أم سلمة فوجدت رسول الله ﷺ عندها فقال رسول الله ﷺ ما بال هذه المرأة فأخبرته أم سلمة فقال ألا أخبرتيها أني أفعل ذلك فقالت أم سلمة قد اخبرتها فذهبت إلى زوجها فأخبرته فزاد ذلك شرا وقال لسنا مثل رسول الله ﷺ يحل الله لرسوله ما شاء فغضب رسول الله ﷺ ثم قال والله إني لاتقاكم لله ولاعلمكم بحدوده

١١٠٩: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم کی سند سے عطاء بن یسار کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ دے دیا، پھر اس کی طبیعت پر اس کا بوجھ ہوا تو اس نے اپنی بیوی کو مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیج دیا، وہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلی گئی اور انہیں سارا واقعہ بتادیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ بھی روزے کی حالت میں بوسہ دے دیتے ہیں، وہ عورت اپنے شوہر کے پاس واپس آئی اور اسے یہ بات بتادی، اس کی پریشانی میں اور اضافہ ہوگیا اور وہ کہنے لگا کہ ہم لوگ نبی ﷺ کی طرح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے لئے جو چاہے حلال کرسکتا ہے، وہ عورت پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، اس مرتبہ اس نے نبی ﷺ کو ان کے پاس پایا، نبی ﷺ نے پوچھا کہ اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا مسئلہ بتایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ یہ کام تو میں بھی کرتا ہوں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں نے اسے بتایا ہے، اس نے واپس جا کر اپنے شوہر کو یہ بات بتائی تو اس کی پریشانی میں اور اضافہ ہوگیا اور وہ کہنے لگا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے لئے جو چاہے حلال کرسکتا ہے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے، اور فرمایا بخدا میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی حدود کو جاننے والا ہوں۔

(١١١٠) وقد سمعت من يصل هذا الحديث ولا يحضرني ذكر من وصله

۱۱۱۰: میں نے یہ حدیث موصولاً سنی ہے لیکن یہ مجھے یاد نہیں ہے کہ کس سے سنی ہے۔

(١١١١) قال الشافعي في ذكر قول النبي ﷺ " الا أخبرتيها أني أفعل ذلك " دلالة على أن خبر أم سلمة عنه مما يجوز قبوله لانه لا يأمرها بأن تخبر عن النبي ﷺ إلا وفي خبرها ما تكون الحجة لمن أخبرته

۱۱۱۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کیا تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ میں بھی ایسا کرتا ہوں اس میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خبر کو قبول کرنا جائز تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں خبر دینے کا حکم فرمانا اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جبکہ ان کی خبر دوسرے آدمی کے لئے حجت اور معتبر بھی ہو۔

(١١١٢) وهكذا خبر امرأته إن كانت من أهل الصدق عنده

۱۱۱۲: یہی حکم بیوی کی خبر کا ہے جبکہ اس کے نزدیک وہ سچوں میں سے ہو۔

(١١١٣) أخبرنا مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال " بينما الناس بقباء في صلاة الصبح إذ أتاهم آت فقال إن رسول الله ﷺ قد أنزل عليه قرآن وقد أمر أن يستقبل القبلة فاستقبلوها وكانت وجوههم إلى الشام فاستداروا إلى الكعبة "

۱۱۱۳: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن دینار کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ لوگ قباء میں نماز فجر پڑھ رہے تھے، اسی دوران ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے جس میں انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ قبلہ کی جانب رخ کر لیں لہٰذا انہوں نے خانہ کعبہ کی جانب رخ کر لیا، پہلے ان کا رخ شام کی جانب تھا، پھر وہ خانہ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

(١١١٤) وأهل قباء أهل سابقة من الانصار وفقه وقد كانوا على قبلة فرض الله عليهم استقبالا

۱۱۱۴: اہل قباء سبقت لینے والے انصاری حضرات میں سے تھے، وہ سمجھدار لوگ تھے، پہلے سے وہ ایک قبلے پر قائم تھے جس کی طرف رخ کرنے کو ان پر اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا تھا۔

(۱۱۱۵) ولم يكن لهم أن يدعوا فرض الله في القبلة إلا بما تقوم عليهم الحجة ولم يلقوا رسول الله ﷺ ولم يسمعوا ما أنزل الله عليه في تحويل القبلة فيكونون مستقبلين بكتاب الله وسنة نبيه سماعا من رسول الله ﷺ ولا بخبر عامة وانتقلوا بخبر واحد إذا كان عندهم من أهل الصدق عن فرض كان عليهم فتركوه إلى ما أخبرهم عن النبي ﷺ انه أحدث عليهم من تحويل القبلة

۱۱۱۵: اور وہ لوگ قبلے کے حوالے سے اللہ کا فیصلہ ترک نہیں کر سکتے تھے الا یہ کہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے ان پر حجت قائم ہو سکے، وہ نبی ﷺ سے نہیں ملے تھے، انہوں نے تحویل قبلہ کے سلسلے میں نازل ہونے والی وحی بھی نہیں سنی تھی، لیکن صرف ایک آدمی کی خبر پر جو کہ ان کے نزدیک سچا آدمی تھا، وہ ایک فریضے سے دوسرے فریضے کی طرف منتقل ہو گئے اور اسے ترک کر کے اس چیز کو اختیار کر لیا جس کی اس نے انہیں نبی ﷺ کے حوالے سے خبر دی تھی۔

(۱۱۱۶) ولم يكونوا ليفعلوه إن شاء الله بخبر إلا عن علم بأن الحجة تثبت بمثله إذا كان من أهل الصدق

۱۱۱۶: اور وہ لوگ کسی خبر پر ایسا کرنے والے نہیں تھے الا یہ کہ کوئی ایسا علم ان تک پہنچ جائے جس کی روشنی میں وہ یہ سمجھتے ہوں کہ اس سے حجت اور دلیل ثابت ہو سکتی ہے اور مخبر سچا ہے۔

(۱۱۱۷) ولا ليحدثوا أيضا مثل هذا العظيم في دينهم إلا عن علم بأن لهم إحداثه

۱۱۱۷: اور وہ اپنے دین میں ایسی اہم اور بڑی تبدیلی بھی اس وقت تک نہیں کر سکتے تھے جب تک کہ انہیں اس بات کا علم نہ ہو کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

(۱۱۱۸) ولا يدعون أن يخبروا رسول الله ﷺ بما صنعوا منه

۱۱۱۸: اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ نبی ﷺ کو اس چیز کی خبر نہ دیں جو انہوں نے کی ہے۔

(۱۱۱۹) ولو كان ما قبلوا من خبر الواحد عن رسول الله ﷺ في تحويل القبلة وهو فرض مما يجوز لهم لقال لهم إن شاء الله رسول ﷺ قد كنتم على قبلة ولم يكن لكم تركها إلا بعد علم تقوم عليكم به حجة من سماعكم مني أو خبرَ عامة أو أكثر من خبر واحد عني

۱۱۱۹: اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی اور ان کے لئے اسے قبول کرنا جائز نہ ہوتا تو نبی ﷺ ان سے فرما دیتے کہ تم لوگ پہلے سے ایک قبلے پر قائم تھے، تمہیں اس وقت تک اسے ترک نہیں کرنا چاہئے تھا جب تک تمہارے پاس مضبوط علم نہ آجاتا جس سے تم پر حجت قائم ہو جاتی مثلاً تم نے براہِ راست مجھ سے یہ بات سنی ہوتی، یا عمومی خبر کے ذریعے یہ بات تمہیں معلوم ہوتی یا ایک سے زیادہ لوگ میری نسبت سے یہ بات بیان کرتے۔

(۱۱۲۰) أخبرنا مالك عن إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة عن أنس بن مالك قال " كنت أسقي أبا طلحة وأبا عبيدة بن الجراح وأبي بن كعب شرابا من فضيخ وتمر فجاءهم آت فقال إن الخمر قد حرمت فقال أبو طلحة قم يا أنس إلى هذه الجرار فاكسرها فقمت إلى مهراس لنا فضربتها بأسفله حتى تكسرت "

۱۱۲۰: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق بن عبداللہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں کچی اور پکی کھجور کی شراب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو پلا رہا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے، اس پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے انس! اٹھو اور یہ سارے مٹکے توڑ ڈالو، چنانچہ میں نے ایک ہاون دستہ لیا اور ان مشکیزوں کے پیندے پر مارنے لگا حتی کہ وہ سارے ٹوٹ گئے۔

(۱۱۲۱) وهؤلاء في العلم والمكان من النبي ﷺ وتقدم صحبته بالموضع الذي لا ينكره عالم

۱۱۲۱: ان لوگوں کا علم اور شرف صحبت میں جو مقام اور مرتبہ تھا، اس سے کسی ذی علم کو انکار نہیں ہو سکتا۔

(۱۱۲۲) وقد كان الشراب عندهم حلالا يشربونه فجاءهم آت وأخبرهم بتحريم الخمر فأمر أبو طلحة وهو مالك الجرار بكسر الجرار ولم يقل هو ولاهم ولا واحد منهم نحن على تحليلها حتى نلقى رسول الله ﷺ مع قربه منا أو يأتينا خبر عامة

۱۱۲۲: اور پہلے سے ان حضرات کے نزدیک شراب حلال تھی جسے یہ لوگ پیتے تھے، ایسے ہی ایک مجلس میں ایک آدمی ان کے پاس سے گزرتا ہے، انہیں شراب کی حرمت کی خبر دیتا ہے تو شراب کے مٹکوں کے مالک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انہیں توڑنے کا حکم دیتے ہیں، وہ یعنی ابوطلحہ اور نہ وہاں موجود لوگوں میں سے کوئی ایک کہتا ہے کہ ہم تو اسے اس وقت تک حلال ہی سمجھیں گے جب تک نبی ﷺ سے ملاقات نہ کریں، کیونکہ وہ ہمارے قریب ہی ہیں، یا یہ کہ ہمارے پاس کوئی عمومی خبر آجائے۔

(۱۱۲۳) وذلك انهم لا يهريقون حلالا إهراقه سرف وليسوا من أهله

۱۱۲۳: وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ کسی حلال چیز کو نہیں بہا سکتے تھے کیونکہ یہ تو اسراف ہے اور وہ اسراف کرنے والے نہیں تھے۔

(١١٢٤) والحال في أنهم لا يدعون إخبار رسول الله ﷺ ما فعلوا ولا يدع لو كان قبلوا من خبر الواحد ليس لهم أن ينهاهم عن قبوله

۱۱۲۴: اور صورت حال یہ ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے اس کام کا ضرور ذکر کیا ہوگا جو انہوں نے کیا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ خبر واحد حجت نہ ہو اور نبی ﷺ انہیں اسے قبول کرنے سے منع نہ فرمائیں۔

(١١٢٥) وأمر رسول الله ﷺ أنيسا أن يغدو على امرأة رجل ذكر أنها زنت " فإن اعترفت فارجمها " فاعترفت فرجمها

۱۱۲۵: اسی طرح نبی ﷺ نے حضرت انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کی بیوی کے پاس چلے جائیں جس کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ اس نے بدکاری کی ہے اور فرمایا کہ اگر وہ اعتراف جرم کر لے تو تم اسے رجم کر دینا، اس نے اعتراف کر لیا اور انہوں نے اسے رجم کر دیا۔

(١١٢٦) وأخبرنا بذلك مالك وسفيان عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله عن أبي هريرة وزيد بن خالد وساقا عن النبي ﷺ وزاد سفيان مع أبي هريرة وزيد بن خالد شبلا

۱۱۲۶: یہ روایت ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان نے سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں شبل کا بھی اضافہ کیا ہے۔

(١١٢٧) أخبرنا عبد العزيز عن ابن الهاد عن عبد الله بن أبي سلمة عن عمرو بن سليم الزرقي عن أمه قالت " بينما نحن بمنى إذ علي بن أبي طالب على جمل يقول إن رسول الله ﷺ يقول إن هذه أيام طعام وشراب فلا يصومن أحد فاتبع الناس وهو على جمله يصرخ فيهم بذلك

۱۱۲۷: ہم سے عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن الہاد کی سند سے ام عمرو بن سلیم کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ منیٰ میں تھے، اسی دوران ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر آئے اور کہنے لگے کہ نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ کھانے پینے کے ایام ہیں لہٰذا کوئی بھی روزہ نہ رکھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر بیٹھے سب طرف یہ اعلان کرتے رہے۔

(١١٢٨) ورسول الله ﷺ لا يبعث بنهيه واحدا صادقا إلا لزم خبره عن النبي ﷺ بصدقه عن المنهيين عن ما أخبرهم أن النبي ﷺ نهى عنه

۱۱۲۸: اور نبی ﷺ اپنی طرف سے ممانعت کا پیغام دے کر صرف ایک سچے آدمی کو اسی وقت بھیج سکتے تھے کہ اس کی خبر دوسروں پر لازم ہو سکے، اس کی صورت یہ ہے کہ جن لوگوں کو ممانعت کی گئی ہے، وہ مخبر کو اس ممانعت کا پیغام نبی ﷺ کی طرف سے پہنچانے میں سچا سمجھیں۔

(١١٢٩) ومع رسول الله ﷺ الحاج وقد كان قادرا على أن يبعث إليهم فيشافههم أو يبعث إليهم عددا فبعث واحدا يعرفونه بالصدق

۱۱۲۹: اور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حجاج کی ایک بہت بڑی تعداد تھی، نبی ﷺ اس بات پر قادر تھے کہ لوگوں کے پاس ایک معقول تعداد میں پیغام بر بھیجتے، لیکن نبی ﷺ نے صرف ایک آدمی کو بھیجا جس کی سچائی سے لوگ واقف تھے۔

(١١٣٠) وهو لا يبعث بأمره إلا والحجة للمبعوث إليهم وعليهم قائمة بقبول خبره عن رسول الله ﷺ

۱۱۳۰: اور نبی ﷺ جب بھی کسی کو اپنا پیغام دے کر بھیجتے تو ان لوگوں پر اس پیغام کو قبول کرنے کے سلسلے میں حجت قائم ہو جاتی تھی جن کی طرف پیغامبر کو بھیجا گیا ہوتا تھا۔

(١١٣١) فإذا كان هكذا مع ما وصفت من مقدرة النبي ﷺ على بعثه جماعة إليهم كان ذلك إن شاء الله فيمن بعده ممن لا يمكنه ما أمكنهم وأمكن فيهم أولى ان يثبت به خبر الصادق

۱۱۳۱: جب صورت حال یہ ہے "باوجودیکہ نبی ﷺ ایک جماعت کو بھی بھیج سکتے تھے جیسا کہ میں نے ذکر کیا" تو بعد والوں کے لئے اس سے بطریق اولیٰ کسی سچے مخبر کی خبر کو ثابت کیا جا سکے گا۔

(١١٣٢) أخبرنا سفيان عن عمرو بن دينار عن عمرو بن عبد الله بن صفوان عن خال له إن شاء الله يقال له يزيد بن شيبان قال " كنا في موقف لنا بعرفة يباعده عمرو من موقف الامام جدا فأتانا ابن مربع الانصاري فقال لنا أنا رسول رسول الله ﷺ إليكم يأمركم أن تقفوا على مشاعركم فإنكم على إرث من إرث أبيكم إبراهيم

۱۱۳۲: ہم سے سفیان نے عمرو بن دینار کی سند سے یزید بن شیبان کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ میدانِ عرفات میں

اپنے وقوف کی جگہ میں تھے، عمرو نے اس جگہ کو امام کے وقوف کی جگہ سے دور بیان کیا، اسی اثناء میں ہمارے پاس حضرت ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس نبی ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں، نبی ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنے مشاعر پر وقوف کئے رہو کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر قائم ہو۔

(١١٣٣) وبعث رسول الله ﷺ أبا بكر واليا على الحج في سنة تسع وحضره الحج من أهل بلدان مختلفة وشعوب متفرقة فأقام لهم مناسكهم وأخبرهم عن رسول الله ﷺ بما هم وما عليهم

۱۱۳۳: اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ۹ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنا کر بھیجا، اس حج میں مختلف شہروں اور مختلف گروہوں اور قبیلوں کے لوگ آئے ہوئے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں مناسک حج سکھائے اور ادا کروائے اور نبی ﷺ کی طرف نسبت کر کے انہیں ان کے حقوق اور فرائض سے آگاہ کیا۔

(١١٣٤) وبعث علي بن أبي طالب في تلك السنة فقرأ عليهم في مجمعهم يوم النحر آيات من (سورة براءة) ونبذ إلى قوم على سواء وجعل لهم مددا ونهاهم عن أمور

۱۱۳۴: اسی سال نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، انہوں نے لوگوں کے مجمع میں دس ذی الحجہ کے دن سورۂ براءت کی چند آیات پڑھ کر سنائیں اور تمام لوگوں کو یکساں طور پر پیغام پہنچایا، ان کے لئے مدت مقرر کی اور متعدد امور سے انہیں منع کیا۔

(١١٣٥) فكان أبو بكر وعلي معروفين عند أهل مكة بالفضل والدين والصدق وكان من جهلهما أو أحدهما من الحاج وجد من يخبره عن صدقهما وفضلهما

۱۱۳۵: اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اپنے علم و فضل، دینداری اور صدق میں اہل مکہ کے نزدیک معروف تھے، اگر کوئی حاجی ان دونوں سے یا ان میں سے کسی ایک سے ناواقف تھا تو ایسے لوگ حجاج کرام میں ہی موجود تھے جو اسے ان کے علم و فضل اور صداقت کے حوالے سے بتا سکتے تھے۔

(١١٣٦) ولم يكن رسول الله ﷺ ليبعث إلا واحدا الحجة قائمة بخبره على من بعثه إليه ان شاء الله

۱۱۳۶: اور نبی ﷺ کسی ایک آدمی کو بھی بھیج دیتے تو اس سے دوسرے لوگوں پر حجت قائم ہو جاتی تھی۔

(١١٣٧) وقد فرق النبي ﷺ عمالا على نواحي عرفنا أسماءهم والمواضع التي فرقهم عليها

۱۱۳۷: اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمال کو مختلف علاقوں میں بھیجا، ہم ان کے ناموں سے واقف ہیں اور ان جگہوں کو بھی جانتے ہیں جہاں نبی ﷺ نے انہیں بھیجا تھا۔

(۱۱۳۸) فبعث قيس بن عاصم والزبرقان بن بدر وابن نويرة إلى عشائرهم بعلمهم بصدقهم عندهم

۱۱۳۸: چنانچہ نبی ﷺ نے قیس بن عاصم، زبرقان بن بدر اور ابن نویرہ کو ان کے قبیلوں کی طرف بھیجا کیونکہ وہ لوگ ان کی سچائی سے واقف تھے۔

(۱۱۳۹) وقدم عليهم وفد البحرين فعرفوا من معه فبعث معهم ابن سعيد بن العاص

۱۱۳۹: بحرین کا وفد آیا، وہ لوگ نبی ﷺ کے صحابہؓ کو پہچان گئے تو نبی ﷺ نے ان کے ہمراہ حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

(۱۱٤۰) وبعث معاذ بن جبل إلى اليمن وأمره أن يقاتل من أطاعه من عصاه ويعلمهم ما فرض الله عليهم ويأخذ منهم ما وجب عليهم لمعرفتهم بمعاذ ومكانه منهم وصدقه

۱۱۴۰: نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور انہیں اپنی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ مل کر نافرمانی کرنے والوں سے قتال کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ اہل یمن کو ان چیزوں کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کی ہیں، ان سے مال کی وہ مقدار وصول کریں جو ان پر واجب ہے کیونکہ وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو، ان کے مرتبے اور ان کی سچائی کو جانتے تھے۔

(۱۱٤۱) وكل من ولى فقد امره بأخذ ما أوجب الله على من ولاه عليه

۱۱۴۱: نبی ﷺ نے جس شخص کو بھی حاکم مقرر فرمایا، اسے اپنی رعایا سے واجبات وصول کرنے کا حکم ضرور دیا۔

(۱۱٤۲) ولم يكن لاحد عندنا في أحد ممن قدم عليه من أهل الصدق ان يقول أنت واحد وليس لك أن تأخذ منا ما لم نسمع رسول الله ﷺ يذكر انه علينا

۱۱۴۲: ان سچے لوگوں میں سے جو بھی آئے، ہمارے نزدیک کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ اس سے یوں کہے کہ آپ تو اکیلے ہیں، آپ کو ہم سے کچھ وصول کرنے کا حق نہیں ہے، جب تک ہم براہ راست نبی ﷺ سے نہ سن لیں کہ انہوں نے ہمارے حوالے سے یہ چیزیں ذکر کی ہیں (اس وقت تک ہم آپ کو کچھ نہیں دے سکتے)

(۱۱٤۳) ولا أحسبه بعثهم مشهورين في النواحي التي بعثهم إليها بالصدق إلا لما وصفت

من أن تقوم بمثلهم الحجة على من بعثه إليه

۱۱۴۳: میرا خیال نہیں ہے کہ جن علاقوں میں نبی ﷺ نے ان حضرات کو بھیجا، وہاں وہ مشہور ہوں گے، سوائے اس کے کہ ان جیسے لوگوں سے ان لوگوں پر حجت قائم ہو سکتی ہوگی جیسا کہ میں نے بیان کیا۔

(١١٤٤) وفي شبيه بهذا المعنى أمراء سرايا رسول الله ﷺ فقد بعث مؤتة فولاه زيد بن حارثة وقال " فإن أصيب فجعفر فإن أصيب فابن رواحة " وبعث ابن أنيس سرية وحده

۱۱۴۴: اسی سے ملتی جلتی ایک مثال مختلف فوجی دستوں کے امراء ہیں، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ موتہ کے لیے دستہ مرتب فرمایا تو حضرت زید بن حارثہؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور بتا دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو تمہارے امیر جعفر ہوں گے اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو تمہارے امیر عبداللہ بن رواحہ ہوں گے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو تن تنہا روانہ فرمایا۔

(١١٤٥) وبعث أمراء سراياه وكلهم حاكم فيما بعثه فيه لان عليهم أن يذهبوا من لم تبلغه الدعوة ويقاتلوا من حل قتاله

۱۱۴۵: فوجی دستوں کے جتنے امیر بھی نبی ﷺ نے بھیجے، ان میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داری پر حاکم تھا، کیونکہ ان کی ذمہ داری تھی کہ جن لوگوں تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، انہیں دعوت دیں اور جن سے قتال کرنا حلال ہو، ان سے قتال کریں۔

(١١٤٦) وكذلك كل وال بعثه أو صاحب سرية

۱۱۴۶: یہی حال ہر اس والی یا فوجی دستے کے امیر کا تھا جسے نبی ﷺ نے مقرر فرمایا۔

(١١٤٦/٧) ولم يزل يمكنه ان يبعث واليين وثلاثة وأربعة وأكثر

۱۱۴۷: حالانکہ نبی ﷺ کے لئے دو، تین، چار یا زیادہ افراد کو والی بنا کر بھیجنا ہر حال میں ممکن تھا۔

(١١٤٨) وبعث في دهر واحد اثنى عشر رسولا إلى اثنى عشر ملكا يدعوهم إلى الاسلام ولم يبعثهم إلا إلى من قد بلغته الدعوة وقامت عليه الحجة فيها والا يكتب فيها دلالات لمن بعثهم إليه على أنها كتبه

۱۱۴۸: ایسا بھی ہوا کہ نبی ﷺ نے بارہ ملکوں کے بادشاہوں کے نام دعوت اسلام پر مبنی خطوط بارہ قاصدوں کے ہاتھ بھیجے اور نبی ﷺ نے انہیں انہی لوگوں کی طرف بھیجا جن تک دعوت پہنچ چکی تھی اور ان پر حجت قائم ہو چکی تھی،

نیز جن لوگوں کے پاس خطوط بھیجے گئے تھے، ان میں ان کے لئے کوئی خفیہ دلالت نہیں تھی کہ یہ نبی ﷺ ہی کے خطوط ہیں۔

(١١٤٩) وقد تحرى فيهم ما تحرى في أمرائه من أن يكونوا معروفين فبعث دحية إلى الناحية التي هو فيها معروف

۱۱۴۹: ان قاصدوں کے لئے بھی نبی ﷺ نے انہی امور کا خیال اور اہتمام فرمایا جن کا اہتمام اپنے امراء میں فرماتے تھے کہ وہ معروف لوگ ہوں، چنانچہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اس علاقے میں بھیجا، جہاں وہ معروف تھے۔

(١١٥٠) ولو أن المبعوث إليه جهل الرسول كان عليه طلب علم أن النبي ﷺ بعثه ليستبرئ شكه في خبر رسول الله ﷺ وكان على الرسول الوقوف حتى يستبرئه المبعوث إليه

۱۱۵۰: اگر مبعوث الیہ قاصد سے ناواقف ہو تو اس پر یہ معلوم کرنا لازم ہے کہ اسے واقعی نبی ﷺ نے بھیجا ہے تاکہ اسے قاصد کی خبر میں کوئی شک نہ رہے اور قاصد کے ذمے ٹھہر جانا لازم ہے یہاں تک کہ مبعوث الیہ اس کے متعلق معلومات حاصل کرلے۔

(١١٥١) ولم تزل كتب رسول الله ﷺ تنفذ إلى ولاته بالامر والنهي ولم يكن لاحد من ولاته ترك إنفاذ أمره ولم يكن ليبعث رسولا إلا صادقا عند من بعثه إليه

۱۱۵۱: اور نبی ﷺ کے وہ خطوط جن میں احکامات ہوتے تھے یا کچھ چیزوں سے روکا گیا ہوتا تھا، ہمیشہ نبی ﷺ کے مقرر کردہ گورنرز تک پہنچتے رہتے تھے اور کسی بھی گورنر کو یہ اختیار نہیں تھا کہ انہیں نافذ نہ کرے اور نبی ﷺ ہمیشہ اسی شخص کو قاصد بنا کر بھیجتے تھے جو مبعوث الیہ کے نزدیک سچا ہوتا تھا۔

(١١٥٢) وإذا طلب المبعوث إليه علم صدقه وجده حيث هو

۱۱۵۲: اور جب مبعوث الیہ قاصد کی سچائی کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو وہ اسے وہیں پر پاتا جہاں وہ مو[illegible]وتا۔

(١١٥٣) ولو شك في كتابه بتغيير في الكتاب أو حال تدل على تهمة من غفلة رسول الله ﷺ حمل الكتاب كان عليه أن يطلب علم ما شك فيه حتى ينف[illegible] ما يثبت عنده من أمر رسول الله ﷺ

۱۱۵۳: اگر مبعوث الیہ کو خط میں کوئی شک ہو مثلاً اسے خط میں تبدیلی کا اندیشہ ہو یا قاصد کی حالت ایسی ہو جو تہمت پر دلالت کرتی ہو کہ اس نے کوئی غفلت کی ہے، تو اس پر لازم ہے کہ جس چیز میں اسے شک ہو، اس کے حوالے سے

علم حاصل کرے تا کہ اس کے نزدیک جو حکم نبی ﷺ سے ثابت ہو وہ اسے نافذ کر سکے۔

(۱۱۵٤) وهكذا كانت كتب خلفائه بعده وعمالهم وما أجمع المسلمون عليه من أن يكون الخليفة واحدا والقاضي واحد والامير واحد والامام

۱۱۵۴: یہی حال نبی ﷺ کے بعد ان کے خلفاء اور گورنروں کے خطوط کا تھا، اور جس چیز پر مسلمانوں نے اجماع کر لیا تھا یعنی یہ کہ خلیفہ ایک ہو، قاضی ایک ہو امیر ایک ہو اور امام ایک ہو۔

(۱۱۵۵) فاستخلفوا أبا بكر ثم استخلف أبو بكر عمر ثم عمر أهل الشورى ليختاروا واحدا فاختار عبد الرحمٰن عثمان بن عفان

۱۱۵۵: چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر لیا، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل شوریٰ کو اختیار دے دیا کہ وہ کسی ایک کا انتخاب کر لیں، چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔

(۱۱۵٦) قال والولاة من القضاة وغيرهم يقضون فتنفذ أحكامهم ويقيمون الحدود وينفذ من بعدهم أحكامهم وأحكامهم أخبار عنهم

۱۱۵۶: اسی طرح قاضی حضرات فیصلے کرتے تھے، ان کے احکام نافذ ہوتے تھے، وہ حدود قائم کرتے تھے اور ان کے ماتحت ان کے احکام نافذ کرتے تھے اور ان کے احکام ان کی طرف سے خبریں ہوتی تھیں۔

(۱۱۵۷) ففيما وصفت من سنة رسول الله ﷺ ثم ما أجمع المسلمون عليه منه دلالة على فرق بين الشهادة والخبر والحكم

۱۱۵۷: یہ جتنی چیزیں بھی میں نے بیان کی ہیں نبی ﷺ کی سنت اور مسلمانوں کے اجماع کے حوالے سے، وہ شہادت، خبر اور حکم کے درمیان فرق کی دلیل ہیں۔

(۱۱۵۸) ألا ترى أن قضاء القاضي على الرجل للرجل إنما هو خبر يخبر به عن بينة تثبت عنده أو إقرار من خصم به أقر عنده وأنفذ الحكم فيه فلما كان يلزمه بخبره أن ينفذه بعلمه كان في معنى المخبر بحلال وحرام قد لزمه ان يحله ويحرمه بما شهد منه

۱۱۵۸: آپ یہ دیکھئے کہ قاضی کا ایک آدمی کے خلاف اور دوسرے آدمی کے حق میں جو فیصلہ ہوتا ہے، وہ ایک خبر ہوتا ہے جس کی وہ ایک ثابت شدہ بینہ کی روشنی میں خبر دیتا ہے یا فریق مخالف نے اس کے سامنے اس کا اقرار کیا ہوتا ہے،

پھر قاضی اپنا فیصلہ نافذ کر دیتا ہے، جب اس کی خبر کی وجہ سے اس پر یہ لازم ہوا کہ وہ اپنے علم کے مطابق اسے نافذ کر دے، تو یہ ایسے ہی ہے جیسے حلال وحرام کی خبر دینے والا، اس پر لازم ہے کہ گواہی کی کی وجہ سے حلال وحرام کا فیصلہ کرے۔

(١١٥٩) ولو كان القاضي المخبر عن شهود شهدوا عنده على رجل لم يحاكم إليه أو إقرار من خصم لا يلزمه ان يحكم به لمعنى أن لم يخاصم إليه أو أنه ممن يخاصم إلى غيره فحكم بينه وبين خصمه ما يلزم شاهدا يشهد على رجل أن يأخذ منه ما شهد به عليه لمن شهد له به كان في معنى شاهد عند غيره فلم يقبل قاضيا كان أو غيره إلا بشاهد معه كما لو شهد عند غيره لم يقبله إلا بشاهد وطلب معه غيره ولم يكن لغيره إذا كان شاهدا أن ينفذ شهادته وحده

١١٥٩: اگر کوئی قاضی "جو کہ گواہوں کے حوالے سے مخبر ہوتا ہے" ایسا ہو کہ اس کے پاس کچھ لوگ ایک آدمی کے خلاف گواہی دیں جس کا مقدمہ اس کے پاس نہیں لایا گیا، یا فریق مخالف اس کا اقرار کر لے تو قاضی پر اس کا فیصلہ کرنا لازم نہیں ہے اس لئے کہ اس کی عدالت میں مقدمہ پیش ہی نہیں کیا گیا یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے غیر سے جھگڑا کیا جاتا ہے، سو وہ اپنے اور فریق مخالف کے درمیان فیصلہ کر دے جو گواہ پر لازم ہو کہ وہ مشہود لہ کے لئے وہ چیز وصول کرلے جس کی اس نے گواہی دی ہے تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی شخص غیر کے سامنے گواہی دے، لہٰذا وہ گواہی قبول نہ ہوگی خواہ قاضی ہو یا کوئی اور ہو، الا یہ کہ اس کے ساتھ گواہ موجود ہو جیسے کوئی شخص غیر کے پاس گواہی دے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے کہ گواہ ہو اور اس کے ساتھ غیر کو بھی طلب کرے اور وہ غیر اگر گواہ ہو تو اس کا یہ حق نہیں ہے کہ صرف ایک آدمی کی گواہی کو نافذ کر دے۔

(١١٦٠) أخبرنا سفيان وعبد الوهاب عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب قضى في الابهام بخمس عشرة وفي التي تليها بعشر وفي الوسطى بعشر وفي التي تلي الخنصر بتسع وفي الخنصر بست

١١٦٠: ہم سے سفیان اور عبدالوہاب نے سعید بن المسیب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے میں پندرہ اونٹوں کا شہادت والی انگلی میں دس اونٹوں کا، درمیانی انگلی میں بھی دس اونٹوں کا، ساتھ والی انگلی میں نو اونٹوں کا اور سب سے چھوٹی انگلی میں چھ اونٹوں کا فیصلہ فرمایا ہے۔

(١١٦١) قال الشافعي لما كان معروفا والله أعلم عند عمر أن النبي ﷺ قضى في اليد بخمسين وكانت اليد خمسة أطراف مختلفة الجمال والمنافع نزلها منازلها فحكم

لكل واحد من الاطراف بقدره من دية الكف فهذا قياس على الخبر

۱۱۶۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بات معروف تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی دیت میں پچاس اونٹوں کا فیصلہ فرمایا ہے، اور ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہوتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی خوبصورتی اور فائدہ دوسری انگلی سے جدا اور مختلف ہے، لہٰذا انہوں نے انگلیوں کو ان کے مرتبے پر رکھا اور ہر ایک کے لئے اس کے مناسب دیت کا فیصلہ فرمایا، یہ خبر پر قیاس ہے۔

(١١٦٢) فلما وجدنا كتاب آل عمرو بن حزم فيه أن رسول الله ﷺ قال " وفي كل إصبع مما هنالك عشر من الابل " صاروا إليه

۱۱۶۲: پھر جب ہم نے آلِ عمرو بن حزم کا خط پایا تو اس میں لکھا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے، تو لوگ اسی حدیث پر عمل کرنے لگے۔

(١١٦٣) ولم يقبلوا كتاب آل عمرو بن حزم والله أعلم حتى يثبت لهم أنه كتاب رسول الله ﷺ

۱۱۶۳: اور انہوں نے آلِ عمرو بن حزم کا خط اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک کہ انہیں اس کا ثبوت نہ مل گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خط ہے۔

(١١٦٤) وفي الحديث دلالتان أحدهما قبول الخبر والآخر ان يقبل الخبر في الوقت الذي يثبت فيه وإن لم يمض عمل من الائمة بمثل الخبر الذي قبلوا

۱۱۶۴: اس حدیث میں دو طرح کی دلالت پائی جاتی ہے، ایک تو خبر قبول ہونے کی اور دوسری یہ کہ خبر اس وقت قبول ہوگی جب وہ ثابت ہو چکی ہو، اگرچہ ایسی حدیث پر ائمہ کا عمل نہ ہو جسے انہوں نے قبول کیا ہو۔

(١١٦٥) ودلالة على انه لو مضى أيضا عمل من أحد من الائمة ثم وجد خبرا عن النبي ﷺ يخالف عمله لترك عمله لخبر رسول الله ﷺ

۱۱۶۵: اور اس پر بھی دلالت پائی جاتی ہے کہ اگر ائمہ میں سے کسی کا عمل جاری تھا پھر اس امام کو کوئی ایسی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مل جائے جو اس کے عمل کے خلاف ہو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے اپنے عمل کو ترک کر دے۔

(١١٦٦) ودلالة على ان حديث رسول الله ﷺ يثبت نفسه لا بعمل غيره بعده

۱۱۶۶: اور اس بات پر بھی دلالت پائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بذاتِ خود ثابت ہوتی ہے، کسی بعد میں آنے

والے کے عمل سے نہیں۔

(۱۱٦۷) ولم يقل المسلمون قد عمل فينا عمر بخلاف هذا بين المهاجرين والانصار ولم تذكروا أنتم أن عندكم خلافه ولا غيركم بل صازوا إلى ما وجب عليهم من قبول الخبر عن رسول اللهﷺ وترك كل عمل خالفه

۱۱٦۷: اور مسلمان یہ نہیں کہتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کے درمیان اس کے خلاف پر عمل کیا تھا، اور نہ آپ ذکر کرتے ہیں اور نہ کوئی دوسرا کہ وہ آپ کے نزدیک حدیث کے خلاف ہے، بلکہ انہوں نے وہی کیا جو ان پر واجب تھا کہ نبی ﷺ کی حدیث کو قبول کرلیا اور ہر اس عمل کو ترک کردیا جو خلاف حدیث تھا۔

(۱۱٦۸) ولو بلغ عمر هذا صار إليه إن شاء الله كما صار إلى غيره فيما بلغه عن رسول اللهﷺ بتقواه الله وتأديته الواجب عليه في اتباع أمر رسول اللهﷺ وعلمه وبان ليس لاحد مع رسول اللهﷺ أمر وأن طاعة الله في اتباع أمر رسول اللهﷺ

۱۱٦۸: اگر یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتی تو ان شاء اللہ وہ اس پر ضرور عمل کرتے جیسے انہوں نے دوسری احادیث کے معاملے میں کیا تھا کہ جب ان تک نبی ﷺ کی حدیث پہنچی تو انہوں نے اپنے تقویٰ کی وجہ سے حدیث کی طرف رجوع کرلیا، انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی، نبی ﷺ کے حکم کی پیروی کی اور علم پر عمل کرلیا، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے حکم کے سامنے کسی کا حکم نہیں چلتا اور اللہ کی اطاعت نبی ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے۔

(۱۱٦۹) فإن قال قائل فادللني على أن عمر عمل شيئا ثم صار إلى غيره بخبر عن رسول اللهﷺ

۱۱٦۹: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر کوئی دلیل قائم کیجئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چیز پر عمل کیا، بعد میں انہیں جب نبی ﷺ کی حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کرلیا ہو؟

(۱۱۷۰) قلت فإن أوجدتكه

۱۱۷۰: میں نے کہا کہ اگر میں آپ کو ایسی دلیل دے دوں تو؟

(۱۱۷۱) قال ففي إيجادك إياي ذلك دليل على أمرين أحدهما أنه قد يقول من جهة الرأي إذا لم توجد سنة والآخر أن السنة إذا وجدت وجب عليه ترك عمل نفسه ووجب على الناس ترك كل عمل وجدت السنة بخلافه وإبطال ان السنة لا تثبت إلا بخبر

بعدها وعلم انه لا يوهنها شئ إن خالفها

۱۱۷۱: اس نے کہا کہ ایسی صورت میں یہ میرے لئے دو چیزوں کی دلیل بن جائے گی، ایک تو یہ کہ اگر کسی مسئلے میں کوئی سنّت نہ ملے تو رائے کی بنیاد پر کوئی قول اختیار کیا جا سکتا ہے اور دوسری یہ کہ جب سنت مل جائے تو پھر اپنی رائے اور عمل کو ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے، لوگوں پر بھی ہر اس عمل کو ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے جو خلافِ سنت ثابت ہو جائے، یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی چیز خلاف سنت ہو تو وہ سنت کو کمزور نہیں کر سکتی۔

(۱۱۷۲) قلت أخبرنا سفيان عن الزهري عن سعيد بن المسيب " ان عمر بن الخطاب كان يقول الدية للعاقلة ولا ترث المراة من دية زوجها شيئا حتى أخبره الضحاك بن سفيان أن رسول الله ﷺ كتب إليه أن يورث امرأة أشيم الضبابي من ديته فرجع إليه عمر "

۱۱۷۲: میں نے اس سے کہا کہ ہم سے سفیان نے زہری کی سند سے سعید بن مسیب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت عاقلہ کو ملے گی اور عورت اپنے شوہر کی دیت میں سے کسی چیز کی وارث نہیں ہوگی، یہاں تک کہ حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ نے انہیں ایک خط میں تحریر فرمایا تھا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت میں وارث قرار دیا جائے گا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

(۱۱۷۳) وقد فسرت هذا الحديث قبل هذا الموضع

۱۱۷۳: میں اس حدیث کی وضاحت اس سے پہلے دوسرے مقام پر کر چکا ہوں۔

(۱۱۷٤) سفيان عن عمرو بن دينار وابن طاوس عن طاوس " أن عمر قال أذكر الله امرأ سمع من النبي ﷺ في الجنين شيئا فقام حمل بن مالك بن النابغة فقال كنت بين جارتين لي يعني ضرتين فضربت إحداهما الاخرى بمسطح فألقت جنينا ميتا فقضى فيه رسول الله ﷺ بغرة فقال عمر لو لم أسمع فيه لقضينا بغيره "

۱۱۷۴: ہم سے سفیان نے عمرو بن دینار اور ابن طاؤس کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نبی ﷺ سے جنین (نومولود بچے) کے متعلق کچھ سنا ہو تو میں اسے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ مجھے بتا دے؟ اس پر حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میری دو بیویاں تھیں، ان میں سے ایک نے دوسری کو خیمے کی چوب دے ماری جس کی وجہ سے اس کے پیٹ کا بچہ مردہ

حالت میں پیدا ہو گیا، تو نبی ﷺ نے اس پر ایک غلام یا باندی کو واجب کیا، یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں نے یہ حدیث سنی ہوتی تو کوئی اور ہی فیصلہ کر بیٹھتا۔

(١١٧٥) وقال غيره إن كدنا أن نقضي في مثل هذا برأينا

١١٧٥: دوسرے راوی کے الفاظ یہ ہیں "قریب تھا کہ اس مسئلے میں ہم اپنی رائے سے کوئی فیصلہ کر لیتے"۔

(١١٧٦) فقد رجع عمر عما كان يقضي به لحديث الضحاك إلى أن خالف حكم نفسه وأخبر في الجنين أنه لو لم يسمع هذا لقضى فيه بغيره وقال إن كدنا أن نقضي في مثل هذا برأينا

١١٧٦: اب دیکھئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے اس رائے سے رجوع کر لیا جس کے مطابق وہ پہلے فیصلہ کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے حکم کی مخالفت کی اور جنین کے حوالے سے بتایا کہ اگر وہ حدیث نہ سنتے تو کوئی اور ہی فیصلہ کر لیتے اور انہوں نے خود فرمایا قریب تھا کہ اس مسئلے میں ہم اپنی رائے سے کوئی فیصلہ کر لیتے۔

(١١٧٧) قال الشافعي يخبر والله أعلم أن السنة إذا كانت موجودة بأن في النفس مائة من الابل فلا يعدو الجنين أن يكون حيا فيكون فيه مائة من الابل أو ميتا فلا شئ فيه

١١٧٧: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک سنت موجود ہے کہ انسانی جان کی دیت سو اونٹ ہے اور جنین دو حال سے خالی نہیں یا وہ زندہ ہوگا، تو اس صورت میں سو اونٹ بطور دیت لازم ہوں گے یا وہ مردہ ہوگا تو اس میں کچھ واجب نہ ہوگا۔

(١١٧٨) فلما أخبر بقضاء رسول الله ﷺ فيه سلم له ولم يجعل لنفسه إلا اتباعه فيما مضى بخلافه وفيما كان رأيا منه لم يبلغه عن رسول الله ﷺ فيه شئ فلما بلغه خلاف فعله صار إلى حكم رسول الله ﷺ وترك حكم نفسه وكذلك كان في كل أمره

١١٧٨: لیکن جب انہیں نبی ﷺ کے فیصلے سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے اسے تسلیم کیا اور اپنے لئے اس کی اتباع کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ منتخب نہیں کیا، جبکہ اس سے پہلے ان کی رائے دوسری تھی، اور ان کی اپنی رائے اس وقت تک تھی جب تک نبی ﷺ کے حوالے سے انہیں کوئی حدیث معلوم نہیں تھی لیکن جب انہیں اپنے فعل کے برخلاف حدیث معلوم ہوگئی تو وہ نبی ﷺ کے حکم کی طرف منتقل ہو گئے اور اپنی رائے ترک کر دی اور وہ ہر معاملے میں

ایسے ہی تھے۔

(۱۱۷۹) وكذلك يلزم الناس ان يكونوا

۱۱۷۹: اور عام لوگوں کو بھی اسی طرح ہونا چاہئے۔

(۱۱۸۰) أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن سالم أن عمر بن الخطاب إنما رجع بالناس عن خبر عبد الرحمٰن بن عوف

۱۱۸۰: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے جب حدیث سنی تو لوگوں کو شام کے وبائی طاعون سے بچا کر واپس لوٹ آئے۔

(۱۱۸۱) قال الشافعي يعني حين خرج إلى الشام فبلغه وقوع الطاعون بها

۱۱۸۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ واقعہ ہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں انہیں طاعون پھیلنے کی خبر ملی۔

(۱۱۸۲) مالك، عن جعفر بن محمد،عن أبيه أن عمر ذكر المجوس فقال ما أدرى كيف أصنع في أمرهم؟ فقال له عبدالرحمٰن بن عوف أشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول: سنوابهم سنة أهل الكتاب

۱۱۸۲: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن محمد کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں مجوسیوں (آتش پرستوں) کا ذکر چھڑ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ ان کے معاملے میں کیا کروں؟ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کیا کرو۔

(۱۱۸۳) سفيان، عن عمرو أنه سمع بجالة يقول: ولم يكن عمر أخذ الجزية حتى أخبره عبدالرحمٰن بن عوف أن النبي ﷺ أخذها من مجوس هجر

۱۱۸۳: ہم سے سفیان نے عمرو کی سند سے بجالہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جزیہ نہیں لیا کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول فرمایا تھا۔

(۱۱۸٤) قال الشافعي وكل حديث كتبته منقطعا فقد سمعته متصلا أو مشهورا عن من روى عنه بنقل عامة من أهل العلم يعرفونه عن عامة ولكني كرهت وضع حديث

لا أتقنه حفظا وغاب عني بعض كتبي وتحققت بما يعرفه أهل العلم مما حفظت فاختصرت خوف طول كتابي فأتيت ببعض ما فيه الكفاية دون تقصي العلم في كل أمره

۱۱۸۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں میں نے جو بھی منقطع حدیث لکھی ہے، اس کا سماع میں نے سند متصل کے ساتھ بھی کیا ہے، یا وہ مروی عنہ کی مشہور روایت ہے، جسے عام اہل علم نقل کرتے ہیں اور وہ معروف ہوتی ہے، لیکن مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میں کوئی حدیث بیان کردوں اور وہ مجھے خوب اچھی طرح یاد نہ ہو، مجھ سے میری بعض کتابیں غائب ہوگئی ہیں، جو حدیثیں مجھے یاد ہیں میں نے اہل علم سے ان کی تحقیق کی ہے، اس کے بعد کتاب کے طویل ہوجانے کے اندیشے سے میں نے اختصار سے کام لیا ہے، لہٰذا بعض مواقع پر میں نے صرف وہی باتیں ذکر کی ہیں جن میں کفایت ہوسکتی ہے، ہر چیز کی تفصیل اور گہرائی میں مَیں نہیں گیا۔

(۱۱۸۵) فقبل عمر خبر عبد الرحمٰن بن عوف في المجوس فأخذ منهم وهو يتلو القرآن (من الذين أوتوا الكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون) ويقرأ القرآن بقتال الكافرين حتى يسلموا وهو لا يعرف فيهم عن النبي ﷺ شيئا وهم عنده من الكافرين غير أهل الكتاب فقبل خبر عبد الرحمٰن في المجوس عن النبي ﷺ فاتبعه

۱۱۸۵: اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں کے حوالے سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث قبول کرلی اور ان سے جزیہ وصول کرنا شروع کردیا، حالانکہ وہ قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے تھے:

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ... (التوبہ:۲۹)

''ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی، یہاں تک کہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔''

وہ قرآن میں پڑھتے تھے کہ کافروں سے قتال کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوجائیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی حدیث انہیں معلوم نہ تھی اور مجوسی ان کے نزدیک ان کافروں میں سے تھے جو اہل کتاب نہ ہوں، سو انہوں نے اس سلسلے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قبول کرلیا اور اسی کی پیروی کرنے لگے۔

(۱۱۸٦) وحديث بجالة موصول قد أدرك عمر بن الخطاب رجلا وكان كاتبا لبعض ولاته

۱۱۸٦: اور بجالہ کی حدیث موصول ہے، انہوں نے اپنی جوانی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا تھا اور وہ ان کے کسی گورنر (جزء بن معاویہ) کے کاتب تھے۔

(۱۱۸۷) فإن قال قائل قد طلب عمر مع رجل أخبره خبرا آخر

۱۱۸۷: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث سنائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے ایک اور آدمی کا مطالبہ کیا (کہ اس پر کوئی گواہ پیش کرو)

(۱۱۸۸) قيل له لا يطلب عمر مع رجل أخبره آخر إلا على أحد ثلاث معاني

۱۱۸۸: تو اس سے کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر ایسا کرتے تھے تو اس کی تین میں سے کوئی ایک وجہ ضرور ہوتی تھی۔

(۱۱۸۹) إما أن يحتاط فيكون وإن كانت الحجة تثبت بخبر الواحد فخبر اثنين أكثر وهو لا يزيدها إلا ثبوتا

۱۱۸۹: یا تو وہ احتیاط کے پہلو سے ایسا کرتے تھے تاکہ اس میں مزید پختگی آجائے، جب ایک آدمی کی خبر سے حجت ثابت ہو جاتی ہے تو دو یا زیادہ سے بطریق اولیٰ ہو جائے گی اور اس طرح اس کے ثبوت میں ہی اضافہ ہوگا۔

(۱۱۹۰) وقد رأيت ممن أثبت خبر الواحد من يطلب معه خبرا ثانيا ويكون في يده السنة من رسول الله ﷺ من خمس وجوه فيحدث بسادس فيكتبه لان الاخبار كلما تواترت وتظاهرت كان أثبت للحجة وأطيب لنفس السامع

۱۱۹۰: اور میں نے خبر واحد کو ثابت کرنے والے بعض حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دوسری خبر بھی طلب کرتے تھے، جب ان کے ہاتھ میں کوئی سنت پانچ سندوں سے آجاتی، پھر بھی وہ اسے اُس وقت لکھتے تھے جب انہیں چھٹی سند بھی مل جاتی، کیونکہ احادیث میں جتنا تواتر اور ظہور ہوگا، ان سے اتنی ہی زیادہ حجت ثابت ہوگی اور سننے والے کے دل کو اتنی ہی زیادہ تقویت ملے گی۔

(۱۱۹۱) وقد رأيت من الحكام من يثبت عنده الشاهدان العدلان والثلاثة فيقول للمشهود له زدني شهودا وإنما يريد بذلك أن يكون أطيب لنفسه ولو لم يزده المشهود له على شاهدين لحكم له بهما

۱۱۹۱: میں نے بعض ایسے حکام بھی دیکھے ہیں جن کے پاس دو یا تین عادل گواہوں سے مقدمہ ثابت ہوگیا، اس کے باوجود وہ مشہود لہ سے کہتے ہیں کہ مزید گواہ لے کر آؤ، مقصد صرف اتنا ہوتا تھا کہ دل کو زیادہ اطمینان ہو جائے، اگر مشہود لہ دو سے زیادہ گواہ نہ لا سکتا تو وہ انہی کی بنیاد پر فیصلہ کر دیتے تھے۔

(۱۱۹۲) ويحتمل أن يكون لم يعرف المخبر فيقف عن خبره حتى يأتي مخبر يعرفه

۱۱۹۲: دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مخبر کو نہیں جانتے تھے اس لئے اس کی خبر کو قبول کرنے میں توقف کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس کوئی ایسا مخبر آجاتا جسے وہ پہچانتے ہوتے۔

(١١٩٣) وهكذا ممن أخبر ممن لا يعرف لم يقبل خبره ولا يقبل الخبر إلا عن معروف بالاستئهال له لان يقبل خبره

۱۱۹۳: یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص کسی غیر معروف آدمی کے حوالے سے خبر دے تو اس کی خبر قبول نہیں کی جائے گی، خبر صرف اسی کی قبول کی جائے گی جو بیان روایت کا اہل ہونے کے لئے معروف ہو۔

(١١٩٤) ويحتمل أن يكون المخبر له غير مقبول القول عنده فيرد خبره حتى يجد غيره ممن يقبل قوله

۱۱۹۴: اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مخبر ایسا آدمی ہو جس کی بات ان کے نزدیک معتبر نہ ہو، اس وجہ سے انہوں نے اس کی خبر ترک کردی ہو، یہاں تک کہ انہیں کسی ایسے راوی کی طرف سے خبر ملے جس کی بات ان کے نزدیک معتبر ہو۔

(١١٩٥) فإن قال قائل فإلى أي المعاني ذهب عندكم عمر

۱۱۹۵: اگر کوئی شخص کہے کہ آپ کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان تین میں سے کس احتمال کی طرف جاتے تھے؟

(١١٩٦) قلنا أما في خبر أبي موسى فإلى الاحتياط لان أبا موسى ثقة أمين عنده إن شاء الله

۱۱۹۶: ہم اس سے یہ کہیں گے کہ جہاں تک حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے تو وہ اس میں احتیاط کے پہلو کو ترجیح دے رہے تھے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ ان کے نزدیک ثقہ اور امین تھے۔ (ان شاء اللہ)

(١١٩٧) فإن قال قائل ما دل على ذلك

۱۱۹۷: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟

(١١٩٨) قلنا قد رواه مالك بن أنس عن ربيعة عن غير واحد من علمائهم حديث أبي موسى وأن عمر قال لابي موسى أما إني لم أتهمك ولكن خشيت أن يتقول الناس على رسول الله ﷺ

۱۱۹۸: تو ہم کہیں گے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ربیعہ کی سند سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ میں تم پر (جھوٹ بولنے کی) تہمت نہیں لگا رہا، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ نبی ﷺ کی طرف کسی بات کی غلط نسبت نہ کر دیں۔

(١١٩٩) فإن قال هذا منقطع

۱۱۹۹: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ روایت منقطع ہے؟

(١٢٠٠) فالحجة فيه ثابتة لانه لا يجوز على إمام في الدين عمر ولا غيره أن يقبل خبر الواحد مرة وقبوله له لا يكون إلا بما تقوم به الحجة عنده ثم يرد مثله أخرى ولا يجوز هذا على عالم عاقل أبدا ولا يجوز على حاكم أن يقضي بشاهدين مرة ويمنع بهما أخرى إلا من جهة جرحهما أو الجهالة بعدلهما وعمر غاية في العلم والعقل والامانة والفضل

۱۲۰۰: تو پھر بھی اس سے دلیل ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ کسی حاکم کے لئے "خواہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں یا کوئی اور" جائز نہیں ہے کہ ایک آدمی کی خبر ایک مرتبہ قبول کر لے اور دوسری مرتبہ رد کر دے، اور وہ قبول بھی اس وقت کرے گا جب اس کے نزدیک اس سے حجت ثابت ہو سکتی ہوگی، کسی عقلمند عالم کے لئے بھی ایسا کرنا جائز نہیں ہو سکتا، اسی طرح کسی حاکم کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایک مرتبہ دو گواہوں کی وجہ سے فیصلہ کر دے اور دوسری مرتبہ انہی کی وجہ سے مسترد کر دے، الا یہ کہ ان پر جرح کرنے کی کوئی معتبر وجہ ہو یا وہ ان کے عادل ہونے سے ناواقف ہو، جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علم و عقل اور امانت و فضل میں نہایت معتبر مقام پر فائز تھے۔

(١٢٠١) وفي كتاب الله تبارك وتعالى دليل على ما وصفت

۱۲۰۱: میں نے جو کچھ بیان کیا، اس کی دلیل کتاب اللہ میں بھی موجود ہے۔

(١٢٠٢) قال الله (إنا أرسلنا نوحا إلى قومه)

۱۲۰۲: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ ... (نوح:۱)

"ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔"

(١٢٠٣) وقال (ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه)

۱۲۰۳: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ ... (هود:۲۵)

"اور ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا"

(١٢٠٤) وقال (وأوحينا إلى إبراهيم وإسماعيل)

۱۲۰۴: نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ ـــ (النساء:۱۶۳)

''اور ابراہیم اور اسماعیل کو بھی وحی بھیجی۔''

(١٢٠٥) وقال (وإلى عاد أخاهم هودا)

۱۲۰۵: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ـــ (الاعراف:۶۵)

''اور اسی طرح قوم عاد کی طرف انکے بھائی ہود کو بھیجا۔''

(١٢٠٦) وقال (وإلى ثمود أخاهم صالحا)

۱۲۰۶: نیز فرمایا:

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ـــ (الاعراف:۷۳)

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔''

(١٢٠٧) وقال (وإلى مدين أخاهم شعيبا)

۱۲۰۷: اسی طرح ارشاد ہے:

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (الاعراف:۸۵)

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔''

(١٢٠٨) وقال (كذبت قوم لوط المرسلين إذ قال لهم أخوهم لوط ألا تتقون إني لكم رسول أمين فاتقوا الله وأطيعون)

۱۲۰۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۚ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۚ (الشعرا:۱۶۰۔۱۶۳)

'' (اور قوم) لوط نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم کیوں نہیں ڈرتے؟

بیشک میں تمہارے پاس ایک امانتدار قاصد بن کر آیا ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

(١٢٠٩) وقال لنبيه محمد صلى الله عليه (إنا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح)

۱۲۰۹: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ (النساء: ۱۶۳)

"(اے محمد) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح کی طرف بھیجی تھی۔"

(١٢١٠) وقال (وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل)

۱۲۱۰: نیز ارشاد فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: ۱۴۴)

"اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں۔"

(١٢١١) فأقام جل ثناؤه حجته على خلقه في أنبيائه في الاعلام التي باينوا بها خلقه سواهم وكانت الحجة بها ثابتة على من شاهد أمور الأنبياء دلائلهم التى باينوا بها غيرهم ومن بعدهم وكان الواحد في ذلك وأكثر منه سواء تقوم الحجة بالواحد منهم قيامها بالاكثر

۱۲۱۱: سو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے انبیاء کے ذریعے حجت قائم فرمائی ہے اور ان لوگوں پر یہ حجت ثابت ہوگئی ہے جنہوں نے انبیاء کرام ﷺ کے معاملات اور ان کے دلائل کا مشاہدہ کیا جن کے ذریعے وہ دوسروں اور بعد میں آنے والوں سے ممتاز اور جدا تھے اس میں ایک اور کئی ایک برابر تھے، ان میں سے ایک کے ذریعے بھی اسی طرح حجت قائم ہوتی تھی جیسے کئی ایک سے قائم ہوتی ہے۔

(١٢١٢) قال (واضرب لهم مثلا أصحاب القرية إذ جاءها المرسلون إذ أرسلنا إليهم اثنين فكذبوهما فعززنا بثالث فقالوا إنا إليكم مرسلون قالوا ما أنتم إلا بشر مثلنا وما أنزل الرحمٰن من شئ إن أنتم إلا تكذبون)

۱۲۱۲: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۳﴾ إِذْ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوٓا إِنَّآ إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿۱۴﴾ قَالُوا مَآ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ أَنزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِن

شَيْءٍ ۙ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿۱۵﴾ (یٰسین: ۱۳۔۱۵)

''اوران سے گاؤں والوں کا قصہ بیان کرو جب ان کے پاس پیغمبر آئے۔ (یعنی) جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے کے ذریعے تقویت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف پیغمبر ہو کر آئے ہیں وہ بولے کہ تم (اور کچھ) نہیں مگر ہماری طرح کے آدمی (ہو) اور خدا نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم محض جھوٹ بولتے ہو۔''

(١٢١٣) قال الشافعي فظاهر الحجج عليهم باثنين ثم ثالث وكذا أقام الحجة على الامم بواحد وليس الزيادة في التأكيد مانعة أن تقوم الحجة بالواحد إذ أعطاه ما يباين به الخلق غير النبيين

۱۲۱۳: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بستی والوں پر دو پیغمبروں کے ذریعے حجت قائم فرمائی، پھر تیسرے کے ذریعے ان کی تقویت فرمائی، اسی طرح بہت سی اقوام پر ایک ہی پیغمبر کے ذریعے اتمام حجت فرمایا، تاکید میں اضافہ ایک آدمی سے حجت قائم ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو دوسری مخلوق کو عطا نہیں فرمایا۔

(١٢١٤) أخبرنا مالك عن سعد بن إسحاق بن كعب بن عجرة عن عمته زينب بنت كعب أن الفريعة بنت مالك بن سنان أخبرتها " انها جاءت إلى النبي ﷺ تسأله أن ترجع إلى أهلها في بني خدرة فإن زوجها خرج في طلب أعبد له حتى إذا كان بطرف القدوم لحقهم فقتلوه فسالت رسول الله ﷺ أن أرجع إلى أهلي فإن زوجي لم يتركني في مسكن يملكه قالت فقال رسول الله ﷺ نعم فانصرفت حتى إذا كنت في الحجرة أو في المسجد دعاني أو أمر بي فدعيت له فقال كيف قلت فرددت عليه القصة التي ذكرت له من شأن زوجي فقال لي امكثي في بيتك حتى يبلغ الكتاب أجله قالت فاعتددت فيه أربعة أشهر وعشرا فلما كان عثمان أرسل إلي فسألني عن ذلك فأخبرته فاتبعه وقضى به "

۱۲۱۴: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن اسحاق کی سند سے حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئیں کہ وہ بنو خدرہ میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جائیں، کیونکہ ان کے شوہر اپنے چند غلاموں کی تلاش میں گئے تھے، جب وہ ''قدوم'' کے قریب پہنچے تو ان

غلاموں نے مل کر ان پر حملہ کر دیا، اور انہیں شہید کر دیا، سو میں نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ میں اپنے اہل خانہ میں واپس لوٹ جاؤں، کیونکہ میرے شوہر نے کوئی ایسی رہائش گاہ نہیں چھوڑی ہے جس کا وہ مالک ہو، نبی ﷺ نے فرمادیا ٹھیک ہے، میں واپس جانے لگی، ابھی میں حجرۂ مبارکہ یا مسجد ہی میں تھی کہ نبی ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے اپنے شوہر کا سارا واقعہ دوبارہ ذکر کر دیا، تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں ہی ٹھہرو یہاں تک کہ تمہاری عدت گزر جائے، وہ کہتی ہیں کہ پھر میں نے وہیں پر چار ماہ دس دن گزارے، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے میرے پاس قاصد بھیج کر اس کے متعلق پوچھا، میں نے سارا واقعہ سنا دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی پیروی کی اور اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا۔

(١٢١٥) وعثمان في إمامته وعلمه يقضي بخبر امرأة بين المهاجرين والانصار

١٢١٥: اب دیکھیے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی امامت اور علم وفضل کے باوجود مہاجرین وانصار کے درمیان ایک عورت کی خبر پر فیصلہ فرما رہے ہیں۔

(١٢١٦) أخبرنا مسلم عن ابن جريج قال أخبرني الحسن بن مسلم عن طاوس قال " كنت مع ابن عباس إذ قال له زيد بن ثابت أتفتي أن تصدر الحائض قبل أن يكون آخر عهدها بالبيت فقال له ابن عباس إما لي فسئل فلانة الانصارية هل أمرها بذلك النبي ﷺ فرجع زيد بن ثابت يضحك ويقول ما أراك إلا قد صدقت "

١٢١٦: ہم سے مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریج کی سند سے طاؤس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا تم یہ فتویٰ دیتے ہو کہ ایام والی عورت طوافِ وداع کیے بغیر واپس جا سکتی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو فلاں انصاری خاتون سے پوچھ لیجئے کہ آیا نبی ﷺ نے اسے یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ تھوڑی دیر بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مسکراتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ تم اپنی رائے میں سچے ہو۔

(١٢١٧) قال الشافعي رحمه الله سمع زيد النهي أن يصدر أحد من الحاج حتى يكون آخر عهده بالبيت وكانت الحائض عنده من الحاج الداخلين في ذلك النهي فلما أفتاها ابن عباس بالصدر إذا كانت قد زارت بعد النحر انكر عليه زيد فلما أخبره عن المرأة أن رسول الله ﷺ أمرها بذلك فسألها فأخبرته فصدق المرأة ورأى عليه حقا أن يرجع عن خلاف ابن عباس وما لابن عباس حجة غير خبر المرأة

۱۲۱۷: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ ممانعت سنی تھی کہ کوئی حاجی طواف وداع کیے بغیر واپس نہ جائے اور ایام والی عورت کو بھی وہ اس ممانعت میں شامل سمجھتے تھے کیونکہ وہ بھی تو حجاج میں شامل ہے، لیکن جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر عورت طواف زیارت کر چکی ہو، بعد میں اس کے ایام شروع ہو جائیں تو وہ طوافِ وداع کیے بغیر واپس جا سکتی ہے، تو انہوں نے اس پر نکیر فرمائی، لیکن جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں اس عورت کا حوالہ دیا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا اور انہوں نے اس عورت سے تصدیق کر لی اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے درست ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا، جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اس عورت کی خبر کے علاوہ کوئی اور حجت نہ تھی۔

(۱۲۱۸) سفيان عن عمرو عن سعيد بن جبير قال " قلت لابن عباس إن نوفًا البكالي يزعم أن موسى صاحب الخضر ليس موسى بني إسرائيل فقال ابن عباس كذب عدو الله أخبرني أبي بن كعب قال خطبنا رسول اللهﷺ ثم ذكر حديث موسى والخضر بشئ يدل على أن موسى صاحب الخضر

۱۲۱۸: ہم سے سفیان نے عمرو کی سند سے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوف بکالی کا یہ خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والے موسیٰ بنی اسرائیل والے موسیٰ نہیں ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا خدا کا دشمن جھوٹ بولتا ہے، مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہم سے خطاب فرمایا، پھر انہوں نے حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ بیان کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس واقعے میں بنی اسرائیل والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہیں۔

(۱۲۱۹) فابن عباس مع فقهه وورعه يثبت خبر أبي بن كعب عن رسول اللهﷺ حتى يكذب به امرأ من المسلمين إذ حدثه أبي بن كعب عن رسول اللهﷺ بما فيه دلالة على أن موسى بني اسرائيل صاحب الخضر

۱۲۱۹: یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنی فقاہت اور ورع کے باوجود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ثابت قرار دے رہے ہیں اور اس حدیث کی بنیاد پر ایک مسلمان کی تکذیب کر رہے ہیں جس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں جن حضرت موسیٰ کا ذکر آتا ہے وہ بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر ہی ہیں۔

(۱۲۲۰) أخبرنا مسلم وعبد المجيد عن ابن جريج أن طاوسا أخبره " أنه سأل ابن عباس عن الركعتين بعد العصر فنهاه عنهما قال طاوس فقلت له ما أدعهما فقال ابن عباس (وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة

من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا) "

۱۲۲۰: ہم سے مسلم اور عبدالمجید نے ابن جریج کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نماز عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا، انہوں نے ان دو رکعتوں کی ممانعت فرمائی، طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں تو یہ دو رکعتیں نہیں چھوڑوں گا، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ (الاحزاب: ۳۶)

'' اور کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔ ''

(۱۲۲۱) فرأى ابن عباس الحجة قائمة على طاوس بخبره عن النبي ﷺ ودله بتلاوة كتاب الله على أن فرضا عليه أن لا تكون له الخيرة إذا قضى الله ورسوله أمرا

۱۲۲۱: یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ طاؤس پر نبی ﷺ کی حدیث کی وجہ سے حجت قائم ہو سکتی ہے اور قرآن کریم کی ایک آیت سے انہوں نے اس پر استدلال کیا کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ فرمالیں تو کسی مؤمن مرد یا عورت کے لئے اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔

(۱۲۲۲) وطاوس حينئذ إنما يعلم قضاء رسول الله ﷺ بخبر ابن عباس وحده ولم يدفعه طاوس بأن يقول هذا خبرك وحدك فلا أثبته عن النبي ﷺ لانه يمكن أن تنسى

۱۲۲۲: طاؤس کے علم میں اس وقت نبی ﷺ کا فیصلہ صرف اکیلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خبر دینے سے آیا تھا لیکن طاؤس نے یہ کہہ کر اسے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا کہ یہ تو اکیلے آپ کی خبر ہے اس لئے میں اسے نبی ﷺ سے ثابت نہیں مانتا، ممکن ہے کہ آپ بھول گئے ہوں؟

(۱۲۲۳) فإن قال قائل كره أن يقول هذا لابن عباس

۱۲۲۳: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ طاؤس یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے کہنے سے مرعوب ہو گئے ہوں (کیونکہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے)

(۱۲۲٤) فابن عباس أفضل من أن يتوقى أحد أن يقول له حقا رآه وقد نهاه عن الركعتين بعد العصر فأخبره أنه لا يدعهما قبل أن يعلمه أن النبي ﷺ نهى عنهما

۱۲۲۴: تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقام و مرتبہ اس سے بہت اونچا ہے کہ کوئی آدمی حق بات دیکھ کر بھی ان کے سامنے نہ

کہہ سکے، انہوں نے طاؤس کو نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے روکا تھا تو طاؤس نے نبی ﷺ کے حوالے سے ممانعت کا علم ہونے سے پہلے ان سے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ یہ دو رکعتیں نہیں چھوڑیں گے۔

(١٢٢٥) سفيان عن عمرو عن ابن عمر قال " كنا نخابر ولا نرى بذلك بأسا حتى زعم رافع أن رسول الله ﷺ نهى عنها فتركناها من أجل ذلك "

۱۲۲۵: ہم سے سفیان نے عمرو کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ مزارعت کیا کرتے تھے، اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، حتیٰ کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، اس وجہ سے ہم نے اسے ترک کر دیا۔

(١٢٢٦) فابن عمر قد كان ينتفع بالمخابرة ويراها حلالا ولم يتوسع إذ أخبره واحد لا يتهمه عن رسول الله ﷺ أنه نهى عنها أن يخابر بعد خبره ولا يستعمل رأيه مع ما جاء عن رسول الله ﷺ ولا يقول ما عاب هذا علينا أحد ونحن نعمل به إلى اليوم

۱۲۲۶: یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزارعت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور اسے حلال سمجھ رہے ہیں لیکن جب ایک ایسے آدمی نے انہیں نبی ﷺ کے حوالے سے "جس پر وہ جھوٹ بولنے کی تہمت نہیں لگاتے تھے" یہ روایت سنائی کہ نبی ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا ہے تو اس حدیث کے سننے کے بعد انہوں نے اس میں مزید کوئی گنجائش تلاش نہیں کی اور حدیث کے سامنے اپنی رائے استعمال نہیں کی اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ آج تک ہم اس پر عمل کرتے آ رہے ہیں، اب تک تو کسی نے ہم پر اس سلسلے میں کوئی عیب نہیں لگایا اور آپ کی بات کیسے مان لیں؟

(١٢٢٧) وفي هذا ما يبين أن العمل بالشيئ بعد النبي ﷺ إذا لم يكن بخبر عن النبي ﷺ لم يوهن الخبر عن النبي عليه السلام

۱۲۲۷: یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر نبی ﷺ کے وصال کے بعد کسی چیز پر عمل حدیث کی روشنی میں نہ ہو تو اس سے حدیث کا درجہ کمزور نہیں ہوتا۔

(١٢٢٨) أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار " أن معاوية بن أبي سفيان باع سقاية من ذهب أو ورق بأكثر من وزنها فقال له أبو الدرداء سمعت رسول الله ﷺ ينهى عن مثل هذا فقال معاوية ما أرى بهذا بأسا فقال أبو الدرداء من يعذرني من معاوية أخبره عن رسول الله ﷺ ويخبرني عن رأيه لا أساكنك بأرض "

۱۲۲۸: ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم کی سند سے عطاء بن یسار کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانی پینے کا ایک پیالہ ''جو سونے یا چاندی کا بنا ہوا تھا'' اس کے وزن سے زیادہ قیمت کے عوض بیچا، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اس کی ممانعت فرماتے ہوئے سنا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے تو اس میں کوئی حرج نہیں دکھائی دیتا۔ حضرت ابو الدرداء فرمانے لگے کہ معاویہ کی طرف سے کون مجھے معذور سمجھے گا؟ میں انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث سنا رہا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتا رہے ہیں، میں آپ کے ساتھ ایک سرزمین میں نہیں رہوں گا۔

(١٢٢٩) فرأى أبو الدرداء الحجة تقوم على معاوية بخبره ولما لم ير ذلك معاوية فارق أبو الدرداء الارض التي هو بها إعظاما لان ترك خبر ثقة عن النبي ﷺ

١٢٢٩: یہاں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کی حدیث سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حجت قائم ہو سکتی ہے، لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ رائے نہ ہوئی تو انہوں نے وہ علاقہ ہی چھوڑ دیا تاکہ اس بات کی اہمیت ثابت ہو جائے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ثقہ راوی سے نقل ہونے والی حدیث ترک کی ہے۔

(١٢٣٠) وأخبرنا أن أبا سعيد الخدري لقي رجلا فأخبره عن رسول الله ﷺ شيئا فذكر الرجل خبرا يخالفه فقال أبو سعيد والله لا آواني وإياك سقف بيت أبدا

١٢٣٠: اور ہمیں یہ روایت بھی معلوم ہوئی ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک آدمی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کچھ بتایا، اس آدمی نے کوئی ایسی بات کہی جو اس حدیث کے مخالف اور اس سے ٹکراتی تھی، تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا میں اور تم ایک گھر کی چھت تلے کبھی جمع نہ ہوں گے۔

(١٢٣١) قال الشافعي يرى أن ضيقا على المخبر أن لا يقبل خبره وقد ذكر خبرا يخالف خبر أبا سعيد عن النبي ﷺ ولكن في خبره وجهان أحدهما يحتمل به خلاف خبر أبي سعيد والآخر لا يحتمله

١٢٣١: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مخبر کو اس بات کا اختیار ہونا چاہئے کہ وہ ان کی خبر کو قبول نہ کرے کیونکہ اس نے بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث ہی پیش کی تھی جو کہ ان کی نقل کردہ روایت کے خلاف تھی، لیکن اس کی روایت میں دونوں پہلو ہو سکتے تھے، ایک یہ کہ وہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے خلاف ہو اور دوسرا یہ کہ اس میں اس کا احتمال نہ ہو۔

(١٢٣٢) أخبرنا من لا أتهم عن ابن أبي ذئب عن مخلد بن خفاف قال " ابتعت غلاما فاستغللته ثم ظهرت منه على عيب فخاصمت فيه إلى عمر بن عبد العزيز فقضى لي برده وقضى علي برد غلته فأتيت عروة فأخبرته فقال أروح عليه العشية فأخبره

أن عائشة أخبرتني ان رسول اللهﷺ قضى في مثل هذا أن الخراج بالضمان فعجلت إلى عمر فأخبرته ما أخبرني عروة عن عائشة عن النبيﷺ فقال عمر فما أيسر علي من قضاء قضيته الله يعلم أني لم أرد فيه إلا الحق فبلغتني فيه سنة رسول اللهﷺ فارد قضاء عمر وأنفذ سنة رسول اللهﷺ فراح إليه عروة فقضى لي أن آخذ الخراج من الذي قضى به علي له "

۱۲۳۲: ایک قابل اعتماد راوی نے ابن ابی ذئب کی سند سے مخلد بن خفاف کی یہ روایت ہم سے نقل کی ہے کہ میں نے ایک غلام خرید کر اسے کام پر لگا دیا (تا کہ مجھے اس سے منافع حاصل ہو) بعد میں مجھے اس کا ایک عیب معلوم ہوا میں یہ مقدمہ لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلا گیا، انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں وہ غلام واپس لوٹا سکتا ہوں، البتہ وہ منافع بھی مجھے لوٹانا پڑے گا جو مجھے اس سے حاصل ہوا، میں عروہ کے پاس آیا اور انہیں اس سارے واقعے کی خبر دی، وہ کہنے لگے کہ میں شام کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مقدمے میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ تاوان بقدر ضمان ہوتا ہے، میں پہلے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا اور انہیں عروہ کے حوالے سے یہ حدیث سنادی، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت پہنچ جائے تو میں عمر کا (اپنا) فیصلہ رد کر دوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نافذ کر دوں، میرے نزدیک اپنے فیصلے سے یہ زیادہ آسان ہے اور اللہ جانتا ہے کہ میرا ارادہ حق کا ہی تھا، پھر شام کو عروہ بھی ان کے پاس گئے تو انہوں نے میرے متعلق یہ فیصلہ فرما دیا کہ میں اپنے دوسرے فریق سے وہ خراج وصول کرلوں جس کا انہوں نے میرے حوالے سے فیصلہ کیا تھا۔

(۱۲۳۳) أخبرني من لا أتهم من أهل المدينة عن ابن أبي ذئب قال قضى سعد بن إبراهيم على رجل بقضية برأي ربيعة بن أبي عبد الرحمن فأخبرته عن النبيﷺ بخلاف ما قضى به فقال سعد لربيعة هذا ابن أبي ذئب وهو عندي ثقة يخبرني عن النبيﷺ بخلاف ما قضيت به فقال له ربيعة قد اجتهدت ومضى حكمك فقال سعد واعجبا أنفذ قضاء سعد بن أم سعد وأرد قضاء رسول اللهﷺ بل أرد قضاء سعد بن أم سعد وأنفذ قضاء رسول اللهﷺ فدعا سعد بكتاب القضية فشقه وقضى للمقضي عليه

(۱۲۳۳) اہل مدینہ کے ایک معتبر راوی نے مجھے ابن ابی ذئب کے حوالے سے بتایا کہ سعد بن ابراہیم نے کسی مقدمے میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کی رائے کے مطابق ایک آدمی کے خلاف فیصلہ کر دیا، میں نے انہیں اس کے برخلاف

نبی ﷺ کی حدیث سنائی تو سعد بن ربیعہ سے کہا کہ یہ ابن ابی ذئب ہیں، میرے نزدیک یہ ثقہ اور قابل اعتماد راوی ہیں۔ یہ مجھے نبی ﷺ کے حوالے سے ایک حدیث سنا رہے ہیں جو میرے فیصلے کے برخلاف ہے۔ ربیعہ نے ان سے کہا کہ آپ چونکہ کوشش کر چکے ہیں اس لیے آپ کا فیصلہ نافذ ہو چکا اس پر سعد کہنے لگے کہ تعجب ہے میں سعد بن ام سعد کا فیصلہ نافذ کر دوں اور نبی ﷺ کا فیصلہ رد کر دوں۔ میں ام سعد کے بیٹے سعد کا فیصلہ مسترد کرتا ہوں اور نبی ﷺ کا فیصلہ نافذ کرتا ہوں، چنانچہ سعد نے فیصلے کی تحریر منگوا کر اسے چاک کر دیا اور اس شخص کے حق میں فیصلہ کر دیا، پہلے کس جس کے خلاف فیصلہ کیا تھا۔

(١٢٣٤) قال الشافعي أخبرني أبو حنيفة بن سماك بن الفضل الشهابي قال حدثني بن أبي ذئب عن المقبري عن أبي شريح الكعبي أن النبيﷺ قال عام الفتح من قتل له قتيل فهو بخير النظرين إن أحب أخذ العقل وإن أحب فله القود " قال أبو حنيفة فقلت لابن أبي ذئب أتأخذ بهذا يا أبا الحارث فضرب صدري وصاح علي صياحا كثيرا ونال مني وقال أحدثك عن رسول اللهﷺ وتقول تأخذ به نعم آخذ به وذلك الفرض علي وعلى من سمعه إن الله اختار محمداﷺ من الناس فهداهم به وعلى يديه واختار لهم ما اختار له وعلى لسانه فعلى الخلق أن يتبعوه طائعين أو داخرين لا مخرج لمسلم من ذلك قال وما سكت حتى تمنيت أن يسكت

۱۲۳۴: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو حنیفہ بن سماک نے ابن ابی ذئب کی سند سے حضرت ابو شریح الکعبی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ فتح مکہ کے سال نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کا کوئی بندہ (قریبی رشتہ دار) مارا جائے تو اسے دو میں سے ایک بات کا اختیار ہے، اگر چاہے تو دیت وصول کر لے اور اگر چاہے تو قصاص لے لے۔ ابو حنیفہ بن سماک کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ذئب سے کہا کہ اے ابو الحارث! کیا آپ اس حدیث کو لیتے ہیں؟ تو انہوں نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور زور زور سے بولنے لگے، انہوں نے مجھے برا بھلا اور سخت سست کہا اور کہنے لگے کہ میں تم سے نبی ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو کہ کیا آپ اس حدیث کو لیتے ہیں؟ ہاں! میں اس حدیث کو لیتا ہوں اور یہ مجھ پر بھی فرض ہے اور ہر اس شخص پر بھی جو اسے سنے، اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں میں سے محمد ﷺ کو منتخب فرمایا ہے، ان کے ذریعے اور ان کے ہاتھوں پر اللہ نے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے وہی پسند کیا جو اپنے پیغمبر کے لئے منتخب کیا اور ان کی زبان پر حق کو جاری فرمایا لہٰذا مخلوق پر ان کی اتباع لازم ہے خواہ خوشی سے کریں یا ذلیل ہو کر، کسی مسلمان کے لئے اس سے نکلنے کی گنجائش نہیں ہے، ابن سماک کہتے ہیں کہ وہ خاموش ہی نہیں ہو رہے تھے، یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ وہ خاموش

ہو جائیں۔

(۱۲۳۵) قال وفي تثبيت خبر الواحد أحاديث يكفي بعض هذا منها

۱۲۳۵: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کی حجیت ثابت کرنے کے لئے بہت سی احادیث ہیں لیکن ان میں سے یہ چند حدیثیں ہی کافی ہیں۔

(۱۲۳۶) ولم يزل سبيل سلفنا والقرون بعدهم إلى من شاهدنا هذا السبيل

۱۲۳۶: ہمارے اسلاف اور ان کے بعد والے زمانے میں جہاں تک ہم نے مشاہدہ کیا ہے، سب کا یہی راستہ ہمیشہ رہا ہے۔

(۱۲۳۷) وكذلك حكي لنا عمن حكي لنا عنه من أهل العلم بالبلدان

۱۲۳۷: مختلف علاقوں کے اہل علم کے حوالے سے جو باتیں ہم تک نقل ہو کر پہنچی ہیں، ان میں بھی یہی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱۲۳۸) قال الشافعي وجدنا سعيدا بالمدينة يقول أخبرني أبو سعيد الخدري عن النبي ﷺ بالصرف فيثبت حديثه سنة ويقول حدثني أبو هريرة عن النبي ﷺ فيثبت حديثه سنة ويروي عن الواحد غيرهما فيثبت حديثه سنة

۱۲۳۸: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں سعید کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ مجھے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیع صرف کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی ہے، پھر وہ ان کی حدیث کو سنت ثابت کرنے لگے، اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی اور اسے سنت ثابت کرنے لگے۔ اسی طرح کئی راویوں کی احادیث سنا کر ان کا سنت ہونا ثابت کرتے رہے۔

(۱۲۳۹) ووجدنا عروة يقول حدثتني عائشة " أن رسول الله ﷺ قضى أن الخراج بالضمان " فيثبته سنة ويروي عنها عن النبي ﷺ شيئا كثيرا فيثبتها سننا يحل بها ويحرم

۱۲۳۹: ہم نے عروہ کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ تاوان بقدر ضمان ہوگا، پھر وہ اسے سنت ثابت کرنے لگے، اس کے بعد وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث بیان کرتے اور اسے سنت ثابت کرتے رہے، جس سے حلال وحرام کا پتہ چلتا تھا۔

(۱۲۴۰) وكذلك وجدناه يقول حدثني أسامة بن زيد عن النبي ﷺ ويقول حدثني عبد الله بن عمر عن النبي ﷺ وغيرهما فيثبت خبر كل واحد منهما على الانفراد سنة

۱۲۴۰: اسی طرح ہم نے عروہ کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ مجھ سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی فلاں حدیث بیان کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فلاں حدیث بیان کی ہے، پھر وہ ہر ایک کی خبر کو انفرادی طور پر سنت ثابت کرتے رہے۔

(١٢٤١) ثم وجدناه أيضا يصير إلى أن يقول حدثني عبد الرحمٰن بن عبد القارئ عن عمر ويقول حدثني يحيى بن عبد الرحمٰن بن حاطب عن أبيه عن عمر ويثبت كل واحد من هذا خبرًا عن عمر

۱۲۴۱: پھر ہم نے انہیں یہ بھی کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فلاں حدیث بیان کی ہے، پھر وہ یہ کہتے کہ مجھ سے یحییٰ بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فلاں روایت نقل کی ہے اور ہر ایک کو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے طور پر ثابت کرتے رہے۔

(١٢٤٢) ووجدنا القاسم بن محمد يقول حدثتني عائشة عن النبي ﷺ ويقول في حديث غيره حدثني ابن عمر عن النبي ﷺ ويثبت خبر كل خبر واحد منهما على الانفراد سنة

۱۲۴۲: اور ہم نے قاسم بن محمد کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے حوالے سے فلاں حدیث بیان کی ہے، کبھی وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حدیث بیان کرتے اور ان میں سے ہر ایک کی خبر کو انفرادی طور پر سنت ہونا ثابت کرتے رہے۔

(١٢٤٣) ويقول حدثني عبد الرحمٰن ومجمع ابنا يزيد بن جارية عن خنساء بنت خدام عن النبي ﷺ فيثبت خبرها سنة وهو خبر امرأة واحدة

۱۲۴۳: اسی طرح وہ کہتے کہ مجھ سے یزید بن جاریہ کے دونوں بیٹوں عبدالرحمٰن اور مجمع نے حضرت خنساء بنت خدام رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی ﷺ کی فلاں روایت نقل کی ہے پھر وہ اس کا سنت ہونا ثابت کرنے لگے، حالانکہ یہ ایک عورت کی خبر تھی۔

(١٢٤٤) ووجدنا علي بن حسين يقول أخبرنا عمرو بن عثمان عن أسامة بن زيد أن النبي ﷺ قال " لا يرث المسلم الكافر " فيثبتها سنة ويثبتها الناس بخبره سنة

۱۲۴۴: ہم نے علی بن حسین کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ ہمیں عمرو بن عثمان نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوتا، پھر وہ اسے سنت ثابت کرنے لگے۔

(١٢٤٥) ووجدنا كذلك محمد بن علي بن حسين يخبر عن جابر عن النبيﷺ وعن عبيد الله بن أبي رافع عن أبي هريرة عن النبيﷺ فيثبت كل ذلك سنة

۱۲۴۵: اسی طرح ہم نے محمد بن علی بن حسین کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور عبید اللہ بن ابی رافع کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہوئے پایا ہے، پھر وہ ہر ایک کو سنت ثابت کرنے لگے۔

(١٢٤٦) ووجدنا محمد بن جبير بن مطعم ونافع بن جبير بن مطعم ويزيد بن طلحة بن ركانة ومحمد بن طلحة بن ركانة ونافع بن عجير بن عبد يزيد وأبا سلمة بن عبد الرحمٰن وحميد بن عبد الرحمٰن وطلحة بن عبد الله بن عوف ومصعب بن سعد بن أبي وقاص وإبراهيم بن عبد الرحمٰن بن عوف وخارجة بن زيد بن ثابت وعبد الرحمٰن بن كعب بن مالك وعبد الله بن أبي قتادة وسليمان بن يسار وعطاء بن يسار وغيرهم من محدثي أهل المدينة كلهم يقول حدثني فلان لرجل من أصحاب النبيﷺ عن النبيﷺ أو من التابعين عن رجل من أصحاب النبيﷺ فنثبت ذلك سنة

۱۲۴۶: اسی طرح ہم نے محمد بن جبیر بن مطعم، نافع بن جبیر بن مطعم، یزید بن طلحہ بن رکانہ، محمد بن طلحہ بن رکانہ، نافع بن عجیر بن عبد یزید، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن حمید بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن ابی قتادہ، سلیمان بن یسار، عطاء بن یسار اور اہل مدینہ کے بہت سے دوسرے محدثین کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ مجھ سے فلاں صحابی یا فلاں تابعی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ سو ہم اسے ''سنت'' ثابت کرتے ہیں۔

(١٢٤٧) ووجدنا عطاء وطاوس ومجاهد وابن أبي مليكة وعكرمة بن خالد وعبيد الله بن أبي يزيد وعبد الله بن باباه وابن أبي عمار ومحدثي المكيين ووجدنا وهب بن منبه هكذا ومكحول بالشام وعبد الرحمٰن بن غنم والحسن وابن سيرين بالبصرة والاسود وعلقمة والشعبي بالكوفة ومحدثي الناس وأعلامهم بالامصار كلهم يحفظ عنه تثبيت خبر الواحد عن رسول اللهﷺ والانتهاء إليه والافتاء به ويقبله كل واحد منهم عن من فوقه ويقبله عنه من تحته

۱۲۴۷: اسی طرح ہم نے عطاء، طاؤس، مجاہد، ابن ابی ملیکہ، عکرمہ بن خالد، عبید اللہ بن ابی یزید، عبداللہ بن باباہ، ابن ابی عمار اور مکہ مکرمہ کے دیگر محدثین کو پایا ہے اور یمن میں وہب بن منبہ کو، شام میں مکحول کو، بصرہ میں عبدالرحمٰن بن غنم،

حسن اور ابن سیرین کو، کوفہ میں اسود، علقمہ اور شعبی کو، اسی طرح مختلف شہروں میں بڑے بڑے محدثین اور نامور لوگوں کو پایا ہے، ان میں سے ہر ایک کے حوالے سے خبر واحد کی حجیت محفوظ کی گئی ہے، وہ خبر واحد پر پہنچ کر رک جاتے تھے، اسی کے مطابق فتوی دیتے تھے، ان میں سے ہر ایک اپنے سے اوپر والے اور نیچے والے راوی سے قبول کر لیتا تھا۔

(١٢٤٨) ولو جاز لاحد من الناس أن يقول في علم الخاصة أجمع المسلمون قديما وحديثا على تثبيت خبر الواحد والانتهاء إليه بأنه لم يعلم من فقهاء المسلمين أحد إلا وقد ثبته جاز لي

۱۲۴۸: اگر کسی شخص کے لئے یہ کہنا جائز ہو سکتا ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کا خبر واحد کی حجیت اور اس تک پہنچ کر رک جانے پر اجماع ہو چکا ہے، اس طرح کہ مسلمانوں کے فقہاء میں سے کوئی ایک بھی معلوم نہیں ہے جس نے اسے ثابت نہ کیا ہو تو ایسی بات کہنا میرے لئے جائز ہو گا۔

(١٢٤٩) ولكن أقول لم أحفظ عن فقهاء المسلمين انهم اختلفوا في تثبيت خبر الواحد بما وصفت من أن ذلك موجودا على كلهم

۱۲۴۹: لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے فقہاء میں سے مجھے کسی کے حوالے سے یہ بات یاد نہیں پڑتی کہ انہوں نے خبر واحد کی حجیت میں اختلاف کیا ہو جیسا کہ میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔

(١٢٥٠) قال فإن شبه على رجل بأن يقول قد روي عن النبي ﷺ حديث كذا وحديث كذا وكان فلان يقول قولا يخالف ذلك الحديث

۱۲۵۰: اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ نبی ﷺ سے فلاں فلاں حدیث مروی ہے اور فلاں شخص کی رائے اس حدیث سے ٹکراتی ہے؟

(١٢٥١) فلا يجوز عندي على عالم أن يثبت خبر واحد كثيرا ويحل به ويحرم ويرد مثله إلا من جهة أن يكون عنده حديث يخالفه أو يكون ما سمع ومن سمع منه أوثق عنده ممن حدثه خلافه أو يكون من حدثه ليس بحافظ أو يكون متهما عنده أو يتهم من فوقه ممن حدثه أو يكون الحديث محتملا معنيين فيتأول فيذهب إلى أحدهما دون الآخر

۱۲۵۱: تو میرے نزدیک کسی عالم کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ کسی موقع پر خبر واحد کو ثابت کر کے اس سے حلال و حرام

کا فیصلہ کردے اور کسی موقع پر خبر واحد ہی کو رد کردے، الا یہ کہ اس کے پاس بھی کوئی حدیث ہو اور وہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف ہو، یا یہ کہ اس نے جو سنا اور جس سے سنا اس کے نزدیک وہ دوسری حدیث سے زیادہ قابل اعتماد ہو، یا اس کے نزدیک مخالف حدیث بیان کرنے والا راوی حافظ نہ ہو یا وہ اسے متہم سمجھتا ہو، یا اس سے اوپر کے کسی راوی کو متہم سمجھتا ہو، یا حدیث میں دو معنوں کا احتمال ہو اور وہ ان میں سے ایک معنی کو لے کر دوسرے معنی کو ترک کردے۔

(١٢٥٢) فأما أن يتوهم متوهم أن فقيها عاقلا يثبت سنة بخبر واحد مرة ومرارا ثم يدعها بخبر مثله وأوثق بلا واحد من هذه الوجوه التي تشبه بالتأويل كما شبه على المتأولين في القرآن وتهمة المخبر أو علم بخبر خلافه فلا يجوز إن شاء الله

١٢٥٢: باقی اگر کسی آدمی کو یہ وہم ہو کہ کوئی سمجھدار فقیہہ کسی موقع پر خبر واحد سے کوئی سنت ثابت کرے گا اور دوسرے موقع پر ایسی ہی خبر واحد کو ترک کردے گا، اور اس کے پاس ان وجوہات میں سے کوئی وجہ نہیں ہوگی (جن کا اوپر ذکر ہوا) جن سے اصل مراد میں اشتباہ پیدا ہو جاتی ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا ان شاء اللہ جیسا کہ قرآن کریم میں تاویل کرنے والوں کو شبہ پیش آیا، یا جیسے مخبر پر کوئی تہمت ہو یا اسے اس کے برخلاف دوسری حدیث کا علم ہو۔

(١٢٥٣) فإن قال قائل قل فقيه في بلد إلا وقد روى كثيرا يأخذ به وقليلا يتركه

١٢٥٣: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ کسی علاقے میں کوئی فقیہہ رہتا ہو اور وہ بہت سی روایات کو لینے کے ساتھ ساتھ کچھ روایات کو ترک نہ کرتا ہو؟

(١٢٥٤) فلا يجوز عليه إلا من الوجه الذي وصفت ومن أن يروي عن رجل من التابعين أو من دونهم قولا لا يلزمه الاخذ به فيكون إنما رواه لمعرفة قوله لا لانه حجة عليه وافقه أو خالفه

١٢٥٤: تو ایسا کرنا صرف اسی صورت میں جائز ہوگا جس کا میں نے ذکر کیا، یا یہ کہ کوئی شخص تابعین یا بعد میں آنے والے کسی بزرگ کا قول نقل کرے جس پر فقہی مسائل میں عمل کرنا (حدیث کی طرح) فرض اور لازم نہ ہو تو اس نے وہ قول معرفت کے لئے ذکر کیا ہوگا، اس لئے نہیں کہ وہ اس کے خلاف حجت بن سکے خواہ وہ اس کے مخالف ہو یا موافق۔

(١٢٥٥) فإن لم يسلك واحد من هذه السبل فيعذر ببعضها فقد أخطأ خطأ لا عذر فيه عندنا والله أعلم

۱۲۵۵: اگر کوئی شخص ان راستوں میں سے کسی راستے پر نہ چلے جس کی وجہ سے اسے معذور سمجھا جا سکے تو اس نے ایک ایسی خطا کا ارتکاب کیا جس میں ہمارے نزدیک عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ واللہ اعلم

(۱۲۵٦) فإن قال قائل هل يفترق معنى قولك " حجة "

۱۲۵٦: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیا آپ کے قول "حجت" کا معنی جدا ہے۔

(۱۲۵۷) قيل له إن شاء الله نعم

۱۲۵۷: اس سے کہا جائے گا کہ جی ہاں! ان شاء اللہ

(۱۲۵۸) فإن قال فأبن ذلك

۱۲۵۸: اگر وہ کہے کہ اس کی وضاحت کر دیجئے؟

(۱۲۵۹) قلنا أما ما كان نص كتاب بين أو سنة مجتمع عليها فالعذر فيها مقطوع ولا يسع الشك في واحد منهما ومن امتنع من قبوله استتيب

۱۲۵۹: تو ہم کہیں گے کہ جہاں تک تعلق ہے قرآن کریم کی نص بین کا یا ایک ایسی سنت کا جس پر لوگوں کا اجماع ہو چکا ہو، تو اس میں عذر ختم ہو جاتا ہے، کسی کو اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور جو شخص اسے قبول کرنے سے انکار کرے تو اس سے اس پر توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

(۱۲٦۰) فاما ما كان من سنة من خبر الخاصة الذي يختلف الخبر فيه فيكون الخبر محتملا للتأويل وجاء الخبر فيه من طريق الانفراد فالحجة فيه عندي أن يلزم العالمين حتي لا يكون لهم رد ما كان منصوصا منه كما يلزمهم أن يقبلوا شهادة العدول لا أن ذلك إحاطة كما يكون نص الكتاب وخبر العامة عن رسول الله ﷺ

۱۲٦۰: باقی رہی وہ سنت جو خاص خبر سے حاصل ہوئی ہو تو اس میں خبر مختلف ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ سے اس میں تاویل کا احتمال بھی پایا جاتا ہے، ایسی صورت میں خبر انفرادی طور پر آتی ہے، میرے نزدیک اس میں اہل علم پر حجت لازم ہو جاتی ہے، چنانچہ انہیں یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ منصوص خبروں کو رد کر سکیں، جیسا کہ ان پر عادل گواہوں کی گواہی کو قبول کرنا ضروری ہوتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ یہ احاطہ ہے، جیسا کہ کتاب اللہ کی نص یا نبی ﷺ کی کوئی عمومی حدیث ہوتی ہے۔

(۱۲٦۱) ولو شك في هذا شاك لم نقل له تب وقلنا ليس لك إن كنت عالمًا أن تشك كما ليس لك الا ان تقضي بشهادة الشهود العدول وإن أمكن فيهم الغلط ولكن

تقضي بذلك على الظاهر من صدقهم والله ولي ما غاب عنك منهم

۱۲٦۱: اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ہم اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کریں گے، بلکہ ہم اس سے یہ کہیں گے کہ اگر آپ عالم ہیں تو آپ کے لئے اس میں شک کرنا مناسب نہیں ہے، جیسے آپ کو عادل گواہوں کی موجودگی میں ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اگرچہ ان میں بھی غلطی کا امکان ہوتا ہے لیکن آپ ان کے ظاہر کی وجہ سے ان کے سچا ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا کارساز ہوتا ہے جو ان کے حوالے سے آپ کی نظروں سے اوجھل ہوتی ہیں۔

(۱۲٦۲) فقال فهل تقوم بالحديث المنقطع حجة على من علمه وهل يختلف المنقطع أو هو وغيره سواء

۱۲٦۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قائل نے مجھ سے کہا کہ کیا حدیث منقطع اس آدمی پر حجت بن سکتی ہے جو اسے جانتا ہو؟ کیا حدیث منقطع میں بھی فرق ہوتا ہے؟ یا وہ اور دیگر اقسام برابر ہیں؟

(۱۲٦۳) قال الشافعي فقلت له المنقطع مختلف

۱۲٦۳: میں نے اس سے کہا کہ حدیث منقطع میں فرق ہوتا ہے۔

(۱۲٦٤) فمن شاهد أصحاب رسول الله ﷺ من التابعين فحدث حديثا منقطعا عن النبي ﷺ اعتبر عليه بأمور

۱۲٦۴: چنانچہ تابعین میں سے جس شخص نے صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہو اور وہ نبی ﷺ کی کوئی منقطع حدیث بیان کرے تو اس پر چند وجوہات کی بناء پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

(۱۲٦٥) منها أن ينظر إلى ما أرسل من الحديث فإن شركه فيه الحفاظ المأمونون فأسندوه إلى رسول الله ﷺ بمثل معنى ما روى كانت هذه دلالة على صحة من قبل عنه وحفظه

۱۲٦۵: مثلاً اس کی روایت کا مرسل حصہ دیکھا جائے، اگر اس حصے میں ایسے راوی اس کے ساتھ شریک ہوں جو حفاظ اور مامون ہوں، اور وہ حدیث مسند کے طور پر نبی ﷺ کی طرف ویسی ہی روایت کی نسبت کریں جیسی اس نے مرسل نسبت کی ہے تو یہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۲٦٦) وان انفرد بإرسال حديث لم يشركه فيه من يسنده قبل ما ينفرد به من ذلك

۱۲٦٦: اور اگر کوئی راوی کسی حدیث کو مرسل نقل کرنے میں منفرد ہو اور اس کے ساتھ اسے مسند نقل کرنے میں دوسرے

راوی شریک نہ ہوں تب بھی اس کی انفرادی روایت کو قبول کرلیا جائے گا۔

(١٢٦٧) ويعتبر عليه بأن ينظر هل يوافقه مرسل غيره ممن قبل العلم عنه من غير رجاله الذين قبل عنهم

١٢٦٧: اور اس کا اعتبار یہ دیکھ کر کیا جائے گا کہ اس کی موافقت میں کوئی اور روایت "خواہ وہ بھی مرسل ہی ہو" کسی ایسے راوی نے نقل کی ہے جس کی روایت اہل علم کے یہاں معتبر ہو؟

(١٢٦٨) فإن وجد ذلك كانت دلالة يقوي به مرسله وهي أضعف من الاولى

١٢٦٨: اگر اس کی موافقت میں کوئی اور روایت مل جائے تو یہ ایک ایسی دلیل ہے جس سے اس مرسل روایت کی تقویت ہو جاتی ہے، تاہم پہلی صورت کی نسبت یہ زیادہ کمزور ہے۔

(١٢٦٩) وإن لم يوجد ذلك نظر إلى بعض ما يروى عن بعض أصحاب رسول الله ﷺ قولا له فإن وجد يوافق ما روى عن رسول الله ﷺ كانت هذه دلالة على أنه لم يأخذ مرسله الا عن أصل يصح إن شاء الله

١٢٦٩: اور اگر اس کی موافقت میں کوئی روایت نہ ملے تو صحابہ کرامؓ کے اقوال کو دیکھا جائے، اگر اس روایت کی موافقت میں اقوال صحابہؓ میں سے کچھ مل جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی مرسل روایت کی کوئی نہ کوئی صحیح اصل ضرور موجود ہے۔

(١٢٧٠) وكذلك ان وجد عوام من أهل العلم يفتون بمثل معنى ما روى عن النبي ﷺ

١٢٧٠: یہ تفصیل اس صورت میں بھی ہے جبکہ اکثر اہل علم اس مرسل روایت کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں۔

(١٢٧١) قال الشافعي ثم يعتبر عليه بأن يكون إذا سمى من روى عنه لم يسم مجهولا ولا مرغوبا عن الرواية عنه فيستدل بذلك على صحته فيما روى عنه

١٢٧١: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر اس چیز کا بھی اعتبار کیا جائے کہ اگر مرسل روایت نقل کرنے والا مروی عنہ کا نام لے تو کسی مجہول یا ایسے راوی کا نام نہ لے جس کی روایت سے محدثین اعراض کرتے ہیں، ایسی صورت میں بھی اس کی روایت کے صحیح ہونے پر استدلال کیا جائے گا۔

(١٢٧٢) ويكون إذا شرك أحدا من الحفاظ في حديث لم يخالفه فإن خالفه وجد حديثه أنقص كانت في هذه دلائل على صحة مخرج حديثه

١٢٧٢: اس چیز کا بھی اعتبار ہوگا کہ اگر وہ حفاظ حدیث میں سے کسی ایک کے ساتھ شریک ہو تو اس کی مخالفت نہ کرے،

کیونکہ مخالفت کی صورت میں اس کی روایت کا درجہ کم ہو جائے گا، یہ بھی اس کی روایت کے صحت مخرج کی دلیل ہے۔

(١٢٧٣) ومتى ما خالف ما وصفت أضر بحديثه حتى لا يسع أحدا منهم قبول مرسله

١٢٧٣: اور جب اس کی مرسل روایت ان چیزوں میں مخالف ہو جو میں نے بیان کی ہیں تو اس سے اس کی حدیث کو نقصان پہنچے گا اور کسی کے لئے بھی اس کی مرسل روایت کو قبول کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی۔

(١٢٧٤) قال وإذا وجدت الدلائل بصحة حديثه بما وصفت أحببنا أن نقبل مرسله

١٢٧٤: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل پائے جائیں جو اس کی حدیث صحیح ہونے پر دلالت کریں جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں تو پھر ہمیں اس کی مرسل روایت کو قبول کرنا پسند ہوگا۔

(١٢٧٥) ولا نستطيع أن نزعم أن الحجة تثبت به ثبوتها بالمتصل

١٢٧٥: یہ گمان ہم نہیں کر سکتے کہ مرسل سے حجت کا ثبوت اسی طرح ہوتا ہے جیسے حدیث متصل سے ہوتا ہے۔

(١٢٧٦) وذلك ان معنى المنقطع مغيب يحتمل أن يكون حمل عن من يرغب عن الرواية عنه إذا سمي وإن بعض المنقطعات وان وافقه مرسل مثله فقد يحتمل أن يكون مخرجها واحدا من حيث لو سمي لم يقبل وأن قول بعض أصحاب النبيﷺ إذا قال برأيه لو وافقه يدل على صحة مخرج الحديث دلالة قوية إذا نظر فيها ويمكن أن يكون انما غلط به حين سمع قول بعض أصحاب النبيﷺ يوافقه ويحتمل مثل هذا فيمن وافقه من بعض الفقهاء

١٢٧٦: اس کی تفصیل یہ ہے کہ منقطع کا معنی ہے غائب، اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ جب راوی کا نام لیا جائے تو وہ ایسا شخص ہو جس سے روایت کرنے سے محدثین اعراض کرتے ہوں، اور یہ کہ بعض منقطع روایات ''اگر ان کے موافق ان جیسی کوئی مرسل روایت ہو'' میں یہ احتمال بھی ہوتا ہے کہ ان کا مخرج ایک ہی ہو، اس طرح کہ اگر راوی کا نام لیا جائے تو وہ روایت کبھی مقبول نہ ہو، اور یہ کہ کسی صحابی کا قول ''اگر وہ اپنی رائے سے ہو اور قول صحابی سے اس کی موافقت ہو جائے'' اس حدیث کا مخرج صحیح ہونے کی دلیل ہے اور یہ دلالت نہایت طاقتور اور مضبوط ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ صحابی کا قول سننے میں اس سے غلطی واقع ہو گئی ہو، یہ احتمال اس صورت میں بھی ہوتا ہے جبکہ اس کی موافقت میں کسی فقیہہ کا قول مل جائے۔

(١٢٧٧) فأما من بعد كبار التابعين الذين كثرت مشاهدتهم لبعض أصحاب رسول اللهﷺ

فلا أعلمن منهم واحدا يقبل مرسله لامور أنهم أشد تجوزا فيمن يروون عنه والآخر أنهم يوجد عليهم الدلائل فيما أرسلوا بضعف مخرجه والآخر كثرة الاحالة كان أمكن للوهم وضعف من يقبل عنه

۱۲۷۷: کبار تابعینؒ ''جنہوں نے بکثرت صحابہ کرامؓ کی زیارت اور مشاہدہ کا شرف حاصل کیا'' کے بعد والوں کا جہاں تک تعلق ہے تو مجھے ان میں سے کسی کے متعلق معلوم نہیں ہے کہ اس کی مرسل روایت قبول کی جا سکے، اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً وہ جن سے روایات نقل کرتے ہیں، ان کے حوالے سے بہت زیادہ آزادی کا اظہار کرتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی مرسل روایات کے مخرج کے ضعیف ہونے پر دلائل موجود ہیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کا کثرت کے ساتھ روایت بالمعنی کرنا وہم میں اضافہ اور راوی کے ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۱۲۷۸) وقد خبرت بعض من خبرت من أهل العلم فرأيتهم أتوا من خصلة وضدها

۱۲۷۸: میں نے جن اہل علم کو آزمایا ہے، ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ ان میں دو متضاد خصلتیں جمع ہیں۔

(۱۲۷۹) رأيت الرجل يقنع بيسير العلم ويريد إلا أن يكون مستفيدا إلا من جهة قد يتركه من مثلها أو أرجح فيكون من أهل التقصير في العلم

۱۲۷۹: میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ تھوڑے علم پر قناعت کرتا ہے اور وہ مستفید بھی ایسے طریقے سے ہونا چاہتا ہے جو متروک ہو چکا ہو تو ایسا شخص اہل علم میں سے اہل تقصیر میں شمار ہوگا۔

(۱۲۸۰) ورأيت من عاب هذه السبيل ورغب في التوسع في العلم من دعاه ذلك إلى القبول عن من لو أمسك عن القبول عنه كان خيرا له

۱۲۸۰: میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اس راستے کو معیوب سمجھتا ہے اور علم میں وسعت کا خواہاں ہے، جس کی وجہ سے وہ ایسے لوگوں کی روایت قبول کرنے کا جذبہ بھی پال لیتا ہے کہ اگر وہ ان کی روایت قبول کرنے سے رک جاتا تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔

(۱۲۸۱) ورأيت الغفلة قد تدخل على أكثرهم فيقبل عن من يرد مثله وخيرا منه

۱۲۸۱: میں نے اکثر ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کی روایت بھی قبول کر لیتے ہیں کہ ان جیسے لوگوں کی روایت مردود ہو جائے۔

(۱۲۸۲) ويدخل عليه فيقبل عن من يعرف ضعفه إذا وافق قولا يقوله ويرد حديث الثقة إذا خالف قولا يقوله

۱۲۸۲: ایسے لوگوں پر کچھ لوگ داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ ان لوگوں کی روایت بھی قبول کر لیتے ہیں جن کا ضعف معروف ہوتا ہے، صرف ان کا قول انہیں اپنی موافقت میں مل جاتا ہے اور وہ ثقہ راوی کی روایت کو بھی رد کر دیتے ہیں جب وہ ان کے قول کے مخالف ہو۔

(۱۲۸۳) ويدخل على بعضهم من جهات

۱۲۸۳: اور بعض لوگوں پر کئی جہتوں سے داخل ہونا ممکن ہوتا ہے۔

(۱۲۸٤) ومن نظر في العلم بخبرة وقلة غفلة استوحش من مرسل كل من دون كبار التابعين بدلائل ظاهرة فيها

۱۲۸۴: اور جو شخص علم کی گہرائی کے ساتھ غفلت کی چادر اتار کر دیکھے تو اسے کبار تابعینؒ کی مرسلات کے علاوہ ہر مرسل روایت سے اجنبیت کا احساس ہوگا، ان دلائل کی وجہ سے جو اس کے حوالے سے ظاہر ہیں۔

(۱۲۸٥) قال فلم فرقت بين التابعين المتقدمين الذين شاهدوا أصحاب رسول اللهﷺ وبين من شاهد بعضهم دون بعض

۱۲۸۵: اس نے کہا کہ آپ نے متقدمین تابعین ''جنہوں نے صحابہ کرامؓ کی زیارت اور مشاہدہ کا شرف حاصل کیا'' اور بعد میں آنے والوں کے درمیان فرق کیوں کیا جنہوں نے کچھ کی زیارت کی اور کچھ کی نہیں؟

(۱۲۸٦) فقلت لبعد إحالة من لم يشاهد أكثرهم

۱۲۸۶: میں نے کہا کہ ان لوگوں کے زمانے سے دوری کی وجہ سے جن میں سے اکثر کا وہ مشاہدہ نہیں کر سکے۔

(۱۲۸۷) قال فلم لم تقبل المرسل منهم ومن كل فقيه دونهم

۱۲۸۷: اس نے کہا کہ پھر آپ ان کی اور ان کے علاوہ ہر فقیہ کی مرسل روایت کو قبول کیوں نہیں کرتے؟

(۱۲۸۸) قلت لما وصفت

۱۲۸۸: میں نے کہا کہ اس کی وجہ میں بیان کر چکا ہوں۔

(۱۲۸۹) قال وهل تجد حديثا تبلغ به رسول اللهﷺ مرسلا عن ثقة لم يقل أحد من أهل الفقه به؟ قلت: نعم

۱۲۸۹: اس نے کہا کہ کیا آپ کو کوئی ایسی حدیث ملتی ہے جو کسی ثقہ راوی سے مرسلاً نبی ﷺ سے مروی ہو اور فقہاء میں سے کوئی ایک بھی اس کا قائل نہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں!

(١٢٩٠) أخبرنا سفيان عن محمد بن المنكدر أن رجلا جاء إلى النبي ﷺ فقال يا رسول الله ﷺ ان لي مالا وعيالا وان لابي مالا وعيالا وانه يريد ان يأخذ مالي فيطعمه عياله فقال رسول الله ﷺ أنت ومالك لابيك

۱۲۹۰: ہم سے سفیان نے محمد بن منکدر کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور اہل وعیال بھی، میرے والد صاحب کے پاس بھی مال وعیال ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ میرا مال لے کر اپنے اہل وعیال کو دیں، نبی ﷺ نے فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

(١٢٩١) فقال أما نحن فلا نأخذ بهذا ولكن من أصحابك من يأخذ به

۱۲۹۱: اس نے کہا کہ ہم تو اس پر عمل نہیں کرتے، لیکن آپ کے بعض حضرات اسے لیتے ہیں۔

(١٢٩٢) فقلت لا لان من أخذ بهذا جعل للاب الموسر أن يأخذ مال ابنه

۱۲۹۲: میں نے کہا کہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ جس نے اس مرسل روایت کو لیا ہے اس نے مالدار باپ کے لئے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے بیٹے کا مال لے لے۔

(١٢٩٣) قال أجل وما يقول بهذا أحد فلم خالفه الناس

۱۲۹۳: اس نے کہا ٹھیک ہے، اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، پھر لوگ اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

(١٢٩٤) قال لانه لا يثبت عن النبي ﷺ وأن الله لما فرض للاب ميراثه من ابنه فجعله كوارث غيره فقد يكون أقل حظا من كثير من الورثة دل ذلك على أن ابنه مالك للمال دونه

۱۲۹۴: میں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے جب باپ کے لیے بیٹے کی وراثت میں حصہ مقرر کیا ہے تو اسے غیر کے وارث کی طرح کر دیا، اس لیے ممکن ہے کہ اس کا حصہ بہت سے ورثاء سے کم ہو اور یہ دلیل ہے کہ بیٹا اپنے مال کا خود مالک ہے کوئی اور نہیں۔

(١٢٩٥) قال فمحمد بن المنكدر عندكم غاية في الثقة

۱۲۹۵: اس نے کہا تو کیا آپ کے نزدیک محمد بن منکدر نہایت ثقہ درجہ کے راوی ہیں؟

(١٢٩٦) قلت نعم والفضل في الدين والورع ولكنا لا ندري عن من قبل هذا الحديث

۱۲۹۶: میں نے کہا جی ہاں! دین اور تقویٰ کے اعتبار سے بھی فضیلت رکھتے ہیں لیکن یہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے یہ

روایت کس سے لی ہے؟

(۱۲۹۷) وقد وصفت لك الشاهدين العدلين يشهدان على الرجل فلا تقبل شهادتهما حتى يعدلاهما أو يعدلهما غيرهما

۱۲۹۷: اور میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں کہ اگر دو عادل گواہ کسی آدمی کے متعلق گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ وہ ان کا عادل ہونا بیان کرے یا کوئی دوسرا ان کی تعدیل کرے۔

(۱۲۹۸) قال فتذكر من حديثكم مثل هذا ؟ قلت: نعم

۱۲۹۸: اس نے کہا کہ کیا آپ کو اس جیسی کوئی حدیث یاد ہے! میں نے کہا جی ہاں!

(۱۲۹۹) أخبرنا الثقة عن ابن أبي ذئب عن ابن شهاب أن رسول الله ﷺ أمر رجلا ضحك في الصلاة أن يعيد الوضوء والصلاة

۱۲۹۹: ہم سے ایک ثقہ راوی نے ابن ابی ذئب کی سند سے ابن شہاب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی دوران نماز ہنس پڑا، نبی ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے۔

(۱۳۰۰) فلم نقبل هذا لانه مرسل

۱۳۰۰: ہم اس روایت کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ مرسل ہے۔

(۱۳۰۱) ثم أخبرنا الثقة عن معمر عن ابن شهاب عن سليمان بن أرقم عن الحسن عن النبي بهذا الحديث

۱۳۰۱: پھر ایک اور ثقہ راوی نے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے، اس میں ابن شہاب کے استاد کا نام سلیمان بن ارقم آیا ہے۔

(۱۳۰۲) وابن شهاب عندنا إمام في الحديث والتخيير وثقة الرجال انما يسمي بعض أصحاب النبي ﷺ ثم خيار التابعين ولا نعلم محدثا يسمي أفضل ولا أشهر ممن يحدث عنه ابن شهاب

۱۳۰۲: اور ابن شہاب ہمارے نزدیک حدیث اور جرح و تعدیل کے امام ہیں، وہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کا نام لیتے ہیں، پھر خیار تابعین کا اور جن سے ابن شہاب حدیث نقل کرتے ہیں، ان سے زیادہ افضل اور مشہور حدیث ہمارے علم میں کوئی نہیں ہے۔

(۱۳۰۳) قال فاني تراه أتى في قبوله عن سليمان بن أرقم

۱۳۰۳: اس نے کہا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سلیمان بن رقم سے اس روایت کو قبول کرنے کی وجہ کہاں سے آ گئی؟

(١٣٠٤) رآه رجلا من أهل المروءة والعقل فقبل عنه وأحسن الظن به فسكت عن اسمه اما لانه أصغر منه وإما لغير ذلك وسأله معمر عن حديثه عنه فأسنده له

۱۳۰۴: تو بات یہ ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو مروت اور عقل والا ہے، انہوں نے اس کی روایت قبول کر لی اور اسکے ساتھ حسن ظن رکھا، سو اس کا نام لینے میں سکوت سے کام لیا، یا تو اس وجہ سے کہ وہ ان سے چھوٹا تھا یا کسی اور وجہ سے، لیکن جب معمر نے ان سے ان کی حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی سند بیان کر دی۔

(١٣٠٥) فلما أمكن في ابن شهاب أن يكون يروي عن سليمان مع ما وصفت به ابن شهاب لم يؤمن مثل هذا على غيره

۱۳۰۵: سو جب ابن شہاب کے حوالے سے یہ ممکن ہے کہ وہ سلیمان سے روایت نقل کریں حالانکہ ان کا مقام و مرتبہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں تو دوسرے راویوں کے حوالے سے ایسی چیزوں سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔

(١٣٠٦) قال فهل تجد لرسول الله ﷺ سنة ثابتة من جهة الاتصال خالفها الناس كلهم

۱۳۰۶: اس نے کہا کہ کیا آپ کو نبی ﷺ کی کوئی ایسی سنت ملتی ہے جو سند متصل کے ساتھ ثابت ہو اور سارے لوگ ہی اسے ترک کر دیں؟

(١٣٠٧) قلت لا ولكن قد أجد الناس مختلفين فيها منهم من يقول بها ومنهم من يقول بخلافها فأما سنة يكونون مجتمعين على القول بخلافها فلم أجدها قط كما وجدت المرسل عن رسول الله ﷺ

۱۳۰۷: میں نے کہا کہ نہیں! البتہ اس حوالے سے لوگ مختلف ملتے ہیں، بعض اس کے مطابق رائے اختیار کرتے ہیں اور بعض اس کے مخالف رائے اختیار کرتے ہیں، ایسی سنت کہ اسے ترک کرنے پر سب لوگ متفق ہو جائیں، مجھے نہیں ملتی، مرسل روایات مل جاتی ہیں۔

(١٣٠٨) قال الشافعي وقلت له أنت تسأل عن الحجة في رد المرسل وترده ثم تجاوز فترد المسند الذي يلزمك عندنا الاخذ به

۱۳۰۸: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ آپ مرسل کو رد کرنے کی دلیل پوچھتے ہیں اور اسے رد کر دیتے ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر سند حدیث کو بھی رد کر دیتے ہیں، جس پر عمل کرنا ہمارے نزدیک آپ کے لئے لازم ہے۔

باب الاجماع

اجماع کا بیان

(١٣٠٩) قال الشافعي فقال لي قائل قد فهمت مذهبك في أحكام الله ثم أحكام رسوله ﷺ وأن من قبل عن رسول الله ﷺ فعن الله قبل بان افترض طاعة رسوله وقامت الحجة بما قلت بأن لا يحل لمسلم علم كتابا ولا سنة أن يقول بخلاف واحد منهما وعلمت أن هذا فرض الله فما حجتك في أن تتبع ما اجتمع الناس عليه مما ليس فيه نص حكم لله ولم يحكوه عن النبي أتزعم ما يقول غيرك أن إجماعهم لا يكون أبدا إلا على سنة ثابتة وإن لم يحكوها

۱۳۰۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قائل نے مجھ سے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے حوالے سے تو میں آپ کا مذہب سمجھ گیا کہ جس نے نبی ﷺ کی بات قبول کی، اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے قبول کیا، کیونکہ اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا، نیز آپ نے جو کہا اس پر حجت قائم ہو چکی کہ کسی مسلمان کے لئے جو کتاب وسنت کا علم رکھتا ہو حلال نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کے خلاف کوئی رائے قائم کرے اور میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے، اب آپ یہ بتایئے کہ اجماع کی پیروی کرنے کے لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ ان چیزوں میں جن میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی کوئی نص موجود نہیں ہے اور صحابہ کرامؓ نے بھی اس سلسلے میں نبی ﷺ کی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے؟ کیا آپ کا خیال وہی ہے جو دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اجماع ہمیشہ ثابت شدہ سنت پر ہی ہوسکتا ہے اگرچہ وہ سنت منقول نہ ہو۔

(١٣١٠) قال فقلت له أما ما اجتمعوا عليه فذكروا أنه حكاية عن رسول الله ﷺ فكما قالوا إن شاء الله

۱۳۱۰: میں نے اس سے کہا کہ جس چیز پر سارے صحابہ متفق ہوں اور وہ اسے نبی ﷺ کے حوالے سے نقل کریں تو وہ ان شاء اللہ اسی طرح ہوگا جیسے انہوں نے کیا۔

(١٣١١) وأما ما لم يحكوه فاحتمل أن يكون قالوا حكاية عن رسول الله ﷺ واحتمل غيره ولا يجوز أن نعده له حكاية لانه لا يجوز أن يحكي إلا مسموعا ولا يجوز أن يحكي شيئا يتوهم يمكن فيه غير ما قال

۱۳۱۱: اور جسے وہ نبی ﷺ سے نقل نہ کریں تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ نبی ﷺ کی بات ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ نبی ﷺ کی بات نہ ہو، ہمارے لئے اسے نبی ﷺ کی بات شمار کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا مسموع ہونا ضروری ہے اور موہوم چیز کی حکایت کرنا جائز نہیں ہے، ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے کوئی اور بات فرمائی ہو۔

(۱۳۱۲) فكنا نقول بما قالوا به اتباعا لهم ونعلم أنهم إذا كانت سنن رسول اللهﷺ لا تعزب عن عامتهم وقد تعزب عن بعضهم ونعلم أن عامتهم لا تجتمع على خلاف لسنة رسول اللهﷺ ولا على خطأ إن شاء الله

۱۳۱۲: سو جو انہوں نے کہا، ان کی پیروی میں ہم بھی وہی کہتے ہیں ہم یہ جانتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سنتیں سب لوگوں سے تو مخفی نہیں رہ سکتی ہیں، بعض سے مخفی رہ سکتی ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام اہل علم خلاف سنت کام پر یا کسی غلطی پر ان شاء اللہ جمع نہیں ہو سکتے۔

(۱۳۱۳) فإن قال فهل من شئ يدل على ذلك وتشده به؟

۱۳۱۳: اگر وہ کہے کہ اس پر آپ کے پاس کوئی دلیل ہے جس سے آپ اسے مضبوط کر سکیں؟

(۱۳۱٤) قيل أخبرنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن عبد الرحمٰن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه أن رسول اللهﷺ قال " نضر الله عبدا "

۱۳۱۴: تو اس سے کہا جائے گا کہ ہم سے سفیان نے عبدالملک کی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترو تازہ رکھے۔

(۱۳۱٥) أخبرنا سفيان عن عبد الله بن أبي لبيد عن ابن سليمان بن يسار عن أبيه " أن عمر بن الخطاب خطب الناس بالجابية فقال إن رسول اللهﷺ قام فينا كمقامي فيكم فقال أكرموا أصحابي ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذبُ حتى إن الرجل ليحلف ولا يستحلف ويشهد ولا يستشهد ألا فمن سره بحبحة الجنة فليلزم الجماعة فإن الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين أبعد ولا يخلون رجل بامرأة فإن الشيطان ثالثهم ومن سرته حسنته وساءته سيئته فهو مؤمن "

۱۳۱۵: ہم سے سفیان نے عبداللہ بن ابی سعید کی سند سے سلیمان بن یسار کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی ﷺ بھی ایک دن ہمارے درمیان اسی طرح کھڑے ہوئے

تھے جیسے میں تمہارے درمیان کھڑا ہوں، پھر فرمایا کہ میرے صحابہؓ کا اکرام کیا کرو پھر ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں (تابعین) پھر ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں (تبع تابعین) اس کے بعد جھوٹ کا دور دورہ ہوگا حتیٰ کہ ایک آدمی قسم کھالے گا حالانکہ اس سے قسم کھانے کے لئے نہیں کہا گیا ہوگا، ایک آدمی گواہ بن جائے گا حالانکہ اس سے گواہی کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہوگا۔ آگاہ رہو کہ جس شخص کو وسطِ جنت میں گھر ملنے کی خواہش ہو، اسے چاہئے کہ اجتماعیت کو لازم پکڑے کیونکہ اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور اس کی نسبت وہ دو آدمیوں سے زیادہ دور ہوتا ہے، کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے کیونکہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے اور جس شخص کو اپنی نیکی سے خوشی ہو اور وہ اپنی برائی اور گناہ سے وہ غمگین ہو تو وہ مؤمن ہے۔

(١٣١٦) قال فما معنى أمر النبي ﷺ بلزوم جماعتهم

۱۳۱۶: اس نے کہا کہ نبی ﷺ کے اجتماعیت کو لازم پکڑنے کے حکم کا کیا مطلب ہے؟

(١٣١٧) قلت لا معنى له إلا واحد

۱۳۱۷: میں نے کہا کہ اس کا صرف ایک ہی معنی ہو سکتا ہے۔

(١٣١٨) قال فكيف لا يحتمل إلا واحدا

۱۳۱۸: اس نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میں صرف ایک ہی معنی کا احتمال ہو؟

(١٣١٩) قلت إذا كانت جماعتهم متفرقة في البلدان فلا يقدر أحد أن يلزم جماعة أبدان قوم متفرقين وقد وجدت الابدان تكون مجتمعة من المسلمين والكافرين والاتقياء والفجار فلم يكن في لزوم الابدان معنى لانه لا يمكن ولان اجتماع الابدان لا يصنع شيئا فلم يكن للزوم جماعتهم معنى إلا ما عليهم جماعتهم من التحليل والتحريم والطاعة فيهما

۱۳۱۹: میں نے کہا کہ اگر ان کی جماعت مختلف شہروں میں پھیلی ہوئی ہو تو کوئی آدمی بھی اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ایک متفرق قوم کے جسموں کو لازم پکڑے، جسم تو مسلمانوں، کافروں، نیکوکاروں اور گنہگاروں کے بھی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، لہٰذا لزوم ابدان کا تو کوئی معنی ہی نہیں بنتا، کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف اجتماع ابدان سے تو کچھ نہیں ہوتا، لہٰذا اس صورت میں بھی "لزوم" کا کوئی معنی نہیں رہتا، اس لئے اب یہی مفہوم رہ جاتا ہے کہ جس چیز کے حلال و حرام میں اجتماعیت ہو اور اس میں اطاعت کا پہلو پایا جاتا ہو، اسے لازم پکڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

(١٣٢٠) ومن قال بما تقول به جماعة المسلمين فقد لزم جماعتهم ومن خالف ما تقول به جماعة المسلمين فقد خالف جماعتهم التي أمر بلزومها وإنما تكون الغفلة في الفرقة فأما الجماعة فلا يمكن فيها كافة غفلة عن معنى كتاب ولا سنة ولا قياس إن شاء الله

۱۳۲۰: اور جو شخص وہ بات کہے جو مسلمانوں کی جماعت کہتی ہے (مسلمانوں کی اجتماعی سوچ ہے) تو اس نے ان کی جماعت کو لازم پکڑ لیا، اور جو شخص اس بات کی مخالفت کرے، اس نے اجتماعیت کی مخالفت کی جسے لازم پکڑنے کا اسے حکم دیا گیا تھا، افتراق میں ہی غفلت ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کتاب وسنت یا قیاس سے غافل رہ جائے۔

القياس

قیاس کا بیان

(١٣٢١) قال فمن أين قلت يقال بالقياس فيما لا كتاب فيه ولا سنة ولا إجماع أفالقياس نص خبر لازم

۱۳۲۱: اس قائل نے کہا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے کہی کہ قیاس اس صورت میں کیا جائے گا جبکہ وہاں کتاب اللہ، سنت یا اجماع موجود نہ ہو؟ کیا قیاس کسی خبر لازم کی نص ہے؟

(١٣٢٢) قلت لو كان القياس نص كتاب أو سنة قيل في كل ما كان نص كتاب " هذا حكم الله " وفي كل ما كان نص السنة " هذا حكم رسول الله ﷺ " ولم نقل له " قياس "

۱۳۲۲: میں نے اس سے کہا کہ اگر قیاس کتاب اللہ یا سنت کی کوئی نص ہو تو جہاں کتاب اللہ کی نص ہو، وہاں کہا جائے گا کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور جہاں سنت کی نص موجود ہو، وہاں کہا جائے گا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور ہم اسے قیاس نہیں کہیں گے۔

(١٣٢٣) قال فما القياس أهو الاجتهاد أم هما متفرقان

۱۳۲۳: اس نے کہا کہ پھر قیاس کیا چیز ہے؟ آیا وہ اجتہاد کا دوسرا نام ہے یا قیاس اور اجتہاد میں کوئی فرق ہے؟

(١٣٢٤) قلت هما اسمان لمعنى واحد

۱۳۲۴: میں نے کہا کہ ایک ہی مفہوم کے یہ دو نام ہیں۔

(۱۳۲۵) قال فما جماعهما

۱۳۲۵: اس نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں جمع کس طرح ہوتی ہیں؟

(۱۳۲٦) قلت كل ما نزل بمسلم ففيه حكم لازم أو على سبيل الحق فيه دلالة موجودة وعليه إذا كان فيه حكم اتباعه وإذا لم يكن فيه بعينه طلب الدلالة على سبيل الحق فيه بالاجتهاد والاجتهاد القياس

۱۳۲٦: میں نے کہا کہ مسلمان جب بھی کسی (فقہی) مسئلے کا شکار ہو تو اس میں ایک لازمی حکم ضرور پایا جاتا ہے یا راہِ حق متعین کرنے کے لئے اس میں دلالت پائی جاتی ہے سو اگر اس میں کوئی متعین حکم موجود ہو تو انسان پر اس کی اتباع لازم ہے اور اگر اس میں کوئی متعین حکم نہ ہو تو اجتہاد کے ذریعے اس میں راہ حق پر دلالت کی جستجو کی جائے گی، اور اجتہاد ہی قیاس ہے۔

(۱۳۲۷) قال أفرأيت العالمين إذا قاسوا على إحاطة هم من أنهم أصابوا الحق عند الله وهل يسعهم أن يختلفوا في القياس وهل كلفوا كل أمر من سبيل واحد أو سبل متفرقة وما الحجة في أن لهم أن يقيسوا على الظاهر دون الباطن وانه يسعهم أن يتفرقوا وهل يختلف ما كلفوا في أنفسهم وما كلفوا في غيرهم ومن الذي له ان يجتهد فيقيس في نفسه دون غيره والذي له أن يقيس في نفسه وغيره

۱۳۲۷: اس نے کہا یہ بتائیے کہ اگر علماء قیاس کریں تو کیا عند اللہ وہ حق تک پہنچنے والوں میں شمار ہوں گے؟

کیا ان کے پاس قیاس میں مختلف ہونے کی گنجائش ہے؟

کیا ہر معاملے میں وہ ایک ہی راہ پر چلنے کے مکلف ہیں یا متفرق راستوں پر چل سکتے ہیں؟

ان کے پاس ظاہر پر قیاس کرنے اور باطن پر قیاس نہ کرنے کی کیا دلیل ہے؟

کیا اس وجہ سے متفرق ہونے کی گنجائش رکھتے ہیں؟

کیا اس بات میں بھی فرق ہو سکتا ہے جس کا خود انکی ذات کو مکلف بنایا گیا ہو۔ اور جس کا دوسروں کو مکلف بنایا گیا ہو؟

کون اجتہاد کر کے اپنی ذات کے حوالے سے قیاس کر سکتا ہے نہ کہ دوسرے کے اعتبار سے؟

اور کون اپنی ذات اور غیر دونوں کے حوالے سے قیاس کر سکتا ہے؟

(۱۳۲۸) فقلت له العلم من وجوه منه إحاطة في الظاهر والباطن و منه حق في الظاهر

۱۳۲۸: میں نے اس سے کہا کہ علم کی کئی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک صورت ظاہر اور باطن کا احاطہ ہے اور دوسری صورت ''ظاہر میں حق'' ہے۔

(۱۳۲۹) فالاحاطة منه ما كان نص حكم لله أو سنة لرسول الله ﷺ نقلها العامة عن العامة فهذان السبيلان اللذان يشهد بهما فيما أحل أنه حلال وفيما حرم أنه حرام وهذا الذي لا يسع أحدا عندنا جهله ولا شك فيه

۱۳۲۹: احاطہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم یا نبی ﷺ کی سنت کی نص موجود ہو اور اسے اکثریت نے نقل کیا ہو یہ دو راستے تو وہ ہیں جن کے ذریعے حلال کے حلال ہونے اور حرام کے حرام ہونے کی گواہی دی جا سکتی ہے، یہ وہ چیز ہے جس سے ناواقف رہنے کی ہمارے نزدیک کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ اس میں شک کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔

(۱۳۳۰) وعلم الخاصة سنة من خبر الخاصة يعرفها العلماء ولم يكلفها غيرهم وهي موجودة فيهم أو في بعضهم بصدق الخاص المخبر عن رسول الله ﷺ بها وهذا اللازم لاهل العلم أن يصيروا إليه وهو الحق في الظاهر كما نقتل بشاهدين وذلك حق في الظاهر وقد يمكن في الشاهدين الغلط

۱۳۳۰: اور ایک سنت کا خصوصی علم ہے جس سے علماء ہی واقف ہیں اور عام لوگوں کو ان کا مکلف نہیں بنایا گیا، یہ صورت ان میں یا بعض لوگوں میں اس طرح پائی جاتی ہے کہ نبی ﷺ کے حوالے سے خبر دینے والا مخبر صادق ہو، اہل علم کے لئے لازم ہے کہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں، یہی ظاہر میں حق ہے جیسے کہ ہم دو گواہوں کی گواہی کی بناء پر کسی آدمی کو قتل کر دیتے ہیں، یہی ظاہری حق ہے، حالانکہ ممکن ہے کہ گواہوں سے غلطی ہوگئی ہو۔

(۱۳۳۱) وعلم إجماع

۱۳۳۱: اسی طرح اجماع کا علم۔

(۱۳۳۲) وعلم اجتهاد بقياس على طلب إصابة الحق فذلك حق في الظاهر عند قياسه لا عند العامة من العلماء ولا يعلم الغيب فيه إلا الله تبارك وتعالى

۱۳۳۲: اسی طرح حق کو تلاش کرنے کے لئے قیاس کے ذریعے اجتہاد کا علم، یہ بھی قیاس کرنے والے کے نزدیک ظاہری

حق ہے، البتہ عام علماء کے نزدیک نہیں ہے، اس سلسلے میں بھی غیب کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

(١٣٣٣) وإذا طلب العلم فيه بالقياس فقيس بصحة أيتفق المقايسون في أكثره وقد نجدهم يختلفون

۱۳۳۳: جب قیاس کے ذریعے علم کی جستجو کی جائے اور صحیح طرح قیاس کیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ آیا قیاس کرنے والے اکثر حصے میں متفق ہیں یا نہیں؟ بعض اوقات ہم ان میں اختلاف بھی پاتے ہیں۔

(١٣٣٤) والقياس من وجهين أحدهما أن يكون الشئ في معنى الاصل فلا يختلف القياس فيه وأن يكون الشئ له في الاصول أشباه فذلك يلحق بأولاها به وأكثرها شبها فيه وقد يختلف القايسون في هذا

۱۳۳۴: اور قیاس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ایک یہ کہ چیز اصل کے معنی میں ہو، اس میں قیاس مختلف نہیں ہو سکتا۔

اور دوسرا یہ کہ اصول میں اس چیز نے مشابہہ اور ملتی جلتی چیزیں ہوں، ایسی صورت میں اسے اس چیز کے ساتھ ملایا جائے گا جو اس کے زیادہ قریب اور زیادہ مشابہہ ہو، اس میں قیاس کرنے والے مختلف ہو سکتے ہیں۔

(١٣٣٥) قال فأوجدني ما اعرف به أن العلم من وجهين أحدهما إحاطة بالحق في الظاهر والباطن والآخر إحاطة بحق في الظاهر دون الباطن مما أعرف

۱۳۳۵: اس نے کہا کہ آپ مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس سے میں یہ سمجھ جاؤں کہ علم کی دو صورتیں ہیں، ان میں سے ایک صورت ظاہر اور باطن میں حق کا احاطہ ہے اور دوسری صورت صرف ظاہر میں حق کا احاطہ ہے، باطن میں نہیں۔

(١٣٣٦) فقلت له أرأيت إذا كنا في المسجد الحرام نرى الكعبة أكلفنا أن نستقبلها بإحاطة

۱۳۳۶: میں نے اس سے کہا کہ یہ بتایئے اگر ہم مسجد حرام میں ہوں اور خانہ کعبہ کو دیکھ رہے ہوں تو کیا ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ خانہ کعبہ کا استقبال احاطہ کے ساتھ کریں؟

(١٣٣٧) قال نعم

۱۳۳۷: اس نے کہا جی ہاں!

(١٣٣٨) قلت وفرضت علينا الصلوات والزكاة والحج وغير ذلك أكلفنا الأحاطة في أن نأتي بما علينا بإحاطة

۱۳۳۸: میں نے کہا کہ ہم پر نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ فرض ہیں، کیا ہمیں اس بات کا مکلف کیا گیا ہے کہ اپنے تمام فرائض کا احاطہ کریں اور انہیں ادا کریں؟

(١٣٣٩) قال نعم

۱۳۳۹: اس نے کہا جی ہاں!

(١٣٤٠) قلت وحين فرض علينا أن نجلد الزاني مائة ونجلد القاذف ثمانين ونقتل من كفر بعد إسلامه ونقطع من سرق أكلفنا أن نفعل هذا بمن ثبت عليه بإحاطة نعلم أنا قد أخذنا منه ؟

۱۳۴۰: میں نے کہا کہ جب ہم پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ بدکار کو سو کوڑے ماریں، کسی پاکدامن پر گناہ کی تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے لگائیں، جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دیں اور چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دیں، کیا ہمیں اس بات کا مکلف بنایا گیا ہے کہ جس شخص کے حوالے سے یہ چیزیں ثابت ہو جائیں اس پر ان چیزوں کا احاطہ کریں اور یقین کر لیں کہ ہم نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی؟

(١٣٤١) قال نعم

۱۳۴۱: اس نے کہا جی ہاں!

(١٣٤٢) قلت وسواء ما كلفنا في أنفسنا وغيرنا إذا كنا ندري من أنفسنا بأنا نعلم منها ما لا يعلم غيرنا ومن غيرنا ما لا يدركه علمنا عيانًا كإدراكنا العلم في أنفسنا؟

۱۳۴۲: میں نے کہا کہ اس میں وہ ساری باتیں برابر ہیں جن کا ہمیں اپنی ذات اور دوسروں کے حوالے سے مکلف بنایا گیا ہے، جبکہ ہمیں اپنے متعلق وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتی ہیں، اسی طرح دوسرے لوگوں کے حوالے سے ہمارا علم واضح طور پر وہاں تک نہیں پہنچتا جیسا ہمیں اپنی ذات کے حوالے سے علم ہوتا ہے؟

(١٣٤٣) قال نعم

۱۳۴۳: اس نے کہا کہ یہ بات ٹھیک ہے۔

(١٣٤٤) قلت وكلفنا في أنفسنا أين ما كنا أن نتوجه إلى البيت بالقبلة

۱۳۴۴: میں نے کہا کہ کیا ہمیں اس بات کا مکلف بنایا گیا ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، نماز کے وقت اپنا رخ خانہ کعبہ کی جانب ہی رکھیں؟

(١٣٤٥) قال نعم

۱۳۴۵: اس نے کہا: جی ہاں!

(١٣٤٦) قلت افتجدنا على احاطة من أنا قد أصبنا البيت بتوجهنا

۱۳۴۶: میں نے کہا یہ بتایئے کہ کیا جب ہم بیت اللہ کی جانب رخ کرتے ہیں تو ہم اس بات کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ ہم بیت اللہ تک پہنچ گئے؟

(١٣٤٧) قال اما كما وجدتكم حين كنتم ترون فلا واما أنتم فقد أديتم ما كلفتم

۱۳۴۷: اس نے کہا کہ صرف دیکھنے سے تو ایسا نہیں ہوتا، البتہ اس طرح آپ اپنی اس ذمہ داری کو ادا کر دیتے ہیں جس کا آپ کو مکلف بنایا گیا ہو۔

(١٣٤٨) قلت والذي كلفنا في طلب العين المغيب غير الذي كلفنا في طلب العين الشاهد

۱۳۴۸: میں نے کہا کہ کیا غیر موجود چیز کو طلب کرنے میں ہمیں جس چیز کا مکلف بنایا گیا ہے، وہ اس کے علاوہ ہے جس کا ہمیں موجود چیز کو طلب کرنے میں مکلف بنایا گیا ہے؟

(١٣٤٩) قال نعم

۱۳۴۹: اس نے کہا: جی ہاں!

(١٣٥٠) قلت وكذلك كلفنا ان نقبل عدل الرجل على ما ظهر لنا منه ونناكحه ونوارثه على ما يظهر لنا من إسلامه ؟

۱۳۵۰: میں نے کہا کہ کیا ہمیں اس بات کا مکلف بنایا گیا ہے کہ ہم عادل آدمی کی گواہی اس بنیاد پر قبول کر لیں جو ہمارے سامنے ظاہر ہو گئی، نیز ہم نکاح اور وراثت کا معاملہ اس بنیاد پر کر سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے اس کا اسلام ظاہر ہو گیا؟

(١٣٥١) قال نعم

۱۳۵۱: اس نے کہا: جی ہاں!

(١٣٥٢) قلت وقد يكون غير عدل في الباطن

۱۳۵۲: میں نے کہا کہ کیا باطنی طور پر وہ غیر عادل بھی ہو سکتا ہے؟

(١٣٥٣) قال قد يمكن هذا فيه ولكن لم تكلفوا فيه الا الظاهر

۱۳۵۳: اس نے کہا کہ ایسا ہونا ممکن تو ہے لیکن آپ کو صرف ظاہر کا مکلف بنایا گیا ہے۔

(١٣٥٤) قلت وحلال لنا أنْ نناكحه ونوارثه ونجيز شهادته ومحرم علينا دمه بالظاهر وحرم على غيرنا ان علم منه أنه كافر إلا قتله ومنعه المناكحة والموارثة وما أعطيناه

۱۳۵۴: میں نے کہا کہ کیا ہمارے لئے یہ حلال ہے کہ اس ظاہر کی وجہ سے ہم اس سے نکاح اور وراثت کا تعلق قائم کریں۔ اس کی گواہی کو قبول کریں اور اس کا خون اپنے اوپر حرام سمجھیں؟ کیا دوسروں کے لئے یہ بات حرام ہے کہ اگر اس کے حوالے سے معلوم ہو کہ وہ کافر ہے، سوائے اس کے کہ اسے قتل کر دیں، اس سے شادی بیاہ نہ کریں اور وارث نہ بنائیں یا جو چیزیں ہم نے اسے دی ہیں؟

(١٣٥٥) قال نعم

۱۳۵۵: اس نے کہا جی ہاں!

(١٣٥٦) قلت وجد الفرض علينا في رجل واحد مختلفا على مبلغ علمنا وعلم غيرنا

۱۳۵۶: میں نے کہا کہ ایک آدمی کے حوالے سے جہاں تک ہمارا علم پہنچتا ہے اور جہاں تک دوسروں کا علم پہنچتا ہے، اس اعتبار سے دونوں کی ذمہ داریوں میں فرق ہو سکتا ہے؟

(١٣٥٧) قال نعم وكلكم مؤدي ما عليه على قدر علمه

۱۳۵۷: اس نے کہا جی ہاں! اور آپ میں سے ہر شخص اپنے علم کے مطابق اپنی ذمہ داری ادا کرنے والا شمار ہوگا۔

(١٣٥٨) قلت هكذا قلنا لك فيما ليس فيه نص حكم لازم وانما نطلب باجتهاد القياس وإنما كلفنا فيه الحق عندنا

۱۳۵۸: میں نے کہا کہ یہی بات ہم آپ سے کہہ رہے ہیں کہ جن چیزوں میں کوئی واضح نص موجود نہیں ہے تو ان میں ہم قیاس کے ذریعے اجتہاد کر کے اس کا حکم تلاش کریں گے، ہمارے نزدیک اس سلسلے میں ہمیں حق بات کا مکلف بنایا گیا ہے۔

(١٣٥٩) قال فتجدك تحكم بأمر واحد من وجوه مختلفة

۱۳۵۹: اس نے کہا کہ کیا آپ کو کوئی ایسی صورت ملتی ہے جس میں آپ کسی چیز پر کوئی حکم لگائیں اور اس کی وجوہات مختلف ہوں؟

(١٣٦٠) قلت نعم إذا اختلفت أسبابه

۱۳۶۰: میں نے کہا جی ہاں! ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کے اسباب مختلف ہوں۔

(١٣٦١) قال فاذكر منه شيئا

۱۳۶۱: اس نے کہا کہ اس میں سے کچھ ذکر کر دیجئے۔

(١٣٦٢) قلت قد يقر الرجل عندي على نفسه بالحق لله أو لبعض الآدميين فاخذه بإقراره ولا يقر فاخذه ببينة تقوم عليه ولا تقوم عليه بينة فيدعى عليه فأمره بأن يحلف ويبرأ فيمتنع فأمر خصمه بأن يحلف ونأخذه بما حلف عليه خصمه إذا أبى اليمين التي تبرئه ونحن نعلم أن إقراره على نفسه بشحه على ماله وأنه يخالف ظلمه بالشح عليه أصدق عليه من شهادة غيره لان غيره قد يغلط ويكذب عليه وشهادة العدول عليه أقرب من الصدق من امتناعه من اليمين وخصمه وهو غير عدل وأعطي منه بأسباب بعضها أقوى من بعض

۱۳۶۲: میں نے کہا کہ ایک آدمی میرے سامنے آ کر اللہ تعالیٰ کے یا کسی انسان کے حق کا اپنے اوپر اقرار کرتا ہے تو میں اس کے اقرار کی وجہ سے اسے پکڑ لیتا ہوں، اگر وہ اقرار نہیں کرتا تو میں اسے اس بیّنہ کی وجہ سے پکڑ لیتا ہوں جو اس کے خلاف قائم ہوتا ہے، اگر بیّنہ نہ ہو اور اس کے خلاف دعویٰ کیا جائے تو میں اسے حکم دیتا ہوں کہ حلف اٹھا کر بری ہو جائے، اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو میں اس کے فریق مقابل سے قسم اٹھانے کے لئے کہہ دیتا ہوں اور اس کے حلف پر ہم اس کا مؤاخذہ کرتے ہیں، کیونکہ وہ قسم اٹھانے سے انکار کرتا ہے جو اسے بری کر سکتی ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا اپنے متعلق خود اقرار کرنا دوسرے کی گواہی سے زیادہ سچا ہے، کیونکہ دوسرا آدمی غلطی کر سکتا ہے اور اس کے خلاف جھوٹ بول سکتا ہے، اسی طرح عادل آدمی کا اس کے خلاف گواہی دینا سچائی کے زیادہ قریب ہے جبکہ وہ قسم کھانے سے اور فریق مقابل کی قسم سے رک جائے اور انکار کر دے جو کہ عادل نہیں ہے اور اسے ان اسباب کی وجہ سے دے دیا جائے گا جن میں سے بعض، بعض کی نسبت زیادہ طاقتور ہیں۔

(١٣٦٣) قال هذا كله هكذا غير أنا إذا نكل عن اليمين أعطينا منه بالنكول

۱۳۶۳: اس نے کہا کہ یہ ساری تفصیل اسی طرح ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو ہم اس انکار کی وجہ سے ہی اسے دے دیتے ہیں۔

(١٣٦٤) قلت فقد أعطيت منه بأضعف مما أعطينا منه

۱۳۶۴: میں نے کہا کہ ہم نے جس طرح اسے دیا، آپ نے اس سے کمزور طریقے سے اسے دیا۔

(١٣٦٥) قال اجل ولكني أخالفك في الاصل

١٣٦٥: اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، لیکن میں آپ سے اصول میں مختلف ہوں۔

(١٣٦٦) قلت وأقوى ما أعطيت به منه إقراره وقد يمكن أن يقر بحق مسلم ناسيا أو غلطا فاخذه به

١٣٦٦: میں نے کہا کہ آپ جس طریقے سے اسے دیتے ہیں، اس میں سب سے زیادہ مضبوط راستہ اس کا اقرار ہے اور یہ ممکن ہے کہ انسان بھول کر یا غلطی سے اپنے اوپر کسی مسلمان کے حق کا اقرار کرلے، تو کیا میں اس پر اس کا مؤاخذہ کروں؟

(١٣٦٧) قال أجل ولكنك لم تكلف إلا هذا

١٣٦٧: اس نے کہا جی ہاں! لیکن آپ کو اسی چیز کا مکلف بنایا گیا ہے۔

(١٣٦٨) قلنا فلست تراني كلفت الحق من وجهين أحدهما حق بإحاطة في الظاهر والباطن والآخر حق بالظاهر دون الباطن

١٣٦٨: میں نے کہا تو کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ مجھے دو وجہوں سے حق کا مکلف بنایا گیا ہے، ایک ظاہر اور باطن میں حق کا احاطہ اور دوسرا صرف ظاہر میں حق کا احاطہ، باطن میں نہیں؟

(١٣٦٩) قال بلى ولكن هل تجد في هذا قوة بكتاب أو سنة

١٣٦٩: اس نے کہا کیوں نہیں، لیکن کیا آپ کو قرآن وسنت سے اس کی کوئی تائید اور تقویت ملتی ہے؟

(١٣٧٠) قلت نعم ما وصفت لك مما كلفت في القبلة وفي نفسي وفي غيري

١٣٧٠: میں نے کہا جی ہاں! جو مثالیں میں آپ کے سامنے پہلے بیان کر چکا ہوں کہ مجھے قبلہ کے حوالے سے کس چیز کا مکلف بنایا گیا ہے، نیز میری ذات اور دوسروں کے حوالے سے مجھے کس چیز کا مکلف بنایا گیا ہے؟

(١٣٧١) قال الله * (ولا يحيطون بشئ من علمه إلا بما شاء) فآتاهم من علمه ما شاء وكما شاء لا معقب لحكمه وهو سريع الحساب

١٣٧١: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرہ:٢٥٥)

''اسکی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں''۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں سے جتنا چاہا اور جیسے چاہا لوگوں کو عطا فرما دیا، اس کے حکم پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا

اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

(١٣٧٢) وقال لنبيه ﷺ (يسئلونك عن الساعة أيان مرساها فيم أنت من ذكرها إلى ربك منتهاها)

۱۳۷۲: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝

(النازعات:۴۲۔۴۴)

''(اے پیغمبر (ﷺ)! لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ سو تم اسکے ذکر سے کس فکر میں ہو؟ اس کا منتہا (یعنی واقع ہونے کا وقت) تمہارے پروردگار ہی کو معلوم ہے۔''

(١٣٧٣) سفيان عن الزهري عن عروة قال (لم يزل رسول الله ﷺ يسئل عن الساعة حتى أنزل الله عليه (فيم أنت من ذكراها) فانتهى

۱۳۷۳: ہم سے سفیان نے زہری کی سند سے عروہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام قیامت کے متعلق سوال پوچھتے رہتے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ (النازعات:۴۳)

'' سو تم اسکے ذکر سے کس فکر میں ہو؟''

تب نبی ﷺ رک گئے۔

(١٣٧٤) وقال الله * (قل لا يعلم من في السماوات والارض الغيب إلا الله)

۱۳۷۴: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ [النمل:٦٥]

'' کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔''

(١٣٧٥) وقال الله تبارك وتعالى (إن الله عنده علم الساعة وينزل الغيث و يعلم ما في الارحام وما تدري نفس ماذا تكسب غدا وما تدري نفس بأي ارض تموت إن الله عليم خبير)

۱۳۷۵: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

(لقمان: ۳۴)

''خدا ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی بیشک خدا ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے۔''

(۱۳۷۶) فالناس متعبدون بأن يقولوا ويفعلوا ما أمروا به وينتهوا إليه لا يجاوزونه لانهم لم يعطوا أنفسهم شيئا إنما هو عطاء الله فنسئل الله عطاءا مؤديا لحقه موجبا لمزيده

۱۳۷۶: سو لوگوں کو عبادت گزار سمجھا جائے گا جبکہ انہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، وہی کہیں اور کریں، وہاں پہنچ کر رک جائیں، اس سے تجاوز نہ کریں، کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو کچھ نہیں دیا، وہ تو اللہ تعالیٰ کی عطاء اور بخشش ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی عطاء کا سوال کرتے ہیں جو اس کے حقوق ادا کرنے والی ہو اور اس میں اضافے کا موجب بن سکے۔

باب الاجتهاد

اجتہاد کا بیان

(۱۳۷۷) قال أفتجد تجويز ما قلت من الاجتهاد مع ما وصفت فتذكره

۱۳۷۷: اس نے کہا کہ آپ نے اجتہاد کے حوالے سے جو بات کہی ہے، کیا آپ اس کا جائز ہونا بیان کر سکتے ہیں؟

(۱۳۷۸) قلت نعم استدلالا بقوله (ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره)

۱۳۷۸: میں نے کہا جی ہاں! میں اس پر استدلال کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے: وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرہ: ۱۵۰)

''اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ (کر کے نماز پڑھا کرو) اور (مسلمانو!) تم جہاں ہوا کرو اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو۔''

(١٣٧٩) قال فما شطره

۱۳۷۹: اس نے کہا کہ ''شطرہ'' کا کیا معنی ہے؟

(١٣٨٠) قلت تلقاءه قال الشاعر إن العسيب بها داء مخامرها فشطرها بصر العينين مسحور

۱۳۸۰: میں نے کہا کہ اس کا معنی تلقاءہ ہے، شاعر کہتا ہے کہ تند خواونٹنی میں بیماری ہے، اسے اور اس کے حصے کو آنکھوں کی بصارت نے خلط ملط کر دیا ہے اور نگاہیں مسحور ہو رہی ہیں۔ اس شعر میں '' فشطرها '' کا لفظ اسی معنی میں ہے۔

(١٣٨١) فالعلم يحيط أن من توجه تلقاء المسجد الحرام ممن نأت داره عنه على صواب بالاجتهاد للتوجه إلى البيت بالدلائل عليه لان الذي كلف التوجه إليه وهو لا يدري أصاب بتوجهه قصد المسجد الحرام أم أخطأه وقد يرى دلائل يعرفها فيتوجه بقدر ما يعرف (ويعرف غيره دلائل غيرها فيتوجه بقدر ما يعرف) وإن اختلف توجههما

۱۳۸۱: اب علم اس بات کا احاطہ کرتا ہے کہ جو شخص مسجد حرام کی جانب رخ کر لے اور اس کا گھر مسجد حرام سے دور ہو، اس پر اجتہاد کے ذریعے بیت اللہ کا صحیح رخ معلوم کرنا ضروری ہے جس پر دلائل قائم ہو سکیں، کیونکہ اسے جس چیز کا مکلف بنایا گیا ہے، وہ اس کی طرف رخ کرنا ہے اور یہ اسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے مسجد حرام کی طرف رخ کرنے کا جو ارادہ کیا ہے، اس میں وہ صحیح رہا یا غلطی کا شکار ہو گیا، بعض اوقات اسے کچھ معروف دلائل نظر آ جاتے ہیں تو جتنا اسے معلوم ہوتا ہے، اسی قدر وہ رخ کر لیتا ہے اور دوسرے آدمی کے پاس دوسرے دلائل ہوتے ہیں، وہ اتنی معلوم مقدار میں اس کی جانب رخ کر لیتا ہے، اس کی بناء پر ان دونوں کا رخ مختلف سمتوں میں ہو جاتا ہے۔

(١٣٨٢) قال فإن أجزت لك هذا أجزت لك في بعض الحالات الاختلاف

۱۳۸۲: اس نے کہا کہ اگر میں آپ کے لئے اسے جائز قرار دوں تو بعض حالات میں آپ کے لئے اختلاف کو بھی جائز قرار دوں گا۔

(١٣٨٣) قلت فقل فيما شئت

۱۳۸۳: میں نے کہا تو پھر آپ جو کہنا چاہتے ہیں، وہ کہہ دیں؟

(١٣٨٤) قال أقول لا يجوز هذا

۱۳۸۴: اس نے کہا میں یہ کہتا ہوں کہ یہ جائز نہیں ہے۔

(۱۳۸۵) قلت فهو أنا وأنت ونحن بالطريق عالمان قلت وهذه القبلة وزعمت خلافي على أينا يتبع صاحبه

۱۳۸۵: میں نے کہا کہ پھر وہ میں اور آپ ہیں، ہم دونوں ایک راستہ جانتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ قبلہ ہے اور آپ کا گمان میری رائے کے خلاف ہے، ہم میں سے کون (اپنی رائے چھوڑ کر) اپنے ساتھی کی رائے کی پیروی کرے گا؟

(۱۳۸۶) قال ما علي واحد منكما أن يتبع صاحبه

۱۳۸۶: اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے کسی پر اپنے ساتھی کی رائے کی پیروی کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۳۸۷) قلت فما يجب عليهما ؟

۱۳۸۷: میں نے کہا کہ پھر ان دونوں پر کیا چیز واجب ہوگی؟

(۱۳۸۸) قال إن قلت لا يجب عليهما أن يصليا حتى يعلما بإحاطة فهما لا يعلمان أبدا المغيب بإحاطة وهما إذا يدعان الصلاة أو يرتفع عنهما فرض القبلة فيصليان حيث شاء ولا أقول واحدا من هذين وما أجد بدا من أن أقول يصلي كل واحد منهما كما يرى ولم يكلفا غير هذا أو أقول كلف الصواب في الظاهر والباطن ووضع عنهما الخطأ في الباطن دون الظاهر

۱۳۸۸: اس نے کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ ان دونوں پر نماز پڑھنا واجب نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ قبلہ کے علم کا احاطہ کر لیں تو یہ انہیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا، لیکن ایسا کرنے میں ان کی نماز چھوٹ جائے گی، یا پھر میں یہ کہوں کہ ان سے فرضیتِ قبلہ ساقط ہوگئی ہے اور اب وہ جہاں چاہیں رخ کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں، میں ان دونوں میں سے کوئی بھی بات نہیں کہہ سکتا، اب میرے پاس یہ کہنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی رائے پر عمل کر کے نماز پڑھ لے، اس کے علاوہ ان دونوں کو کسی چیز کا مکلف نہیں بنایا گیا، یا میں یہ کہوں کہ انہیں ظاہری اور باطنی طور پر صحیح قبلے تک پہنچنے کا مکلف بنایا گیا ہے، البتہ باطنی طور پر ان کی غلطی کو معاف کر دیا گیا ہے، ظاہری طور پر نہیں۔

(۱۳۸۹) قلت فأيهما قلت فهو حجة عليك لانك فرقت بين حكم الباطن والظاهر وذلك الذي أنكرت علينا وأنت تقول إذا اختلفتم قلت ولا بد أن يكون أحدهما مخطئًا

۱۳۸۹: میں نے اس سے کہا کہ آپ جو قول بھی اختیار کریں گے، وہی آپ کے خلاف حجت بن جائے گا کیونکہ آپ نے ظاہر اور باطن کے حکم کے درمیان فرق کیا ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کے حوالے سے آپ نے ہم پر نکیر کی تھی، اور اب آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تم اختلاف کرو گے تو میں یہ کہوں گا کہ ان دونوں میں سے ایک تو لازماً غلطی پر ہوگا۔

(۱۳۹۰) قال أجل

۱۳۹۰: اس نے کہا ٹھیک ہے۔

(۱۳۹۱) قلت فقد أجزت الصلاة وأنت تعلم أحدهما مخطئًا وقد يمكن أن يكونا معًا مخطئين

۱۳۹۱: میں نے کہا کہ آپ یہ جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک آدمی تو یقیناً غلط ہے، اس کے باوجود آپ نے نماز کو جائز قرار دے دیا، حالانکہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ دونوں ہی غلطی پر ہوں۔

(۱۳۹۲) وقلت له وهذا يلزمك في الشهادات وفي القياس

۱۳۹۲: میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ یہ چیز تو آپ پر شہادات اور قیاس کے باب میں بھی لازم ہوگی۔

(۱۳۹۳) قال ما أجد من هذا بدا ولكن أقول هو خطأ موضوع

۱۳۹۳: اس نے کہا کہ مجھے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا، لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک ایسی خطا ہے جسے معاف کر دیا گیا ہے۔

(۱۳۹٤) فقلت له قال الله (لا تقتلوا الصيد وأنتم حرم ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة)

۱۳۹۴: میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ (المائدہ:۹۵)

''جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اسے مارے تو (یا تو اس کا) بدلا (دے اور وہ یہ ہے کہ) اس طرح کا چارپایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کر دے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے۔''

(۱۳۹۵) فأمرهم بالمثل وجعل المثل إلى عدلين يحكمان فيه فلما حرم مأكول الصيد عما

كانت لدواب الصيد أمثال على الابدان

۱۳۹۵: یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں مثل کا حکم دیا ہے اور اس مثل کی تعیین دو عادل ثالثوں کے ذمے لگائی ہے کہ وہ اس کے متعلق فیصلہ کریں، سو جب عمومی طور پر شکار کا کھانا حرام قرار دے دیا گیا تو معلوم ہوا کہ ''مثل'' کا لفظ شکار کے جسمانی مثل پر دلالت کرتا ہے۔

(۱۳۹۶) فحكم من حكم من أصحاب رسول الله ﷺ على ذلك فقضى في الضبع بكبش وفي الغزال بعنز وفي الارنب بعناق وفي اليربوع بجفرة

۱۳۹۶: اور نبی ﷺ کے صحابہؓ میں سے بھی جس نے اس کے متعلق فیصلہ کیا، اس نے یہی فیصلہ کیا، چنانچہ انہوں نے لگڑ بگڑ کا شکار کرنے کی صورت میں مینڈھے کا، ہرن کا شکار کرنے کی صورت میں بکری کا، خرگوش کا شکار کرنے کی صورت میں بکری کے بچے کا اور جنگلی چوہے کی صورت میں بکری کے چار ماہ کے بچے کا فیصلہ کیا ہے۔

(۱۳۹۷) والعلم يحيط أنهم أرادوا في هذا المثل بالبدن لا بالقيم ولو حكموا على القيم اختلفت أحكامهم لاختلاف أثمان الصيد في البلدان وفي الازمان وأحكامهم فيها واحدة

۱۳۹۷: اور علم اس بات کا احاطہ کرتا ہے کہ یہاں ''مثل'' سے انہوں نے مثل جسمانی مراد لیا ہے، قیمت کے اعتبار سے مثل مراد نہیں لیا، اگر وہ قیمتوں کے اعتبار سے فیصلہ کرتے تو ان کے احکام مختلف ہو جاتے کیونکہ ہر شہر اور ہر زمانے میں شکار کی قیمتیں مختلف ہوتی ہیں اور احکام ہر زمانے میں ایک جیسے ہوتے ہیں۔

(۱۳۹۸) والعلم يحيط أن اليربوع ليس مثل الجفرة في البدن ولكنها كانت أقرب الاشياء منه شبها فجعلت مثله وهذا من القياس يتقارب تقارب العنز والظبي ويبعد قليلا بعد الجفرة من اليربوع

۱۳۹۸: اور علم اس بات کا بھی احاطہ کرتا ہے کہ جسمانی اعتبار سے جنگلی چوہا بکری کے چار ماہ کے بچے کا مثل نہیں ہے، لیکن اس کی سب سے زیادہ قریب ترین مشابہت اس کے ساتھ ہی ہے، لہٰذا اسے اس کا مثل قرار دے دیا گیا، یہی قیاس قریب قریب ہرن اور بکری میں ہے اور اپنے بُعد میں اس طرح ہے جیسے جنگلی چوہا اور بکری کا چار ماہ کا بچہ۔

(۱۳۹۹) ولما كان المثل في الابدان في الدواب من الصيد دون الطائر لم يجز فيه الا ما قال عمر والله أعلم من أن ينظر إلى المقتول من الصيد فيجزي بأقرب الاشياء به شبها منه في البدن فإذا مات منها شيئا رفع إلى أقرب الاشياء به شبها كما فاتت الضبع

العنز فرفعت إلى الكبش وصغر اليربوع عن العناق فخفض إلى الجفرة

۱۳۹۹: مثل جسمانی چونکہ صرف ان شکاری جانوروں میں ہوسکتا ہے جو چار پائے ہیں، پرندوں میں نہیں ہوسکتا اس لئے پرندوں کے حوالے سے وہی بات معتبر ہوگی جو حضرت عمر رضی اللہ نے فرمائی ہے کہ شکار ہونے والے پرندے کو دیکھا جائے اور جو پرندہ جسمانی طور پر اس کے ساتھ زیادہ قریبی مشابہت رکھتا ہو اس کے بدلے میں وہی ادا کر دیا جائے۔ اور اگر اس میں سے کوئی چیز فوت ہو جائے تو اسے اس کے قریب ترین مشابہت رکھنے والی چیز کے ساتھ ملا دیا جائے گا، جیسے لگڑ بگڑ کی صورت میں بکری نہ ملے تو مینڈھے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور چونکہ جنگلی چوہا بکری سے چھوٹا ہوتا ہے اس لئے اس میں کمی کر کے اسے چار ماہ کے بچے تک لے گئے۔

(١٤٠٠) وكان طائر الصيد لا مثل له في النعم لاختلاف خلقته فجزي خيرا وقياسا على ما كان ممنوعا لانسان فأتلفه انسان فعليه قيمته لمالكه

۱۴۰۰: چونکہ پرندوں کا مثل جانوروں میں کوئی نہیں ہے کیونکہ ان کی خلقت ہی ایک دوسرے سے مختلف ہے لہٰذا خبر اور قیاس کی روشنی میں بدلہ وہ دیا جائے گا جو کسی محفوظ چیز کو ضائع کر دینے کی صورت میں انسان پر لازم ہوتا ہے، یعنی اس پر مالک کو اس کی قیمت دینا ضروری ہوگا۔

(١٤٠١) قال الشافعي فالحكم فيه بالقيمة يجتمع في أنه يقوم قيمة يومه وبلده ويختلف في الازمان والبلدان حتى يكون الطائر ببلد ثمن درهم وفي البلد الآخر ثمن بعض درهم

۱۴۰۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیمت کا فیصلہ کرنے کی صورت میں اس دن اور اس شہر کی قیمت کا اعتبار ہوگا، ظاہر ہے کہ مختلف زمانوں اور مختلف شہروں میں قیمت مختلف ہو سکتی ہے، چنانچہ ممکن ہے کہ ایک پرندہ ایک شہر میں آٹھ درہم کا ہو اور وہی پرندہ دوسرے شہر میں پورے ایک درہم کا بھی نہ ہو۔

(١٤٠٢) وأمرنا بإجازة شهادة العدل وإذا شرط علينا أن نقبل العدل ففيه دلالة على أن نرد ما خالفه

۱۴۰۲: اور ہمیں عادل آدمی کی گواہی کو معتبر سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے، جب ہم پر عادل آدمی کی گواہی قبول کرنے کی شرط لگا دی گئی تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم اس بات کو رد کر دیں گے جو اس کے خلاف ہو۔

(١٤٠٣) وليس للعدل علامة تفرق بينه وبين غير العدل في بدنه ولا لفظه وإنما علامة صدقه بما يختبر من حاله في نفسه

۱۴۰۳: اب عادل اور غیر عادل کے درمیان ان کے جسم اور الفاظ میں تو کوئی ایسی علامت نہیں ہے جو فرق کر سکے (کہ یہ عادل ہے اور وہ غیر عادل ہے) اس کی سچائی کو تو اس کے حالات سے جانچا جائے گا۔

(١٤٠٤) فإذا كان الاغلب من أمره ظاهر الخير قبل وإن كان فيه تقصير عن بعض أمره لانه لا يعرى أحد رأيناه من الذنوب

۱۴۰۴: اگر اس کے معاملات میں ظاہری طور پر خیر کا غلبہ زیادہ ہو تو اس کی بات قبول کر لی جائے گی، اور اگر اس کے بعض معاملات میں کوتاہی پائی جاتی ہو" کیونکہ کمی اور کوتاہی سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہوتا " تو ہم اسے گناہ میں شمار کریں گے۔

(١٤٠٥) وإذا خلط الذنوب والعمل الصالح فليس فيه إلا الاجتهاد على الاغلب من أمره بالتمييز بين حسنه وقبيحه وإذا كان هذا هكذا فلا بد من أن يختلف المجتهدون فيه

۱۴۰۵: اور اگر گناہ اور عمل صالح مخلوط ہوں تو اس میں یہی صورت ہے کہ اس کے غالب امر کے حوالے سے اجتہاد کیا جائے اور اس کے لئے اس کے اچھے اور برے کاموں میں امتیاز کو معیار بنایا جائے، ظاہر ہے کہ جب یہ صورت حال ہوگی تو پھر اجتہاد کرنے والوں کی رائے میں اختلاف کا ہونا بھی لازمی بات ہے۔

(١٤٠٦) وإذا ظهر حسنه فقبلنا شهادته فجاء حاكم غيرنا فعلم منه ظهور السيئ كان عليه رده

۱۴۰۶: اور جب اس کے اچھے اعمال ظاہر ہو جائیں تو ہم اس کی گواہی قبول کر لیں گے، اس کے بعد اگر ہمارے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرنے والا آئے اور اس کے سامنے اس کی برائی ظاہر ہو جائے تو اسے حق ہوگا کہ اس کی گواہی کو رد کر دے۔

(١٤٠٧) وقد حكم الحاكمان في أمر واحد برد وقبول وهذا اختلاف ولكن كل قد فعل ما عليه

۱۴۰۷: اور دو فیصلہ کرنے والوں نے ایک ہی چیز کے متعلق اسے رد اور قبول کرنے کے دو فیصلے کئے اور یہ اختلاف ہے، لیکن ہر ایک نے وہی کیا جو اس کی ذمہ داری تھی۔

(١٤٠٨) قال فتذكر حديثا في تجويز الاجتهاد ؟ قلت : نعم

۱۴۰۸: اس نے کہا کہ کیا آپ کو اجتہاد کے جائز ہونے کے حوالے سے کوئی حدیث یاد ہے؟ میں نے کہا جی ہاں!

(١٤٠٩) أخبرنا عبد العزيز عن يزيد بن عبد الله بن الهاد عن محمد بن إبراهيم عن بسر بن سعيد عن أبي قيس مولى عمرو بن العاص عن عمرو بن العاص أنه سمع رسول الله ﷺ يقول " إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر "

۱۴۰۹: ہم سے عبدالعزیز نے یزید بن عبداللہ کی سند سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے اور اس میں اجتہاد سے کام لے اور صحیح نتیجہ تک پہنچ جائے تو اسے دہرا اجر ملے گا اور جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے اور اس میں اجتہاد سے کام لے لیکن غلطی کا شکار ہو جائے تو اسے اکہرا اجر ملے گا۔

(١٤١٠) أخبرنا عبد العزيز عن ابن الهاد قال فحدثت بهذا الحديث أبا بكر بن محمد بن عمرو بن حزم فقال هكذا حدثني أبو سلمة عن أبي هريرة

۱۴۱۰: یہی روایت ایک اور سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(١٤١١) فقال هذه رواية منفردة يردها علي وعليك غيري وغيرك ولغيري عليك فيها موضع مطالبة

۱۴۱۱: اس نے کہا کہ یہ ایک منفرد روایت ہے جو مجھ پر بھی اور آپ پر بھی میرے اور آپ کے علاوہ دوسرے لوگ رد کر سکتے ہیں اور میرے علاوہ کوئی اور آدمی اس میں آپ سے مطالبہ بھی کر سکتا ہے۔

(١٤١٢) قلت نحن وأنت ممن يثبتها

۱۴۱۲: میں نے کہا کہ ہم اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اس حدیث کو ثابت کرتے ہیں؟

(١٤١٣) قال نعم

۱۴۱۳: اس نے کہا جی ہاں!

(١٤١٤) قلت فالذين يردونها يعلمون ما وصفنا من تثبيتها وغيره

۱۴۱۴: میں نے کہا کہ جو لوگ اسے رد کرتے ہیں، کیا وہ جانتے ہیں کہ ہم نے کس طرح اس کا ثبوت وغیرہ بیان کیا ہے؟

(١٤١٥) قلت فأين موضع المطالبة فيها

۱۴۱۵: میں نے یہ بھی کہا کہ اس میں مجھ پر مطالبہ کرنے کا موقع کہاں ہے؟

(١٤١٦) فقال قد سمى رسول الله ﷺ فيما رويت من الاجتهاد "خطأ" و "صوابا"

١٤١٦: اس نے کہا کہ نبی ﷺ سے جو روایت آپ نے نقل کی ہے، اس میں نبی ﷺ نے اجتہاد کے لیے ''خطا اور صواب'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

(١٤١٧) فقلت فذلك الحجة عليك

١٤١٧: میں نے کہا کہ یہی آپ کے خلاف حجت ہے۔

(١٤١٨) قال وكيف

١٤١٨: اس نے کہا کہ وہ کیسے؟

(١٤١٩) قلت إذ ذكر النبي ﷺ أنه يثاب على أحدهما أكثر مما يثاب على الآخر ولا يكون الثواب فيما لا يسع ولا الثواب في الخطأ الموضوع

١٤١٩: میں نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ ان میں سے ایک کو دوسرے نسبت زیادہ ثواب دیا جائے گا اور ثواب ان چیزوں میں نہیں ہوتا جن میں وسعت اور گنجائش ہو اور نہ ہی اس خطا میں ثواب ہوتا ہے جسے معاف کر دیا گیا ہو۔

(١٤٢٠) لأنه لو كان إذا قيل له اجتهد على الخطأ فاجتهد على الظاهر كما أمر كان مخطئا خطأ مرفوعا كما قلت كانت العقوبة في الخطأ فيما نرى والله أعلم أولى به وكان أكثر أمره أن يغفر له ولم يشبه أن يكون له ثواب على خطإ لا يسعه

١٤٢٠: اس لئے کہ اگر اس سے کہا جائے کہ غلطی پر اجتہاد کرو اور وہ ظاہر پر حکم کے مطابق اجتہاد کرے تو وہ ایسی غلطی کا مرتکب ہوگا، جسے معاف کر دیا گیا ہے، ایسی صورت میں ہماری رائے کے مطابق وہ غلطی کی سزا کا زیادہ حق دار ہوگا، زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہوگی کہ اسے معاف کر دیا گیا ہے، لیکن ایسا تو نہیں ہوگا کہ اسے غلطی پر ثواب دیا جائے، جس کی گنجائش نہیں ہے۔

(١٤٢١) وفي هذا دليل على ما قلنا أنه إنما كلف في الحكم الاجتهاد على الظاهر دون المغيب والله أعلم

١٤٢١: اور اس میں اس بات کی دلیل ہے جو ہم کہہ آئے ہیں کہ فیصلہ کرنے میں اجتہاد کا مکلف ظاہری طور پر بنایا گیا ہے، باطنی طور پر غیبی اور مخفی نہیں۔ واللہ اعلم

(١٤٢٢) قال إن هذا ليحتمل أن يكون كما قلت ولكن ما معنى صواب و خطأ

۱۴۲۲: اس نے کہا کہ اس میں آپ کی بیان کردہ تفصیل کا احتمال تو بنتا ہے، لیکن پھر "صواب اور خطا" کا کیا معنی ہے؟

(١٤٢٣) قلت له مثل معنى استقبال الكعبة يصيبها من رآها بإحاطة ويتحراها من غابت عنه بعد أو قرب منها فيصيبها بعض ويخطئها بعض فنفس التوجه يحتمل صوابا وخطأ إذا قصدت بالاخبار عن الصواب والخطأ قصد أن يقول فلان أصاب قصد ما طلب فلم يخطئه وفلان أخطأ قصد ما طلب وقد جهد في طلبه

۱۴۲۳: میں نے کہا کہ جیسے استقبال قبلہ کا معنی ہے، جو شخص اسے دیکھ رہا ہو، وہ اس کا احاطہ کر کے اس پر عمل کرلے اور جس شخص کی نگاہوں کے سامنے خانہ کعبہ نہ ہو "خواہ قریب ہو یا دور" وہ اس کا اہتمام کرے اب بعض لوگ صحیح طور پر رخ کرلیں گے اور بعض سے غلطی ہو جائے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس توجہ میں ہی درستگی اور غلطی کا احتمال ہے، جب آپ صحیح اور غلط کے حوالے سے خبر دینے کا ارادہ کریں، جیسے کوئی یہ کہنے کا ارادہ کرے کہ فلاں آدمی اس مقصد تک پہنچ گیا جسے وہ طلب کر رہا تھا سو اس سے خطا نہیں ہوئی اور فلاں آدمی سے اس مقصد میں خطا ہو گئی جسے وہ طلب کر رہا تھا، حالانکہ اس نے اپنی تلاش میں اپنی محنت صرف کی تھی۔

(١٤٢٤) فقال هذا هكذا أفرايت الاجتهاد أيقال له صواب على غير هذا المعنى

۱۴۲۴: اس نے کہا کہ یہ تو اسی طرح ہے، آپ اجتہاد کے متعلق بتایئے کہ کیا اس میں "صواب" کا لفظ اس معنی کے علاوہ کسی اور مفہوم پر بھی بولا جا سکتا ہے؟

(١٤٢٥) قلت نعم على أنه إنما كلف فيما غاب عنه الاجتهاد فإذا فعل فقد أصاب بالاتيان بما كلف وهو صواب عنده على الظاهر ولا يعلم الباطن إلا الله

۱۴۲۵: میں نے کہا جی ہاں! لفظ "صواب" کا اطلاق اس معنی پر بھی ہوتا ہے کہ انسان کو ایسی چیز میں اجتہاد کا مکلف بنایا گیا ہے جو غائب ہے اگر وہ اپنا کام کرلے تو اس نے اپنی ذمہ داری مکلف ہونے کے حوالے سے پوری کر دی، اور وہ اس کے نزدیک ظاہری طور پر صواب ہے اور باطن کا علم اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔

(١٤٢٦) ونحن نعلم أن المختلفين في القبلة وإن اصابا بالاجتهاد إذا اختلفا يريدان عينا لم يكونا مصيبين للعين أبدا ومصيبان في الاجتهاد وهكذا ما وصفنا في الشهود وغيرهم

۱۴۲۶: اور ہم جانتے ہیں کہ جن دو آدمیوں کے درمیان قبلہ کے حوالے سے اختلاف ہوا اگرچہ اجتہاد کی وجہ سے وہ دونوں صحیح ہوں لیکن وہ دونوں عین کعبہ تک پہنچنے والے نہ ہوں گے، اجتہاد کے اعتبار سے صحیح ہوں گے، ایسی ہی تفصیل

ہم گواہوں وغیرہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(١٤٢٧) قال أفتوجدني مثل هذا

١٤٢٧: اس نے کہا کہ کیا آپ مجھے اس کی کوئی مثال دے سکتے ہیں؟

(١٤٢٨) قلت ما أحسب هذا يوضح باقوى من هذا

١٤٢٨: میں نے کہا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ اس سے زیادہ مضبوط کوئی مثال اس کی وضاحت کر سکتی ہے۔

(١٤٢٩) قال فاذكر غيره

١٤٢٩: اس نے کہا کہ پھر بھی اس کے علاوہ کچھ اور ذکر کیجئے؟

(١٤٣٠) قلت أحل الله لنا أن ننكح من النساء مثنى وثلاث ورباع وما ملكت أيماننا وحرم الامهات والبنات والاخوات

١٤٣٠: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ حلال کیا ہے کہ دو، تین یا چار عورتوں سے نکاح کریں یا اپنی باندیوں سے اپنی خواہش پوری کریں، اور اللہ تعالیٰ نے ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو حرام کیا ہے؟

(١٤٣١) قال نعم

١٤٣١: اس نے کہا ٹھیک ہے۔

(١٤٣٢) قلت فلو أن رجلا اشترى جارية فاستبرأها أيحل له إصابتها •

١٤٣٢: میں نے کہا کہ اگر کوئی آدمی کوئی باندی خریدے اور استبراء رحم کروالے تو کیا اس کے لئے اس کے پاس جانا حلال ہے؟

(١٤٣٣) قال نعم

١٤٣٣: اس نے کہا: جی ہاں!

(١٤٣٤) قلت فأصابها فولدت له دهرا ثم علم انها أخته كيف القول فيه

١٤٣٤: میں نے کہا کہ اس کے بعد وہ اس کے پاس چلا گیا اور اس سے اس کے یہاں بچہ پیدا ہو گیا، ایک عرصے تک یہ سلسلہ چلتا رہا، بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو اس کی بہن ہے، تو اس کے متعلق کیا رائے ہے؟

(١٤٣٥) قال كان ذلك حلالا حتى علم بها فلم يحل له أن يعود إليها

١٤٣٥: اس نے کہا کہ جب تک اسے اس کا علم نہیں ہوا، اس وقت تک اس کے لئے اس سے تنہائی کی ملاقات کرنا حلال تھا،

لیکن جب حقیقت معلوم ہوگئی تو اب اس کے لئے اس کے پاس لوٹ کر آنا حلال نہیں ہوگا۔

(١٤٣٦) قلت فيقال لك في امرأة واحدة حلال له حرام عليه بغير إحداث شئ أحدثه هو ولا أحدثته

۱۴۳۶: میں نے کہا کہ پھر آپ سے کہا جائے گا کہ ایک ہی عورت کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ وہ اس کے لئے حلال ہے، پھر کہتے ہیں کہ وہ اس پر حرام ہے، حالانکہ اس مرد یا عورت نے کوئی نیا کام نہیں کیا؟

(١٤٣٧) قال أما في المغيب فلم تزل أخته أولا وآخرا وأما في الظاهر فكانت له حلالا ما لم يعلم وعليه حرام حين علم

۱۴۳۷: اس نے کہا کہ حقیقت اور باطن میں تو وہ ہمیشہ شروع سے لے کر آخر تک اس کی بہن ہی رہے گی اور جہاں تک تعلق ہے ظاہر کا تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال رہے گی جب تک اسے معلوم نہ ہو اور جب معلوم ہو جائے تو وہ اس کے لئے حرام ہے۔

(١٤٣٨) وقال إن غيرنا ليقول لم يزل آثما بإصابتها ولكنه مأثم مرفوع عنه

۱۴۳۸: اور اس نے کہا کہ دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ ''ملاقات '' کرنے پر مسلسل گنہگار رہے گا، لیکن یہ گناہ ایسا ہے جو اسے معاف کر دیا گیا ہے۔

(١٤٣٩) فقلت الله اعلم وأيهما كان فقد فرقوا فيه بين حكم الظاهر والباطن وألغوا المأثم عن المجتهد على الظاهر وإن أخطأ عندهم ولم يلغوه عن العامد

۱۴۳۹: تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے لیکن دونوں میں سے جو بھی صورت حال ہو، انہوں نے ظاہر اور باطن کے حکم میں فرق تو کیا ہے، اور مجتہد سے ظاہری گناہ کو لغو قرار دے دیا ہے، اگر چہ ان کے نزدیک وہ خطا کار ہی ہو، البتہ عمداً اور قصداً ایسا کرنے والے سے انہوں نے گناہ کو لغو قرار نہیں دیا۔

(١٤٤٠) قال أجل

۱۴۴۰: اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

(١٤٤١) وقلت له مثل هذا الرجل ينكح ذات محرم منه ولا يعلم وخامسة وقد بلغته وفاة رابعة كانت زوجة له واشباه لهذا

۱۴۴۱: میں نے اس سے کہا کہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آدمی اپنی کسی محرم خاتون سے لاعلمی میں نکاح کر لے، یا پانچویں عورت سے نکاح کر لے جبکہ اسے چوتھی بیوی کی وفات کی خبر ملے، اس کی اور بھی مثالیں ہیں۔

(١٤٤٢) قال نعم أشباه هذا كثير

١٤٤٢: اس نے کہا کہ جی ہاں! اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

(١٤٤٣) فقال إنه لبين عند من يثبت الرواية منكم أنه لا يكون الاجتهاد أبدا إلا على طلب عين قائمة مغيبة بدلالة وانه قد يسع الاختلاف من له الاجتهاد

١٤٤٣: پھر اس نے کہا کہ آپ میں سے جو حضرات روایت کو ثابت قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک یہ بات واضح ہے کہ اجتہاد ہمیشہ ہوتا ہی اس صورت میں ہے جب کہ کسی قائم شدہ معین چیز کو "جو کہ غائب ہو" دلائل کے ذریعے طلب کیا جائے اور اس میں اس شخص کے لئے اختلاف کرنے کی گنجائش ہوتی ہے جس کے پاس اجتہاد کی صلاحیت ہو۔

(١٤٤٤) فقال فكيف الاجتهاد

١٤٤٤: پھر اس نے پوچھا کہ اجتہاد کیسے ہوگا؟

(١٤٤٥) فقلت إن الله جل ثناؤه من على العباد بعقول فدلهم بها على الفرق بين المختلف وهداهم السبيل إلى الحق نصا ودلالة

١٤٤٥: تو میں نے کہا کہ اللہ جل شانہ نے بندوں کو عقل عطا فرما کر ان پر احسان فرمایا اور عقل کے ذریعے مختلف چیزوں میں فرق کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی، نیز نص کے ذریعے بھی اور دلالت کے ذریعے بھی راہ حق کی ہدایت انہیں عطا فرمائی۔

(١٤٤٦) قال فمثل من ذلك شيئا

١٤٤٦: اس نے کہا کہ اس کی کوئی مثال بیان کیجئے۔

(١٤٤٧) قلت نصب لهم البيت الحرام وأمرهم بالتوجه إليه إذا رأوه وتأخيه إذا غابوا عنه وخلق لهم سماء وأرضا وشمسا وقمرا ونجوما وبحارا وجبالا ورياحا

١٤٤٧: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بیت اللہ الحرام کو قبلہ مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ جب اسے دیکھ رہے ہوں تو اس کی طرف رخ کریں اور اگر اسے نہ دیکھ رہے ہوں تو اس کی طرف رخ کرنے کا اہتمام اور تحری کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زمین و آسمان، شمس و قمر، ستارے، سمندر، پہاڑ اور ہوائیں پیدا کیں۔

(١٤٤٨) فقال (وهو الذي جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر والبحر)

۱۴۴۸: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

(الانعام:۹۷)

'' اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے راستے معلوم کرو۔ عقل والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں۔''

(١٤٤٩) وقال (وعلامات وبالنجم هم يهتدون) *

۱۴۴۹: اسی طرح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (النحل:۱۶)

'' اور (راستوں میں) نشانات (بنادیئے) اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔''

(١٤٥٠) فأخبر أنهم يهتدون بالنجم والعلامات

۱۴۵۰: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ لوگ ستاروں اور علامتوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

(١٤٥١) فكانوا يعرفون بمنه جهة البيت بمعونته لهم وتوفيقه إياهم بان قد رآه من رآه منهم في مكانه وأخبر من رآه منهم من لم يره وأبصر ما يهتدى به إليه من جبل يقصد قصده أو نجم يؤتم به وشمال وجنوب وشمس يعرف مطلعها ومغربها وأين تكون من المصلى بالعشي وبحور كذلك

۱۴۵۱: سو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیت اللہ کی جہت سے واقف تھے، چنانچہ جس نے اسے اس کی جگہ پر دیکھا تھا، وہ اسے دیکھ کر اس سے واقف تھا اور جس نے نہیں دیکھا تھا، اسے دیکھنے والوں نے خبر دے دی تھی اور اس کی بصارت اس شخص سے زیادہ تھی جس کی رہنمائی کسی پہاڑ کی طرف کی گئی ہو جس کا اس نے قصد اور ارادہ کیا ہو، یا کسی ستارے کا قصد کیا گیا ہو، یا شمال اور جنوب کا، یا سورج کا جس کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ معروف ہے اور شام کے وقت مصلیٰ کہاں پر ہو، یہی تفصیل سمندروں کے حوالے سے ہے۔

(١٤٥٢) وكان عليهم تكلف الدلالات بما خلق لهم من العقول التي ركبها فيهم ليقصدوا قصد التوجه للعين التي فرض عليهم استقبالها

۱۴۵۲: اور لوگوں پر ان دلالتوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے عقلی طور پر ان کے لئے پیدا کی ہیں اور انہیں اس پر سوار کیا ہے، کہ وہ بعینہٖ اس جہت میں رخ کرنے کا ارادہ کریں جس کا استقبال اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا ہے۔

(١٤٥٣) فاذا طلبوها مجتهدين بعقولهم وعلمهم بالدلائل بعد استعانة الله والرغبة إليه في توفيقه فقد أدوا ما عليهم

۱۴۵۳: پھر جب وہ اس کی تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے اور اس کی توفیق میں اپنی رغبت ظاہر کرنے کے بعد اپنی عقل سے اجتہاد کریں اور علمی دلائل سے کام لیں تو انہوں نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا۔

(١٤٥٤) وأبان لهم ان فرضه عليهم التوجه شطر المسجد الحرام والتوجه شطره لا اصابة البيت بعينه بكل حال

۱۴۵۴: اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے واضح کر دیا کہ ان کے ذمے مسجد حرام کے ایک حصے کی طرف رخ کرنا فرض ہے اور یہ توجہ اس کے حصے کی طرف ہے، ہر حال میں عین کعبہ تک پہنچنا نہیں ہے۔

(١٤٥٥) ولم يكن لهم إذا كان لا تمكنهم الاحاطة في الصواب إمكان من عاين البيت ان يقولوا نتوجه حيث رأينا بلا دلالة

۱۴۵۵: اور اگر ان کے لئے صحیح راستے کا احاطہ کرنا اس طرح ممکن نہ ہو جیسے بیت اللہ کو دیکھنے والوں کے لئے ممکن ہوتا ہے، تب بھی بغیر دلیل کے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اپنی رائے سے جدھر چاہیں، رخ کر سکتے ہیں۔

باب الاستحسان

استحسان کا بیان

(١٤٥٦) قال هذا كما قلت والاجتهاد لا يكون إلا على مطلوب والمطلوب لا يكون أبدا إلا على عين قائمة تطلب بدلالة يقصد بها إليها أو تشبيه على عين قائمة وهذا يبين أن حراما على أحد أن يقول بالاستحسان إذا خالف الاستحسان الخبر والخبر من الكتاب والسنة عين يتأخى معناها المجتهد ليصيبه كما البيت يتأخاه من غاب عنه ليصيبه أو قصده بالقياس وأن ليس لاحد أن يقول إلا من جهة الاجتهاد والاجتهاد ما وصفت من طلب الحق فهل تجيز أنت أن يقول الرجل استحسن بغير قياس

۱۴۵۶: اس نے کہا کہ یہ تو ویسے ہی ہے جیسے آپ نے کہا اور اجتہاد ہمیشہ اسی چیز میں ہوتا ہے جو مطلوب ہو اور مطلوب ہمیشہ وہی قائم ذات ہو سکتی ہے جسے کسی مقصود دلالت کے ذریعے طلب کیا جائے یا کسی قائم ذات پر تشبیہ کے ذریعے، اور یہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اگر استحسان خبر کے خلاف ہو تو حرام ہے کہ کوئی شخص استحسان کے مطابق رائے قائم کرے اور کتاب وسنت کی خبر ایک ایسا عین ہے جس کے معنی کا مجتہد اہتمام کرتا ہے تا کہ اس تک رسائی

حاصل کرے، جیسا کہ بیت اللہ سے دور آدمی اپنا رخ صحیح کرنے کا اہتمام کرتا ہے، یا جو آدمی محض قیاس کی مدد سے اس کا ارادہ کرتا ہے، نیز یہ کہ کسی شخص کے لئے اجتہاد کے علاوہ کسی اور سمت سے کچھ کہنے کا حق نہیں ہے اور اجتہاد کا معنی میں بیان کر چکا ہوں کہ حق کو طلب اور تلاش کرنا، تو کیا آپ کے لئے کسی آدمی کو یہ کہنا جائز ہے کہ قیاس کے بغیر استحسان کرو؟

(١٤٥٧) فقلت لا يجوز هذا عندي والله أعلم لاحد وإنما كان لاهل العلم ان يقولوا دون غيرهم لان يقولوا في الخبر باتباعه فيما ليس فيه الخبر بالقياس على الخبر

۱۴۵۷: تو میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے، غیر اہل علم کی بات تو نہیں، البتہ اہل علم کو تو ایسی بات کہنی چاہئے جو اتباع خبر پر دلالت کرتی ہو اور وہ قیاس کے مقابلے میں خبر کی پیروی کریں اور جن چیزوں میں خبر موجود نہ ہو، ان میں خبر پر ہی قیاس کریں۔

(١٤٥٨) ولو جاز تعطيل القياس جاز لاهل العقول من غير أهل العلم ان يقولوا فيما ليس فيه خبر بما يحضرهم من الاستحسان

۱۴۵۸: اگر قیاس کو معطل کرنا جائز ہو تو اہل عقل "جو اہل علم میں سے نہیں ہیں" ان کے لئے اس صورت میں استحسان کے مطابق رائے قائم کرنا جائز ہوگا جن کے پاس اس سلسلے میں کوئی خبر موجود نہ ہو۔

(١٤٥٩) وإن القول بغير خبر ولا قياس لغير جائز بما ذكرت من كتاب الله وسنة رسوله ﷺ ولا في القياس

۱۴۵۹: نیز کسی خبر یا قیاس کے بغیر کوئی رائے قائم کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ میں کتاب وسنت اور خود قیاس کے حوالے سے ذکر کر چکا ہوں۔

(١٤٦٠) فقال أما الكتاب والسنة فيدلان على ذلك لانه إذا أمر النبي ﷺ بالاجتهاد فالاجتهاد أبدا لا يكون إلا على طلب شئ وطلب الشئ لا يكون إلا بدلائل والدلائل هي القياس قال فأين القياس مع الدلائل على ما وصفت

۱۴۶۰: اس نے کہا کہ جہاں تک تعلق کتاب وسنت کا ہے تو وہ اس پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اگر نبی ﷺ نے اجتہاد کا حکم دیا ہے تو اجتہاد ہمیشہ کسی چیز کی تلاش اور جستجو کے لئے ہوتا ہے اور کسی بھی چیز کی جستجو دلائل سے ہوتی ہے اور دلائل قیاس کا دوسرا نام ہے، اس نے کہا کہ پھر جیسا کہ آپ نے بیان کیا، قیاس کہاں ہے دلائل کے ساتھ؟

(١٤٦١) قلت ألا ترى أن أهل العلم إذا أصاب رجل لرجل عبدا لم يقولوا لرجل اقم عبدا

ولا أمة إلا وهو خابر بالسوق ليقيم بمعنيين بما يخبركم ثمن مثله في يومه ولا يكون ذلك إلا بأن يعتبر عليه بغيره فيقيسه عليه ولا يقال لصاحب سلعة أقم إلا وهو خابر

۱۴۶۱: میں نے کہا کہ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی آدمی کسی کے غلام کو پالے تو اہل علم اس آدمی سے یہ نہیں کہتے کہ اس غلام یا باندی کی قیمت کا اندازہ لگاؤ، الا یہ کہ وہ بازار کے مزاج سے واقف ہو، تا کہ وہ دو کام کر سکے، ایک تو یہ کہ آپ کو اس دن اس کی مارکیٹ ویلیو سے آگاہ کر سکے اور دوسرا یہ کہ غیر کے ذریعے اس کا اعتبار کر کے اس پر قیاس کر سکے، سامان والے سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تم قیمت لگاؤ، الا یہ کہ وہ واقف آدمی ہو۔

(١٤٦٢) ولا يجوز أن يقال لفقيه عدل غير عالم بقيم الرقيق أقم هذا العبد ولا هذه الامة ولا إجازة هذا العامل لانه إذا أقامه على غير مثال بدلالة على قيمته كان متعسفا

۱۴۶۲: کسی ایسے عادل فقیہ کے لئے ''جو غلاموں کی قیمتوں سے واقف نہ ہو'' یہ کہنا جائز ہی نہیں ہے کہ اس غلام یا باندی کی قیمت لگاؤ، یا اس مزدور کی اجرت متعین کرو، اس لئے کہ اگر وہ اس کی قیمت پر دلالت کرنے والی کسی مثال کے بغیر ایسا کرے گا تو ناانصافی کا مرتکب ہو جائے گا۔

(١٤٦٣) فإذا كان هذا هكذا فيما تقل قيمته من المال وييسر الخطأ فيه على المقام له والمقام عليه كان حلال الله وحرامه أولى أن لا يقال فيهما بالتعسف والاستحسان

۱۴۶۳: اب غور کیجئے کہ جن چیزوں کی مالی اعتبار سے قیمت کم ہے اور اس میں غلطی کی گنجائش بھی ہے، جب ان چیزوں میں حکم یہ ہے تو جن چیزوں کو اللہ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے، ان میں تو بطریق اولی ناانصافی اور استحسان کی بنیاد پر کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہئے۔

(١٤٦٤) وإنما الاستحسان تلذذ

۱۴۶۴: استحسان تو ایک طرح کی لذت حاصل کرنا ہے۔

(١٤٦٥) ولا يقول فيه إلا عالم بالاخبار عاقل للتشبيه عليها

۱۴۶۵: اور اس میں وہی آدمی کلام کر سکتا ہے جو احادیث کا عالم ہو اور تشبیہات کو سمجھ سکتا ہو۔

(١٤٦٦) وإذا كان هذا هكذا كان على العالم أن لا يقول إلا من جهة العلم وجهة العلم الخبر اللازم بالقياس بالدلائل على الصواب حتى يكون صاحب العلم ابدا متبعا خبرا وطالب الخبر بالقياس كما يكون متبع البيت بالعيان وطالبًا قصده

بالاستدلال بالاعلام مجتهدا

۱۴۶۶: اسی بناء پر ایک عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ صرف علم کے پہلو سے ہی بات کرے اور علم کا پہلو وہ خبر اور حدیث ہے جس پر عمل کرنا لازم ہے اور صحیح نتیجے تک پہنچنے کے لئے دلائل کے ذریعے قیاس کا سہارا لیا جائے تا کہ وہ صاحب علم ہمیشہ خبر کی پیروی کرنے والا ہو اور قیاس کے ذریعے بھی خبر ہی کا طالب ہو، جیسے خانہ کعبہ کو سامنے دیکھ کر اس کا رخ کرنے والا متبع ہے اور علامات کے ذریعے اجتہاد کر کے رخ کرنے والا طالب ہے۔

(١٤٦٧) ولو قال بلا خبر لازم ولا قياس كان أقرب من الاثم من الذي قال وهو غير عالم وكان القول لغير أهل العلم جائزا

۱۴۶۷: اور اگر کوئی شخص کسی خبر لازم یا قیاس کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اس شخص کی نسبت گناہ کے زیادہ قریب ہوگا جو عالم نہ ہو اور غیر عالم کے لئے ایسی بات کہنا صحیح ہے۔

(١٤٦٨) ولم يجعل الله لاحد بعد رسول الله ﷺ أن يقول إلا من جهة علم مضى قبله وجهة العلم بعد الكتاب والسنة والاجماع والآثار وما وصفت من القياس عليها

۱۴۶۸: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے بعد کسی شخص کے لئے یہ گنجائش نہیں رکھی کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہو، اور اب علم کی جہت کتاب وسنت، اجماع اور آثار صحابہ ہیں یا ان چیزوں پر قیاس ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا۔

(١٤٦٩) ولا يقيس إلا من جمع الآلة التي له القياس بها وهي العلم بأحكام كتاب الله وفرضه وادبه وناسخه ومنسوخه وعامه وخاصه وإرشاده

۱۴۶۹: اور قیاس وہی کر سکتا ہے جس کے پاس قیاس کرنے کی صلاحیت بھی ہو یعنی کتاب اللہ کے احکام کا علم مثلاً فرائض، آداب، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص وغیرہ۔

(١٤٧٠) ويستدل على ما احتمل التأويل منه بسنن رسول الله ﷺ فإذا لم يجد سنة فبإجماع المسلمين فإن لم يكن إجماع فبالقياس

۱۴۷۰: اور ان میں سے جس چیز میں تاویل کا احتمال ہو، اس کے لئے نبی علیہ السلام کی سنت سے استدلال کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی سنت نہ ملے تو پھر مسلمانوں کے اجماع سے اور اگر اجماع بھی نہ ہو تو قیاس سے مدد لے کر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

(١٤٧١) ولا يكون لاحد أن يقيس حتى يكون عالما بما مضى قبله من السنن وأقاويل

السلف وإجماع الناس واختلافهم ولسان العرب

۱۴۷۱: اور کسی شخص کو قیاس کرنے کی اس وقت تک اجازت اور حق نہیں ہے جب تک کہ وہ سنتوں، اقوال سلف، اجماع، فقہاء کے اختلاف اور لغت عرب کا عالم اور واقف نہ ہو۔

(١٤٧٢) ولا يكون له أن يقيس حتى يكون صحيح العقل وحتى يفرق بين المشتبه ولا يعجل بالقول به دون التثبيت

۱۴۷۲: اسی طرح کسی شخص کو قیاس کرنے کا حق نہیں ہے جب تک کہ وہ صحیح العقل نہ ہو نیز یہ کہ وہ مشتبہات میں فرق کر سکے اور تحقیق و تفتیش کے بغیر بات کہنے میں جلدی نہ کرے۔

(١٤٧٣) ولا يمتنع من الاستماع ممن خالفه لانه قد يتنبه بالاستماع لترك الغفلة ويزداد به تثبيتا فيما اعتقده من الصواب

۱۴۷۳: اپنی رائے کی مخالفت کرنے والوں کی بات سننے سے نہ رکے کیونکہ سننے سے بھی انسان ترکِ غفلت کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور جس چیز کو وہ درست سمجھتا ہے اس کی پختگی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

(١٤٧٤) وعليه في ذلك بلوغ غاية جهده والانصاف من نفسه حتى يعرف من أين قال ما يقول وترك ما يترك

۱۴۷۴: اور اس پر اس سلسلے میں اپنی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کرنا اور اپنے آپ سے انصاف کرنا لازم ہے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ وہ جو بات کہہ رہا ہے کہاں سے کہہ رہا ہے اور جو بات چھوڑ رہا ہے، وہ کیوں چھوڑ رہا ہے؟

(١٤٧٥) ولا يكون بما قال أعنى منه بما خالفه حتى يعرف فضل ما يصير إليه على ما يترك إن شاء الله

۱۴۷۵: اور اپنے قول کی وجہ سے اپنے مخالف کی رائے سے مستغنی نہ ہو جائے تاکہ وہ اپنی رائے کی اہمیت سے واقف ہو اس رائے پر جسے وہ چھوڑ رہا ہے۔

(١٤٧٦) فأما من تم عقله ولم يكن عالما بما وصفنا فلا يحل له أن يقول بقياس وذلك أنه لا يعرف ما يقيس عليه كما لا يحل لفقيه عاقل أن يقول في ثمن درهم ولا خبرة له بسوقه

۱۴۷۶: باقی رہا وہ شخص جس کی عقل تام ہو لیکن وہ ان چیزوں کا عالم نہ ہو جو ہم نے بیان کی ہیں تو اس کے لئے قیاس کے مطابق رائے قائم کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ اسے یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ اسے کس چیز پر قیاس کرنا ہے جیسے کسی عقلمند

فقیہ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دراہم کی قیمت کے حوالے سے کوئی رائے زنی کرے جبکہ اسے بازار کا کوئی اندازہ نہ ہو۔

(١٤٧٧) ومن كان عالما بما وصفنا بالحفظ لا بحقيقة المعرفة فليس له أن يقول أيضا بقياس لانه قد يذهب عليه عقل المعاني

١٤٧٧: اور جو شخص اس چیز سے واقف ہو جو ہم نے ذکر کی حفظ کے ساتھ نہ کہ معرفت کی حقیقت کے ساتھ تو اس کے لئے بھی قیاس کے مطابق رائے قائم کرنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ معانی کی سمجھ بوجھ تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔

(١٤٧٨) وكذلك لو كان حافظا مقصر العقل أو مقصرا عن علم لسان العرب لم يكن له أن يقيس من قبل نقص عقله عن الآلة التي يجوز بها القياس

١٤٧٨: اسی طرح اگر کوئی شخص حافظ تو ہو لیکن کوتاہ عقل ہو یا لغتِ عرب کے علم میں کوتاہ ہو تو اس کے لئے بھی قیاس کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی عقل ہی اس آلے کے اعتبار سے ناقص ہے جس کی بناء پر قیاس کرنا جائز ہوتا ہے۔

(١٤٧٩) ولا نقول يسع هذا والله أعلم أن يقول أبدا إلا اتباعا لا قياسا

١٤٧٩: اور ہم نہیں کہتے کہ اس کے لئے کبھی بھی یہ بات کہنے کی گنجائش ہوگی سوائے اتباع کی صورت کے نہ کہ قیاس کے۔

(١٤٨٠) فإن قال قائل فاذكر من الاخبار التي تقيس عليها وكيف تقيس

١٤٨٠: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ ان خبروں کا ذکر کیجئے جن پر آپ قیاس کرتے ہیں اور یہ بتائیے کہ آپ کس طرح قیاس کرتے ہیں؟

(١٤٨١) قيل له إن شاء الله كل حكم لله أو لرسوله وجدت عليه دلالة فيه أو في غيره من أحكام الله أو رسوله بأنه حكم به لمعني من المعاني فنزلت نازلة ليس فيها نص حكم حكم فيها حكم النازلة المحكوم فيها إذا كانت في معناها

١٤٨١: تو اللہ کے بھروسے پر اس سے کہا جائے گا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر وہ حکم جس پر اس میں یا اس کے علاوہ میں کوئی دلالت پائی جاتی ہو کہ یہ حکم ایک خاص معنی کی مناسبت سے دیا گیا ہے، پھر کوئی ایسا مسئلہ پیش آ جائے جس میں کوئی واضح نص موجود نہ ہو تو اس میں وہی فیصلہ نافذ کیا جائے گا جو کسی نص سے ثابت ہو اور وہ اسی کے مضمون پر مشتمل ہو۔

(١٤٨٢) والقياس وجوه يجمعها القياس ويتفرق بها ابتداء قياس كل واحد منهما أو مصدره أو هما وبعضهما أوضح من بعض

۱۴۸۲: اور قیاس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں ان سب کو قیاس کا لفظ شامل ہے اور ان میں سے ہر ایک کے قیاس کی ابتداء یا اسکا مصدر یا وہ دونوں جدا ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض دوسرے بعض کی نسبت زیادہ واضح ہیں۔

(١٤٨٣) فأقوى القياس ان يحرم الله في كتابه أو يحرم رسول الله ﷺ القليل من الشئ فيعلم أن قليله إذا حرم كان كثيره مثل قليله في التحريم أو أكثر بفضل الكثرة على القلة

۱۴۸۳: سب سے زیادہ مضبوط قیاس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یا نبی ﷺ اپنی سنت میں کسی چیز کا تھوڑا حصہ حرام قرار دیں پھر اس سے یہ معلوم کر لیا جائے کہ جب اس کا تھوڑا حصہ حرام ہے تو زیادہ بھی حرمت میں اسی کی طرح ہوگا بلکہ اس کی حرمت تو اس سے بھی زیادہ ہوگی کیونکہ کثرت کو قلت پر ترجیح ہوتی ہے۔

(١٤٨٤) وكذلك إذا حمد على يسير من الطاعة كان ما هو أكثر منها أولى ان يحمد عليه

۱۴۸۴: اسی طرح اگر تھوڑی نیکی کی تعریف کی گئی ہو تو اس نیکی کی زیادہ مقدار پر عمل کرنا بطریق اولیٰ قابل تعریف ہوگا۔

(١٤٨٥) وكذلك إذا أباح كثير شئ كان الاقل منه أولى أن يكون مباحا

۱۴۸۵: اسی طرح اگر کسی چیز کا زیادہ حصہ مباح ہو تو اس کا تھوڑا حصہ بطریق اولیٰ مباح ہوگا۔

(١٤٨٦) فإن قال فاذكر من كل واحد من هذا شيئا يبين لنا ما في معناه

۱۴۸۶: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان میں سے ہر ایک کے حوالے سے تھوڑا سا تذکرہ کر دیجئے جو ہمارے سامنے اس کا مفہوم واضح کر دے؟

(١٤٨٧) قلت قال رسول الله ﷺ "إن الله حرم من المؤمن دمه وماله وأن يظن به إلا خيرا"

۱۴۸۷: تو میں اس سے کہوں گا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی جان اور اس کے مال کو حرام قرار دیا ہے نیز یہ کہ اس کے ساتھ ہمیشہ حسنِ ظن ہی رکھا جائے۔

(١٤٨٨) فإذا حرم أن يظن به ظنا مخالفا للخير يظهره كان ما هو أكثر من الظن المظهر ظنا من التصريح له بقول غير الحق أولى ان يحرم ثم كيف ما زيد في ذلك كان أحرم

۱۴۸۸: جب نبی ﷺ نے مؤمن کے ساتھ ایسا گمان رکھنے کو حرام قرار دے دیا تو پھر صراحۃً اس کے متعلق ناحق کوئی بات کہنا جو خلاف حقیقت اور بدگمانی کو ظاہر کرنے والی ہو بطریق اولیٰ حرام ہوگا پھر اس میں جوں جوں اضافہ ہوتا جائے گا اس کی حرمت بڑھتی جائے گی۔

(١٤٨٩) قال الله (فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره)

۱۴۸۹: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ○

(الزلزلۃ: ۷-۸)

''تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا''

(١٤٩٠) فكان ما هو أكثر من مثقال ذرة من الخير أحمد وما هو أكثر من مثقال ذرة من الشر أعظم في المأثم

۱۴۹۰: لہٰذا جو نیکی ایک ذرے سے زیادہ ہوگی، وہ زیادہ قابل تعریف ہوگی اور جو گناہ ذرے سے زیادہ ہوگا اس کا وبال بھی زیادہ ہوگا۔

(١٤٩١) وأباح لنا دماء أهل الكفر المقاتلين غير المعاهدين وأموالهم ولم يحظر علينا منها شيئا أذكره فكان ما نلنا من أبدانهم دون الدماء ومن أموالهم دون كلها أولى أن يكون مباحا

۱۴۹۱: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ان کافروں کا خون مباح قرار دیا ہے جو قتال کرنے والے ہوں، معاہد بھی نہ ہوں، ان کا مال بھی مباح ہے، ہمارے لئے اس میں سے کوئی چیز بھی ممنوع نہیں ہے جسے میں ذکر کر سکوں، لہٰذا جان کے علاوہ ان کے جسم کے جس حصے کو بھی ہم نقصان پہنچائیں یا ان کے کم مال کو حاصل کر لیں وہ بطریق اولیٰ ہمارے لئے مباح ہوگا۔

(١٤٩٢) وقد يمتنع بعض أهل العلم من أن يسمى هذا قياسا ويقول هذا معنى ما أحل الله وحرم وحمد وذم لانه داخل في جملته فهو بعينه لا قياس على غيره

۱۴۹۲: بعض اہل علم اسے قیاس کہنے سے رکتے ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ تو اس چیز کا معنی ہے جسے اللہ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے اور اس کی تعریف یا مذمت کی ہے کیونکہ وہ فی الجملہ اس میں داخل ہے، لہٰذا وہ اس کا عین ہے، غیر پر قیاس نہیں ہے۔

(١٤٩٣) ويقول مثل هذا القول في غير هذا مما كان في معنى الحلال فأحل والحرام فحرم

۱۴۹۳: اور ایسی ہی بات وہ دوسرے موقع پر بھی کہتے ہیں، ان کا تعلق حلال سے ہو تو حلال اور حرام سے ہو تو حرام۔

(١٤٩٤) ويمتنع أن يسمى " القياس " إلا ما كان يحتمل أن يشبه بما احتمل أن يكون فيه شبها من معنيين مختلفين فصرفه على أن يقيسه على أحدهما دون الآخر

۱۴۹۴: اور وہ قیاس کا نام دینے سے رک جاتے ہیں، سوائے اس صورت کے جہاں دو مختلف معنوں کے ساتھ تشبیہ دینے کا امکان اور احتمال ہو اور وہ اسے پھیر کر ان میں سے ایک پر قیاس کر لیتے ہیں، دوسرے پر نہیں۔

(١٤٩٥) ويقول غيرهم من أهل العلم ما عدا النص من الكتاب أو السنة فكان في معناه فهو قياس والله اعلم

۱۴۹۵: جبکہ دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ کتاب وسنت کی نصوص کے علاوہ جو چیز بھی اس کے ہم معنی ہو، وہ قیاس ہے۔ واللہ اعلم

(١٤٩٦) فإن قال قائل فاذكر من وجوه القياس ما يدل على اختلافه في البيان والاسباب والحجة فيه سوى هذا الاول الذي تدرك العامة علمه

۱۴۹۶: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وجوہ قیاس میں سے وہ چیز ذکر کیجئے جو بیان اور اسباب میں اختلاف پر دلالت کرے اور پہلی صورت کے علاوہ اس میں حجت وہ ہو جس کا علم عام لوگوں کو بھی ہو جائے؟

(١٤٩٧) قيل له إن شاء الله (والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف)

۱۴۹۷: تو اس کے سامنے یہ آیت رکھی جائے گی:

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرہ:۲۳۳)

”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا۔“

(١٤٩٨) وقال (وإن أردتم أن تسترضعوا أولادكم فلا جناح عليكم إذا سلمتم ما آتيتم بالمعروف)

۱۴۹۸: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

(البقرہ:۲۳۳)

(١٤٩٩) فأمر رسول الله ﷺ هند بنت عتبة أن تأخذ من مال زوجها أبي سفيان ما يكفيها وولدها وهم ولده بالمعروف بغير أمره

۱۴۹۹: ادھر نبی ﷺ نے ہند بنت عتبہ کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اپنے شوہر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر بھلے طریقے سے اتنا لے سکتی ہے جتنا اسے اور اس کی اولاد کو کافی ہو جائے'' اور وہ ابوسفیان ؓ کی بھی اولاد تھی۔''

(۱۵۰۰) قال فدل كتاب الله وسنة نبيه أن على الوالد رضاع ولده ونفقتهم صغارا

۱۵۰۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ والد کے ذمے اپنے چھوٹے بچوں کی رضاعت اور ان کا نفقہ لازم ہے۔

(۱۵۰۱) فكان الولد من الوالد فجبر على صلاحه في الحال التي لا يغني الولد فيها نفسه فقلت إذا بلغ الاب الا يغني نفسه بكسب ولا مال فعلى ولده صلاحه في نفقته وكسوته قياسا على الولد

۱۵۰۱: چونکہ اولاد والد سے ہی ہوتی ہے اس لئے فی الحال اس کے معاملات درست رہنے کی تلافی کی گئی ہے کہ جن میں اولاد اپنے لئے خود کچھ نہیں کر سکتی، اب میں کہتا ہوں کہ اگر باپ اس حال کو پہنچ جائے کہ وہ کسی کمائی یا مال کے ذریعے اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا تو اس کی اولاد کے ذمے اس کے نفقہ اور لباس کی دیکھ بھال لازم ہوگی، والد کے اس مسئلے کو اولاد کے مسئلے پر قیاس کیا گیا ہے۔

(۱۵۰۲) وذلك ان الولد من الوالد فلا يضيع شيئا هو منه كما لم يكن للولد أن يضيع شيئا من ولده إذ كان الولد منه وكذلك الوالدون وإن بعدوا والولد وإن سفلوا في هذا المعنى والله أعلم فقلت ينفق على كل محتاج منهم غير محترف وله النفقة على الغني المحترف

۱۵۰۲: وجہ اس کی یہ ہے کہ اولاد تو والد سے ہی ہوتی ہے لہٰذا والد ایک ایسی چیز کو ضائع نہیں کر سکتا جو اس سے ہے (اس کا جزء ہے) جیسے اولاد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی اولاد کو ضائع کر دے، کیونکہ اس کی اولاد اس کا جزء ہے، یہی حال ان تمام آباؤ اجداد کا ہے جو اوپر تک چلے جائیں اور اولاد کا بھی یہی حال ہے خواہ وہ کتنی ہی نیچے چلی جائے، میں کہتا ہوں کہ وہ ان میں سے ہر اس ضرورت مند پر خرچ کرے جو خود نہ کما سکتا ہو اور اس کا نفقہ اس مالدار پر لازم ہوگا جو خود کما سکتا ہو۔

(۱۵۰۳) وقضى رسول الله ﷺ في عبد دلس للمبتاع فيه بعيب فظهر عليه بعد ما استغله أن للمبتاع رده بالعيب وله حبس الغلة بضمانه العبد

۱۵۰۳: اور نبی ﷺ نے اس شخص کے متعلق فیصلہ فرمایا جس نے مشتری کے سامنے عیب کو چھپایا اور بعد میں اس کا عیب ظاہر ہوگیا کہ مشتری کو اس عیب کی وجہ سے وہ چیز واپس لوٹانے کا حق ہے اور اس شخص کے ضامن ہونے کی وجہ سے مشتری کو وہ چیز رد کرنے کا حق حاصل ہے۔

(١٥٠٤) فاستدللنا إذا كانت الغلة لم يقع عليها صفقة البيع فيكون لها حصة من الثمن وكانت في ملك المشتري في الوقت الذي لو مات فيه العبد مات من مال المشتري انه إنما جعلها له لانها حادثة في ملكه وضمانه فقلنا كذلك في ثمر النخل ولبن الماشية وصوفها وأولادها وولد الجارية وكل ما حدث في ملك المشتري وضمانه وكذلك وطئ الامة الثيب وخدمتها

۱۵۰۴: اس سے ہم نے یہ استدلال کرلیا کہ جب کسی چیز کا تجارتی معاملہ مکمل نہ ہوا ہو اور اس میں ثمن کا حصہ ہو اور وہ مشتری کی ملکیت میں ایک ایسے وقت میں ہو کہ اگر اس میں کوئی غلام مرے تو مشتری کے مال سے مرے، ایسی صورت میں شریعت نے اسے یہ حق اس لئے دیا ہے کہ وہ اس کی ملکیت اور اس کی ضمانت میں پیدا ہوا ہے، یہی بات ہم درختوں کے پھلوں، جانوروں کے دودھ اور اون، ان کے بچوں اور باندی کی اولاد اور ہر اس چیز کے متعلق کہتے ہیں جو مشتری کی ملکیت اور اس کے ضمان میں پیدا ہوئی ہو، یہی حکم شوہر دیدہ باندی سے تنہائی کی ملاقات اور اس سے خدمت لینے میں ہے۔

(١٥٠٥) قال فتفرق علينا بعض أصحابنا وغيرهم في هذا

۱۵۰۵: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں ہمارے بعض حضرات اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہم سے جدا رائے رکھتے ہیں۔

(١٥٠٦) فقال بعض الناس الخراج والخدمة والمتاع غير الوطئ من المملوك والمملوكة لمالكها الذي اشتراها وله ردها بالعيب وقال لا يكون له أن يرد الامة بعد أن يطأها وإن كانت ثيبا ولا يكون له ثمر النخل ولا لبن الماشية ولا صوفها ولا ولد الجارية لان كل هذا من الماشية والجارية والنخل والخراج ليس بشئ من العبد

۱۵۰۶: چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خراج، خدمت اور ساز وسامان "سوائے اپنے مملوک سے تنہائی کی ملاقات کے" اس مالک کا حق ہے جس نے خریدا ہے، اور عیب کی وجہ سے وہ اسے واپس لوٹا سکتا ہے، نیز وہ یہ کہتے ہیں کہ باندی سے تنہائی کی ملاقات کرنے کے بعد وہ اسے واپس نہیں لوٹا سکتا، اگرچہ وہ پہلے سے شوہر دیدہ ہو، درختوں کا پھل اس کا نہیں ہوگا، جانوروں کا دودھ اور ان کی اُون اس کی نہیں ہوگی اور باندی کا بچہ بھی اس کا نہیں ہوگا اس لئے کہ جانور،

باندی، درخت اور خراج میں سے کوئی چیز بھی اس غلام کا جزء نہیں ہے؟

(۱۵۰۷) فقلت لبعض من يقول هذا القول أرأيت قولك الخراج ليس من العبد والثمر من الشجر والولد من الجارية أليسا يجتمعان في أن كل واحد منهما كان حادثا في ملك المشتري لم تقع عليه صفقة البيع

۱۵۰۷: میں نے یہ قول اختیار کرنے والے لوگوں میں سے ایک سے کہا کہ یہ بتایئے، آپ نے جو یہ کہا ہے کہ خراج غلام کا جزء نہیں ہے، درخت کا جزء پھل نہیں ہے اور بچہ باندی کا جزء نہیں ہے، کیا یہ دونوں چیزیں اس طرح جمع نہیں ہو سکتی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک چیز مشتری کی ملکیت میں پیدا ہوئی ہے اور اس پر بیع کا معاملہ نافذ نہیں ہوا۔

(۱۵۰۸) قال بلى ولكن يتفرقان في أن ما وصل إلى السيد منهما مفترق وتمر النخل منها وولد الجارية والماشية منها وكسب الغلام ليس منه إنما هو شئ تحرف فيه فاكتسبه

۱۵۰۸: اس نے کہا کیوں نہیں، لیکن ان دونوں میں فرق ہے کہ ان دونوں میں سے جو چیز بھی آقا تک پہنچ رہی ہے، وہ جدا ہے اور درخت کی کھجور اس میں شامل ہے، اسی طرح باندی کی اولاد اور چوپایوں کے بچے اس میں شامل ہیں، غلام کی کمائی اس کا جزء نہیں ہے وہ تو اس کی محنت اور کمائی ہے۔

(۱۵۰۹) فقلت له ارايت إن عارضك معارض بمثل حجتك فقال قضى النبي ﷺ أن الخراج بالضمان والخراج لا يكون إلا بما وصفت من التحرف وذلك يشغله عن خدمة مولاه فيأخذ له بالخراج العوض من الخدمة ومن نفقته على مملوكه فإن وهبت له هبة فالهبة لا تشغله عن شئ لم تكن لمالكه الآخر وردت إلى الاول

۱۵۰۹: میں نے اس سے کہا کہ یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص آپ ہی کی دلیل سے آپ کے ساتھ معارضہ کرے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ خراج بقدر ضمان ہوگا، اور خراج کمائی سے ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا، یہ چیز غلام کو اس کے آقا کی خدمت سے غافل کر دیتی ہے، چنانچہ وہ اس خدمت کے عوض اور مملوک پر خرچ کے بدلے میں خراج لیتا ہے، اگر اسے کوئی چیز ہبہ کی جائے تو وہ اسے کسی چیز سے غافل نہیں کرتا، لہٰذا وہ اس کے دوسرے مالک کا نہیں ہوگا اور اسے پہلے مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔

(۱۵۱۰) قال لا بل تكون للآخر الذي وهبت له وهو في ملكه

۱۵۱۰: اس نے کہا ایسا نہیں ہوگا، بلکہ وہ چیز جو اسے ہدیہ میں ملی ہے وہ اس دوسرے آدمی کی ہوگی جس کی ملکیت میں ہونے

کے دوران اسے وہ ہدیہ ملا ہے۔

(۱۵۱۱) قلت هذا ليس بخراج هذا من وجه غير الخراج

۱۵۱۱: میں نے کہا کہ یہ خراج نہیں ہے، بلکہ من وجہ یہ خراج کے علاوہ ہے۔

(۱۵۱۲) قال وإن فليس من العبد

۱۵۱۲: اس نے کہا چاہے خراج کا غیر ہی ہو لیکن غلام کا جز تو نہیں ہے۔

(۱۵۱۳) قلت ولكنه يفارق معنى الخراج لانه من غير وجه الخراج

۱۵۱۳: میں نے کہا کہ لیکن وہ خراج کے معنی سے جدا ہے، اس لئے کہ وہ من غیر وجہ خراج ہے۔

(۱۵۱٤) قال وإن كان من غير وجه الخراج فهو حادث في ملك المشتري

۱۵۱۴: اس نے کہا چاہے کچھ بھی ہو، لیکن وہ مشتری کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے۔

(۱۵۱٥) قلت وكذلك الثمرة والنتاج حادث في ملك المشتري والثمرة إذا باينت النخلة فليست من النخلة قد تباع الثمرة ولا تتبعها النخلة والنخلة ولا تتبعها الثمرة وكذلك نتاج الماشية والخراج أولى ان يرد مع العبد لانّه قد يتكلف فيه ما تبعه من ثمر النخلة لو جاز أن يرد واحد منهما

۱۵۱۵: میں نے کہا کہ پھل اور جانور کا بچہ بھی تو مشتری کی ملکیت میں پیدا ہوتے ہیں، پھل جب درخت سے جدا ہو جائے تو وہ بھی درخت کا جز نہیں رہتا، پھل بک جاتا ہے، درخت اس کے ساتھ نہیں جاتا، یا درخت بک جاتا ہے اور پھل اس کے ساتھ نہیں جاتا، یہی حال جانور کے بچوں کا ہے لہٰذا خراج تو بطریق اولیٰ غلام کے ساتھ واپس لوٹا دیا جانا چاہئے کیونکہ اگر ان میں سے کسی ایک کو واپس لوٹایا جا سکتا ہے تو درختوں کے پھل کا اس کے تابع ہونے میں بھی تکلف ہی ہے۔

(۱۵۱٦) وقال بعض أصحابنا بقولنا في الخراج ووطئ الثيب وثمر النخل وخالفنا في ولد الجارية

۱۵۱۶: اور ہمارے بعض حضرات خراج، شوہر دیدہ عورت سے ''خلوت'' اور درختوں کے پھل کے متعلق وہی بات کہتے ہیں جو ہم کہتے ہیں، البتہ باندی کے بچے کے حوالے سے وہ ہماری رائے سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔

(۱۵۱۷) وسواء ذلك كله لانه حادث في ملك المشتري لا يستقيم فيه إلا هذا أو لا يكون لمالك العبد المشتري شئ إلا الخراج والخدمة ولا يكون له ما وهب للعبد ولا ما

التقط ولا غير ذلك من شئ أفاده من كنز ولا غيره إلا الخراج والخدمة ولا ثمر النخل ولا لبن الماشية ولا غير ذلك لان هذا ليس بخراج

۱۵۱۷: حالانکہ یہ ساری چیزیں برابر ہیں کیونکہ یہ بھی مشتری کی ملکیت میں پیدا ہوئی ہیں، اس میں اس کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں بنتی، یا غلام کے خریدار مالک کے لئے خراج اور خدمت کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا، غلام کو ملنے والا ہدیہ اس کا نہیں ہوگا، یا جو چیز اسے راستے میں گری پڑی ملے، یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے مثلاً کوئی خزانہ اس کے ہاتھ لگ جائے تو وہ بھی مالک کا نہیں ہوگا، سوائے خراج اور خدمت کے، یہی حکم درختوں کے پھل اور جانوروں کے دودھ کا ہے، کیونکہ وہ خراج نہیں ہے۔

(۱۵۱۸) ونهى رسول الله ﷺ عن الذهب بالذهب والتمر بالتمر والبر بالبر والشعير بالشعير إلا مثلا بمثل يدا بيد

۱۵۱۸: اور نبی علیہ السلام نے سونے کے بدلے سونے کی، کھجور کے بدلے کھجور کی، گندم کے بدلے گندم کی اور جو کے بدلے جو کی بیع سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ وہ برابر سرابر ہو اور ہاتھوں ہاتھ ہو۔

(۱۵۱۹) فلما خرج رسول الله ﷺ في هذه الاصناف المأكولة التي شح الناس عليها حتى باعوها كيلا بمعنيين أحدهما أن يباع منها شئ بمثله احدهما نقد والآخر دين والثاني أن يزاد في واحد منهما شئ على مثله يدا بيد كان ما كان في معناها محرما قياسا عليها

۱۵۱۹: پھر نبی ﷺ نے ان اصناف میں فرق کیا جو کھائی جاتی ہیں اور لوگ ان کے متعلق اپنی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور انہیں ماپ کر خرید وفروخت کرتے ہیں تو اب یہاں دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ ان میں سے کسی چیز کو اس کے مثل کے عوض بیچا جائے، ان میں سے ایک نقد ہو اور دوسری ادھار۔

(۲) اور دوسری یہ کہ ان میں سے کوئی ایک چیز دوسری سے زیادہ ہو، لیکن معاملہ ہاتھوں ہاتھ ہو تو ایسی صورت میں جو چیزیں اس کے مفہوم میں داخل ہوں گی وہ بھی اس پر قیاس کر کے حرام ہوں گی۔

(۱۵۲۰) وذلك كل ما أكل مما بيع موزونا لاني وجدتها مجتمعة المعاني في أنها مأكولة ومشروبة والمشروب في معنى المأكول لانه كله للناس إما قوت وإما غذاء وإما هما ووجدت الناس شحوا عليها حتى باعوها وزنا والوزن أقرب من الاحاطة من الكيل وفي معنى الكيل وذلك مثل العسل والسمن والزيت والسكر وغيره مما يؤكل

ويشرب ويباع موزونا

۱۵۲۰: ہروہ کھائی جانے والی چیز جسے وزن کر کے بیچا جاتا ہو، اس میں بھی یہی تفصیل ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے ان سب میں قدر مشترک پائی ہے اور وہ ہے ان کا ماکول اور مشروب ہونا، مشروب بھی معنوی طور پر ماکولات میں ہی داخل ہوتا ہے، کیونکہ یہ ساری چیزیں یا تو روح اور جسم کے رشتے کو برقرار رکھنے والی ہیں، یا غذائی ضروریات ہیں، یا دونوں ہیں اور میں نے لوگوں کو ان میں اپنی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے پایا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو وزن کر کے بیچتے ہیں اور وزن کا احاطہ ماپنے سے زیادہ اچھا ہوتا ہے، اس کی مثال شہد، گھی، زیتون اور چینی وغیرہ وہ چیزیں ہیں جنہیں کھایا پیا جاتا ہے اور وزن کر کے بیچا جاتا ہے۔

(۱۵۲۱) فإن قال قائل أفيحتمل ما بيع موزونا أن يقاس على الوزن من الذهب والورق فيكون الوزن بالوزن أولى بأن يقاس من الوزن بالكيل

۱۵۲۱: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو چیزیں وزن کر کے بیچی جاتی ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ انہیں سونے چاندی کے وزن پر قیاس کر لیا جائے کیونکہ اس طرح موزونات کو موزونات پر قیاس کرنا موزونات کو مکیلات پر قیاس کرنے سے زیادہ بہتر ہوگا؟

(۱۵۲۲) قيل إن شاء الله له إن الذي منعنا مما وصفت من قياس الوزن بالوزن أن صحيح القياس إذا قست الشئ بالشيئ أن تحكم له بحكمه فلو قست العسل والسمن بالدنانير والدراهم وكنت إنما حرمت الفضل في بعضها على بعض إذا كانت جنسا واحدا قياسا على الدنانير والدراهم أكان يجوز أن يشتري بالدنانير والدراهم نقدا عسلا وسمنا إلى أجل

۱۵۲۲: تو اس سے کہا جائے گا کہ آپ نے موزونات کو موزونات پر قیاس کرنے کا جو ذکر کیا ہے، اس سے ہمیں یہ چیز روکتی ہے کہ قیاس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب آپ کسی چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرنے لگیں تو اسے اس کا حکم بھی دیں، اب اگر آپ شہد اور گھی کو درہم اور دینار پر قیاس کریں، جب کہ آپ ان میں جنس واحد ہونے کی صورت میں کمی بیشی کو حرام قرار دے چکے ہیں، اور آپ اُسے دینار اور درہم پر قیاس کریں تو کیا یہ جائز ہوگا کہ نقد دینار اور درہم کے عوض ادھار شہد اور گھی خریدا جائے؟

(۱۵۲۳) فإن قال تجيزه بما أجازه به المسلمون

۱۵۲۳: اگر وہ یہ کہے کہ آپ اس چیز کو جائز قرار دیں جسے مسلمان جائز سمجھتے ہیں۔

(١٥٢٤) قيل إن شاء الله فإجازة المسلمين له دلتني على أنه غير قياس عليه لو كان قياسا عليه كان حكمه حكمه فلم يحل أن يباع إلا يدا بيد كما لا تحل الدنانير بالدراهم إلا يدا بيد

١٥٢۴: تو اس سے کہا جائے گا کہ مسلمانوں کا اسے جائز سمجھنا میرے لئے اس بات کی دلیل ہے کہ اسے اس پر قیاس نہیں کیا گیا، کیونکہ اگر یہ قیاس ہوتا تو دونوں کا حکم ایک جیسا ہوتا اور اسے صرف ہاتھوں ہاتھ بیچنا ہی جائز ہوتا، جیسا کہ دینار کی بیع درہم کے بدلے صرف ہاتھوں ہاتھ ہی حلال ہو سکتی ہے۔

(١٥٢٥) فإن قال أفتجدك حين قسته على الكيل حكمت له حكمه

١٥٢۵: اگر وہ یہ کہے کہ کیا آپ نے موزونات کو مکیلات پر قیاس کر کے ان دونوں کا حکم ایک جیسا قرار دیا ہے؟

(١٥٢٦) قلت نعم لا أفرق بينه في شئ بحال

١٥٢٦: تو میں اسے یہ جواب دوں گا کہ جی ہاں! میں اسے کسی صورت میں بھی اس سے جدا نہیں کرتا۔

(١٥٢٧) قال أفلا يجوز أن تشتري مد حنطة نقدا بثلاثة أرطال زيت إلى أجل

١٥٢٧: اس نے کہا کہ کیا یہ جائز نہیں ہے کہ آپ گندم کا ایک مد نقد کے طور پر تین رطل زیتون ادھار کے عوض خرید لیں؟

(١٥٢٨) قلت لا يجوز أن يشتري ولا شئ من المأكول والمشروب بشئ من غير صنفه إلى أجل

١٥٢٨: میں نے کہا کہ اسے خریدنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ماکولات و مشروبات میں سے کسی چیز کو دوسری صنف کے بدلے ادھار خریدنا جائز ہے۔

(١٥٢٩) حكم المأكول المكيل حكم المأكول الموزون

١٥٢٩: وہ ماکولات جو مکیلات میں سے ہوں، ان کا حکم وہی ہے جو ان ماکولات کا ہے جو موزونات میں سے ہوں۔

(١٥٣٠) قال فما تقول في الدنانير والدراهم

١٥٣٠: اس نے کہا کہ پھر آپ دراہم و دنانیر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

(١٥٣١) قلت محرمات في أنفسها لا يقاس شئ من المأكول عليها لانه ليس في معناها والمأكول المكيل محرم في نفسه ويقاس به في معناه من المكيل والموزون عليه لأنه في معناه

۱۵۳۱: میں نے کہا کہ وہ تو اپنی ذات کے اعتبار سے حرام ہے، اسے ماکولات میں سے کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اس کے معنی میں نہیں ہے، جبکہ وہ ماکولات جو مکیلات میں سے ہوں، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے حرام ہیں اور ان پر دوسرے مکیلات اور موزونات کو جو اس کے ہم معنی ہوں، قیاس کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے ہم معنی ہیں۔

(١٥٣٢) فإن قال فافرق بين الدنانير والدراهم

۱۵۳۲: اگر وہ یہ کہے کہ پھر آپ دینار اور درہم میں بھی فرق کیجئے؟

(١٥٣٣) قلت لم أعلم مخالفا من أهل العلم في إجازة أن يشتري بالدنانير والدراهم الطعام المكيل والموزون إلى أجل وذلك لا يحل في الدنانير والدراهم وإني لم أعلم منهم مخالفا في أني لو علمت معدنا فأديت الحق فيما خرج منه ثم أقامت فضته أو ذهبه عندي دهري كان علي في كل سنة أداء زكاتها ولو حصدت طعام أرضي فأخرجت عشرة أقام عندي دهره لم يكن علي فيه زكاة وفي أني لو استهلكت لرجل شيئا قوم على دنانير أو دراهم لانها الاثمان في كل مال لمسلم إلا الديات

۱۵۳۳: تو میں یہ کہوں گا کہ اہل علم میں سے کوئی شخص اس کی مخالفت کرنے والا میرے علم میں نہیں ہے کہ دینار اور درہم کے بدلے غلّہ خریدنا جائز ہے اور اس کے لئے وقت مقرر کرنا جائز ہے، ظاہر ہے کہ یہ دینار کی درہم کے بدلے بیع کی صورت میں حلال نہیں ہے اور مجھے اہل علم میں سے کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہیں ملا کہ اگر مجھے کسی کان کا علم ہو اور میں نے اس کا حق ادا کر دیا، پھر اس کی چاندی یا سونا کافی عرصے تک میرے پاس پڑا رہا تو میرے ذمے اس کی زکوٰۃ ہر سال ادا کرنا ضروری ہوگا اور اگر میں اپنی زمین کا غلہ کاٹ لوں اور اس کا عشر نکال دوں اس کے بعد ایک عرصے تک وہ میرے پاس پڑا رہے تو مجھ پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی، اس مسئلے میں بھی اہل علم کا کوئی اختلاف مجھے معلوم نہیں ہے کہ اگر مجھ سے کسی آدمی کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو مجھ پر دینار اور درہم کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہوگا، کیونکہ مسلمان کے لئے دیت کے علاوہ ہر مال میں یہی چیزیں ثمن ہیں۔

(١٥٣٤) فإن قال هكذا

۱۵۳۴: اگر وہ یہ کہے کہ یہاں بھی اسی طرح ہے۔

(١٥٣٥) قلت فالاشياء تتفرق بأقل مما وصفت لك

۱۵۳۵: تو میں اس سے کہوں گا کہ چیزیں تو اس سے کم میں بھی بدل جاتی ہیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا۔

(۱۵۳٦) ووجدنا عاما في أهل العلم أن رسول الله ﷺ قضى في جناية الحر المسلم خطأ بمائة من الابل على عاقلة الجاني وعاما فيهم أنها في مضي ثلاث سنين في كل سنة ثلثها وبأسنان معلومة

۱۵۳٦: اور ہم نے اہل علم میں یہ بات عام اور مشہور پائی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آزاد مسلمان کی ایک آزاد مسلمان پر خطاءً جنایت کی صورت میں جنایت کرنے والے کے عاقلہ پر سو اونٹ بطور دیت کے لازم فرمائے ہیں، یہ بات بھی مشہور ہے کہ یہ دیت تین سالوں میں ادا کی جائے گی، ہر سال ایک تہائی دیت ادا کرنا ہوگی، اور اس میں اونٹوں کی عمر بھی متعین ہے۔

(۱۵۳۷) فدل على معاني من القياس سأذكر منها إن شاء الله بعض ما يحضرني

۱۵۳۷: یہ قیاس کے مختلف پہلوؤں کی دلیل ہے جن میں سے چند پہلو "جو میرے ذہن میں آئیں گے" یہاں بھی ذکر کروں گا۔ ان شاءاللہ

(۱۵۳۸) إنا وجدنا عاما في أهل العلم أن ما جنى الحر المسلم من جناية عمد أو فساد مال لاحد على نفس أو غيره ففي ماله دون عاقلته وما كان من جناية في نفس خطأ فعلى عاقلته

۱۵۳۸: ہم نے اہل علم میں یہ بات عام اور مشہور پائی ہے کہ اگر کوئی آزاد مسلمان عمداً کوئی جنایت کرے یا کسی کے مال میں فساد ڈالے تو یہ اس کے مال میں سے ہوگا، اس کی ذمہ داری اس کے عاقلہ پر نہ ہوگی اور جس جنایت کا تعلق جان کے ساتھ ہو اور وہ عمداً نہ ہو بلکہ خطاءً ہو تو اس کی ذمہ داری عاقلہ پر ہوگی۔

(۱۵۳۹) ثم وجدناهم مجمعين على أن تعقل العاقلة ما بلغ ثلث الدية من جناية في الجراح فصاعدا

۱۵۳۹: پھر ہم نے دیکھا کہ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ عاقلہ وہ دیت ادا کرے گی جو ایک تہائی تک پہنچتی ہو اور اس جنایت کا تعلق کسی زخم کے ساتھ ہو، یا اس کی مالیت ایک تہائی سے زیادہ بنتی ہو۔

(۱۵٤۰) ثم افترقوا فيما دون الثلث فقال بعض أصحابنا تعقل العاقلة الموضحة وهي نصف العشر فصاعدا ولا تعقل ما دونها

۱۵٤۰: لیکن ایک تہائی سے کم ہونے کی صورت میں ان کی رائیں مختلف ہیں، چنانچہ ہمارے بعض حضرات کہتے ہیں کہ

عاقلہ نصف عشر (پانچ اونٹ) یا اس سے زیادہ دیت ادا کرے گی جبکہ زخم کی وجہ سے ہڈی نمایاں ہوگئی ہو، اس سے کم دیت عاقلہ کے ذمے نہیں ہوگی۔

(١٥٤١) فقلت لبعض من قال تعقل نصف العشر ولا تعقل ما دونه هل يستقيم القياس على السنة إلا بأحد وجهين

۱۵۴۱: میں نے یہ قول اختیار کرنے والے ایک آدمی سے کہا کہ قیاس اگر سنت پر ہو تو اس کی دو میں سے کسی ایک کے علاوہ بھی کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟ •

(١٥٤٢) قال وما هما

۱۵۴۲: اس نے پوچھا کہ وہ دو وجہیں کیا ہیں؟

(١٥٤٣) قلت أن تقول لما وجدت النبي ﷺ قضى بالدية على العاقلة قلت به اتباعا فما كان دون الدية ففي مال الجاني ولا تقيس على الدية غيرها لان الاصل الجاني أولى أن يغرم جنايته من غيره كما يغرمها في غير الخطأ في الجراح وقد أوجب الله على القاتل خطأ دية ورقبة فزعمت أن الرقبة في ماله لانها من جنايته وأخرجت الدية من هذا المعنى اتباعا وكذلك اتبع في الدية وأصرف بما دونها إلى أن يكون في ماله لانه أولى أن يغرم ما جنى من غيره وكما أقول في المسح عل الخفين رخصة بالخبر عن رسول الله ﷺ ولا أقيس عليه غيره

۱۵۴۳: میں نے کہا کہ آپ یہ کہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے عاقلہ پر دیت لازم ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے تو میں نے بھی اس کی اتباع میں یہی قول اختیار کر لیا، لہٰذا جو چیز دیت سے کم ہوگی وہ جنایت کرنے والے کے اپنے مال میں لازم ہوگی اور دیت پر آپ غیر دیت کو قیاس نہیں کر سکتے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ جنایت کرنے والا اس بات کا سزاوار ہے کہ دوسروں کی بجائے اپنی جنایت کا تاوان خود ادا کرے، جیسا کہ خطاءً زخم لگانے کی صورت میں وہ خود تاوان ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خطاءً قتل کا ارتکاب کرنے والے پر دیت لازم کی ہے اور ایک غلام کو آزاد کرنا، اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ غلام بھی مال میں شامل ہے کیونکہ وہ اس کی جنایت میں سے ہے، اس مفہوم سے میں نے سنت کی اتباع میں دیت سے خارج کر دیا ہے، یہی اتباع میں دیت کے معاملے میں بھی کرتا ہوں اور اس سے کم مقدار کا حکم یہ متعین کرتا ہوں کہ وہ اسے اپنے مال سے ادا کرے کیونکہ وہ اپنی جنایت کا تاوان خود ادا کرنے کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے، اسی طرح میں مسح علی الخفین میں رخصت کا قائل ہوں نبی ﷺ کی حدیث کی وجہ سے، لیکن اس پر میں کسی دوسرے کو قیاس نہیں کرتا۔

(١٠٤٤) أو يكون القياس من وجه ثان

١٠٤٤: یا قیاس کی دوسری صورت ہو۔

(١٠٤٥) قال وما هو

١٠٤٥: اس نے کہا کہ وہ کیا ہے؟

(١٠٤٦) قلت إذا أخرج رسول الله ﷺ الجناية خطأ على النفس مما جنى الجاني على غير النفس وما جنى على نفس عمدا فجعل على عاقلته يضمنونها وهي الاكثر جعلت على عاقلته يضمنون الاقل من جناية الخطأ لان الاقل أولى أن يضمنوه عنه من الاكثر أو في مثل معناه

١٠٤٦: میں نے کہا کہ نبی ﷺ نے خطا علی النفس، خطا علی غیر النفس اور عمداً جنایت کرنے کو ایک دوسرے سے الگ رکھا ہے، چنانچہ خطاءً جنایت کی صورت میں نبی ﷺ نے عاقلہ پر دیت ڈالی ہے جس کے وہ ضامن ہوں گے اور یہ زیادہ ہے، چونکہ ان سب صورتوں کا حکم جدا ہے اس لئے میں نے عاقلہ پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ خطاءً جنایت سے کم کے ضامن ہوں گے کیونکہ اکثر کی نسبت اقل اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ اس کے ضامن بن جائیں یا جو اس کے معنی میں ہو۔

(١٠٤٧) قال هذا أولى المعنيين أن يقاس عليه ولا يشبه هذا المسح على الخفين

١٠٤٧: اس نے کہا کہ یہ دو معنوں میں سے اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس پر قیاس کیا جائے اور یہ مسح علی الخفین کے مشابہ نہیں ہے۔

(١٠٤٨) فقلت له هذا كما قلت إن شاء الله وأهل العلم مجمعون على أن تغرم العاقلة الثلث وأكثر وإجماعهم دليل على أنهم قد قاسوا بعض ما هو أقل من الدية بالدية

١٠٤٨: میں نے اس سے کہا کہ جیسے آپ نے کہا، بات ویسے ہی ہے اور اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ عاقلہ ایک تہائی یا اس سے زیادہ دیت ادا کرے گی، اور ان کا یہ اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے دیت پر اقل دیت کو قیاس کیا ہے۔

(١٠٤٩) قال أجل

١٠٤٩: اس نے کہا ٹھیک ہے۔

(١٠٥٠) فقلت له فقد قال صاحبنا أحسن ما سمعت أن تغرم العاقلة ثلث الدية فصاعدا

وحكى أنه الامر عندهم أفرايت إن احتج له محتج بحجتين

۱۵۵۰: میں نے اس سے کہا کہ ہمارے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں سب سے اچھی بات جو میں نے سنی ہے، وہ یہ ہے کہ عاقلہ ایک تہائی یا اس سے زیادہ دیت ادا کرے گی اور انہوں نے بیان کیا کہ ان کے نزدیک اس مسئلے کا حکم یہی ہے، اب یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص اس پر دو دلیلیں پیش کر دے تو؟

(۱۵۵۱) قال وما هما

۱۵۵۱: اس نے کہا کہ وہ دو دلیلیں کیا ہیں؟

(۱۵۵۲) قلت انا وأنت مجمعان على أن تغرم العاقلة الثلث فأكثر ومختلفان فيما هو أقل منه وإنما قامت الحجة بإجماعي وإجماعك على الثلث ولا خبر عندك في أقل منه ما تقول له

۱۵۵۲: میں نے کہا کہ میں اور آپ اس بات پر متفق ہیں کہ عاقلہ ایک تہائی یا اس سے زیادہ دیت ادا کرے گی، لیکن اس بات میں ہماری رائے مختلف ہے کہ اس کی کم از کم مقدار کیا ہے، ایک تہائی پر میرے اور آپ کے اتفاق سے حجت قائم ہو چکی ہے اور اقل کے لئے آپ کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے، اب آپ کیا کہیں گے؟

(۱۵۵۳) قال أقول إن إجماعي من غير الوجه الذي ذهبت إليه، إجماعي إنما هو قياس على أن العاقلة إذا غرمت الاكثر ضمنت ما هو أقل منه فمن حد لك الثلث أرأيت إن قال لك غيرك بل تغرم تسعة اعشار ولا تغرم ما دونه

۱۵۵۳: اس نے کہا میں یہ کہتا ہوں کہ میرے اتفاق کی وجہ وہ نہیں ہے جس کی طرف آپ گئے ہیں، میرا اتفاق تو اس بات پر قیاس ہے کہ عاقلہ جب زیادہ مقدار کی ضامن ہے تو کم مقدار کی بھی ضامن ہونی چاہئے، یہ ایک تہائی کی حد بندی کس نے کی ہے؟ آپ یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آپ سے یہ کہے کہ عاقلہ دس میں سے نویں حصے کی ضامن ہوگی، اس سے کم کی نہیں تو؟

(۱۵۵٤) قلت فإن قال لك فالثلث يفدح من غرمه قلت يغرم معه أو عنه لانه فادح ولا يغرم ما دونه غير فادح

۱۵۵۴: میں نے کہا کہ اگر وہ آپ سے یہ کہے کہ ایک تہائی مقدار اس شخص کو بوجھل کر دیتی ہے جس پر اس کا ضمان آیا ہو، میں یہ کہوں گا کہ وہ اس کے ساتھ یا اُس کی طرف سے ضمان ہوگا، کیونکہ اس پر بوجھ ہے اور جس مقدار سے کم پر تاوان نہ ہو، وہ اسے بوجھل نہیں بناتا۔

(١٥٥٥) قال أفرايت من لا مال له إلا درهمين أما يفدحه أن يغرم الثلث والدرهم فيبقى لا مال له أرأيت من له دنيا عظيمة هل يفدحه الثلث

١٥٥٥: اس نے کہا یہ بتائیے کہ جس شخص کے پاس سوائے دو درہم کے اور کوئی مال نہ ہو، کیا اس پر یہ بوجھ نہیں ہوگا کہ وہ ایک تہائی اور ایک درہم کا ضامن بن جائے، اور خود اس طرح رہ جائے کہ اس کے پاس کوئی مال نہ رہے، یہ بتائیے کہ جس شخص کے پاس دنیا بہت زیادہ ہو، ایک تہائی مقدار اس پر بوجھ بنے گی؟

(١٥٥٦) فقلت له أفرايت لو قال لك هو لا يقول لك "الامر عندنا" إلا والامر مجتمع عليه بالمدينة

١٥٥٦: میں نے اس سے کہا کہ اگر ہمارے وہ صاحب آپ سے یہ کہیں کہ جب بھی وہ کسی مسئلے میں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس مسئلے کا حکم یہی ہے تو اس سے مراد اہل مدینہ کا اس پر اتفاق ہوتا ہے تو بتائیے؟

(١٥٥٧) قال والامر المجتمع عليه بالمدينة أقوى من الاخبار المنفردة قال فكيف تكلف أن حكى لنا الأضعف من الأخبار المنفردة، وامتنع أن يحكى لنا الاقوى اللازم من الامر المجتمع عليه

١٥٥٧: اس نے کہا کہ کیا وہ مسئلہ جس پر اہل مدینہ نے اتفاق کرلیا ہو، وہ خبر واحد سے زیادہ مضبوط ہوگا؟ اس نے کہا کہ انہوں نے یہ تکلف کیسے کیا کہ ہمارے سامنے خبر واحد کا ضعف بیان کر دیا اور یہ بیان نہ کیا کہ جو زیادہ طاقتور ہو، عمل اسی پر لازم ہوتا ہے اس کے مقابلے میں جس پر اتفاق رائے ہو گیا ہو۔

(١٥٥٨) قلنا فإن قال لك قائل لقلة الخبر وكثرة الاجماع عن أن يحكى وأنت قد تصنع مثل هذا فتقول هذا أمر مجتمع عليه

١٥٥٨: ہم اس سے کہیں گے کہ اگر آپ کے سامنے کوئی اس کی وجہ یہ بیان کرے کہ قلت خبر اور کثرت اجماع کی وجہ سے اسے بیان نہیں کیا گیا اور یہ کام تو آپ بھی کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسا امر ہے جس پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔

(١٥٥٩) قال لست أقول لاحد من أهل العلم " هذا مجتمع عليه " إلا لما لاتلقى عالما أبدا إلا قاله لك وحكاه عن من قبله كالظهر أربع وكتحريم الخمر وما أشبه هذا وقد أجده يقول " المجمع عليه " وأجد من المدينة من أهل العلم كثيرا يقولون بخلافه وأجد عامة أهل البلدان على خلاف ما يقول " المجتمع عليه "

۱۵۵۹: اس نے کہا کہ میں یا اہل علم میں سے کوئی شخص بھی جب یہ کہتا ہے کہ اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے تو آپ جس عالم سے بھی جب بھی ملاقات کریں گے، وہ آپ سے وہی بات کہے گا اور اپنے پہلوں سے اسی کو نقل کرے گا، جیسے ظہر کی چار رکعتیں اور شراب حرام ہے وغیرہ، بعض اوقات میں ان صاحب کو یہ کہتے ہوئے پاتا ہوں کہ اس امر پر اتفاق رائے ہو چکا ہے حالانکہ مدینہ کے بہت سارے اہل علم اس کے برخلاف رائے رکھتے ہیں، اسی طرح عام اہل شہر بھی اس کے برخلاف قول اختیار کرتے ہیں۔

(۱۵٦۰) قال فقلت له فقد يلزمك في قولك " لا تعقل ما دون الموضحة " مثل ما لزمه في الثلث

۱۵٦۰: میں نے اس سے کہا کہ یہ جو آپ نے کہا کہ عاقلہ موضحہ زخم سے کم کی صورت میں دیت ادا نہ کرے، اس میں آپ پر ویسی ہی بات لازم ہوگی جیسی ایک ثلث میں آپ پر لازم ہوئی تھی۔

(۱۵٦۱) فقال لي إن فيه علة بان رسول الله ﷺ لم يقض فيما دون الموضحة بشئ

۱۵٦۱: اس نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے موضحہ سے کم زخم کی صورت میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے۔

(٥٦٢٢) فقلت له أفرايت إن عارضك معارض فقال لا اقضي فيما دون الموضحة بشئ لان رسول الله ﷺ لم يقض فيه بشئ

۱۵٦۲: میں نے اس سے کہا یہ بتائیے کہ اگر کوئی معارضہ کرنے والا آپ سے معارضہ کرے اور یہ کہے کہ میں تو موضحہ سے کم زخم کی صورت میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا کیونکہ نبی ﷺ نے بھی اس میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے؟

(۱۵٦۳) قال ليس ذلك له وهو إذا لم يقض فيما دونها بشئ فلم يهدر ما دونها من الجراح

۱۵٦۳: اس نے کہا کہ اسے یہ بات کہنے کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ اگر نبی ﷺ نے اس سے کم مقدار میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے تو اس سے کم زخموں کو بالکل رائیگاں بھی جانے نہیں دیا۔

(۱۵٦٤) قال وكذلك يقول لك هو إذا لم يقل لا تعقل العاقلة ما دون الموضحة فلم يحرم أن تعقل العاقلة ما دونها ولو قضى في الموضحة ولم يقض فيما دونها على العاقلة ما منع ذلك العاقلة أن تغرم ما دونها إذا غرمت الاكثر غرمت الاقل كما قلنا نحن وأنت و احتججت على صاحبنا ولو جاز هذا لك جاز عليك

۱۵٦٤: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بھی تو اسی طرح کہہ سکتا ہے کہ جب اس نے موضحہ سے کم میں یہ نہیں کہا کہ عاقلہ دیت ادا نہیں کرے گی، تو اس نے اس بات کو حرام قرار نہیں دیا کہ عاقلہ اس سے کم دیت ادا کردے، اگر وہ موضحہ

میں فیصلہ دیں اور عاقلہ پر اس سے کم میں فیصلہ نہ فرمائیں تو اس سے عاقلہ کے لئے یہ ممنوع نہیں ہو جاتا کہ وہ اس سے کم مقدار کی ضامن بن جائے، جب وہ زیادہ مقدار کی ضامن ہو سکتی ہے تو کم مقدار کی بھی ضامن ہو سکتی ہے، جیسا کہ ہماری اور آپ کی بھی یہی رائے ہے اور آپ نے ہمارے ساتھی کی رائے پر اس سے حجت پکڑی ہے، ظاہر ہے کہ اگر یہ آپ کے حق میں جائز ہے تو آپ کے خلاف ہونے کی صورت میں بھی جائز ہوگا۔

(١٥٦٥) ولو قضى النبي ﷺ بنصف العشر على العاقلة أن يقول قائل تغرم نصف العشر والدية ولا تغرم ما بينهما ويكون ذلك في مال الجاني ولكن هذا غير جائز لاحد والقول فيه أن جميع ما كان خطأ فعلى العاقلة وإن كان درهما

١٥٦٥: اور اگر نبی ﷺ عاقلہ پر نصف عشر کا فیصلہ فرما دیتے تو کیا کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ عاقلہ نصف عشر اور دیت کی ضامن تو ہوگی لیکن ان دونوں کی درمیانی مقدار کی ضامن نہ ہوگی، بلکہ وہ جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کیا جائے گا؟ کسی کے لئے ایسا کہنا جائز نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہر وہ جنایت اور جرم جس کا تعلق خطا کے ساتھ ہو، اس کی ذمہ داری عاقلہ پر ہوگی خواہ وہ ایک درہم ہی ہو۔

(١٥٦٦) وقلت له قد قال بعض أصحابنا إذا جنى الحر على العبد جناية فأتى على نفسه أو ما دونها خطأ فهي في ماله دون عاقلته ولا تعقل العاقلة عبدًا فقلنا هي جناية حر وإذا قضى رسول الله ﷺ أن عاقلة الحر تحمل جنايته في حر إذا كانت غرما لا حقا بجناية خطإ وكذلك جنايته في العبد إذا كانت غرما من خطإ والله أعلم وقلت بقولنا فيه وقلت من قال لا تعقل العاقلة عبدا احتمل قوله لا تعقل جناية عبد لانها في عنقه دون مال سيده غيره فقلت بقولنا ورأيت ما احتججت به من هذا حجة صحيحة داخلة في معنى السنة

١٥٦٦: میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ ہمارے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر کوئی آزاد آدمی کسی غلام پر کوئی جنایت کرے جس کا تعلق اس کی جان یا اس سے کم درجے کے ساتھ ہو تو اس کی ذمہ داری اس کے اپنے مال پر ہوگی، نہ کہ عاقلہ پر، عاقلہ کسی غلام کی دیت کی ذمہ دار نہ ہوگی، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک آزاد آدمی کی جنایت ہے اور نبی ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ آزاد آدمی پر آزاد آدمی کی جنایت کی صورت میں عاقلہ ذمہ دار ہوگی جب کہ وہ ضمان کسی خطا کی بناء پر لاحق ہوا ہو، تو یہی حکم اس صورت میں بھی ہونا چاہئے جبکہ اس جنایت کا تعلق کسی غلام سے ہو اور اس مسئلے میں آپ بھی وہی کہتے ہیں جو ہم کہتے ہیں، آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص کا یہ کہنا ہے کہ عاقلہ غلام پر جنایت کی صورت میں ضامن نہیں ہوگی، اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ غلام کی جنایت کی ذمہ دار نہ ہوگی، کیونکہ وہ اس کی گردن

پر ہے، اس کے آقا کے مال میں نہیں ہے، یہاں بھی آپ نے وہی بات کہی جو ہم کہتے ہیں اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جس دلیل سے استدلال کیا ہے، وہ صحیح دلیل ہے اور سنت کے مفہوم میں شامل ہے؟

(١٥٦٧) قال أجل

۱۵۶۷: اس نے کہا ٹھیک ہے۔

(١٥٦٨) قال وقلت له وقال صاحبك وغيره من أصحابنا جراح العبد في ثمنه كجراح الحر في ديته ففي عينه نصف ثمنه وفي موضحته نصف عشر ثمنه وخالفتنا فيه فقلت في جراح العبد ما نقص من ثمنه

۱۵۶۸: میں نے اس سے کہا کہ آپ کے ساتھی اور ہمارے بھی بعض حضرات کہتے ہیں کہ غلام کا زخم اس کی قیمت میں اسی طرح ہے جیسے آزاد آدمی کا زخم اس کی دیت میں، چنانچہ غلام کی آنکھ پھوڑنے کی صورت میں اس کی نصف قیمت لازم ہوگی، اور موضحہ کی صورت میں اس کی قیمت کا نصف عشر لازم ہوگا، لیکن آپ اس مسئلے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غلام کے زخم میں وہ واجب ہوگا جو اس کی قیمت میں کم ہوگیا ہے۔

(١٥٦٩) قال فأنا أبدأ فأسألك عن حجتك في قول جراح العبد في ديته أخبرا قلته أم قياسا

۱۵۶۹: اس نے کہا اچھا، پھر میں آغاز کرتا ہوں اور آپ سے یہ سوال پوچھتا ہوں کہ آپ کی اس رائے کی دلیل کیا ہے کہ غلام کا زخم اس کی دیت میں ہے، کیا یہ بات آپ نے کسی خبر کی بنیاد پر کہی ہے یا قیاس کی بنیاد پر؟

(١٥٧٠) قلت أما الخبر فيه فعن سعيد بن المسيب

۱۵۷۰: میں نے کہا کہ جہاں تک اس سلسلے میں خبر کا تعلق ہے تو وہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔

(١٥٧١) قال فاذكره

۱۵۷۱: اس نے کہا کہ اسے بیان کیجئے۔

(١٥٧٢) قلت أخبرنا سفيان عن الزهري عن سعيد بن المسيب أنه قال عقل العبد في ثمنه فسمعته منه كثيرا هكذا وربما قال كجراح الحر في ديته قال ابن شهاب فإن ناسا يقولون يقوم سلعة

۱۵۷۲: میں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے زہری کی سند سے سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ غلام کی دیت اس کی قیمت میں ہے، میں نے ان سے یہ بات اکثر اسی طرح سنی ہے، بعض اوقات وہ یہ بھی کہتے تھے جیسے آزاد آدمی کا زخم اس کی دیت میں ہے، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سامان کی قیمت لگائی جائے

گی۔

(١٥٧٣) فقال إنما سألتك خبرا تقوم به حجتك

۱۵۷۳: اس نے کہا کہ میں آپ سے ایک ایسی حدیث پوچھ رہا ہوں جو آپ کی دلیل بن سکے؟

(١٥٧٤) فقلت قد أخبرتك أني لا أعرف فيه خبرا عن أحد أعلى من سعيد بن المسيب

۱۵۷۴: میں نے کہا کہ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں اس سلسلے میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے زیادہ اعلیٰ کوئی روایت نہیں جانتا۔

(١٥٧٥) قال فليس في قوله حجة

۱۵۷۵: اس نے کہا تو پھر ان کا قول حجت نہیں ہے۔

(١٥٧٦) قال وما ادعيت ذلك فترده علي

۱۵۷۶: میں نے کہا کہ میں نے تو اس کا دعویٰ ہی نہیں کیا کہ آپ کو اسے رد کرنا پڑے۔

(١٥٧٧) قال فاذكر الحجة فيه

۱۵۷۷: اس نے کہا کہ پھر آپ اپنی دلیل بیان کیجئے؟

(١٥٧٨) قلت قياسا على الجناية على الحر

۱۵۷۸: میں نے کہا کہ اس مسئلے کو جنایت علی الحر کے مسئلے پر قیاس کیا جائے گا۔

(١٥٧٩) قال قد يفارق الحر في أن دية الحر مؤقتة وديته ثمنه فيكون بالسلع من الابل والدواب وغير ذلك أشبه لان في كل واحد منهما ثمنه

۱۵۷۹: اس نے کہا کہ آزاد آدمی کی دیت اس اعتبار سے جدا ہے کہ اس کی دیت متعین ہے اور غلام کی دیت اس کی قیمت ہے لہٰذا وہ ساز وسامان مثلاً اونٹوں اور جانوروں وغیرہ کے زیادہ مشابہہ ہوا کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس کی قیمت واجب ہوگی۔

(١٥٨٠) فقلت فهذا حجة لمن قال لا تعقل العاقلة ثمن العبد عليك

۱۵۸۰: میں نے کہا کہ یہی آپ کے خلاف ان لوگوں کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عاقلہ غلام کی قیمت کی ضامن نہیں ہوگی۔

(١٥٨١) قال ومن أين

١٥٨١: اس نے کہا کہ وہ کیسے؟

(١٥٨٢) قال يقول لك لم قلت تعقل العاقلة ثمن العبد إذا جنى عليه الحر قيمته وهو عندك بمنزلة الثمن ولو جنى على بعير جناية ضمنها في ماله

١٥٨٢: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ آپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اگر آزاد آدمی غلام پر اس کی قیمت میں جنایت کرے تو عاقلہ ثمن کی ضامن ہوگی، تو کیا قیمت آپ کے نزدیک ثمن کے مرتبے میں ہوگی، اور اگر وہ کسی اونٹ پر جنایت کرے تو وہ اپنے مال میں اس کا ضامن ہوگا؟

(١٥٨٣) قال فهو نفس محرمة

١٥٨٣: اس نے کہا کہ اونٹ بھی تو ایک جان ہے جو محفوظ ہے (اور بلا وجہ اسے مارنا) حرام ہے۔

(١٥٨٤) قلت والبعير نفس محرمة على قاتله

١٥٨٤: میں نے کہا کہ کیا اونٹ قاتل سے بڑھ کر حرمت واحترام والا نفس ہے؟

(١٥٨٥) قال ليست كحرمة المؤمن

١٥٨٥: اس نے کہا کہ اس کی حرمت مؤمن جیسی نہیں ہے۔

(١٥٨٦) قلت ويقول لك ولا العبد كحرمة الحر في كل أمره

١٥٨٦: میں نے کہا کہ وہ آپ سے بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ غلام بھی تمام معاملات میں آزاد آدمی کی حرمت کی طرح نہیں ہے۔

(١٥٨٧) فقلت فهو عندك مجامع الحر في المعنى أفتعقله العاقلة

١٥٨٧: پھر میں نے کہا کہ اس اعتبار سے آپ کے نزدیک غلام اور آزاد برابر ہیں تو کیا عاقلہ اس کی ضامن ہوسکتی ہے؟

(١٥٨٨) قال ونعم

١٥٨٨: اس نے کہا جی ہاں!

(١٥٨٩) قلت وحكم الله في المؤمن يقتل خطأ بدية وتحرير رقبة

١٥٨٩: میں نے کہا کہ کیا اللہ نے خطاءً قتل ہونے والے مؤمن کے حوالے سے دیت کا اور غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے؟

(١٥٩٠) قال نعم

١٥٩٠: اس نے کہا جی ہاں!

(١٥٩١) قلت وزعمت أن في العبد تحرير رقبة كهي في الحر وثمنا وأن الثمن كالدية

١٥٩١: میں نے کہا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ غلام کی صورت میں بھی آزاد والا حکم ہوگا اور غلام آزاد کرنا ہوگا اور اس کا ثمن ادا کرنا ہوگا اور یہ ثمن دیت کی طرح ہے؟

(١٥٩٢) قال نعم

١٥٩٢: اس نے کہا جی ہاں!

(١٥٩٣) قلت وزعمت أنك تقتل الحر بالعبد

١٥٩٣: میں نے کہا کہ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا؟

(١٥٩٤) قال نعم

١٥٩٤: اس نے کہا جی ہاں!

(١٥٩٥) قلت وزعمنا أنا نقتل العبد بالعبد

١٥٩٥: میں نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غلام کو غلام کے بدلے بھی قتل کیا جائے گا۔

(١٥٩٦) قال وأنا أقوله

١٥٩٦: اس نے کہا کہ یہ تو میں بھی کہتا ہوں۔

(١٥٩٧) قلت فقد جامع الحر في هذه المعاني عندنا وعندك في أن بينه وبين المملوك قصاصا في كل جرح وجامع البعير في معنى أن ديته ثمنه فكيف اخترت في جراحته أن تجعلها كجراحة بعير فتجعل فيه ما نقصه ولم تجعل جراحته في ثمنه كجراح الحر في ديته وهو يجامع الحر في خمسة معاني ويفارقه في معنى واحد أليس أن تقيسه على ما يجامعه في خمسة معاني أولى بك من أن تقيسه على ماجامعه على معنى واحد مع أنه يجامع الحر في أكثر من هذا أن ما حرم على الحر حرم عليه وأن عليه الحدود والصلاة والصوم وغيرها من الفرائض وليس من البهائم بسبيل

١٥٩٧: میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان صورتوں میں ہمارے اور آپ کے نزدیک آزاد آدمی کا حکم ایک جیسا ہی ہے، یعنی آزاد اور غلام ہر زخم میں قصاص کے حوالے سے ایک جیسے ہیں اور غلام اس حوالے سے اونٹ کے ساتھ مشترک ہے کہ اس کی دیت اس کا ثمن ہے، اب یہ بتایئے کہ زخم کے معاملے میں آپ نے اس پہلو کو کیسے ترجیح دی

کہ آپ نے اسے اونٹ کے زخم کی طرح قرار دے دیا اور اس میں وہ چیز لازم کی جو اس کے ثمن میں سے کم ہو گئی ہو اور اس کے زخم کو اس کے ثمن میں اس طرح نہیں کیا جیسے آزاد آدمی کے زخم کو اس کی دیت میں قرار دیا ہے؟ حالانکہ پانچ اعتبارات سے وہ آزاد کے ساتھ مشترک ہے، صرف ایک اعتبار سے اس سے جدا ہے، کیا یہ زیادہ بہتر نہیں ہے کہ آپ اسے پانچ اعتبارات پر قیاس کریں جن میں وہ آزاد کے ساتھ مشترک ہے، بجائے اس کے کہ آپ اسے صرف ایک اعتبار پر قیاس کریں جس میں وہ اس سے جدا ہے؟ علاوہ ازیں وہ ان اعتبارات کے علاوہ بھی بہت سے امور میں آزاد آدمی کے ساتھ شریک ہے، مثلاً جو چیزیں آزاد پر حرام ہیں وہ اس پر بھی حرام ہیں، اس پر بھی حدود جاری ہوں گی اور اس کے ذمے بھی نماز، روزہ وغیرہ تمام فرائض لازم ہیں جبکہ جانوروں کا یہ معاملہ نہیں ہے؟

(١٥٩٨) قال رأيت ديته ثمنه

١٥٩٨: اس نے کہا کہ میں اس کے ثمن ہی کو اس کی دیت سمجھتا ہوں۔

(١٥٩٩) قلت وقد رأيت دية المرأة نصف دية الرجل فما منع ذلك جراحها أن تكون في ديتها كما كانت جراح الرجل في ديته

١٥٩٩: میں نے کہا کہ آپ عورت کی دیت بھی مرد کی نصف دیت کے برابر سمجھتے ہیں تو پھر اس چیز میں کیا رکاوٹ ہے کہ آپ عورت کے زخم کو اس کی دیت میں شامل کر لیں جیسے مرد کا زخم اس کی دیت میں ہوتا ہے؟

(١٦٠٠) وقلت له إذا كانت الدية في ثلاث سنين إبلا أفليس قد زعمت أن الابل لا تكون بصفة دينا فكيف أنكرت أن تشتري الابل بصفة إلى أجل ولم تقسه على الدية ولا على الكتابة ولا على المهر وأنت تجيز في هذا كله أن تكون الابل بصفة دينا فخالفت فيه القياس وخالفت الحديث نصا عن النبي ﷺ أنه استسلف بعيرا ثم أمر بقضائه بعد

١٦٠٠: میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ اگر دیت کی مقدار تین سال میں سو اونٹ ہوں تو کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اونٹ صفت کے اعتبار سے دَین (قرض) ہوں، پھر آپ اس بات سے کیوں انکار کرتے ہیں کہ اونٹوں کو صفت کے اعتبار سے ادھار (ایک متعین مدت کے لئے) خریدا جائے؟ آپ اسے دیت پر قیاس کرتے ہیں نہ ہی کتابت اور مہر پر، بلکہ ان تمام صورتوں میں آپ اسے جائز سمجھتے ہیں، اس اعتبار سے آپ اس میں قیاس کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور نبی ﷺ کی اس منصوص حدیث کی بھی کہ نبی ﷺ نے ادھار پر ایک اونٹ لیا، پھر بعد میں اس کی قیمت ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(١٦٠١) قال كرهه ابن مسعود

١٦٠١: اس نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے مکروہ (ناپسندیدہ) قرار دیا ہے۔

(١٦٠٢) فقلنا وفي أحد مع النبي ﷺ حجة

١٦٠٢: ہم نے کہا کہ کیا نبی ﷺ کے سامنے کسی کی بات حجت ہو سکتی ہے؟

(١٦٠٣) قال لا إن ثبت عن النبي ﷺ

١٦٠٣: اس نے کہا نہیں، بشرطیکہ وہ نبی ﷺ سے ثابت بھی ہو۔

(١٦٠٤) قلت هو ثابت باستسلافه بعيرا وقضاه خيرا منه وثابت في الديات عندنا وعندك هذا في معنى السنة

١٦٠٤: میں نے کہا کہ وہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ انہوں نے ادھار پر اونٹ لیا، اس سے بہترین ادا کر دیا، اسی طرح دیت کے معاملے میں تو وہ ہمارے اور آپ کے دونوں کے نزدیک ہی ثابت ہے، یہ سنت کے مفہوم میں ہے۔

(١٦٠٥) قال فما الخبر الذي يقاس عليه

١٦٠٥: اس نے کہا کہ وہ حدیث کون سی ہے جس پر اسے قیاس کیا گیا ہے؟

(١٦٠٦) قلت أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن أبي رافع " أن النبي استسلف من رجل بعيرا فجاءته إبل فأمرني أن أقضيه إياه فقلت لا أجد في الابل إلا جملا خيارا فقال أعطه إياه فإن خيار النا س أحسنهم قضاء "

١٦٠٦: میں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم کی سند سے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی سے ایک اونٹ ادھار پر لیا، چند دن بعد نبی ﷺ کے پاس کچھ اونٹ آئے، نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کو اس کے اونٹ کی قیمت ادا کر دوں، میں نے عرض کیا کہ مجھے تو ان اونٹوں میں اس کے اونٹ سے زیادہ اچھے اور عمدہ اونٹ ہی نظر آ رہے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا تم وہی اسے دے دو، کیونکہ لوگوں میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں سب سے زیادہ اچھا ہو۔

(١٦٠٧) قال فما الخبر الذي لا يقاس عليه

١٦٠٧: اس نے کہا کہ وہ حدیث کون سی ہے جس پر اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا؟

(١٦٠٨) قلت ما كان لله في حكم منصوص ثم كانت لرسول الله ﷺ سنة بتخفيف في

بعض الفرض دون بعض عمل بالرخصة فيما رخص فيه رسول اللهﷺ دون ما سواها ولم يقس ما سواها عليها وهكذا ما كان لرسول اللهﷺ من حكم عام بشئ ثم سن فيه سنة تفارق حكم العام

۱۶۰۸: میں نے کہا کہ جس مسئلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی منصوص حکم آ جائے، پھر اس میں نبی ﷺ کی سنت ہو جس سے فرض کے کسی حصے میں تخفیف ہو جائے تو اس میں نبی ﷺ کی رخصت پر عمل کیا جائے گا، اس کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں، اور کسی دوسری چیز کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا، یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ کسی مسئلے میں نبی ﷺ کا کوئی عام حکم وارد ہوا ہو اور اس کے بعد نبی ﷺ اس میں کوئی ایسی سنت جاری فرما دیں جو اس عام حکم سے مختلف اور جدا ہو۔

(١٦٠٩) قال وفي مثل ماذا

۱۶۰۹: اس نے کہا کہ اس کی کوئی مثال ذکر کیجئے؟

(١٦١٠) قلت فرض الله الوضوء على من قام إلى الصلاة من نومه فقال * (إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤسكم وارجلكم إلى الكعبين)

۱۶۱۰: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر وضو کو فرض قرار دیا ہے جو نیند سے بیدار ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ:٦)

''جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو۔ اور سر کا مسح کر لیا کرو۔ اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو)۔''

(١٦١١) فقصد الرجلين بالفرض كما قصد ما سواهما في أعضاء الوضوء

۱۶۱۱: اللہ تعالیٰ نے پاؤں دھونے کے حکم میں بھی فرض اسی طرح مراد لیا ہے جیسے دوسرے اعضاء وضو میں فرض مراد ہے۔

(١٦١٢) فلما مسح رسول اللهﷺ على الخفين لم يكن لنا والله أعلم أن نمسح على عمامة ولا برقع ولا قفازين قياسا عليهما وأثبتنا الفرض في أعضاء الوضوء كلها وارخصنا بمسح النبيﷺ في المسح على الخفين دون ماسواهما

۱۶۱۲: لیکن جب نبی ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا تو ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ موزوں پر قیاس کر کے عمامہ، برقع یا دستانوں پر مسح کرنا شروع کر دیں، چنانچہ ہم نے تمام اعضاء وضو میں فرضیت کو ثابت کر دیا اور مسح علی الخفین میں نبی ﷺ کے مسح کرنے کی وجہ سے رخصت دے دی۔

(١٦١٣) قال فتعد هذا خلافا للقرآن

۱۶۱۳: اس نے کہا کہ کیا آپ اسے خلافِ قرآن سمجھتے ہیں؟

(١٦١٤) قلت لا تخالف سنة لرسول الله ﷺ كتاب الله بحال

۱۶۱۴: میں نے کہا کہ کوئی سنت کبھی بھی کتاب اللہ کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

(١٦١٥) قال فما معنى هذا عندك

۱۶۱۵: اس نے کہا کہ پھر آپ کے نزدیک اس کا کیا معنی ہے؟

(١٦١٦) قلت معناه أن يكون قصد بفرض إمساس القدمين من لا خفين عليه لبسهما كامل الطهارة

۱۶۱۶: میں نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ پاؤں کو پانی سے دھونا اس شخص کے لئے فرض ہے جس نے پاؤں پر موزے نہ پہنے ہوئے ہوں جن کا کامل طہارت کی حالت میں پہنا جانا ضروری ہے۔

(١٦١٧) قال أو يجوز هذا في اللسان

۱۶۱۷: اس نے کہا کہ کیا یہ زبان میں (لغت کے اعتبار سے) جائز ہے؟

(١٦١٨) قلت نعم كما جاز أن يقوم إلى الصلاة من هو على وضوء فلا يكون المراد بالوضوء استدلالا بأن رسول الله ﷺ صلى صلاتين وصلوات بوضوء واحد

۱۶۱۸: میں نے کہا جی ہاں! جیسے یہ جائز ہے کہ باوضو آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اس سے استدلال کرتے ہوئے کہ نبی ﷺ نے ایک ہی وضو سے دو یا زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔

(١٦١٩) وقال الله (والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم)

۱۶۱۹: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(المائدہ:۳۸)

''جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے۔ اور خدا زبردست اور صاحب حکمت ہے۔ ''

(١٦٢٠) فدلت السنة على أن الله لم يرد بالقطع كل السارقين

۱۶۲۰: اور سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے ہوئے سارے چور مراد نہیں لیے۔

(١٦٢١) فكذلك دلت سنة رسول الله ﷺ بالمسح أنه قصد بالفرض في غسل القدمين من لا خفين عليه لبسهما كامل الطهارة

۱۶۲۱: اسی طرح مسح علی الخفین کے حوالے سے نبی ﷺ کی سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پاؤں دھونے کی فرضیت کا ارادہ اس شخص کے لئے کیا گیا ہے جس نے کامل طہارت کی حالت میں موزے نہ پہنے ہوئے ہوں۔

(١٦٢٢) قال فما مثل هذا في السنة

۱۶۲۲: اس نے کہا کہ سنت میں اس کی کوئی اور مثال ہے؟

(١٦٢٣) قلت نهى رسول الله ﷺ عن بيع التمر بالتمر إلا مثلا بمثل و"سئل عن الرطب بالتمر فقال أينقص الرطب إذا يبس فقيل نعم فنهى عنه " و" نهى عن المزابنة " وهي كل ما عرف كيله مما فيه الربا من الجنس الواحد بجزاف لا يعرف كيله منه وهذا كله مجتمع المعاني " ورخص أن تباع العرايا بخرصها تمرا يأكلها أهلها رطبا "

۱۶۲۳: میں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کھجور کے بدلے کھجور کی بیع سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ وہ برابر سرابر ہو، نبی ﷺ سے تر کھجور کی چھوہاروں کے بدلے بیع کے متعلق پوچھا گیا تو نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تر کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں! تو نبی ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ نے ''بیع مزابنہ'' سے منع فرمایا ہے یعنی ربوی اشیاء میں سے ایک ہی جنس کی ہر وہ چیز جس کا ماپ معروف ہو، اسے اندازے سے ایک ایسی چیز کے بدلے بیچا جائے جس کا ماپ معروف نہ ہو اور یہ سب اپنے مضمون کے اعتبار سے مشترک ہے۔

جبکہ نبی کریم ﷺ نے اندازے کے ساتھ ''بیع عرایا'' کی اجازت اور رخصت دی ہے کہ درختوں کا مالک تر کھجور کھالے۔

(١٦٢٤) فرخصنا في العرايا بإرخاصه وهي بيع الرطب بالتمر وداخلة في المزابنة بإرخاصه

فأثبتنا التحريم محرما عاما في كل شئ من صنف واحد مأكول بعضه جزاف وبعضه بكيل للمزابنة وأحللنا العرايا خاصة بإحلاله من الجملة التي حرم ولم نبطل أحد الخبرين بالآخر ولم نجعله قياسا عليه

۱۶۲۴: چونکہ نبی ﷺ نے بیع عرایا کی رخصت دی ہے لہٰذا ہم نے بھی اس کی رخصت دے دی، حالانکہ یہ بھی تر کھجوروں کی چھوہاروں کے بدلے بیع ہے اور ''بیع مزابنہ'' میں شامل ہے، لہٰذا ہم نے عام حرمت کو ہر اس ماکول شئی میں ثابت کر دیا جو ایک ہی صنف کی ہو اور اس میں کچھ حصہ اندازے سے ہو اور کچھ حصہ ماپ کر ہو، کیونکہ یہ بیع مزابنہ ہے، اور منجملہ ان محرمات کے خصوصیت کے ساتھ ہم نے بیع عرایا کو حلال قرار دیا ہے اس لئے کہ نبی ﷺ نے اسے حلال قرار دیا ہے، ایک حدیث کو دوسری حدیث کی وجہ سے ہم نے باطل نہیں کیا اور اسے اس پر قیاس بھی نہیں کیا۔

(۱٦۲٥) قال فما وجه هذا

۱۶۲۵: اس نے کہا کہ اس کی توجیہ کیا ہے؟

(۱٦۲٦) قلت يحتمل وجهين أولاهما به عندي والله أعلم أن يكون ما نهى عنه جملة أراد به ما سوى العرايا ويحتمل أن يكون أرخص فيها بعد وجوبها في جملة النهي وايهما كان فعلينا طاعته بإحلال ما أحل وتحريم ما حرم

۱۶۲۶: میں نے کہا کہ اس میں دو معنوں کا احتمال پایا جاتا ہے، میرے نزدیک ان میں سے زیادہ راجح معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اجمالی طور پر جس چیز کی ممانعت فرمائی ہے، اس سے مراد عرایا کے علاوہ ہے، یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت میں بیع عرایا بھی شامل تھی، لیکن بعد میں نبی ﷺ نے اس کی رخصت دے دی، دونوں میں سے جو بھی صورت ہو، ہمارے ذمے اس کی اطاعت لازم ہے کہ اس چیز کو حلال سمجھیں جسے نبی ﷺ نے حلال قرار دیا اور اس چیز کو حرام سمجھیں جسے نبی ﷺ نے حرام قرار دیا۔

(۱٦۲۷) وقضى رسول الله ﷺ بالدية في الحر المسلم يقتل خطأ مائة من الابل وقضى بها على العاقلة

۱۶۲۷: اور نبی اکرم ﷺ نے ایک آزاد مسلمان کو خطاءً قتل کیے جانے کی صورت میں سو اونٹوں کا بطور دیت فیصلہ فرمایا ہے اور اس کی ذمہ داری عاقلہ پر ڈالی ہے۔

(۱٦۲۸) وكان العمد يخالف الخطأ في القود والمأثم ويوافقه في أنه قد تكون فيه دية

۱۶۲۸: قتل عمد اور قتل خطا میں قصاص اور گناہ کے اعتبار سے فرق ہے اور اس اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کے موافق ہیں کہ اس میں دیت ہے۔

(١٦٢٩) فلما كان قضاء رسول الله ﷺ في كل امرئ فيما لزمه إنما هو في ماله دون مال غيره إلا في الحر يقتل خطأ قضينا على العاقلة في الحر يقتل خطأ ما قضى به رسول الله ﷺ وجعلنا الحر يقتل عمدا إذا كانت فيه دية في مال الجاني كما كان كل ما جنى في ماله غير الخطأ ولم نقس ما لزمه من غرم بغير جراح خطإ على ما لزمه بقتل الخطأ

۱۶۲۹: نبی ﷺ نے کسی بھی انسان کے متعلق جب یہ فیصلہ فرمایا کہ اس پر فلاں چیز لازم ہے تو اس کا تعلق اس کے اپنے مال سے ہوتا ہے، دوسرے کے مال سے نہیں، سوائے اس آزاد آدمی کے جو غلطی سے قتل ہو گیا ہو، اس لئے ہم نے عاقلہ پر اسی چیز کا فیصلہ کر دیا جو نبی ﷺ نے فرمایا تھا جبکہ آزاد آدمی کو خطا قتل کیا گیا ہو اور اگر اسے عمداً قتل کیا گیا ہو تو اس کا فیصلہ ہم نے جنایت کرنے والے کے مال میں کر دیا، جیسا کہ خطا کے علاوہ ہر جنایت کا تعلق جنایت کرنے والے کے مال سے ہی ہوتا ہے، ہم اس تاوان کو جو بغیر خطا زخم کی صورت میں لازم ہوتا ہے، اس پر قیاس نہیں کریں گے جو قتل خطا کی صورت میں لازم ہوتا ہے۔

(١٦٣٠) فإن قال قائل و ما الذي يغرم الرجل من جنايته وما لزمه غير الخطأ

۱۶۳۰: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ تاوان کیا ہے جو انسان کو اپنی جنایت کی وجہ سے ادا کرنا پڑتا ہے اور جو غیر خطا کی صورت میں اس پر لازم ہوتا ہے؟

(١٦٣١) قلت قال الله (وآتوا النساء صدقاتهن نحلة)

۱۶۳۱: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء:۴)

''اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔''

(١٦٣٢) وقال (وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة)

۱۶۳۲: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ:۴۳)

''اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو ''

(١٦٣٣) وقال (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدي)

۱۶۳۳: نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرہ:۱۹۶)

''اور اگر (راستے میں) روک لئے جاؤ تو جیسی قربانی میسر ہو (کردو)۔''

(١٦٣٤) وقال (والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا)

۱۶۳۴: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا

(المجادلہ:۳)

''اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے۔''

(١٦٣٥) وقال (ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة أو كفارة طعام مساكين أو عدل ذلك صياما ليذوق وبال أمره عفا الله عما سلف ومن عاد فينتقم الله منه والله عزيز ذو انتقام)

۱۶۳۵: اسی طرح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِينَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ (المائدہ:۹۵)

''اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اسے مارے تو (یا تو اس کا) بدلا (دے اور وہ یہ ہے کہ) اس طرح کا چار پایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کر دے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے (اور) جو پہلے ہو چکا وہ خدا نے معاف کر دیا اور جو پھر (ایسا کام) کرے گا تو خدا اس سے انتقام لے گا۔ اور خدا غالب اور انتقام لینے والا

ہے۔"

(١٦٣٦) وقال (فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام)

١٦٣٦: نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ (المائدہ:٨٩)

"خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہ کریگا۔لیکن پختہ قسموں پر (جنکے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا۔تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔ یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا۔اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔"

(١٦٣٧) وقضى رسول الله ﷺ على " أن على أهل الاموال حفظها بالنهار وما أفسدت المواشي بالليل فهو ضامن على أهلها "

١٦٣٧: اور نبی ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ مال والوں کے ذمے دن کے وقت اپنے مال کی حفاظت کرنا ہے اور اگر رات کے وقت جانور کسی کے کھیت کو اجاڑ دیں تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

(١٦٣٨) فدل الكتاب والسنة وما لم يختلف المسلمون فيه أن هذا كله في مال الرجل بحق وجب عليه لله أو أوجبه الله عليه للآدميين بوجوه لزمته وأنه لا يكلف أحد غرمه عنه

١٦٣٨: اب کتاب وسنت اس بات پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس سارے کا تعلق انسان کے اپنے مال سے ہے اور یہ اللہ کا حق ہے جو اللہ نے اس پر واجب کیا ہے یا اللہ نے اسے انسان پر حق العبد کے طور پر لازم کیا ہے، ان وجوہات کی بناء پر جو اس پر لازم ہیں، نیز یہ کہ کوئی شخص کسی کے تاوان کا ضامن نہ ہوگا۔

(١٦٣٩) ولا يجوز أن يجني رجل ويغرم غير الجاني إلا في الموضع الذي سنه رسول الله ﷺ فيه خاصة من قتل الخطأ وجنايته على الآدميين خطأ

١٦٣٩: اور یہ جائز نہ ہوگا کہ جرم کوئی کرے اور تاوان اس کے علاوہ کسی اور پر لازم ہو، سوائے اس جگہ کے جہاں خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ نے کوئی سنت جاری فرمائی ہو مثلاً قتل خطا اور انسانوں پر خطاءً کوئی دوسری جنایت۔

(١٦٤٠) والقياس فيما جنى على بهيمة أو متاع أو غيره على ما وصفت أن ذلك في ماله لان الاكثر المعروف أن ما جنى في ماله فلا يقاس على الاقل ويترك الاكثر المعقول ويخص الرجل الحر يقتل الحر خطأً فتعقله العاقلة وما كان من جناية خطأ على نفس وجرح خبرا وقياسا

۱۶۴۰: اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے جانور یا ساز وسامان وغیرہ پر جو جنایت کی ہے، اس کا تاوان اس کے اپنے مال پر واجب ہوگا کیونکہ جو بات زیادہ معروف ہے اسے اقل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کی وجہ سے اس اکثر کو ترک کرنا لازم آئے گا جو کہ معقول ہے، اور وہ آزاد آدمی جو کسی آزاد آدمی کو خطاءً قتل کر دے، اس کا معاملہ خاص ہے، چنانچہ اس میں عاقلہ پر ذمہ داری ہوگی، خطا علی النفس اور زخم کی جنایت کی صورت میں بھی یہی حکم ہے جس کی بنیاد خبر اور قیاس دونوں ہیں۔

(١٦٤١) وقضى رسول الله ﷺ في الجنين بغرة عبد أو أمة وقوم أهل العلم الغرة خمسا من الابل

۱۶۴۱: اور نبی ﷺ نے مولود بچے کے حوالے سے ایک ''غرۃ'' کا فیصلہ فرمایا ہے یعنی ایک غلام یا باندی کا، اور اہل علم نے ''غرۃ'' کی قیمت کا اندازہ پانچ اونٹ مقرر کیا ہے۔

(١٦٤٢) قال فلما لم يحكا أن رسول الله ﷺ سأل عن الجنين أذكر هو أم أنثى إذ قضى فيه سوى بين الذكر والانثى إذا سقط ميتا ولو سقط حيا فمات جعلوا في الرجل مائة من الابل وفي المرأة خمسين

۱۶۴۲: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ نبی ﷺ سے یہ بات نقل نہیں کی گئی کہ کسی نے نولود بچے کے متعلق یہ فیصلہ سن کر پوچھا ہو کہ وہ بچہ مذکر ہو یا مؤنث؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے اس مسئلے میں مذکر اور مؤنث دونوں کو برابر رکھا ہے جبکہ وہ مردہ حالت میں ساقط ہو جائے اور اگر وہ پیدا تو زندہ ہوا لیکن بعد میں مر گیا تو فقہاء نے یہ حکم لگایا ہے کہ مذکر ہونے کی صورت میں اس کی دیت سو اونٹ ہوگی اور مؤنث ہونے کی صورت میں اس کی دیت پچاس اونٹ ہوگی۔

(١٦٤٣) فلم يجز ان يقاس على الجنين شئ من قبل أن الجنايات على من عرفت جنايته موقتات معروفات مفروق فيها بين الذكر والانثى وأن لا يختلف الناس في أن لو سقط الجنين حيا ثم مات كانت فيه دية كاملة إذا كان ذكرا فمائة من الابل وإن

كانت أنثى فخمسون من الابل وأن المسلمين فيما علمت لا يختلفون أن رجلا لو قطع الموتى لم يكن في واحد منهم دية ولا أرش والجنين لا يعدو أن يكون حيا أو ميتا

۱۶۴۳: اب جنین (نولود بچے) پر کسی چیز کو اس پہلو سے قیاس کرنا جائز نہیں ہے کہ جس شخص کی جنایت معروف ہو، اس کی جنایت متعین اور معلوم ہے ان میں مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق ہے اور یہ کہ لوگ اس مسئلے میں اختلاف نہ کریں کہ اگر کوئی نومولود بچہ زندہ ہونے کی حالت میں پیدا ہو جائے لیکن کچھ ہی دیر بعد مر جائے تو اس میں کامل دیت واجب ہو گی، اگر وہ مذکر ہو تو سو اونٹ اور اگر مؤنث ہو تو پچاس اونٹ، اسی طرح میرے علم کے مطابق مسلمان اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں رکھتے کہ اگر کوئی آدمی کسی مردے کا ہاتھ کاٹ دے تو اس میں کوئی دیت واجب ہو گی اور نہ ہی تاوان، جبکہ جنین کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، یا وہ زندہ پیدا ہو گا یا مردہ۔

(١٦٤٤) فلما حكم فيه رسول الله ﷺ بحكم فارق حكم النفوس الاحياء والأموات وكان مغيب الامر كان الحكم بما حكم به على الناس اتباعا لامر رسول الله ﷺ

۱۶۴۴: نبی ﷺ نے اس کے متعلق ایک ایسا فیصلہ فرمایا ہے جو عام زندہ اور مردہ لوگوں کے حکم سے مختلف ہے، لہٰذا اس میں فیصلہ وہی معتبر ہو گا جو نبی ﷺ نے لوگوں کے لئے فرمایا ہے تا کہ نبی ﷺ کے حکم کی پیروی ہو جائے۔

(١٦٤٥) قال فهل تعرف له وجها

۱۶۴۵: اس نے کہا کہ کیا آپ اس کی کوئی وجہ جانتے ہیں؟

(١٦٤٦) قلت وجها واحدا والله أعلم

۱۶۴۶: میں نے کہا کہ ایک ہی وجہ ہے، واللہ اعلم

(١٦٤٧) قال وما هو

۱۶۴۷: اس نے کہا کہ وہ کیا؟

(١٦٤٨) قلت يقال إذا لم تعرف له حياة وكان لا يصلي عليه ولا يرث فالحكم فيه أنها جناية على أمه وقت فيها رسول الله ﷺ شيئا قومه المسلمون كما وقت في الموضحة

۱۶۴۸: میں نے کہا کہ یوں کہا جائے گا کہ جب اس بچے میں حیات کے کوئی آثار معلوم نہ ہوں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ ہی وہ بچہ وارث بنے، تو اس میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ یہ اس کی ماں کے خلاف جنایت ہے، نبی ﷺ نے اس میں ایک چیز متعین فرمائی ہے جس کی قیمت کا اندازہ مسلمان کر لیتے ہیں جیسا کہ موضحہ میں

نبی ﷺ نے تعیین فرمائی ہے۔

(١٦٤٩) قال فهذا وجه

١٦٤٩: اس نے کہا کہ یہ ایک معقول وجہ ہے۔

(١٦٥٠) قلت وجه لا يبين الحديث أنه حكم به له فلا يصح أن يقال إنه حكم به له ومن قال إنه حكم به لهذا المعنى قال هو للمرأة دون الرجل هو للام دون أبيه لانه عليها جني ولا حكم للجنين يكون به موروثا ولا يورث من لا يرث

١٦٥٠: میں نے کہا کہ یہ ایک ایسی وجہ ہے جس میں حدیث اس بات کو واضح نہیں کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ فیصلہ اسی وجہ سے فرمایا ہے لہٰذا یہ کہنا تو صحیح نہ ہوگا کہ اس فیصلہ کی بنیادی وجہ یہی ہے، اور جو یہ کہتا ہے، اس کی رائے یہ ہے کہ یہ عورت کے لئے ہے، مرد کے لئے نہیں، ماں کے لئے ہے، باپ کے لئے نہیں، کیونکہ جنایت تو عورت کے اوپر ہوئی ہے اور جنین کے لئے کوئی حکم نہیں ہے کہ وہ اس کی وجہ سے وارث بن جائے، وہ اس کا وارث نہیں بنے گا جو اس کا وارث نہیں ہے۔

(١٦٥١) قال فهذا قول صحيح ؟

١٦٥١: اس نے کہا کہ کیا یہ قول صحیح ہے؟

(١٦٥٢) قلت والله أعلم

١٦٥٢: میں نے کہا واللہ اعلم۔

(١٦٥٣) قال فإن لم يكن هذا وجه فما يقال لهذا الحكم

١٦٥٣: اس نے کہا کہ اگر یہ اس کی وجہ نہ ہو تو اس حکم کے متعلق کیا کہا جائے گا؟

(١٦٥٤) قلنا يقال له سنة تعبد العباد بأن يحكموا بها

١٦٥٤: میں نے کہا کہ اس سے کہا جائے گا کہ یہ ایک سنت ہے جو بندوں کے لئے عبادت کی راہ متعین کرتی ہے کہ اسی کے مطابق فیصلہ کریں۔

(١٦٥٥) وما يقال لغيره مما يدل الخبر على المعنى الذي له حكم به

١٦٥٥: اس نے کہا کہ اس صورت میں کیا کہا جائے گا جبکہ خبر اس وجہ پر دلالت کرتی ہو جس کی بناء پر فیصلہ کیا گیا ہے؟

(١٦٥٦) قيل حكم سنة تعبدوا بها لامر عرفوه بمعنى الذي تعبدوا له في السنة فقاسوا

عليه ما كان في مثل معناه

١٦٥٦: تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ ایک سنت کا حکم ہے جو بندوں کے لئے عبادت کی راہ متعین کرتی ہے ایک ایسے امر کے ذریعے جس سے وہ شناسا ہیں، لہٰذا وہ اس پر ان چیزوں کو قیاس کر لیتے ہیں جو اس کے ہم معنی اور مثل ہوں۔

(١٧٥٧) قال فاذكر منه وجها غير هذا إن حضرك تجمع فيه ما يقاس عليه ولا يقاس

١٦٥٧: اس نے کہا کہ اگر آپ کے ذہن میں اس کے علاوہ کوئی اور مثال موجود ہو تو وہ ذکر کیجئے جس میں دونوں پہلو جمع ہوں قیاس کرنے اور نہ کرنے کے؟

(١٦٥٨) فقلت له قضى رسول الله ﷺ في المصراة من الابل والغنم إذا حلبها مشتريها " إن أحب أمسكها وإن أحب ردها وصاعا من تمر " وقضى " أن الخراج بالضمان "

١٦٥٨: میں نے اس سے کہا کہ نبی ﷺ نے اس اونٹنی اور بکری کے متعلق "جس کے تھن باندھ کر مشتری کو اس کا دودھ زیادہ ہونے کا دھوکہ دیا گیا ہو، عربی میں اسے مصراۃ کہتے ہیں" یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ جب مشتری اس کا دودھ دوہ لے تو اگر چاہے اسے اپنے پاس رکھ لے اور اگر چاہے تو بائع کو واپس لوٹا دے اور ایک صاع کھجور بھی بائع کو دے۔ اور یہ بھی فیصلہ فرمایا ہے کہ خراج بقدر ضمان ہوگا۔

(١٦٥٩) فكان معقولا في " الخراج بالضمان " أني إذا ابتعت عبدا فأخذت له خراجا ثم ظهرت منه على عيب يكون لي رده فما أخذت من الخراج والعبد في ملكي ففيه خصلتان احداهما أنه لم يكن في ملك البائع ولم يكن له حصة من الثمن والاخرى أنها في ملكي وفي الوقت الذي خرج فيه العبد من ضمان بائعه إلى ضماني فكان العبد لو مات مات من مالي وفي ملكي ولو شئت حبسته بعيبه فكذلك الخراج

١٦٥٩: اب یہ جو نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ خراج بقدر ضمان ہوگا، اس سے عقل میں یہ بات آتی ہے کہ اگر میں نے کوئی غلام خریدا، میں نے اس سے خراج وصول کر لیا، پھر مجھے اس کا کوئی عیب معلوم ہوا تو مجھے یہ اختیار ہوگا کہ اس غلام کو واپس کر دوں، اب میں نے جو خراج وصول کیا اس وقت جبکہ غلام میری ملکیت میں تھا تو اس میں دو پہلو ہیں۔

ایک یہ کہ وہ بائع کی ملکیت میں نہیں اور ثمن میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

اور دوسرا یہ کہ وہ میری ملکیت میں ہے اور یہ وہ مدت ہے جس میں وہ غلام بائع کے ضمان سے نکل کر میری ضمان میں آ چکا ہے۔

سو اگر وہ مرا تو میرے مال میں سے اور میری ملکیت میں مرے گا، اور اگر میں چاہوں تو اسے اس عیب کے ساتھ اپنے پاس رکھ سکتا ہوں یہی حال خراج کا بھی ہے۔

(١٦٦٠) فقلنا بالقياس على حديث الخراج بالضمان فقلنا كل ما خرج من ثمر حائط اشتريته أو ولد ماشية أو جارية اشتريتها فهو مثل الخراج لانه حدث في ملك مشتريه لا في ملك بائعه

١٦٦٠: سو ہم نے خراج بقدر ضمان والی حدیث پر قیاس کر کے یہ رائے قائم کر لی کہ ہر وہ پھل جو آپ کو خریدے ہوئے باغ سے حاصل ہو، یا جانور کا بچہ یا باندی کی اولاد جسے آپ نے خریدا ہو، وہ بھی خراج کی طرح ہے کیونکہ اس کا وجود بائع کی ملکیت میں نہیں ہوا بلکہ مشتری کی ملکیت میں ہوا ہے۔

(١٦٦١) وقلنا في المصراة اتباعا لامر رسول الله ﷺ ولم نقس عليه وذلك أن الصفقة وقعت على شاة بعينها فيها لبن محبوس مغيب المعنى والقيمة ونحن نحيط أن لبن الابل والغنم يختلف وألبان كل واحد منهما يختلف فلما قضى فيه رسول الله ﷺ بشئ مؤقت وهو صاع من تمر قلنا به اتباعا لامر رسول الله ﷺ

١٦٦١: اور مصراة کے مسئلے میں ہم نے نبی ﷺ کے حکم کی اتباع میں رائے قائم کی ہے، وہاں ہم نے قیاس نہیں کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عقد بیع ایک متعین بکری پر واقع ہوا ہے، اس بکری کے تھنوں میں دودھ ہے اس کے تھن باندھ کر اسے روکا گیا ہے، اسی کی قیمت اور مقدار معلوم نہیں ہے، ہم اس بات کا بھی ادراک رکھتے ہیں کہ اونٹنی اور بکری کے دودھ میں فرق ہوتا ہے، ان دونوں کا دودھ مختلف ہوتا ہے، لیکن جب نبی ﷺ نے اس میں ایک متعین چیز یعنی ایک صاع کھجور کا فیصلہ فرما دیا تو نبی ﷺ کے حکم کی اتباع میں ہم نے بھی یہی رائے قائم کر لی۔

(١٦٦٢) قال فلو اشترى رجل شاة مصراة فحلبها ثم رضيها بعد العلم بعيب التصرية فأمسكها شهرا حلبها ثم ظهر منها على عيب دلسه له البائع غير التصرية كان له ردها وكان له اللبن بغير شئ بمنزلة الخراج لانه لم يقع عليه صفقة البيع وإنما هو حادث في ملك المشتري وكان عليه أن يرد فيما أخذ من لبن التصرية صاعا من تمر كما قضى به رسول الله ﷺ

١٦٦٢: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی مصراة بکری خریدے، اس کا دودھ دوہ لے، لیکن عیب معلوم ہونے کے باوجود اس بیع پر راضی ہو، ایک ماہ تک اسے اپنے پاس رکھے اور اس کا دودھ دوہتا رہے، اس کے بعد اس عیب کے علاوہ کوئی اور عیب اس کے سامنے ظاہر ہو جسے بائع نے اس سے چھپایا تھا، تو اسے وہ بکری بائع کو واپس لوٹانے

کا حق حاصل ہوگا، اور وہ دودھ جو اس نے استعمال کیا، وہ بغیر کسی عوض کے ہوگا اور وہ بمنزلہ خراج کے ہوگا، کیونکہ عقد بیع اس پر واقع نہیں ہوا تھا، یہ تو مشتری کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے اور ایسی صورت میں اس پر ایک صاع کھجور واپس لوٹانا ضروری ہوگا جیسا کہ نبی ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہے۔

(١٦٦٣) فنكون قد قلنا في لبن التصرية خبرا وفي اللبن بعد التصرية قياسا على " الخراج بالضمان "

۱۶۶۳: خلاصہ یہ کہ ہم نے مصراۃ کے دودھ کے حوالے سے جو رائے قائم کی ہے، اس کی بنیاد حدیث ہے اور تصریہ کے بعد جو اس نے دودھ استعمال کیا ہے، اس کا حکم خراج بقدر ضمان والی حدیث پر قیاس کیا ہے۔

(١٦٦٤) ولبن التصرية مفارق للبن الحادث بعده لانه وقعت عليه صفقة البيع واللبن بعده حادث في ملك المشتري لم تقع عليه صفقة البيع

۱۶۶۴: تصریہ کا جو دودھ ہے وہ اس دودھ سے جدا ہے جو تصریہ کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ پہلے دودھ پر عقد بیع واقع ہوا ہے اور بعد میں حاصل ہونے والا دودھ مشتری کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے اور اس پر عقد بیع واقع نہیں ہوا ہے۔

(١٦٦٥) فإن قال قائل ويكون أمر واحد يؤخذ من وجهين

۱۶۶۵: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ ایک امر ہے جو دو مختلف وجہوں سے لیا گیا ہے؟

(١٦٦٦) قيل له نعم إذا جمع أمرين مختلفين أو أمورا مختلفة

۱۶۶۶: تو اس سے کہا جائے گا کہ جی ہاں! جب دو یا زیادہ مختلف امور جمع ہوں۔

(١٦٦٧) فإن قال فمثل من ذلك شيئا غير هذا

۱۶۶۷: اس نے کہا کہ اس کی اس کے علاوہ کوئی اور مثال بیان کیجئے؟

(١٦٦٨) قلت المرأة تبلغها وفاة زوجها فتعتد ثم تتزوج ويدخل بها الزوج لها الصداق وعليها العدة والولد لاحق ولا حد على واحد منهما ويفرق بينهما ولا يتوارثان وتكون الفرقة فسخا بلا طلاق

۱۶۶۸: میں نے کہا کہ ایک عورت کو اس کے شوہر کی وفات کی خبر معلوم ہوگئی، وہ عدت گزارتی ہے، پھر دوسرا نکاح کر لیتی ہے اور دوسرا شوہر اس سے تنہائی کی ملاقات کر لیتا ہے تو اسے مہر ملے گا اور اس کے ذمے عدت لازم ہوگی، بچہ اس کے ساتھ لاحق ہوگا اور ان دونوں میں سے کسی پر حد جاری نہیں کی جائے گی، ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے اور ان کے درمیان جدائی طلاق کے بغیر فسخ نکاح کی

صورت میں ہوگی۔

(١٦٦٩) يحكم له إذ كان ظاهره حلالا حكم الحلال في ثبوت الصداق والعدة ولحوق الولد ودرء الحد وحكم عليه إذ كان حراما في الباطن حكم الحرام في أن لا يقرا عليه ولا تحل له إصابتها بذلك النكاح إذا علما به ولا يتوارثان ولا يكون الفسخ طلاقا لانها ليست بزوجة

۱۶۶۹: اس کے لئے فیصلہ اس بناء پر کیا جائے گا کہ اس کا ظاہر حلال ہے لہٰذا اس کے لئے حلال ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا مہر کے ثبوت میں، عدت، بچے کے نسب اور سزا کے موقوف ہونے کے حوالے سے، اور چونکہ باطنی طور پر وہ حرام ہے لہٰذا اس پر اس اعتبار سے حرام ہونے کا حکم لگایا جائے گا کہ انہیں اس نکاح پر برقرار نہیں رکھا جائے گا، اور علم ہو جانے کے بعد اس نکاح کی وجہ سے اس شخص کے لئے اس عورت سے تنہائی کی ملاقات کرنا حلال نہ ہوگا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے اور فسخ نکاح کو طلاق شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے۔

(١٦٧٠) ولهذا أشباه مثل المرأة تنكح في عدتها

۱۶۷۰: اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کر لیا جائے۔

باب الاختلاف

اختلاف کا بیان

(١٦٧١) قال فإني أجد أهل العم قديما وحديثا مختلفين في بعض أمورهم فهل يسعهم ذلك

۱۶۷۱: قائل نے کہا کہ میں قدیم اور جدید ہر زمانے میں اہل علم کو بعض مسائل میں اختلاف کرتے ہوئے پاتا ہوں، کیا انہیں ایسا کرنا چاہئے؟

(١٦٧٢) قال فقلت له الاختلاف من وجهين أحدهما محرم ولا أقول ذلك في الآخر

۱۶۷۲: میں نے اس سے کہا کہ اختلاف کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت حرام ہے اور دوسری صورت کے متعلق میں یہ نہیں کہتا۔

(١٦٧٣) قال فما الاختلاف المحرم

۱۶۷۳: اس نے کہا کہ اختلاف کی وہ کون سی صورت ہے جو حرام ہے؟

(١٦٧٤) قلت كل ما أقام الله به الحجة في كتابه أو على لسان نبيه منصوصا بينا لم يحل الاختلاف فيه لمن علمه

۱۶۷۴: میں نے کہا کہ ہر وہ چیز جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا نبی ﷺ کی زبانی واضح نص کے ذریعے حجت قائم فرمادی تو کسی ایسے شخص کے لئے اس میں اختلاف کرنا جائز نہیں ہے جسے وہ نص معلوم ہو۔

(١٦٧٥) وما كان من ذلك يحتمل التأويل ويدرك قياسا فذهب المتأول أو القايس إلى معنى يحتمله الخبر أو القياس وإن خالفه فيه غيره لم أقل أنه يضيق عليه ضيق الخلاف في المنصوص

۱۶۷۵: باقی جس میں تاویل کا احتمال ہو اور قیاس کے ذریعے اس کا ادراک کیا جا سکتا ہو اور تاویل یا قیاس کرنے والا ایسے معنی کی طرف چلا جائے جس کا اس خبر یا قیاس میں احتمال پایا جاتا ہو، اگرچہ دوسرے حضرات کی رائے اس سے مختلف ہی ہو، تو میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس میں وہ تنگی ہے جو منصوص مسائل میں اختلاف کرنے کی صورت میں پائی جاتی ہے۔

(١٦٧٦) قال فهل في هذا حجة تبين فرقك بين الاختلافين

۱۶۷۶: اس نے کہا کہ کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے جو دونوں قسم کے اختلاف میں فرق واضح کر سکے؟

(١٦٧٧) قلت قال الله في ذم التفرق (وما تفرق الذين أوتوا الكتاب إلا من بعد ما جاءتهم البينة)

۱۶۷۷: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تفرقہ بازی کی مذمت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے:

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ (بینہ:۴)

''اور اہل کتاب جو متفرق (مختلف) ہوئے ہیں وہ دلیل واضح کے آجانے کے بعد ہوئے ہیں''

(١٦٧٨) وقال جل ثناؤه (ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءهم البينات)

۱۶۷۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ (آل عمران:۱۰۵)

'' اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام بین کے آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و

اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا''

(١٦٧٩) فذم الاختلاف فيما جاءتهم به البينات

۱۶۷۹: یہاں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں اختلاف کی مذمت بیان فرمائی ہے جن میں واضح نشانیاں آ چکی ہیں۔

(١٦٨٠) فأما ما كلفوا فيه الاجتهاد فقد مثلته لك بالقبلة والشهادة وغيرها

۱۶۸۰: باقی جن مسائل میں لوگوں کو اجتہاد کا مکلف اور ذمہ دار بنایا گیا ہے، ان کی مثال میں آپ کے سامنے قبلہ اور شہادت وغیرہ کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔

(١٦٨١) قال فمثل لي بعض ما افترق عليه من روى قوله من السلف مما لله فيه نص حكم يحتمل التأويل فهل يوجد على الصواب فيه دلالة

۱۶۸۱: اس نے کہا کہ میرے سامنے بعض اختلافی مسائل کی کوئی مثال بیان کیجئے جن میں سلف سے کوئی قول منقول ہو اور اس کا تعلق کسی نص کے ساتھ ہو جس میں تاویل کا احتمال پایا جاتا ہو، کیا اس میں صحیح رائے پر کوئی دلالت پائی جاتی ہے؟

(١٦٨٢) قلت قل ما اختلفوا فيه إلا وجدنا فيه عندنا دلالة من كتاب الله أو سنة رسوله ﷺ أو قياسا عليهما أو على واحد منهما

۱۶۸۲: میں نے کہا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے جس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہو اور ان کے پاس کتاب وسنت سے کوئی دلیل ہمیں نہ ملتی ہو، یا ان دونوں پر یا ان میں سے کسی ایک پر قیاس موجود نہ ہو۔

(١٦٨٣) قال فاذكر منه شيئا

۱۶۸۳: اس نے کہا کہ اس میں سے کچھ ذکر کیجئے؟

(١٦٨٤) فقلت له قال الله (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء)

۱۶۸۴: میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرہ:۲۲۸)

'' اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے نفس کو روکے رکھیں۔''

(١٦٨٥) فقالت عائشة " الاقراء الاطهار " وقال بمثل معنى قولها زيد بن ثابت وابن عمر وغيرهما

۱۶۸۵: اب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رائے یہ ہے کہ ''قروء'' سے مراد طہر ہے، یہی رائے حضرت زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی ہے۔

(١٦٨٦) وقال نفر من أصحاب النبي ﷺ " الاقراء الحيض " فلا يحلوا المطلقة حتى تغتسل من الحيضة الثالثة

۱۶۸۶: جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ ''قروء'' سے مراد عورت کے ماہانہ ایام ہیں، یہ حضرات مطلقہ عورت کو اس وقت تک حلال قرار نہیں دیتے جب تک وہ ایام کے تیسرے دور سے پاک ہو کر غسل نہ کرلے۔

(١٦٨٧) قال فإلى أي شئ ترى ذهب هؤلى وهؤلى

۱۶۸۷: اس نے کہا کہ آپ کی رائے میں دونوں گروہ کس طرف گئے ہیں؟

(١٦٨٨) قلت تجمع الاقراء أنها أوقا ت والاوقات في هذا علامات تمر على المطلقات تحبس بها عن النكاح حتى تستكملها

۱۶۸۸: میں نے کہا کہ ''اقراء'' کے ان دونوں معنوں میں مشترک پہلو یہ ہے کہ اس سے مراد طہر ہو یا ایام ماہانہ، بہرحال وہ وقت ہے اور وقت یہاں ایک علامت ہے جو مطلقہ عورتوں پر گزرتا ہے اور جب تک وہ وقت پورا نہ ہو جائے، اس وقت تک عورت نکاح سے رکی رہتی ہے۔

(١٦٨٩) وذهب من قال "الاقراء الحيض" فيما نرى والله أعلم إلى أن قال إن المواقيت أقل الاسماء لانها أوقات والاوقات أقل مما بينها كما حدود الشئ أقل مما بينها والحيض أقل من الطهر فهو في اللغة أولى للعدة أن يكون وقتا كما يكون الهلال وقتا فاصلا بين الشهرين

۱۶۸۹: جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ قروء سے مراد عورت کے ایام ماہانہ ہیں، ہماری رائے کے مطابق وہ اس طرف گئے ہیں کہ چونکہ یہ وقت ہے اس لئے اس کا اطلاق کم از کم وقت پر ہو سکتا ہے اور کم از کم وقت ان دونوں کے درمیان ہے، جیسے کسی چیز کی حدود کا اطلاق ان کے درمیان کی کم از کم مقدار پر ہوتا ہے اور ایام ماہانہ کی مدت طہر کی مدت سے کم ہوتی ہے، لہٰذا لغت کے اعتبار سے عدت کے لئے اسے بطور وقت متعین کرنا زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے، جیسے ہلال دو مہینوں کے درمیان حد فاصل ہوتا ہے۔

(١٦٩٠) ولعله ذهب إلى ان النبي ﷺ أمر في سبي أوطاس أن يستبرين قبل أن يوطين بحيضة فذهب إلى أن العدة استبراء حيض وانه فرق بين استبراء الامة والحرة وأن

الحرة تستبرأ بثلاث حيض كوامل تخرج منها إلى الطهر كما تستبرأ الامة بحيضة كاملة تخرج منها إلى الطهر

۱۶۹۰: ممکن ہے کہ وہ اس طرف گئے ہوں کہ نبی ﷺ نے غزوۂ اوطاس کی قیدی باندیوں کے متعلق حکم فرمایا تھا کہ ان سے تنہائی کی ملاقات سے قبل ایام کے ایک دور کے ذریعے استبراء رحم کرلیا جائے، چنانچہ وہ اس طرف چلے گئے کہ عدت بھی استبراء رحم ہی ہے اور استبراء رحم کا طریقہ ایام کا دور ہے، البتہ ان حضرات نے باندی اور آزاد عورت کے استبراء رحم میں فرق کیا ہے اور وہ یہ کہ آزاد عورت ایام کے پورے تین دور کر کے طہر کی طرف نکلے گی اور اس کا استبراء رحم معلوم ہوگا جبکہ باندی ایک دور پورا کر کے اس سے نکل آئے گی اور پاک ہو جائے گی۔

(١٦٩١) فقال هذا مذهب فكيف اخترت غيره والآية محتملة للمعنيين عندك

۱۶۹۱: اس نے کہا کہ یہ ایک معقول مذہب ہے، آپ نے دوسری رائے کو ترجیح کیسے دی؟ جبکہ آپ کے نزدیک بھی آیت میں دونوں معنوں کا احتمال موجود ہے؟

(١٦٩٢) قال فقلت له إن الوقت برؤية الاهلة إنما هو علامة جعلها الله للشهور والهلال غير الليل والنهار وإنما هو جماع لثلاثين وتسع وعشرين كما يكون الهلال الثلاثون والعشرون جماعا يستأنف بعده العدد وليس له معنى هنا وأن القرء وإن كان وقتا فهو من عدد الليل والنهار والحيض والطهر في الليل والنهار من العدة وكذلك شبه الوقت بالحدود وقد تكون داخلة فيما حدث به وخارجة منه غير بائن منها فهو وقت معني

۱۶۹۲: میں نے اس سے کہا کہ چاند دیکھنے کا وقت اللہ تعالیٰ نے مہینوں کے لئے ایک علامت مقرر فرمائی ہے، یہ چاند رات اور دن دونوں کا ہی غیر ہے، یہ تیس یا انتیس دنوں کے مجموعے کا نام ہے، جیسے بیس اور تیس کا عدد ایک مجموعہ ہے، اس کے بعد اعداد میں اضافہ ہوتا ہے، یہاں یہ معنی مراد نہیں ہے۔ قرو کا لفظ اگرچہ وقت پر دلالت کرتا ہے تاہم وہ رات اور دن کے عدد کا نام ہے، اور ماہانہ ایام یا طہر عدت کے حوالے سے رات اور دن میں شامل ہیں، اسی طرح وقت کو حدود کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، بعض اوقات عدت اس میں داخل ہوتی ہے جس کی حد بندی کی گئی ہے اس سے خارج بھی ہوتی ہے جبکہ وہ اس سے بائن ہو، تو یہ معنوی اعتبار سے وقت ہے۔

(١٦٩٣) قال وما المعني

۱۶۹۳: اس نے کہا کہ مقصد کیا ہے؟

(١٦٩٤) قلت الحيض هو أن يرخى الرحم الدم حتى يظهر والطهر أن يقري الرحم الدم فلا يظهر ويكون الطهر والقري الحبس لا الارسال فالطهر إذ كان يكون وقتا أولى في اللسان بمعنى القرء لانه حبس الدم

١٦٩٤: میں نے کہا کہ ''حیض'' کا معنی یہ ہے کہ رحم خون چھوڑے یہاں تک کہ وہ غالب آجائے اور ''طہر'' کا معنی یہ ہے کہ رحم خون کو روک کر جمع کر لے، سو وہ ظاہر نہ ہو سکے، اس کا مطلب یہ ہے کہ طہر حبس کا نام ہے ارسال کا نہیں لہٰذا اگر وقت ہی مراد ہو تو قروء سے یہ معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ خون کو روک لینے کا نام ہے۔

(١٦٩٥) وأمر رسول الله ﷺ عمر حين طلق عبد الله بن عمر امرأته حائضا أن يأمره برجعتها وحبسها حتى تطهر ثم يطلقها طاهرا من غير جماع وقال رسول الله ﷺ فتلك العدة التي أمر الله أن يطلق لها النساء

١٦٩٥: جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایام کی حالت میں طلاق دی تو نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان سے کہیں کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لیں اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائے، اسے اپنے پاس ہی رکھیں، پھر اسے پاک ہونے کی حالت میں طلاق دیں اور اس طہر میں اس سے تنہائی کی ملاقات بھی نہ کریں، اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ عدت کا یہ وہ طریقہ ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا ذکر فرمایا ہے

(١٦٩٦) يعني قول الله والله أعلم "إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن" فأخبر رسول الله ﷺ أن العدة الطهر دون الحيض

١٦٩٦: نبی ﷺ کے اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (الطلاق:١)

''جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔''

تو نبی ﷺ نے بتا دیا کہ عدت طہر ہے نہ کہ ماہانہ ایام۔

(١٦٩٧) وقال الله (ثلاثة قروء) وكان على المطلقة أن تأتي بثلاثة قروء فكان الثالث لو أبطأ عن وقته زمانا لم تحل حتى يكون أو تويس من المحيض أو يخاف ذلك عليها فتعتد بالشهور لم يكن للغسل معنى لان الغسل رابع غير ثلاثة ويلزم من قال " الغسل عليها " أن يقول لو أقامت سنة وأكثر لا تغتسل لم تحل

١٦٩٧: اسی طرح سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے قروء کا لفظ استعمال فرمایا ہے چنانچہ مطلقہ عورت پر تین "قروء" پورے کرنا ضروری ہے، اب اگر تیسرے دور میں وہ اپنے وقت سے مؤخر ہو گیا تو وہ عورت حلال نہ ہو سکے گی، یہاں تک کہ تیسرا دور ہو جائے۔ یا وہ ایام سے مایوس ہو جائے، یا اسے اس کا اندیشہ ہو تو ایسی عورت مہینوں کے اعتبار سے عدت گزارے گی، ظاہر ہے کہ اس صورت میں غسل کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا کیونکہ غسل تین کے عدد کے علاوہ چوتھی چیز ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس عورت پر غسل لازم ہے، انہیں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اگر عورت ایک سال یا اس سے زیادہ کا عرصہ اس طرح رہے کہ وہ غسل نہ کر سکے تو وہ حلال نہیں ہوگی۔

(١٦٩٨) فكان قول من قال " الاقراء الاطهار " أشبه بمعنى كتاب الله واللسان واضح على هذه المعاني والله اعلم

١٦٩٨: لہٰذا جو حضرات قروء سے طہر مراد لیتے ہیں، ان کی رائے کتاب اللہ کے معنی کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے اور زبان ان سب معانی پر واضح ہے۔ واللہ اعلم

(١٦٩٩) فأما أمر النبي ﷺ ان يستبرا السبي بحيضة فبالظاهر لان الطهر إذا كان متقدما للحيضة ثم حاضت الامة حيضة كاملة صحيحة برئت من الحبل في الطهر وقد ترى الدم فلا يكون صحيحا إنما يصح حيضة بأن تكمل الحيضة فباي شئ من الطهر كان قبل حيضة كاملة فهو براءة من الحبل في الظاهر

١٦٩٩: باقی جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ نبی ﷺ نے ایام کے ایک دور کے ذریعے قیدی باندیوں کے استبراء رحم کا جو حکم دیا تو وہ ظاہر کی وجہ سے ہے کیونکہ جب طہر ماہانہ ایام سے پہلے ہو، اس کے بعد باندی کو صحیح طرح کامل طور پر حیض آ جائے تو وہ ماں بننے کے مرحلے سے محفوظ ہو جاتی ہے، جب تک وہ خون دیکھ رہی ہو، وہ صحیح نہ ہوگا، حیض اس وقت صحیح ہوگا جب وہ مکمل ہو جائے، لہٰذا کامل حیض سے پہلے طہر جس طرح بھی ہو، وہ ظاہری اعتبار سے حمل سے براءت کی علامت ہے۔

(١٧٠٠) والمعتدة تعتد بمعنيين استبراء ومعنى غير استبراء مع استبراء فقد جاءت بحيضتين وطهرين وطهر ثالث فلو أريد بها الاستبراء كانت قد جاءت بالاستبراء مرتين ولكنه أريد بها مع الاستبراء التعبد

١٧٠٠: اور عدت گزارنے والی عورت دو طرح سے عدت گزارتی ہے، ایک استبراء کے ذریعے اور دوسری معنوی طور پر استبراء کے علاوہ، اس طرح اس کے ایام کے دو دور، دو طہر اور تیسرے طہر کا کچھ حصہ ہوگا، اگر اس سے مراد استبراء ہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کا استبراء دو مرتبہ ہوا، لیکن یہاں اس سے مراد استبراء کے ساتھ عبادت کا

حکم پیدا کرنا ہے۔

(١٧٠١) قال أفتوجدوني في غير هذا ما اختلفوا فيه مثل هذا

١٧٠١: اس نے کہا کہ کیا آپ مجھے اس کے علاوہ کوئی اور اختلافی مثال بتا سکتے ہیں؟

(١٧٠٢) قلت نعم وربما وجدناه أوضح وقد بينا بعض هذا فيما اختلفت الرواية فيه من السنة وفيه دلالة لك على ما سألت عنه وما كان في معناه إن شاء الله

١٧٠٢: میں نے کہا جی ہاں! ہمارے پاس اس سے زیادہ واضح دلیل موجود ہے، ہم نے اس میں سے کچھ چیزیں پہلے بھی بیان کی ہیں اور ان میں اس چیز پر رہنمائی پائی جاتی ہے جس کا آپ نے سوال پوچھا ہے اور جو اس کے ہم معنی ہیں۔

(١٧٠٣) وقال الله (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء)

١٧٠٣: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرہ:٢٢٨)

"اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں"

(١٧٠٤) وقال (واللائي يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم فعدتهن ثلاثة أشهر واللائي لم يحضن وأولات الاحمال أجلهن أن يضعن حملهن)

١٧٠٤: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:٤)

"اور تمہاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو (انکی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (انکی عدت بھی یہی ہے) اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (یعنی بچہ جننے) تک ہے۔"

(١٧٠٥) وقال الله (والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا)

١٧٠٥: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

(البقرۃ:۲۳۴)

"اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔"

(۱۷۰۶) فقال بعض أصحاب رسول الله ﷺ ذكر الله المطلقات أن عدة الحوامل أن يضعن حملهن وذكر في المتوفى عنها أربعة أشهر وعشرا فعلى الحامل المتوفى عنها أن تعتد أربعة أشهر وعشرا وان تضع حملها حتى تأتي بالعدتين معا إذ لم يكن وضع الحمل انقضاء العدة نصا إلا في الطلاق

۱۷۰۶: اب بعض صحابہ کرامؓ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے کہ ماں بننے والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ بچے کو جنم دے لیں، اور جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے، اس کی عدت چار ماہ دس دن ذکر فرمائی ہے، اب وہ عورت جو ماں بننے والی ہو اور اس کا شوہر بھی فوت ہو جائے تو اس کے سامنے یہ راستہ ہے کہ وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے اور اس کے یہاں بچے کی پیدائش بھی ہو جائے تاکہ وہ ایک ساتھ دونوں عدتیں پوری کر سکے، کیونکہ وضع حمل سے نص قرآن کی روشنی میں عدت صرف طلاق کی صورت میں پوری ہوتی ہے۔

(۱۷۰۷) كأنه يذهب إلى أن وضع الحمل براءة وأن الاربعة الاشهر وعشرا تعبد وأن المتوفى عنها تكون غير مدخول بها فتاتي بأربعة اشهر وانه وجب عليها شئ من وجهين فلا تسقط أحدهما كما لو وجب عليها حقان لرجلين لم يسقط أحدهما حق الآخر وكما إذا نكحت في عدتها وأصيبت اعتدت من الاول واعتدت من الآخر

۱۷۰۷: گویا ان کا مذہب یہ ہے کہ وضع حمل کی صورت میں عورت کی براءت ہوتی ہے اور چار ماہ دس دن کا جو حکم ہے، وہ تعبدی ہے، نیز یہ کہ اگر وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، غیر مدخول بہا ہو تو وہ چار ماہ دس دن والی عدت گزارے گی، نیز یہ کہ اس عورت پر دو میں سے کوئی ایک چیز واجب ہوگی، لہٰذا ان میں سے ایک چیز ساقط نہ ہوگی، جیسا کہ اگر عورت پر دو آدمیوں کے دو حق واجب ہوں تو ان میں سے ایک کا حق دوسرے کے حق کو ساقط نہیں کر سکتا، اسی طرح جب کوئی عورت اپنی عدت کے دوران نکاح کرلے، پھر وہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے (یعنی دوسرے شوہر کا انتقال ہو جائے یا وہ بھی طلاق دے دے) تو وہ پہلے کی عدت بھی گزارے گی اور دوسرے کی عدت بھی گزارے گی۔

(۱۷۰۸) قال وقال غيره من أصحاب رسول الله ﷺ إذا وضعت ذا بطنها فقد حلت ولو كان زوجها على السرير

۱۷۰۸: نبی ﷺ کے دیگر صحابہؓ کا یہ کہنا ہے کہ جب پیٹ والی عورت بچے کو جنم دے چکے تو وہ حلال ہو جاتی ہے، اگرچہ اس کا مرنے والا شوہر چارپائی پر ہی پڑا ہو۔

(۱۷۰۹) قال الشافعي فكانت الآية محتملة المعنيين معا وكان أشبههما بالمعقول الظاهر أن يكون الحمل انقضاء العدة

۱۷۰۹: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت ان دو معنوں کا بیک وقت احتمال رکھتی ہے، عقل کے قریب تر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ بچے کی پیدائش پر ہی عدت پوری ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔

(۱۷۱۰) قال فدلت سنة رسول الله ﷺ على أن وضع الحمل آخر العدة في الموت مثل معناه الطلاق

۱۷۱۰: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شوہر کے مرنے کی صورت میں وضع حمل ہی آخری عدت ہے۔

(۱۷۱۱) أخبرنا سفيان عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله عن أبيه " أن سبيعة الاسلمية وضعت بعد وفاة زوجها بليال فمر بها أبو السنابل بن بعكك فقال قد تصنعت للازواج إنها أربعة أشهر وعشرا فذكرت ذلك سبيعة لرسول الله ﷺ فقال كذب أبو السنابل أو ليس كما قال أبو السنابل قد حللت فتزوجي "

۱۷۱۱: ہم سے سفیان نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے عبید اللہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اپنے والد کے حوالے سے نقل کی ہے کہ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے شوہر کی وفات کے چند دن بعد ہی بچے کو جنم دے دیا، اس کے پاس سے ابو السنابل بن بعکک کا گزر ہوا تو وہ کہنے لگے کہ تم شوہروں کے لئے بناؤ سنگھار کئے ہوئے ہو، تمہاری عدت تو چار ماہ دس دن ہے۔ سبیعہ نے اس بات کا ذکر نبی ﷺ سے کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا ابو السنابل سے غلطی ہوئی، تم حلال ہو چکی ہو لہٰذا تم دوسری شادی کر سکتی ہو۔

(۱۷۱۲) فقال اما ما دلت عليه السنة فلا حجة في أحد خالف قوله السنة ولكن أذكر من خلافهم ما ليس فيه نص سنة مما دل عليه القرآن نصا واستنباطا أو دل عليه القياس

۱۷۱۲: اس نے کہا کہ جن مسائل و احکام پر سنت دلالت کرتی ہے، ان میں تو خلافِ سنت قول اختیار کرنے والے کی کوئی حجت ہی نہیں ہے، آپ فقہاء کے اختلاف کی کوئی ایسی مثال ذکر کیجئے جس میں سنت کی کوئی نص نہ ہو۔ جس پر

قرآن کی نص سے دلالت کی جا سکے، یا اس سے استنباط کیا جا سکے یا اس پر قیاس دلالت کرتا ہو؟

(۱۷۱۳) فقلت له قال الله (للذين يؤلون من نسائهم تربص أربعة اشهر فإن فاؤا فإن الله غفور رحيم وإن عزموا الطلاق فإن الله سميع عليم)

۱۷۱۳: میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۲۶_۲۲۷)

''جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے سے قسم کھا لیں ان کو چار مہینے تک انتظار کرنا چاہئے اگر (اس عرصے میں قسم سے) رجوع کر لیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر طلاق کا ارادہ کر لیں تو بھی خدا سنتا (اور) جانتا ہے''

(۱۷۱٤) فقال الاكثر ممن روي عنه من أصحاب النبيﷺ عندنا إذا مضت أربعة أشهر وقف المولى فإمّا أن يفيء وإما أن يطلق

۱۷۱٤: نبی ﷺ کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایلاء کرنے والے کو روکا جائے گا کہ یا تو اپنی بیوی سے رجوع کرے، یا پھر اسے طلاق دے۔

(۱۷۱۵) وروي عن غيرهم من أصحاب النبيﷺ عزيمة الطلاق انقضاء أربعة اشهر

۱۷۱۵: اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ بھی مروی ہے کہ طلاق کی عزیمت چار ماہ کا گزر جانا ہے (اگر چار ماہ گزر گئے اور قسم کھانے والے نے اپنی قسم سے رجوع نہ کیا تو ان حضرات کے بقول خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی)

(۱۷۱٦) ولم يحفظ عن رسول اللهﷺ في هذا بأبي هو وأمي شيئا

۱۷۱٦: اس سلسلے میں نبی ﷺ کے حوالے سے کوئی چیز محفوظ نہیں ہے، میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں۔

(۱۷۱۷) قال فأي القولين ذهبت؟

۱۷۱۷: اس نے کہا کہ پھر ان دونوں میں سے کس قول پر آپ کا مذہب ہے؟

(۱۷۱۸) قلت ذهبت إلى أن المولى لا يلزمه طلاق وأن امرأته إذا طلبت حقها منه لم أعرض له حتى تمضي أربعة اشهر فإذا مضت أربعة اشهر قلت له فیء أو طلق والفيئة الجماع

۱۷۱۸: میں نے کہا کہ میرا مذہب یہ ہے کہ ایلاء کرنے والے کو طلاق لازم نہ ہوگی، عورت جب اپنے شوہر سے اپنے حق کا

مطالبہ کرے تو میں اس کے شوہر سے اس وقت تک تعرض نہیں کروں گا جب تک چار ماہ نہ گزر جائیں۔ جب چار ماہ گزر جائیں گے تو میں اس سے کہوں گا کہ اپنی بیوی سے رجوع کر و یا اسے طلاق دے دو، اور رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنی بیوی سے تنہائی کی ملاقات کر لے۔

(١٧١٩) قال فكيف اخترته على القول الذي يخالفه

١٧١٩: اس نے کہا کہ آپ نے اسے مخالف قول پر ترجیح کیسے دی؟

(١٧٢٠) قلت رأيته اشبه بمعنى كتاب الله وبالمعقول

١٧٢٠: میں اس سے کہا کہ میں نے اس معنی کو کتاب اللہ اور عقل کے قریب تر دیکھا ہے۔

(١٧٢١) قال وما دل عليه من كتاب الله

١٧٢١: اس نے کہا کہ اس پر کتاب اللہ سے کس طرح دلالت ہوتی ہے؟

(١٧٢٢) قلت لما قال الله (للذين يؤلون من نسائهم تربص أربعة اشهر) كان الظاهر في الآية أن من أنظره الله أربعة اشهر في شئ لم يكن له عليه سبيل حتى تمضي أربعة أشهر

١٧٢٢: میں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اپنی بیویوں سے ایلاء کرنے والوں کے لئے چار ماہ کا انتظار کرنا ہے، تو آیت کے ظاہر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو کسی معاملے میں چار ماہ کی مہلت دی ہو تو جب تک چار ماہ نہ گزر جائیں، اس کے خلاف کوئی فیصلہ کرنے کی سبیل نہیں ہے۔

(١٧٢٣) قال فقد يحتمل أن يكون الله عز وجل جعل له أربعة أشهر يفئ فيها كما تقول قد أجلتك في بناء هذه الدار أربعة اشهر تفرغ فيها منها

١٧٢٣: اس نے کہا کہ اس میں یہ احتمال بھی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے چار ماہ کی مہلت رجوع کرنے کے لئے دی ہے، جیسے آپ کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں یہ گھر تعمیر کرنے کے لئے چار ماہ کی مہلت دی ہے، تم اس مدت میں اس کی تعمیر سے فارغ ہو جاؤ۔

(١٧٢٤) قال فقلت له هذا لا يتوهمه من خوطب به حتى يشترط في سياق الكلام ولو قال قد أجلتك فيها أربعة أشهر كان إنما أجله أربعة اشهر لا يجد عليه سبيلا حتى تنقضي ولم يفرغ منها فلا ينسب إليه ان لم يفرغ من الدار وأنه أخلف في الفراغ منها ما بقي من الاربعة اشهر شئ فإذا لم يبق منها شئ لزمه اسم الخلف وقد

يكون في بناء الدار دلالة على أن يقارب الاربعة وقد بقى منها ما يحيط العلم أنه لا يبنيه فيما بقى من الاربعة

۱۷۲۴: میں نے اس سے کہا کہ جس شخص کو اس حکم میں مخاطب کیا گیا ہے، وہ اس کا وہم بھی نہیں کر سکتا جب تک سیاق کلام میں اس کی شرط نہ ٹھہرائی جائے، اگر کسی آدمی نے کہا کہ میں نے تمہیں فلاں کام کے لئے چار ماہ کی مہلت دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چار ماہ تک وہ اس سے تعرض نہیں کرے گا، یہاں تک کہ یہ مدت گزر جائے اور وہ اس مدت میں اس کام سے فارغ نہ ہوا ہو، جب تک چار ماہ کی مدت میں تھوڑا سا عرصہ بھی باقی ہے اور ابھی تک مثلاً وہ گھر کی تعمیر سے فارغ نہیں ہوا تو اس کی طرف وعدہ خلافی کی نسبت نہیں کی جائے گی، البتہ اگر اس مدت میں کچھ بھی باقی نہ بچے تب اس پر وعدہ خلافی کا الزام آئے گا، گھر کی تعمیر میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے کہ وہ چار ماہ کے قریب ہے اور اس کا علم اس بات کا احاطہ اور ادراک کر لیتا ہے کہ چار ماہ کے عرصے میں جتنا وقت بچا ہے، وہ اس میں اس کی تعمیر مکمل نہیں کر سکے گا۔

(۱۷۲۵) وليس في الفيئة دلالة على ان لا يفئ الاربعة الا مضيها لان الجماع يكون في طرفة عين فلو كان على ما وصفت تزايل حاله حتى تمضي أربعة أشهر ثم تزايل حاله الاولى فإذا زايلها صار إلى ان لله عليه حقا فإما أن يفئ واما ان يطلق

۱۷۲۵: اور رجوع میں اس بات پر دلالت نہیں پائی جاتی کہ جب تک چار ماہ نہ گزر یں گے، اس وقت تک رجوع بھی نہ ہوگا کیونکہ ہم بستری تو تھوڑے سے وقت میں بھی ہو سکتی ہے، اگر صورت حال وہ ہوتی جو آپ نے بیان کی ہے تو اس کی حالت جدا ہو جاتی یہاں تک کہ چار ماہ دس دن گزر جاتے، پھر اس کی پہلی حالت دور ہوتی، جب وہ کیفیت اور حالت دور ہو جائے تو اب اللہ کا حق اس کی طرف متوجہ ہو گیا کہ یا اپنی بیوی سے رجوع کرے یا اسے طلاق دے دے۔

(۱۷۲۶) فلو لم يكن في آخر الآية ما يدل على معناها غير ما ذهبت إليه كان قوله أولاهما بها لما وصفنا لانه ظاهرها

۱۷۲۶: اگر آیت کے آخری الفاظ اس بات پر دلالت نہ کرتے کہ اس کا معنی وہ نہیں ہے جس کی طرف آپ گئے ہیں تو وہی قول زیادہ راجح اور اور بہتر تھا، کیونکہ اس کا ظاہری معنی وہی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔

(۱۷۲۷) والقرآن على ظاهره حتى تأتي دلالة منه أو سنة أو إجماع بأنه على باطن دون ظاهر

۱۷۲۷: اور قرآن کریم اپنے ظاہر پر ہی محمول ہوتا ہے جب تک کہ خود قرآن کریم، سنت یا اجماع سے اس بات پر دلالت نہ

ہو جائے کہ یہاں اس کا باطنی معنی مراد ہے، ظاہری معنی نہیں۔

(١٧٢٨) قال فما في سياق الآية ما يدل على ما وصفت

١٧٢٨: اس نے کہا کہ آیت کے سیاق میں آپ کی بیان کردہ توجیہ کی کیا دلیل ہے؟

(١٧٢٩) قلت لما ذكر الله عزوجل أن للمولى أربعة أشهر ثم قال (فإن فاؤا فإن الله غفور رحيم وإن عزموا الطلاق فإن الله سميع عليم) فذكر الحكمين معا بلا فصل بينهما أنهما إنما يقعان بعد الاربعة أشهر لانه إنما جعل عليه الفيئة أو الطلاق وجعل له الخيار فيهما في وقت واحد فلا يتقدم واحد منهما صاحبه وقد ذكر في وقت واحد كما يقال له في الرهن أفده أو نبيعه عليك بلا فصل وفي كل ما خير فيه افعل كذا أو كذا بلا فصل

١٧٢٩: میں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بات ذکر فرمادی کہ ایلاء کرنے والے کے لئے چار ماہ کی مدت ہے، پھر فرمایا کہ اگر وہ رجوع کرلیں تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے، اور اگر وہ طلاق ہی دینے کا ارادہ کر چکے ہوں تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے، یہاں اللہ تعالیٰ نے دو حکم اکٹھے بیان فرمائے ہیں اور ان دونوں کے درمیان فصل بھی نہیں ہے، یہ دونوں حکم چار ماہ گزرنے کے بعد واقع ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایلاء کرنے والے کو رجوع یا طلاق کا اختیار دیا ہے اور ان دونوں کا اختیار ایک ہی وقت میں دیا ہے، اس لئے ان میں سے کوئی بھی دوسرے پر مقدم نہیں ہوسکتا، جیسا کہ رہن (گروی) کے معاملے میں کہا جاتا ہے کہ یا تو تم مالک کو (اس کی چیز کی) ادائیگی کرو، یا ہم تمہاری چیز بیچنے لگے ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی فصل نہ ہو، ہر وہ کام جس میں اختیار دیا گیا ہو کہ یہ کام کرو یا وہ کام، اس میں بھی یہی حکم ہے جبکہ وہ فصل کے بغیر ہو۔

(١٧٣٠) ولا يجوز أن يكونا ذكرا بلا فصل فيقال الفيئة فيما بين أن يولي أربعة أشهر وعزيمة الطلاق انقضاء الاربعة الاشهر فيكونان حكمين ذكرا معا يفسخ في أحدهما ويضيق في الآخر

١٧٣٠: اور یہ جائز نہیں ہے کہ ان دونوں کا ذکر فصل کے بغیر ہو، چنانچہ کہا جائے گا کہ رجوع کا تعلق اس صورت میں گنجائش کے ساتھ ہے جبکہ وہ چار ماہ کی قسم کھا چکا ہو، اور عزیمت طلاق چار ماہ کا گزر جانا ہے، سو یہ دونوں حکم ایک ساتھ ذکر کیے گئے ہیں جن میں سے ایک میں گنجائش ہے اور دوسرے میں تنگی ہے۔

(١٧٣١) قال فأنت تقول إن فاء قبل الاربعة الاشهر فهي فيئة

۱۷۳۱: اس نے کہا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ چار ماہ سے قبل رجوع کرلے تو وہ رجوع شمار ہوگا؟

(۱۷۳۲) قلت نعم كما أقول إن قضيت حقا عليك إلى أجل قبل محله فقد برئت منه وأنت محسن متسرع بتقديمه قبل أن يحل عليك

۱۷۳۲: میں نے کہا جی ہاں! جیسے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ اپنے اوپر لازم کوئی حق وقت مقررہ سے پہلے ادا کردیں تو آپ اس سے بریٔ الذمہ ہوجاتے ہیں اور قبل از وقت ادائیگی کی وجہ سے لوگ آپ کو اچھا سمجھتے ہیں۔

(۱۷۳۳) فقلت له أرأيت من الاثم كان مزمعا على الفيئة في كل يوم إلا أنه لم يجامع حتى تنقضي أربعة أشهر

۱۷۳۳: میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ یہ بتایئے اگر وہ روزانہ رجوع کرنے کا عزم کرتا ہو لیکن اپنی بیوی سے تنہائی کی ملاقات نہ کرسکا ہو، یہاں تک کہ چار ماہ گزر جائیں تو کیا اس پر کوئی گناہ ہوگا؟

(۱۷۳٤) قال فلا يكون الإزماع على الفيئة شيئًا حتى يفئ والفيئة الجماع إذا كان قادرا عليه

۱۷۳۴: اس نے کہا کہ صرف رجوع کرنے کا ارادہ کرنے سے رجوع نہیں ہوگا، جب تک وہ قدرت کی صورت میں اس سے تنہائی کی ملاقات نہ کرلے۔

(۱۷۳٥) قلت ولو جامع لا ينوي فيئة خرج من طلاق الايلى لان المعنى في الجماع

۱۷۳۵: میں نے کہا کہ اگر وہ اپنی بیوی سے تنہائی کی ملاقات تو کرلے لیکن رجوع کی نیت نہ کرے کیا وہ ایلاء کی طلاق سے نکل آئے گا کیونکہ اصل مقصد تو جماع ہے؟

(۱۷۳٦) قال نعم

۱۷۳۶: اس نے کہا جی ہاں!

(۱۷۳۳) قلت وكذلك لو كان عازما على ان لا يفئ يحلف في كل يوم ألا يفئ ثم جامع قبل مضي الاربعة الاشهر بطرفة عين خرج من طلاق الايلى وإن كان جماعه لغير الفيئة خرج به من طلاق الايلى

۱۷۳۷: میں نے کہا کہ اسی طرح اگر وہ اس بات کا عزم کرلے کہ اپنی بیوی سے رجوع نہیں کرے گا وہ روزانہ اس کی قسم بھی کھاتا ہو کہ رجوع نہیں کرے گا، لیکن چار ماہ گزرنے سے پہلے مختصر وقت کے لئے ہی اپنی بیوی سے تنہائی کی ملاقات کرلے تو کیا وہ ایلاء کی طلاق سے نکل آئے گا؟ اور اگر اس کا اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا رجوع کی نیت

سے نہ ہوتو کیا وہ ایلاء کی طلاق سے نکل آئے گا؟

(۱۷۳۸) قال نعم

۱۷۳۸: اس نے کہا جی ہاں!

(۱۷۳۹) قلت ولا يصنع عزمه على ألا يفئ ولا يمنعه جماعه بلذة لغير الفيئة إذا جاء بالجماع من أن يخرج به من طلاق الايلى عندنا وعندك

۱۷۳۹: میں نے کہا کہ اس نے رجوع نہ کرنے کا جو عزم کیا تھا، وہ کچھ نہیں کر سکے گا؟ اور اس کا لذت کے ساتھ رجوع نہ کرنے کی نیت سے ہم بستری کرنا اس بات سے مانع نہیں ہوگا کہ وہ ایلاء کی طلاق سے ہمارے اور آپ کے نزدیک نکل آئے؟

(۱۷٤۰) قال هذا كما قلت وخروجه بالجماع على أي معنى كان الجماع

۱۷۴۰: اس نے کہا کہ یہ تو ویسے ہی ہے جیسے آپ نے کہا اور اس کا طلاق کے دائرے سے نکلنا ہم بستری سے ہی ہوگا خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو۔

(۱۷٤۱) قلت فكيف يكون عازما على أن لا يفئ في كل يوم فإذا مضت أربعة أشهر لزمه الطلاق وهو لم يعزم عليه ولم يتكلم به أترى هذا قولا يصح في العقول لاحد

۱۷۴۱: میں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ روزانہ رجوع کرنے کا عزم کرے، جب چار ماہ گزر جائیں تو اس پر طلاق لازم ہو جائے، حالانکہ اس نے اس کا عزم کیا ہے اور نہ ہی اس کا تکلم کیا ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کسی آدمی کی عقل میں یہ بات آ سکتی ہے اور عقلی طور پر یہ بات صحیح ہو سکتی ہے؟

(۱۷٤۲) قال فما يفسده من قبل العقول

۱۷۴۲: اس نے کہا کہ عقلی طور پر اس میں کیا خرابی ہے؟

(۱۷٤۳) قلت أرأيت إذا قال الرجل لامرأته والله لا أقربك أبدا أهو كقوله أنت طالق إلى أربعة أشهر

۱۷۴۳: میں نے کہا کہ یہ بتایئے اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے یہ کہے کہ بخدا میں کبھی تیرے قریب نہیں آؤں گا، کیا یہ اس شخص کے قول کی طرح ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ تجھے چار ماہ تک طلاق ہے؟

(۱۷٤٤) قال إن قلت نعم

۱۷۴۴: اس نے کہا کہ اگر میں اس کا جواب ہاں میں دوں تو؟

(١٧٤٥) قلت فإن جامع قبل الاربعة

۱۷۴۵: میں نے کہا پھر اگر وہ چار ماہ سے قبل اپنی بیوی سے تنہائی کی ملاقات کرلے تو؟

(١٧٤٦) قال فلا ليس مثل قوله أنت طالق إلى أربعة أشهر

۱۷۴۶: اس نے کہا تب نہیں، وہ اس جملے کی طرح نہیں ہوگا کہ تجھے چار ماہ تک طلاق ہے۔

(١٧٤٧) قال فتكلم المولى بالايلى ليس هو طلاق إنما هي يمين ثم جاءت عليها مدة جعلتها طلاقا أيجوز لاحد يعقل من حيث يقول أن يقول مثل هذا إلا بخبر لازم

۱۷۴۷: اس نے کہا کہ ایلاء کرنے والے کا تکلم کرنا طلاق نہیں ہے، وہ تو قسم ہے پھر اس پر ایک مدت گزری ہے جسے میں نے طلاق شمار کیا ہے، کیا کسی عقلمند آدمی کے لئے اس طرح کی بات کسی قابل اعتماد اور مضبوط خبر کے بغیر کہنا صحیح ہے؟

(١٧٤٨) قال فهو يدخل عليك مثل هذا

۱۷۴۸: اس نے کہا کہ ایسی ہی بات تو آپ پر بھی صادق آتی ہے؟

(١٧٤٩) قلت وأين

۱۷۴۹: میں نے کہا کہ وہ کیسے؟

(١٧٥٠) قال أنت تقول إذا مضت أربعة أشهر وقف فإن فاء وإلا جبر على أن يطلق

۱۷۵۰: اس نے کہا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایلاء کرنے والے سے پوچھا جائے گا، اگر وہ رجوع نہ کرے تو اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا؟

(١٧٥١) قلت ليس من قبل أن الايلى طلاق ولكنها يمين جعل الله لها وقتا منع بها الزوج من الضرار وحكم عليه إذا كانت أن جعل عليه إما أن يفئ وإما أن يطلق وهذا حكم حادث بمضي أربعة الاشهر غير الايلى ولكنه مؤتنف يجبر صاحبه على أن يأتي بأيهما شاء فيئة أو طلاق فإن امتنع منهما أخذ منه الذي يقدر على اخذه منه وذلك أن يطلق عليه لانه لا يحل أن يجامع عنها

۱۷۵۱: میں نے کہا کہ وہ اس اعتبار سے نہیں ہے کہ ایلاء طلاق ہے بلکہ وہ تو ایک قسم ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت متعین فرمایا ہے اور اس کے ذریعے شوہر کو نقصان پہنچانے سے روکا ہے اور یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جب یہ مدت

گزر جائے تو وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے یا اسے طلاق دے دے، یہ حکم چار ماہ گزرنے کے بعد پیدا ہوگا، یہ ایلاء کے علاوہ ہے لیکن حکم جدید ہے اور ایلاء کرنے والے کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک کام کرے رجوع یا طلاق، اگر وہ یہ دونوں کام نہ کرے تو اس سے جو چیز وصول کرنے پر قدرت ہو، وہی اس سے وصول کی جائے گی، یعنی یہ کہ اس کے متعلق طلاق کا فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ اس کے لئے اپنی بیوی سے تنہائی کی ملاقات کرنا حلال نہیں ہے۔

(١٧٥٢) واختلفوا في المواريث فقال زيد بن ثابت ومن ذهب مذهبه يعطى كل وارث ما سمي له فإن فضل فضل ولا عصبة للميت ولا ولاء كان ما بقي لجماعة المسلمين

١٧٥٢: وراثت کے بعض مسائل میں فقہاء صحابہ کی بھی مختلف آراء ہیں، چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ ہر وارث کو اتنا ہی حصہ دیا جائے گا جتنا اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے، تقسیم کے بعد اگر کچھ باقی بچ جائے اور مرنے والا کوئی عصبہ رشتہ دار بھی نہ ہو اور اس کا کسی کے ساتھ ولاء کا تعلق بھی نہ ہو تو وہ باقی رہ جانے والا مسلمانوں کی جماعت کا ہوگا۔

(١٧٥٣) وعن غيره منهم أنه كان يرد فضل المواريث على ذوي الارحام فلو أن رجلا ترك أخته ورثته النصف ورد عليها النصف

١٧٥٣: جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ تقسیم وراثت کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اس کے ذوی الاحام پر تقسیم کر دیا جائے گا، اب اگر کوئی شخص ورثاء میں صرف ایک بہن چھوڑ جائے تو وہ نصف کی وارث ہوگی اور بقیہ نصف کا اسی پر رد کر دیا جائے گا۔

(١٧٥٤) فقال بعض الناس لم لم ترد فضل المواريث

١٧٥٤: بعض لوگ کہنے لگے کہ آپ وراثت کا بقیہ مال رد کیوں کرتے ہیں؟

(١٧٥٥) قلت استدلالا بكتاب الله

١٧٥٥: میں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ سے استدلال کر کے۔

(١٧٥٦) قال وأين يدل كتاب الله على ما قلت

١٧٥٦: اس نے کہا کہ کتاب اللہ میں اس کی دلیل کہاں ہے؟

(١٧٥٧) قلت قال الله (إن امرؤا هلك ليس له ولد وله أخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها إن لم يكن لها ولد)

۱۷۵۷: میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ

(النساء:۱۷۶)

''کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کے بہن ہو تو اس کے بہن کو بھائی کے ترکے میں سے آدھا حصہ ملے گا اور اگر بہن مر جائے اور اسکے اولاد نہ ہو تو اس کے تمام مال کا وارث بھائی ہوگا۔''

(۱۷۵۸) وقال (وإن كانوا اخوة رجالا ونساءا فللذكر مثل حظ الانثيين)

۱۷۵۸: اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (النساء:۱۷۶)

''اور اگر دو بھائی ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں تو ہر مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔''

(۱۷۵۹) فذكر الاخت منفردة فانتهى بها جل ثناؤه إلى النصف والاخ منفردا فانتهى به إلى الكل وذكر الاخوة والاخوات فجعل للاخت نصف ما للاخ

۱۷۵۹: یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک بہن کا ذکر فرمایا ہے اور اس کا حصہ نصف بیان فرمایا ہے، ایک بھائی کا ذکر فرمایا ہے اور اس کا حصہ کل تک پہنچا دیا ہے اور بہنوں اور بھائیوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے بہن کا حصہ بھائی کے حصے سے نصف قرار دیا ہے۔

(۱۷۶۰) وكان حكمه جل ثناؤه في الاخت منفردة ومع الاخ سواء بأنها لا تساوي الاخ وأنها تأخذ النصف مما يكون له من الميراث

۱۷۶۰: بہن اکیلی ہو یا بھائی کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ کا حکم اس حوالے سے برابر ہے کہ وہ بھائی کے مساوی نہ ہوگی اور یہ کہ وہ وراثت میں نصف حصہ وصول کرے گی۔

(۱۷۶۱) فلو قلت في رجل مات وترك أخته لها النصف بالميراث واردد عليها النصف كنت قد أعطيتها الكل منفردة وإنما جعل الله لها النصف في الانفراد والاجتماع

۱۷۶۱: اگر ایک آدمی فوت ہو جائے اور پیچھے اپنی بہن چھوڑ جائے اور آپ یہ کہیں کہ اسے کل مال کا نصف تو وراثت کی وجہ سے دے دیں اور باقی نصف رد کی وجہ سے اسے دے دیں تو آپ نے سارا مال اس اکیلی عورت کو دے دیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں بہن کا حصہ نصف قرار دیا ہے۔

(١٧٦٢) فقال فإني لست أعطيها النصف الباقي ميراثا إنما أعطيها إياه ردا

۱۷۶۲: اس نے کہا کہ میں نے اسے بقیہ نصف وراثت کے طور پر نہیں دیا، بلکہ رد کے طور پر دیا ہے۔

(١٧٦٣) قلت وما معنى " ردا " أشيئ استحسنه وكان إليك أن تضعه حيث شئت أن تعطيه جيرانه أو بعيد النسب منه أيكون ذلك لك

۱۷۶۳: میں نے کہا کہ رد سے کیا مراد ہے؟ کیا وہ کوئی ایسی چیز ہے جسے آپ اچھا سمجھتے ہیں اور آپ کو اختیار ہے کہ آپ اسے جہاں چاہیں رکھیں؟ اگر آپ وہ باقی ماندہ مال اس کے ورثاء کو یا اس کے کسی دور کے رشتہ دار کو دینا چاہیں تو کیا آپ کو ایسا کرنے کا حق ہوگا؟

(١٧٦٤) قال ليس ذلك للحاكم ولكن جعلته ردا عليها بالرحم

۱۷۶۴: اس نے کہا کہ یہ حق تو حاکم کو بھی نہیں ہے، میں نے تو قرابت داری کی وجہ سے رد کے طور پر بقیہ نصف اسے دینے کا حکم دیا ہے۔

(١٧٦٥) ميراثا؟

۱۷۶۵: میں نے کہا کہ کیا یہ وراثت میں شمار ہوگا؟

(١٧٦٦) قال فإن قلته

۱۷۶۶: اس نے کہا اگر میں اس کا قائل ہوں تو؟

(١٧٦٧) قلت إذن تكون ورثتها غير ما ورثها الله

۱۷۶۷: میں نے کہا کہ پھر آپ نے ان لوگوں کو وارث قرار دے دیا جنہیں اللہ نے وارث قرار نہیں دیا ہے۔

(١٧٦٨) قال فأقول لك ذلك لقول الله (وأولوا الارحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله)

۱۷۶۸: اس نے کہا کہ پھر میں کہتا ہوں کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (الانفال:۷۵)

''اور رشتہ دار خدا کے حکم کے رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

(١٧٦٩) فقلت له (وأولوا الارحام بعضهم أولى ببعض)نزلت بأن الناس توارثوا بالحلف ثم توارثوا بالاسلام والهجرة فكان المهاجر يرث المهاجر ولا يرثه من ورثته من لم يكن مهاجرا وهو أقرب إليه ممن ورثه فنزلت (وأولوا الارحام) الآية على مافرض

لهم

۱۷۶۹: میں نے اس سے کہا کہ یہ آیت تو اس پس منظر میں نازل ہوئی ہے کہ پہلے لوگ معاہدہ اور حلف کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، پھر اسلام اور ہجرت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہونے لگے، چنانچہ مہاجر، مہاجر کا وارث ہوتا تھا، اگر اس کے حقیقی ورثاء میں کوئی مہاجر نہ ہوتا تو وہ اس کا وارث نہ بنتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا تعلق ان رشتہ داروں کے ساتھ ہے جن کا حصہ مقرر ہے۔

(۱۷۷۰) قال فاذكر الدليل على ذلك

(۱۷۷۰) اس نے کہا کہ اس پر کوئی دلیل دیجیے؟

(۱۷۷۱) قلت (وأولوا الارحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله)على ما فرض لهم ألا ترى أن من ذوي الارحام من يرث ومنهم من لا يرث وأن الزوج يكون أكثر ميراثا من أكثر ذوي الارحام ميراثا وأنك لو كنت إنما تورث بالرحم كانت رحم البنت من الاب كرحم الابن وكان ذوو الارحام يرثون معا ويكونون أحق من الزوج الذي لا رحم له

(۱۷۷۱) میں نے کہا کہ اس آیت کا تعلق ان لوگوں کے ساتھ ہے جن کا وراثت میں حصہ متعین ہے، آپ اسی بات کو دیکھ لیجیے کہ ذوی الارحام میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو وارث بنتے ہیں اور وہ جو وارث نہیں بنتے، شوہر کی وراثت اکثر ذوی الارحام سے زیادہ ہے، اگر آپ قرابت داری کی وجہ سے کسی کو وارث قرار دیتے ہیں تو بیٹی کی اپنے باپ کے ساتھ قرابت داری ویسی ہی ہے، جیسی بیٹے کی۔ ذوی الارحام ایک ساتھ وارث بھی ہو سکتے ہیں اور وہ شوہر سے زیادہ حقدار بھی ہو سکتے ہیں جس کا تعلق قرابت داری کا نہیں ہے۔

(۱۷۷۲) ولو كانت الآية كما وصفت كنت قد خالفتها فيما ذكرنا في أن يترك أخته ومواليه فتعطى أخته النصف ومواليه النصف وليسوا بذوي أرحام ولا مفروض لهم في كتاب الله فرض منصوص

(۱۷۷۲) اور اگر آیت کا وہ معنی ہو جو آپ نے بیان کیا ہے تو وہ ہمارے ذکر کیے ہوئے معنی میں ایک مخالف رائے ہے کہ وہ اپنی بہن اور آقاؤں کو چھوڑ دے، وہ اپنی بہن کو نصف دے دے اور اپنے آقا کو دوسرا نصف دے دے اور اور وہ ذوی الارحام نہ ہوں اور نہ ہی کتاب اللہ میں ان کا کوئی طے شدہ حصہ ہو۔

(۱۷۷۳) واختلفوا في الجد فقال زيد بن ثابت وروي عن عمر وعثمان وعلي وابن مسعود يورث معه الاخوة

(۱۷۷۳) دادا کی وراثت کے حوالے سے بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں اور یہی رائے حضرت عمرؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ اور ابن مسعودؓ کی بھی ہے کہ دادا کی موجودگی میں بھائی وارث ہوں گے۔

(١٧٧٤) وقال أبو بكر الصديق وابن عباس وروي عن عائشة وابن الزبير وعبد الله بن عتبة أنهم جعلوه أبا وأسقطوا الاخوة معه

(۱۷۷۴) اور حضرت صدیق اکبرؓ، ابن عباسؓ، عائشہ صدیقہؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، اور عبداللہ بن عتبہ نے دادا کو باپ کے مرتبے میں رکھ کر بھائیوں کو ساقط کر دیا ہے۔

(١٧٧٥) فقال فكيف صرتم إلى أن ثبتم ميراث الاخوة مع الجد أبدلالة من كتاب الله أو سنة

(۱۷۷۵) اس نے کہا کہ پھر آپ اس طرف کیسے چلے گئے کہ آپ نے دادا کے ساتھ بھائیوں کے لئے وراثت ثابت کر دی؟ کیا اس پر کتابَ اللہ کی کوئی دلالت پائی جاتی ہے یا سنت سے کوئی دلیل ملتی ہے؟

(١٧٧٦) قلت أما شئ مبين فَي كتاب الله أو سنة فلا أعلمه

(۱۷۷۶) میں نے کہا کہ جہاں تک تعلق ہے کسی ایسی دلیل کا جو قرآن وسنت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہو تو وہ میرے علم میں نہیں ہے۔

(١٧٧٧) قال فالاخبار متكافئة والدلائل بالقياس مع من جعله أبا وحجب به الاخوة

(۱۷۷۷) اس نے کہا کہ پھر ساری خبریں آپس میں برابر ہیں، اور قیاس کے ساتھ دلائل ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو دادا کو باپ کے مرتبے میں رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے بھائیوں کو محروم کر دیتے ہیں۔

(١٧٧٨) قلت وأين الدلائل

(۱۷۷۸) میں نے کہا کہ دلائل کہاں ہیں؟

(١٧٧٩) قال وجدت اسم الابوة تلزمه ووجدتكم مجتمعين على ان تحجبوا به بني الام ووجدتكم لا تنقصونه من السدس وذلك كله حكم الاب

(۱۷۷۹) اس نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا کہ باپ کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے اور میں نے آپ لوگوں کو اس بات پر متفق پایا ہے کہ اس کے ذریعے آپ ماں کی اولاد (بنو الام) کو محروم کر دیتے ہیں اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ آپ دادا کا حصہ سدس سے کم نہیں کرتے اور یہ سارے احکام باپ کے ہیں۔

(١٧٨٠) فقلت له ليس باسم الابوة فقط نورثه

(۱۷۸۰) میں نے کہا کہ ہم صرف باپ کے لفظ کی بناء پر اُسے وارث قرار نہیں دیتے ہیں۔

(۱۷۸۱) قال وكيف ذلك

(۱۷۸۱) میں نے کہا کہ وہ کیسے؟

(۱۷۸۲) قلت أجد اسم الابوة يلزمه ولا يرث

(۱۷۸۲) میں نے کہا کہ باپ کا لفظ اسے شامل ہونے کے باوجود وہ بعض صورتوں میں وارث نہیں ہوتا۔

(۱۷۸۳) قال وأين

(۱۷۸۳) اس نے کہا کہ وہ کیسے؟

(۱۷۸٤) قلت قد يكون دون أب واسم الابوة تلزمه وتلزم آدم وإذا كان دون الجد أب لم يرث ويكون مملوكا وكافرا وقاتلا فلا يرث واسم الابوة في هذا كله لازم له فلو كان باسم الابوة يرث ورث في هذه الحالات

(۱۷۸۴) میں نے کہا کہ بعض اوقات دادا کے علاوہ باپ بھی ہوتا ہے اور باپ کا لفظ اسے بھی شامل ہوتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی شامل ہے، نیز جب دادا کے علاوہ باپ بھی موجود ہو تو اس کی موجودگی میں دادا وارث نہیں ہوتا، وہ مملوک کافر یا قاتل ہو تو بھی وارث نہیں ہوتا، حالانکہ ان تمام صورتوں میں بھی باپ کا لفظ اسے شامل ہوتا ہے، اگر صرف باپ کا لفظ یہ وارث بننے کے لئے کافی ہوتا تو دادا ان صورتوں میں بھی وارث ضرور بنتا۔

(۱۷۸٥) وأما حجبنا به بني الأم فإنما حجبنا به خبرا لا باسم الابوة وذلك أنا نحجب بني الام ببنت ابن ابن متسفلة

(۱۷۸۵) باقی جہاں تک تعلق ہے اس کے ذریعے بنوالام کو محروم کرنے کی ہماری رائے کا تو وہ حدیث کی وجہ سے ہے، باپ کے نام کی وجہ سے نہیں ہے اور ہم بنوالام کو پوتی کی وجہ سے محروم کرتے ہیں۔

(۱۷۸٦) واما أنا لم ننقصه من السدس فلسنا ننقص الجدة من السدس

(۱۷۸۶) رہی یہ بات کہ ہم سدس سے اس کا حصہ کم نہیں کرتے تو ہم دادی کا حصہ بھی سدس سے کم نہیں کرتے۔

(۱۷۸۷) وإنما فعلنا هذا كله اتباعا لا أن حكم الجد إذ وافق حكم الاب في معنى كان مثله في كل معنى ولو كان حكم الجد إذا وافق حكم الاب في بعض المعاني كان مثله في كل المعاني كانت بنت الابن المتسفلة موافقة له فإنا نحجب بها بني الام

وحكم الجدة موافق له لا ننقصها من السدس

(۱۷۸۷) اور ہم نے یہ سب اتباعاً کیا ہے، اس وجہ سے نہیں کہ اگر کسی ایک مفہوم میں دادا باپ کے موافق ہو تو وہ ہر حکم میں ہی اس کی طرح ہوگا، اگر ایسا ہونا ضروری ہوتا تو پوتی کا حکم اس کے موافق ہوتا کیونکہ اس کے ذریعے ہم بنوالأم کو محروم کر دیتے ہیں اور دادی کا حکم بھی اس کے موافق ہوتا کیونکہ سدس سے کم حصہ تو ہم اسے بھی نہیں دیتے ہیں۔

(۱۷۸۸) قال فما حجتكم في ترك قولنا نحجب بالجد الاخوة

(۱۷۸۸) اس نے کہا کہ پھر ہمارا یہ قول ترک کرنے کے سلسلے میں آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ دادا کی وجہ سے بھائیوں کو ہم محروم کر دیتے ہیں؟

(۱۷۸۹) قلت بعد قولكم من القياس

(۱۷۸۹) میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ کا قول بعید از قیاس ہے۔

(۱۷۹۰) قال فما كنا نراه إلا بالقياس نفسه

(۱۷۹۰) اس نے کہا کہ ہم تو اسی کو نفس قیاس سمجھتے ہیں۔

(۱۷۹۱) قلت أرأيت الجد والاخ أيدل واحد منهما بقرابة نفسه أم بقرابة غيره

(۱۷۹۱) میں نے کہا کہ یہ بتایئے دادا اور بھائی میں سے کوئی ایک اپنی ذاتی قرابت داری کی وجہ سے باپ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یا کسی دوسرے کی قرابت داری کی وجہ سے؟

(۱۷۹۲) قال وما تعني

(۱۷۹۲) اس نے کہا کہ کیا مطلب؟

(۱۷۹۳) قلت أليس إنما يقول الجد أنا أبو أبي الميت ويقول الاخ أنا ابن أبي الميت

(۱۷۹۳) میں نے کہا کہ کیا دادا یہ نہیں کہتا کہ میں مرنے والے کے باپ کا بھی باپ ہوں؟ اور کیا بھائی یہ نہیں کہتا کہ میں مرنے والے کے باپ کا ہی بیٹا ہوں؟

(۱۷۹٤) قال بلى

(۱۷۹٤) اس نے کہا کہ کیوں نہیں۔

(۱۷۹٥) قلت وكلاهما يدلي بقرابة الاب بقدر موقعه منها

(۱۷۹٥) میں نے کہا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اہمیت کے اعتبار سے باپ کی طرف اپنی قرابت داری کی نسبت کرتا ہے؟

(۱۷۹٦) قال نعم

(۱۷۹٦) اس نے کہا جی ہاں!

(۱۷۹۷) قلت فاجعل الاب الميت وترك ابنه وأباه كيف ميراثهما منه

(۱۷۹۷) میں نے کہا کہ پھر آپ باپ کو میت فرض کریں اور اس کے ورثاء میں اس کے بیٹے اور باپ کو رکھیں، اب بتائیں کہ مرنے والے کی وراثت ان دونوں میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۱۷۹۸) قال لابنه خمسة أسداس ولابيه السدس

(۱۷۹۸) اس نے کہا کہ مرنے والے کے بیٹے کو پانچ سدس اور باپ کو ایک سدس ملے گا۔

(۱۷۹۹) قلت فإذا كان الابن أولى بكثرة الميراث من الاب وكان الاخ من الاب الذي يدلي الاخ بقرابته والجد أبو الأب من الاب الذي يدلي بقرابته كما وصفت كيف حجبت الاخ بالجد ولو كان أحدهما يكون محجوبا بالآخر انبغى أن يحجب الجد بالاخ لانه اولاهما بكثرة ميراث الذي يدليان معا بقرابته أو تجعل للاخ خمسة أسداس وللجد سدس

(۱۷۹۹) میں نے کہا کہ جب مرنے والے کا بیٹا اس کے باپ کی نسبت وراثت کا زیادہ حقدار ہے جبکہ بھائی اور دادا بھی اپنی قرابت داری باپ کے ساتھ جوڑتے ہیں تو پھر آپ دادا کی موجودگی میں بھائی کو کیوں محروم کرتے ہیں؟ اگر ان میں سے ایک دوسرے کی وجہ سے اپنے حصے سے محروم ہوسکتا ہے تو پھر دادا کو بھی بھائی کی وجہ سے محروم ہونا چاہئے؟ کیونکہ وہ ان دونوں میں کثرت وراثت کا زیادہ حقدار ہے، یا پھر آپ بھائی کے لئے مستقل طور پر پانچ سدس اور دادا کے لئے ایک سدس مقرر کردیں۔

(۱۸۰۰) قال فما منعك من هذا القول

(۱۸۰۰) اس نے کہا کہ پھر آپ کو یہ قول اختیار کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

(۱۸۰۱) قلت كل المختلفين مجتمعين على أن الجد مع الاخ مثله أو أكثر حظا منه فلم يكن لي عندي خلافهم ولا الذهاب إلى القياس، والقياس مخرج من جميع أقاويلهم

(۱۸۰۱) میں نے کہا کہ اختلاف کرنے والے دونوں گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ بھائی کی موجودگی میں دادا کا اتنا ہی حصہ ہے یا اس سے زیادہ ہے، اس لئے میرے نزدیک ان سے اختلاف کرنے کا کوئی معنی نہیں بنتا اور نہ ہی قیاس کی

طرف جانا، اور قیاس ان تمام اقوال سے نکلنے کا راستہ فراہم کرتا ہے۔

(١٨٠٢) وذهبت إلى اثبات الاخوة مع الجد أولى الامرين لما وصفت من الدلائل التي أوجدنيها القياس

(١٨٠٢) میرے نزدیک دادا کو بھی بھائیوں کے ساتھ وارث قرار دینا زیادہ بہتر ہے، ان دلائل کی وجہ سے جو قیاس کی روشنی میں میں نے بیان کئے ہیں۔

(١٨٠٣) مع أن ما ذهبت إليه قول الاكثر من أهل الفقه بالبلدان قديما وحديثا

(١٨٠٣) علاوہ ازیں میں نے جو رائے اختیار کی ہے، ماضی قریب اور بعید میں اکثر فقہاء کی یہی رائے رہی ہے۔

(١٨٠٤) مع أن ميراث الاخوة ثابت في الكتاب ولا ميراث للجد في الكتاب وميراث الاخوة أثبت في السنة من ميراث الجد

(١٨٠٤) علاوہ ازیں بھائیوں کی وراثت کتاب اللہ سے ثابت ہے جبکہ دادا کے حصے کا کتاب اللہ میں کوئی ذکر نہیں ہے، اسی طرح سنت میں بھی دادا کی نسبت بھائیوں کی وراثت زیادہ پختگی کے ساتھ ثابت ہے۔

أقاويل الصحابة

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کا بیان

(١٨٠٥) فقال قد سمعت قولك في الاجماع والقياس بعد قولك في حكم كتاب الله وسنة رسوله أرأيت أقاويل أصحاب رسول الله ﷺ إذا تفرقوا فيها

(١٨٠٥) اس نے کہا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بعد اجماع اور قیاس کے حوالے سے میں نے آپ کی رائے اور بات سن لی، اب آپ یہ بتائیے کہ اگر کسی مسئلے میں صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال ہوں تو آپ کیا کرتے ہیں؟

(١٨٠٦) فقلت نصير منها إلى ما وافق الكتاب أو السنة أو الاجماع أو كان أصح في القياس

(١٨٠٦) میں نے کہا ہم ان میں سے اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو کتاب وسنت یا اجماع کے موافق اور قریب تر ہو، یا قیاس کے اعتبار سے بھی زیادہ صحیح ہو۔

(١٨٠٧) قال افرايت إذا قال الواحد منهم القول لا يحفظ عن غيره منهم فيه له موافقة ولا

خلافا أتجد لك حجة باتباعه في كتاب أو سنة أو أمر أجمع الناس عليه فيكون من الاسباب التي قلت بها خبرا

(۱۸۰۷) اس نے کہا کہ یہ بتایئے کہ اگر ان میں سے کوئی ایسی رائے قائم کرے کہ کسی دوسرے صحابی سے اس کی موافقت یا مخالفت میں کوئی دوسری رائے محفوظ نہ کی گئی ہو، کیا آپ اسے کتاب وسنت، یا اجماع امت کی طرح اتباع کے حوالے سے حجت سمجھتے ہیں؟ اور کیا یہ ان اسباب میں سے ہے جن کی بناء پر آپ کوئی رائے قائم کرتے ہیں؟

(۱۸۰۸) قلت له ما وجدنا في هذا كتابا ولا سنة ثابتة ولقد وجدنا أهل العلم يأخذون بقول واحدهم مرة ويتركونه أخرى ويتفرقوا في بعض ما أخذوا به منهم

(۱۸۰۸) میں نے اس سے کہا کہ ہمیں کتاب وسنت میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی لیکن ہم نے اہل علم حضرات کو دیکھا ہے کہ بعض اوقات وہ انکے قول کو لے لیتے ہیں، بعض اوقات ترک کر دیتے ہیں اور جو وہ لے لیتے ہیں، اس میں بھی ان کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔

(۱۸۰۹) قال فإلى أي شئ صرت من هذا

(۱۸۰۹) اس نے کہا کہ پھر ایسی صورت میں آپ کیا رخ اختیار کرتے ہیں؟

(۱۸۱۰) قلت إلى اتباع قول واحد إذا لم أجد كتابا ولا سنة ولا إجماعا ولا شيئا في معناه يحكم له بحكمه أو وجد معه قياس

(۱۸۱۰) میں نے کہا کہ اگر مجھے کسی مسئلے میں کتاب وسنت، اجماع امت یا کوئی فیصلہ کن بات نہیں ملتی، یا قیاس بھی اس سلسلے میں مدد فراہم نہیں کرتا تو پھر میں اسی ایک رائے کی پیروی کر لیتا ہوں۔

(۱۸۱۱) وقل ما يوجد من قول الواحد منهم لا يخالفه غيره من هذا

(۱۸۱۱) اور ایسا بہت کم ہوگا کہ ایک صحابی کا قول کسی مسئلے کے حوالے سے پایا جاتا ہو اور اس کے مقابل دوسری رائے نہ ہو۔

منزلة الإجماع والقياس

اجماع اور قیاس کا مقام

(۱۸۱۲) قال فقد حكمت بالكتاب والسنة فكيف حكمت بالاجماع ثم حكمت بالقياس فأقمتها مع كتاب أو سنة

(۱۸۱۲) اس نے کہا کہ آپ نے کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلہ کیا، پھر آپ نے اجماع اور قیاس کی روشنی میں فیصلہ کیا، آپ نے ان دونوں چیزوں کو کتاب وسنت کے ساتھ لاکر کیسے کھڑا کر دیا؟

(۱۸۱۳) فقلت إني وإن حكمت بها كما احكم بالكتاب والسنة فأصل ما أحكم به منها مفترق

(۱۸۱۳) میں نے کہا کہ اگر چہ میں نے کتاب وسنت کی طرح ان دونوں چیزوں کی روشنی میں بھی فیصلے کیے ہیں لیکن جن چیزوں کی بنیاد پر میں فیصلہ کرتا ہوں، وہ اصول مختلف ہیں۔

(۱۸۱٤) قال أفيجوز ان تكون أصول مفرقة الاسباب يحكم فيها حكما واحدا

(۱۸۱۴) اس نے کہا کہ کیا یہ جائز ہے کہ اصول واسباب متفرق ہوں اور ان کے ذریعے ایک ہی حکم لگایا جائے؟

(۱۸۱٥) قلت نعم يحكم بالكتاب والسنة المجتمع عليها الذي لا اختلاف فيها فنقول لهذا حكمنا بالحق في الظاهر والباطن

(۱۸۱۵) میں نے کہا جی ہاں! بعض اوقات کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے، اس پر لوگ متفق ہوتے ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا، ایسے موقع پر ہم کہتے ہیں کہ ہم نے ظاہری اور باطنی طور پر حق کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(۱۸۱٦) ويحكم بالسنة قد رويت من طريق الانفراد لا يجتمع الناس عليها فنقول حكمنا بالحق في الظاهر لانه قد يمكن الغلط فيمن روى الحديث

(۱۸۱۶) بعض اوقات سنت کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے جو کہ انفرادی طریقوں اور سندوں سے مروی ہوتی ہے، اس پر لوگ متفق نہیں ہوتے، ایسی صورت میں ہم کہتے ہیں کہ ہم نے ظاہری طور پر حق کے مطابق فیصلہ کیا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ راوی سے غلطی ہوگئی ہو۔

(۱۸۱۷) ونحكم بالاجماع ثم القياس وهو أضعف من هذا ولكنها منزلة ضرورة لانه لا يحل القياس والخبر موجود كما يكون التيمم طهارة في السفر عند الاعواز من الماء ولا يكون طهارة إذا وجد الماء إنما يكون طهارة في الاعواز

(۱۸۱۷) اور بعض اوقات ہم اجماع یا قیاس کے ذریعے فیصلہ کرتے ہیں، یہ راستہ اس کی نسبت کمزور ہے لیکن مجبوری کے درجے میں ہے، کیونکہ حدیث کی موجودگی میں قیاس کرنا جائز نہیں، جیسے سفر میں تیمم کی اجازت پانی نہ ملنے کی صورت میں ہوتی ہے اور جب تک پانی موجود ہو یا مل رہا ہو، تیمم کے ذریعے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہوتا۔

(۱۸۱۸) وكذلك يكون ما بعد السنة حجة إذا أعوز من السنة

(۱۸۱۸) اسی طرح سنت کے بعد والی چیز اس وقت حجت بنے گی جب کسی مسئلے میں سنت موجود نہ ہو۔

(۱۸۱۹) وقد وصفت الحجة في القياس وغيره قبل هذا

(۱۸۱۹) اور اس سے قبل میں آپ کے سامنے قیاس کا حجت ذکر کر چکا ہوں۔

(۱۸۲۰) قال أفتجد شيئا شبهه

(۱۸۲۰) اس نے کہا کہ کیا آپ اس کے مشابہ کوئی چیز پاتے ہیں؟

(۱۸۲۱) قلت نعم أقضي على الرجل بعلمي أن ما ادعى عليه كما ادعي أو إقراره فإن لم أعلم ولم يقر قضيت عليه بشاهدين وقد يغلطان ويهمان وعلمي وإقراره أقوى عليه من شاهدين وأقضي عليه بشاهد ويمين وهو أضعف من شاهدين ثم أقضي عليه بنكوله عن اليمين ويمين صاحبه وهو أضعف من شاهد ويمين لانه قد ينكل خوف الشهرة واستصغار ما يحلف عليه ويكون الحالف لنفسه غير ثقة وحريصا فاجرا

(۱۸۲۱) اس نے کہا کہ جی ہاں! میں کسی آدمی کے خلاف فیصلہ اپنے علم کے مطابق کرتا ہوں کہ اس کے خلاف جو دعویٰ کیا گیا ہے، میرے علم کے مطابق وہ حقیقت پر مبنی ہے یا اس کے اقرار پر فیصلہ کرتا ہوں، اگر مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو اور وہ اقرار بھی نہ کرے تو میں دو گواہوں کی گواہی پر اس کے متعلق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ بعض اوقات ان گواہوں سے غلطی بھی ہو جاتی ہے اور یہ وہم کا شکار بھی ہو جاتے ہیں، اس اعتبار سے میرا علم، میری معلومات اور اس کا اقرار

گواہوں کی گواہی سے زیادہ مضبوط ہے، بعض اوقات میں ایک گواہ اور قسم کے ساتھ بھی فیصلہ کر دیتا ہوں، یہ صورت دو گواہوں سے زیادہ ضعیف اور کمزور ہے، پھر میں اس کے قسم سے انکار اور دوسرے فریق کی قسم کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہوں، یہ صورت ایک گواہ اور قسم سے بھی زیادہ کمزور ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان کا انکار کرنا مشہور ہونے کے خوف سے ہوتا ہے یا وہ اس معاملے کو چھوٹا اور ہلکا سمجھتا ہے جس پر وہ قسم کھاتا ہے اور بعض اوقات قسم کھانے والا ذاتی اعتبار سے نا قابل اعتماد، لالچی اور گنہگار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کروڑہا شکر و احسان ہے کہ اس نے آج مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ امام شافعیؒ کی اصول فقہ پر وقیع کتاب ''الرسالۃ'' کا ترجمہ مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائی، اس ترجمے میں صرف چالیس دن کا عرصہ لگا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول اور نافع فرمائے، اپنی مرضیات والی زندگی اور شہادت والی موت عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد ظفر